مقدماتِ نعمانی

گرانقدر علمی و تحقیقی مقدمات کا مجموعہ

رشحاتِ قلم:

محقق العصر شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد عبد الرشید نعمانی قدس سرہ

ترتیب:

شوکت علی

ایڈمن اسلامک بکس سٹی ویبسائٹ

www.islamicbookscity.com

فہرست

صفحہ	نام	نمبر شمار
4	مقدمہ مسند امام اعظمؒ	1
24	مقدمہ کتاب الآثار	2
49	مقدمہ موطا امام محمدؒ	3
68	مقدمہ مسند حضرت علیؓ	4
96	مقدمہ بلوغ المرام–حیات حافظ ابن حجرؒ	5
110	مقدمہ تفسیر ابن کثیر–حیات ابن کثیرؒ	6
122	مقدمہ سبیل الرشاد	7
147	مقدمہ تذکرہ علمائے ہند	8
154	مقدمہ حالات بزرگانِ دین	9
165	مقدمہ پرویز کے بارے میں علماء کا متفقہ فتویٰ	10
170	مقدمہ شرح الکافیہ فی التصوف	11

181	مقدمہ اصول البزدوی	12
194	مقدمہ الحزب الاعظم	13
202	مقدمہ تبییض الصحیفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفۃؒ	14
284	مقدمہ "مقدمہ کتاب التعلیم"	15
371	مقدمہ دراسات اللبیب	16

مقدمہ

موطا مسندِ امام اعظمؒ

از

محقق العصر

مولانا محمد عبد الرشید نعمانیؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُقدّمہ

مسند امام اعظمؒ

از

مولانا محمد عبد الرشید نعمانی

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو علم حدیث میں جو رتبہ حاصل ہے۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جس کثرت سے ان کی مسندیں لکھی گئیں کسی کی نہیں لکھی گئیں۔ مسلمانوں میں روایت حدیث کو جو ترقی ہوئی، دنیا میں اس کی نظیر موجود نہیں۔ صحاح، سنن، مستخرجات، جوامع، مسانید، معاجیم، اجزاء، طرق، وغیرہ مختلف عنوانات قائم ہوئے اور ہر عنوان کے تحت اس کثرت سے کتابیں لکھی گئیں کہ ان کا شمار بھی مشکل ہے لیکن خاص کسی ایک ہی شخص کی روایات کو ایک مستقل مجموعہ میں علیحدہ قلمبند کرنے کا رواج زیادہ نہیں ہو سکا۔ محدثین اور حفاظ میں بہت کم ایسے خوش قسمت ہیں کہ جن کی حدیثیں مستقل تصانیف میں جداگانہ مدون کی گئیں۔ جہاں تک ہم کو معلوم ہے۔ صرف امام ابو حنیفہ (رحمہ اللہ) ایک ایسے شخص ہیں جن کی احادیث و روایات کے ساتھ معمول سے زیادہ اعتنا کیا گیا۔ نہایت کثرت سے ان کی مسندیں لکھی گئیں۔ اور ان ائمہ وقت اور حفاظ حدیث نے لکھیں جو خود اس قابل تھے کہ ان کی مسندیں لکھی جاتیں۔ اس خصوصیت میں اگر کوئی شخص امام ابو حنیفہ (رحمہ اللہ) کا ہمسر ہو سکتا ہے تو صرف امام مالک (رحمہ اللہ) ہیں۔

امام ابو حنیفہ (رحمہ اللہ) کی احادیث و روایات کو جن محدثین نے مستقل طور پر علیحدہ تصنیفات میں مدون کیا۔ ان میں سے جن حضرات کے متعلق ہم تحقیق کر سکے حسب ذیل ہیں[1]۔

(۱) حافظ محمد بن مخلد بن حفص دوری

ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے اور عطار کی نسبت سے شہرت ہے دور بغداد کے آخری سرے پر شرقی جانب میں شہر کے بالائی مقام پر ایک محلہ تھا۔ یہ اسی کی طرف منسوب ہیں۔ ۲۳۳ھ میں پیدا ہوئے اور جمادی الآخرہ ۳۳۱ھ میں اٹھانوے (۹۸)

---

[1] واضح رہے کہ یہ سب مسندیں کتاب الآثار کے علاوہ ہیں جو علم حدیث میں امام ابو حنیفہؒ کی مشہور تصنیف ہے۔ اس کتاب کا علم حدیث میں کیا پایہ ہے اور اس کے راوی کس شان کے ائمہ ہیں۔ اور اس کے نسخے کن حضرات سے مروی ہیں ان سب امور پر ہم مقدمہ کتاب الآثار میں تفصیل سے بحث کر چکے ہیں جو ابھی حال میں کتاب الآثار مترجم کے ساتھ محمد سعید اینڈ سنز نے شائع کیا ہے۔

Scanned by CamScanner

سال کی عمر میں وفات پائی۔ فن حدیث کی تحصیل یعقوب دورقی، زبیر بن بکار، حسن بن عرفہ اور امام مسلم بن حجاج وغیرہ سے کی، اور ان سے دارقطنی، ابن عقدہ اور ابن المظفر جیسے اکابر حفاظ نے اس فن کو حاصل کیا۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا تذکرہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے۔ الامام المفید الثقۃ مسند بغداد آگے چل کر لکھتے ہیں :۔

کان معروفاً بالثقۃ والصلاح و الاجتہاد بالطلب۔ | یہ ثقاہت میں، نیکی میں اور طلب حدیث کے لئے جد و جہد کرنے میں مشہور ہیں۔

محدث دارقطنی سے ایک بار ان کے بارے میں سوال ہوا تو فرمانے لگے ثقۃ مامون، تذکرۃ الحفاظ میں ان کے والد کا نام مخلد کی بجائے احمد غلط چھپ گیا ہے۔ اس کی تصحیح کر لی جائے۔ حافظ ابن الجوزی کی المنتظم فی تاریخ الملوک والامم اور یاقوت حموی کی معجم البلدان اور رجال کی دوسری کتابوں میں ان کے والد کا نام مخلد ہی مذکور ہے حافظ ابن مخلد نے امام ابو حنیفہ کی روایات کو ایک مستقل تالیف میں علیحدہ جمع کیا ہے جس کا ذکر محدث خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد میں متعدد جگہ آیا ہے۔ چنانچہ محمد بن الحسن بن الوازع ابو داؤد الجمال کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ :۔

روی عنہ محمد بن مخلد الدوری فی جمعہ حدیث ابی حنیفۃ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۸۸ طبع مصر) | ان سے محمد بن مخلد دوری نے اپنی کتاب "جمع حدیث ابی حنیفہ" میں روایت کی ہے۔

(۳) حافظ عصر ابن عقدہ

ابو العباس احمد بن محمد بن سعید الکوفی، عقدہ ان کے والد کا لقب تھا جو ایک نہایت صالح شخص تھے اور نحو کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ حافظ ذہبی نے ان کا تذکرہ ان الفاظ میں شروع کیا ہے ابن عقدۃ حافظ العصر والمحدث البحر پھر ان کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

الیہ المنتہی فی قوۃ الحفظ وکثرۃ الحدیث وصنف وجمع والف فی الابواب والتراجم۔ | قوت حافظہ اور کثرت حدیث کی ان پر انتہا ہو گئی۔ انہوں نے ابواب و تراجم دونوں عنوانوں کے تحت تصنیف و تالیف کی اور حدیثیں جمع کیں۔

حافظ ابن الجوزی، المنتظم میں لکھتے ہیں کہ :۔

"یہ خود اکابر حفاظ میں سے تھے۔ اور ان سے اکابر حفاظ ابو بکر بن الجعابی، عبداللہ بن عدی، طبرانی، ابن المظفر، دارقطنی، اور ابن شاہین نے حدیثیں روایت کی ہیں"

حافظ ابن عقدہ نے ماہ ذی قعدہ ۳۳۲ھ میں وفات پائی۔ ان کا سال ولادت ۲۴۹ھ ہے۔ حافظ بدرالدین محمود عینی شارح بخاری نے اپنی تاریخ کبیر میں لکھا ہے کہ :۔

ان مسند ابی حنیفۃ لابن عقدۃ یحتوی وحدہ علی ما یزید علی الف حدیث۔[1] | صرف ابن عقدہ کی مسند ابی حنیفہ ایک ہزار سے زائد احادیث پر مشتمل ہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو تانیب الخطیب علی ما ساقہ فی ترجمۃ ابی حنیفۃ من الاکاذیب از محدث محمد زاہد کوثری، ص ۱۵۶ طبع مصر ۱۳۶۱ھ۔

Scanned by CamScanner

(۳) حافظ ابوالقاسم

عبداللہ بن محمد بن ابی العوام السعدی المتوفی ۳۳۵ھ ۔ یہ فن حدیث میں امام نسائیؒ اور امام طحاوی کے شاگرد ہیں ۔ مصر میں عہدہ قضاء پر فائز رہے امام ابوحنیفہ کے مناقب میں بھی ایک مبسوط کتاب لکھی ۔ یہ مسند ابی حنیفہ بھی اس کتاب کا ایک جزو ہے اس کا قلمی نسخہ دمشق کے کتبخانہ ظاہریہ میں موجود ہے ۔ اور مجلس احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن نے وہاں سے اس کا عکس بھی حاصل کرلیا ہے ۔ سُنا ہے کہ مجلس مذکور کا ارادہ اس نادر نسخہ کو عام کردینے کا ہے ۔ اس لئے امید ہے کہ جلد یا بدیر یہ کتاب زیورِ طباعت سے آراستہ ہوکر اہل علم کے ہاتھوں میں پہنچ جائے گی ۔

(۴) حافظ اشنانی

قاضی ابوالحسین عمر بن الحسن بن علی المتوفی ۳۳۹ھ حافظ طلحہ بن محمد ان کے بارے میں فرماتے ہیں ۔ کان من جلۃ اصحاب الحدیث المجودین واحد الحفاظ وقد حدث حدیثا کثیرا وحمل الناس عنہ قدیما وحدیثا ۔ یعنی " یہ بڑے پایہ کے جلیل القدر محدثین اور حفاظ حدیث میں سے تھے ۔ انہوں نے نہایت کثرت سے حدیثیں بیان کیں ۔ اور لوگوں نے قدیما وحدیثا (ہر زمانے میں) ان سے روایتیں کیں " اور حافظ ابوعلی نے جو دارقطنی اور حاکم کے شیخ تھے ان کو ثقہ کہا ہے ۔ انہوں نے امام ابوحنیفہ کی جو مسند لکھی ہے ، محدث خوارزمی نے اس سے جامع المسانید میں حدیثیں نقل کی ہیں ۔

(۵) امام عبداللہ حارثی

المتوفی ۳۴۰ھ ، ان کے متعلق زیادہ تفصیل آگے آئے گی ۔

(۶) حافظ ابن عدی

ابواحمد عبداللہ بن عدی الجرجانی المعروف بابن القطان صاحب کتاب الکامل فی الجرح والتعدیل ۲۷۷ھ میں پیدا ہوئے ۔ اور ۳۶۵ھ میں قضا کی ۔ فن جرح وتعدیل میں ان کا بڑا شہرہ ہے ۔ حدیث میں امام نسائی ، اور ابویعلےٰ موصلی کے شاگرد ہیں ملک معظم عیسےٰ بن ابی بکر ایوبی نے السہم المصیب فی کبد الخطیب میں لکھا ہے کہ حافظ ابن عدی نے اپنی کتاب مسند ابی حنیفہ کے دیباچہ میں امام ممدوح کے مناقب بھی لکھے ہیں[۱] ۔

(۷) حافظ محمد بن المظفر

ابوالحسین البغدادی ، ۲۸۶ھ میں پیدا ہوئے ۔ ۳۰۰ھ میں حدیث کا سماع شروع کیا ۔ جبکہ ان کی عمر چودہ سال کی تھی ۔ طلب حدیث میں مصر وشام اور جزیرہ وعراق کو پے سپر کیا ۔ امام محمد بن جریر طبری بھی ان کے اساتذہ میں شامل ہیں ۔ دارقطنی ابن شاہین ، برقانی ، اور ابونعیم اصفہانی وغیرہ بڑے بڑے اکابر محدثین نے ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا ۔ دارقطنی نے ان سے ہزاروں حدیثیں سُنی ہیں ۔ وہ ان کی بڑی تعظیم کرتے تھے ۔ اور کبھی ان کی موجودگی میں سہارا لے کر نہیں بیٹھے ۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا تذکرہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے الحافظ الامام الثقۃ محدث العراق ۔ آگے چل کر تصریح کی ہے کہ :-

جمع والف وعن مطابق ھذا الفن لم یتخلف ۔ — انہوں نے حدیثیں جمع کیں ، کتابیں تالیف کیں اور اس فن کے اصول سے تجاوز نہیں کیا ۔

---

[۱] تذکرۃ الحفاظ ، ذہبی میں امام نسائی کا ترجمہ دیکھو ۔ [۲] ملاحظہ ہو کتاب مذکور طبع دیو بند ۔ ص ۱۰۵ ۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے تعجیل المنفعہ بزوائد رجال الائمۃ الاربعہ کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ :۔
"انہوں نے جو مسند ابی حنیفہ لکھی ہے، وہ حافظ ابوبکر بن المقری کی مسند ابی حنیفہ کے برابر ہے، جس میں صرف امام ابوحنیفہؒ کی مرفوع حدیثیں درج ہیں۔ اور وہ امام حارثی کی تصنیف سے چھوٹی ہے"۔
حافظ ابن المظفر کا انتقال ۳۷۹ھ میں ہوا ہے ؛

(۸) حافظ طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد ابوالقاسم، ۲۹۱ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۳۸۰ھ میں وفات پائی مشہور محدث ہیں۔ علامہ خوارزمی لکھتے ہیں۔ کان مقدم العدول والثقات الاثبات، حافظ تقی الدین سبکی نے شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام میں ان کی مسند سے ایک حدیث ان الفاظ میں نقل کی ہے۔ وفی مسند الامام ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تصنیف ابی القاسم طلحۃ بن محمد بن جعفر الشاھد العدل حدثنی الخ[1]۔ محدث خوارزمی نے ان کی مسند کے متعلق لکھا ہے کہ وہ حروف معجم پر مرتب ہے ؛

(۹) حافظ ابن المقری ابوبکر محمد بن ابراہیم بن علی الخازن المشہور بابن المقری الاصفہانی، بڑے مشہور مصنف اور اکابر حفاظ میں سے ہیں، فن حدیث میں امام طحاوی کے شاگرد ہیں، اور ان کی مشہور تصنیف شرح معانی الآثار کے ان سے راوی ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا تذکرہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے۔ ابن المقری محدث اصبھان الامام الرحال الحافظ الثقۃ۔ ابونعیم اصفہانی کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں محدث کبیر صاحب مسانید سمع مالایحصی کثرۃ (بڑے محدث ہیں اور مسند حدیثوں کے عالم ہیں، اور اتنی کثرت سے حدیث کا سماع کیا ہے کہ جس کا شمار نہیں ہوسکتا) خود ابن المقری کا بیان ہے کہ میں نے چار مرتبہ طلب حدیث میں مشرق ومغرب کو پے سپر کیا ہے۔ ماہ شوال ۳۸۱ھ میں چھیانوے سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کے متعلق لکھا ہے کہ :۔
وقد صنف مسند ابی حنیفۃ۔ انہوں نے امام ابوحنیفہ کی مسند تصنیف کی ہے
اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے تعجیل المنفعہ کے مقدمہ میں بیان کیا ہے کہ "ان کی تصنیف حارثی کی تصنیف سے چھوٹی ہے۔ اور صرف امام ابوحنیفہ کی مرفوع روایات پر مشتمل ہے"۔ حافظ سخاوی نے الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ[2] میں یہ بھی لکھا ہے کہ حافظ زین الدین قاسم بن قطلوبغا نے ابن المقری کی مسند ابی حنیفہ کے رجال کے حالات میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ حافظ قاسم نے اس مسند کی احادیث کو ابواب فقہیہ پر بھی مرتب کیا ہے ؛

(۱۰) حافظ ابن شاہین ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان البغدادی الواعظ المعروف بابن شاہین ۲۹۷ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۳۸۵ھ میں وفات پائی۔ بڑے صاحب تصانیف تھے۔ خود ان کا بیان ہے کہ میں نے تین سو تیس کتابیں لکھی ہیں جن میں تفسیر کبیر کے

[1] ملاحظہ ہو کتاب مذکور ص ۵۵۔ طبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۱۵ھ ؛ [2] الاعلان بالتوبیخ ص ۱۱۰ طبع دمشق ؛

ایک ہزار ہند کے تیرہ سو، تاریخ کے ڈیڑھ سو، اور زہد کے سو جزو ہیں۔ حافظ ذہبی نے ان کا تذکرہ ان الفاظ میں شروع کیا ہے۔ ابن شاھین الحافظ المفید المکثر محدث العراق صاحب التصانیف، انہوں نے امام ابوحنیفہ کی جو مسند لکھی ہے، اس کا ذکر محدث کوثری نے تانیب الخطیب[1] میں کیا ہے۔ راقم الحروف نے مولانا ابوالوفا افغانی صدر مجلس احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن سے اس سلسلہ میں مراجعت کی، تو مولانا ممدوح نے اپنے مکتوب گرامی مورخہ ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۷۱ھ میں تحریر فرمایا کہ :-

"مسانید امام کے متعلق میں نے حضرت مولانا کوثری صاحب سے دریافت کیا تو تحریر فرمایا کہ ایک مالکی عالم نے ایک جزء میں خطیب کی ان کتابوں کو جمع کیا ہے، کہ جس وقت ان کا دمشق وارد ہوا تھا، تو ان کے ساتھ تھیں، منجملہ ان کے مسند امام للدارقطنی، ولابن شاہین، وللخطیب ہر سہ کتابیں تھیں، وہ جزء کتب خانہ ظاہریہ دمشق میں موجود ہے۔ اس کا نام ہے تسمیۃ ماورد بہ الخطیب دمشق للمالکی (فہرست جدید ۳۰۹ قسم الفہارس) اس میں مذکور ہے کہ (۴۷۴) کتابیں ان کے ہمراہ تھیں، منجملہ ان کے (۴۶) خود ان کی تصانیف تھیں۔ یہ سب عمدہ کتابیں حدیث و تاریخ کی تھیں"[2]

(۱۱) حافظ دارقطنی

ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی البغدادی، مشہور محدث ہیں، ان کی کتاب السنن طبع ہو گئی ہے۔ ۳۰۶ھ میں پیدا ہوئے اور ذی قعدہ ۳۸۵ھ میں وفات پائی۔ دارقطنی نے امام ابوحنیفہ کی جو مسند لکھی ہے اس کے متعلق ابھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ محدث خطیب بغدادی کے پاس اس کا نسخہ موجود تھا۔

(۱۲) حافظ ابونعیم اصفہانی

احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق المہرانی الصوفی، بڑے مشہور محدث اور مصنف ہیں۔ ۳۳۶ھ میں پیدا ہوئے صغر سنی ہی میں سارے دنیا کے مشائخ حدیث سے روایت حدیث کی اجازت مل چکی تھی۔ حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ تھیأ لہ من لقی الکبار مالم یتفق لحافظ (بڑے بڑے لوگوں سے جس قدر ان کو

---

[1] ملاحظہ ہو تانیب ص۱۵۶۔ [2] بعد کو مولانا ابوالوفا افغانی مدظلہ نے ۲ ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ کو جو مکتوب راقم کے نام ارسال فرمایا، اس میں مولانا کوثری علیہ الرحمہ کے انتقال پُرملال پر اظہار افسوس کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ :-

"حقیقت میں مولانا کوثری کی وفات سے ہم سب یتیم ہو گئے۔ ایسی ہستیاں قرنوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ اگر وہ بیمار نہ ہوتے، اور ان کی کتابیں دریا میں غرق نہ ہو جاتیں تو اتنا لکھتے کہ مطالعہ کرنے والے عاجز ہوتے، اس بیماری ہی میں انہوں نے اتنا لکھا ہے۔

ہاں یاد آیا کہ اخیر تحریر ان کی جو کہ شیخ رضوان کے قلم سے ۷ شوال ۱۳۷۱ھ کو وصول ہوئی اس میں آپ کے ایک استفسار کا جواب مکرر ہے، اور دوسرا سوال ویسا ہی رہ گیا ہے۔ اسے میں یہاں بعینہ نقل کرتا ہوں، الخطیب حیثما انتقل من بغداد الی دمشق حمل معہ کتبا، فہرس لہا (باقی بر ص۱۲)

ملاقات میسر ہوئی، کسی حافظ حدیث کو نہ ہوسکی)۔ ذہبی نے ان کا تذکرہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے۔ ابونعیم الحافظ الکبیر محدث العصر۔ ابونعیم نے محرم ۴۳۰ھ میں وفات پائی۔
حافظ ابونعیم کی مسند ابی حنیفہ کا عکس مجلس احیاء المعارف النعمانیہ نے حاصل کرلیا ہے اور مجلس کا ارادہ اس کو طبع کرا کر شائع کرنے کا ہے۔ مولانا ابوالوفا افغانی مدظلہ اپنے مکتوب گرامی مورخہ ۲ ربیع الثانی ۷۲ھ میں راقم کو لکھتے ہیں کہ:۔

"ابونعیم نے چھوٹی سی مسند امام صاحبؒ کی لکھی مگر بہت عمدہ لکھی، بڑی تحقیق کی، متابعات ذکر کئے، تفرد کو بتایا۔ رواۃ کے اوہام کو بھی بتایا، مگر کتاب کا صرف ایک ہی نسخہ ہے اور وہ عمدہ نسخہ نہیں۔ تروک از سہو ناسخ اور اغلاط کتابت اس میں بہت ہیں۔ کہیں کہیں بیاضات بھی ہیں۔"

(۱۳) حافظ ابن القیسرانی

ابوالفضل محمد بن طاہر بن علی القدسی المعروف بابن القیسرانی ۴۴۸ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ماہ ربیع الاول ۵۰۷ھ کو وفات پائی۔ بہت بڑے حافظ حدیث گزرے ہیں۔ طلب حدیث میں اتنے پھرے کہ دو مرتبہ پیشاب سے خون آنے لگا۔ یہ برہنہ پا بغیر سواری کے سفر کرنے کا نتیجہ تھا۔
حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا بڑا مبسوط ترجمہ لکھا ہے۔ جو ان لفظوں میں شروع ہوتا ہے۔ محمد بن طاہر بن علی الحافظ العالم المکثر الجوال۔ حافظ ابن شیرویہ کے تاریخ ہمدان میں ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں:۔ کان ثقۃ حافظا عالما بالصحیح والسقیم حسن المعرفۃ بالرجال والمتون، کثیر التصانیف، یعنی یہ ثقہ تھے، حافظ حدیث تھے

(بقیہ حاشیہ) احد المالکیۃ من اصحابہ، وھذا الفھرس محفوظ بظاھریۃ دمشق، ومن جملۃ ما حملہ الی دمشق مسند ابی حنیفۃ للدارقطنی، ومسند ابی حنیفۃ لابن شاھین، واما مسند ابی حنیفۃ للخطیب فسبق قلم علی ان احادیث ابی حنیفۃ عند الخطیب فی تاریخہ، والفقیہ والمتفقہ لا تقل عن صغار المسانید واسم الفھرس مسجل فی الفھرس الجدید للظاھریۃ (یعنی خطیب جب بغداد سے دمشق منتقل ہوئے، تو اپنے ساتھ بہت سی کتابیں لائے، جن کی ان کے تلامذہ میں سے ایک مالکی عالم نے فہرست بنائی، یہ فہرست دمشق کے کتبخانہ ظاہریہ میں محفوظ ہے، خطیب جن کتابوں کو دمشق لے کر آئے، ان میں مسند ابی حنیفہ مؤلفہ دارقطنی اور مسند ابی حنیفہ مؤلفہ ابن شاہین بھی تھیں۔ لیکن خطیب کی مسند ابی حنیفہ کا ذکر سبقت قلم کا نتیجہ ہے (یعنی جلدی میں قلم سے نکل گیا جو صحیح نہیں ہے) تاہم خطیب کے یہاں ابوحنیفہؒ کی جو احادیث ان کی تاریخ اور الفقیہ والمتفقہ میں مذکور ہیں، وہ بھی چھوٹی مسندوں سے کم نہیں۔ اور اس فہرست کا نام ظاہریہ کی جدید فہرست میں درج ہے)۔ اس کے قبل جو انہوں نے لکھوایا تھا۔ اس میں خطیب کی مسند کے متعلق سبق قلم کا ذکر نہیں کیا تھا۔"

Scanned by CamScanner

صحیح وغیر صحیح کے عالم تھے، رجال ومتون حدیث کی بڑی معرفت رکھتے تھے۔ کثیر التصانیف تھے انہوں نے اطراف احادیث ابی حنیفہ کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب کا ذکر انکی مشہور تصنیف الجمع بین رجال الصحیحین کے آخر میں جوان کا مفصل تذکرہ چھپا ہے، اس میں موجود ہے "اطراف" پر جو کتابیں لکھی جاتی ہیں، ان میں متن حدیث کے ابتدائی ٹکڑے کو مع سند کے بیان کرتے ہیں۔ اس لئے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس کتاب میں امام ابو حنیفہ کی مختلف مسانید سے ان کی حدیثوں کے اطراف کو لے کر جمع کر دیا ہے ؎

(۱۴) حافظ ابن خسرو

ابو عبد اللہ حسین بن محمد بن خسرو البلخی نزیل بغداد، المتوفی ۵۲۲ھ بڑے پایہ کے محدث گزرے ہیں۔ فن حدیث میں حافظ ابن عساکر کو آپ سے تلمذ حاصل ہے۔

حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں۔ محدث مکثر۔ حافظ ابن النجار نے تاریخ بغداد پر جو ذیل لکھا ہے اس میں ان کا تذکرہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے:۔ ابو عبد اللہ السمسار الحنفی مفید اہل بغداد فی وقتہ سمع الکثیر۔ پھر ان کے شیوخ کی نام بنام تفصیل دے کر لکھتے ہیں۔ وبالغ فی الطلب حتی سمع من طبقۃ دون ھؤلاء وکتب الکثیر من الکتب لنفسہ ولغیرہ، وکان مفید الغرباء وجمع مسند ابی حنیفۃ (اور انہوں نے طلب حدیث میں بڑی کوشش کی حتی کہ ان شیوخ مذکورین سے جو نیچے کا طبقہ تھا، اس سے بھی حدیثیں سنیں، اور بہت سی کتابیں اپنے لئے اور دوسروں کے لئے لکھیں۔ باہر سے آنے والوں کو افادہ علمی فرماتے۔ انہوں نے امام ابو حنیفہ کی مسند بھی تالیف کی) فقاہت میں بھی ممتاز تھے ابن النجار کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں۔ فقیہ اہل العراق ببغداد فی وقتہ[۱]

ان کی مسند، امام حارثی اور حافظ ابن المقری کی مسند سے زیادہ ضخیم ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی، تعجیل المنفعۃ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:۔

وفی کتابہ زیادات علی ما فی کتابی الحارثی وابن المقری۔	ان کی کتاب میں حارثی، اور ابن المقری دونوں کی کتابوں سے زیادہ روایتیں ہیں۔

حافظ شمس الدین ابو المحاسن محمد بن علی حسینی المتوفی ۷۶۵ھ نے صحاح ستہ، موطا، مسند شافعی، مسند احمد اور مسند ابی حنیفہ کے رجال کے حالات میں ایک بڑی مبسوط کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے۔ التذکرہ برجال العشرہ، اس سلسلہ میں حافظ حسینی نے امام ابو حنیفہ کی تمام مسانید میں جس مسند کا انتخاب کیا، وہ حافظ ابن خسرو کی مسند ہے ؎

---

[۱] الجواہر المضیہ اور جامع المسانید میں ان کا تذکرہ دیکھو ؎

[۲] مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ؎

(۱۵) مسند الدنیا

قاضی ابوبکر محمد بن عبد الباقی بن محمد الانصاری الحلبی البزار المعروف بقاضی المرستان۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں شیخ الاسلام ابوالقاسم اسمٰعیل اصفہانی کے تذکرہ میں ۵۳۵ھ کی وفیات کے ذیل میں ان کا ذکر ان ہی لفظوں میں کیا ہے۔ طبقات الحنابلہ میں ان کا مفصل تذکرہ موجود ہے۔ یہ بڑے مشہور محدث تھے ترانوے سال کی عمر تک ان کے حواس میں ذرا تغیر نہیں ہوا تھا۔ سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے یاد نہیں کہ میں نے اپنی عمر کی ایک گھڑی بھی لہو ولعب میں گزاری ہو۔ بہت سے علوم کے جامع تھے۔ ان کا سال ولادت ۴۴۲ھ ہے۔ اور چورانوے سال کی عمر میں رجب ۵۳۵ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان میں حافظ ابن خسرو کے تذکرہ میں اس امر کے ماننے سے انکار کیا ہے کہ قاضی صاحب موصوف نے امام ابوحنیفہؒ کی کوئی مسند تالیف کی ہے۔ حالانکہ خود ان کے نامور شاگرد حافظ شمس الدین سخاوی۔ قاضی صاحب موصوف سے ان کی مسند کو بسند ذیل روایت کرتے ہیں :۔

عن التدمری عن المید ومی عن النجیب عن ابن الجوزی عن جامع المسند قاضی المرستان[۱]۔ اور حافظ عبد القادر قرشی نے الجواہر المضیہ میں نصر بن سیار بن صاعد کے تذکرہ میں حافظ سمعانی سے نقل کیا ہے کہ :۔

"میں نے نصر سے امام ابوحنیفہ کی کتاب الاحادیث کا سماع کیا جس کو عبد اللہ بن محمد انصاری نے جمع کیا ہے۔ نصر اس کتاب کی روایت اپنے دادا صاعد سے کرتے ہیں۔ اور صاعد خود قاضی صاحب موصوف سے[۲]"

محدث خوارزمی نے بھی جامع المسانید میں اس کتاب کی متعدد سندیں اپنے سے لے کر قاضی مرستان تک ذکر کی ہیں ؛

(۱۶) حافظ ابن عساکر

ثقۃ الدین ابوالقاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ الدمشقی الشافعی نہایت مشہور مصنف اور نامور محدث ہیں ۴۹۹ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۱ رجب ۵۷۱ھ میں وفات پائی۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا تذکرہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے۔ ابن عساکر الامام الحافظ الکبیر محدث الشام فخر الائمۃ۔ صاحب التصانیف والکتب۔ تیرہ سو شیوخ سے علم حدیث کی تحصیل کی جن میں اسی سے زیادہ محدث خواتین بھی داخل ہیں۔ حافظ ذہبی نے ان کا تذکرہ نہایت

---

[۱] ملاحظہ ہو تقدمہ نصب الرایہ از محدث کوثری ؛

[۲] الجواہر المضیہ کی اصل عبارت یہ ہے۔ سمعت منہ الترمذی بروایتہ عن القاضی ابی عامر الجراحی عن المحبوبی عنہ، وکتاب الاحادیث التی رواھا ابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ جمع عبد اللہ بن محمد الانصاری لجدہ القاضی صاعد بروایتہ عنہ ؛

Scanned by CamScanner

بسط کے ساتھ کیا ہے۔ حافظ ابن عساکر نے امام ابوحنیفہ کی جو مسند تالیف کی ہے، اس کا ذکر محدث کوثری اور ڈاکٹر کرد علی نے کیا ہے[1]۔

(۱۷) محدث عیسی الجعفری المغربی

بر آمد محدثین متاخرین میں سے ہیں سنہ ۱۰۸۰ھ میں رحلت فرمائی۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے انسان العین فی مشائخ الحرمین میں ان کا تذکرہ لکھا ہے، فرماتے ہیں :-

"یکے از علماء متقنین بود، و وے استاذ جمہور اہل حرمین است، و یکے از اوعیہ حدیث"

محدث عیسی باوجودیکہ دورِ آخر کی پیداوار ہیں۔ اور ان کا زمانہ بہت ہی بعد کا ہے تاہم جس شان کی اُنہوں نے امام ابوحنیفہ کی مسند تالیف کی۔ اور جن شروط کا اس میں اہتمام کیا۔ وہ خود شاہ صاحب موصوف ہی کی زبانی سننے کے لائق ہے، فرماتے ہیں :-

"مسندے برائے امام ابوحنیفہ رح تالیف کردہ در آنجا عنعنہ متصلہ ذکر کردہ در حدیث، از انجا بطلان زعم کسانیکہ گویند سلسلہ حدیث امروز متصل نماندہ واضح تر مے گردد" [2]

اُنہوں نے امام ابوحنیفہ کی ایک ایسی مسند تالیف کی ہے، کہ جس میں اپنے سے لیکر امام موصوف تک حدیث کے اتصال سند کو بیان کیا ہے، اور یہاں سے ان لوگوں کے دعوی کا باطل ہونا خوب ظاہر ہوتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حدیث کا سلسلہ آج کل متصل نہیں رہا ہے۔

یہ ان مشاہیر ائمہ محدثین کا ذکر تھا، کہ جن میں سے ہر ایک نے امام ابوحنیفہ رح کی احادیث کو مستقل تصانیف میں اپنی اسانید کے ساتھ جمع کیا۔ بعد کو قاضی القضاۃ محدث ابوالمؤید محمد بن محمود خوارزمی المتوفی سنہ ۶۵۵ھ[3] نے جامع مسانید الامام الاعظم میں امام ابوحنیفہ کی مسانید کے پندرہ نسخوں کو یکجا جمع کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ جامع مسانید کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ :-

"میں نے شام میں بعض جاہلوں کو یہ کہتے سنا، کہ امام ابوحنیفہ رح کی کوئی مسند نہیں، اور وہ صرف معدودے چند حدیثوں کے راوی ہیں، اس پر مجھ کو حمیت مذہبی کا جوش ہوا، اور میں نے یہ چاہا، کہ امام ممدوح کی ان پندرہ مسانید کو

---

[1] ملاحظہ ہو مقدمہ تبیین کذب المفتری فیما نسب الی الامام الاشعری لابن عساکر، از محدث کوثری و مقدمہ، تاریخ دمشق لابن عساکر از ڈاکٹر کرد علی۔

[2] انسان العین طبع دہلی ص۶۔

[3] حافظ عبدالقادر قرشی نے الجواہر المضیۃ میں، اور مولانا عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی نے الفوائد البہیہ میں ان کا تذکرہ لکھا ہے۔

Scanned by CamScanner

جنہیں نامور علماء محدثین نے مرتب کیا ہے، یکجا جمع کردوں۔ یہ مسانید حسب ذیل ہیں:۔

(۱) مسند امام حافظ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری المعروف بعبداللہ الاستاذ۔

(۲) مسند امام حافظ ابو القاسم طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد۔

(۳) مسند امام حافظ ابو الحسین محمد بن المظفر۔

(۴) مسند امام حافظ ابو نعیم اصفہانی۔

(۵) مسند امام ابو بکر محمد بن عبد الباقی انصاری۔

(۶) مسند حافظ ابو احمد عبداللہ بن عدی جرجانی۔

(۷) مسند امام حسن بن زیاد لؤلؤی۔

(۸) مسند حافظ عمر بن الحسن اشنانی۔

(۹) مسند حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن خالد بن خلی الکلاعی۔

(۱۰) مسند امام حافظ ابو عبداللہ حسین بن محمد بن خسرو بلخی۔

(۱۱) مسند امام ابو یوسف قاضی جو نسخہ ابی یوسف سے موسوم ہے۔

(۱۲) مسند امام محمد بن الحسن الشیبانی۔ یہ بھی نسخہ محمد سے موسوم ہے۔

(۱۳) مسند امام حماد بن ابی حنیفہ۔

(۱۴) مسند امام محمد جو الآثار سے موسوم ہے۔

(۱۵) مسند امام حافظ ابو القاسم عبداللہ بن ابی العوام السعدی۔"

محدث خوارزمی نے امام حماد، امام ابو یوسف اور امام محمد نے حدیث کے جن مجموعوں کی امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے، ان کو بھی مسندی کے نام سے ذکر کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ سب کتاب الآثار کے نسخے ہیں[۱]۔ اسی طرح حافظ ابو بکر کلاعی کی مسند بھی کوئی علیحدہ کتاب نہیں، بلکہ وہی کتاب الآثار کا نسخہ ہے، جس کو وہ اپنے جد محمد بن خالد وہبی المتوفی قبل سنہ ۱۹۰ھ سے روایت کرتے ہیں، چنانچہ خود محدث خوارزمی نے بھی جامع مسانید کے آخری باب میں جہاں ابو بکر کلاعی کا تذکرہ لکھا ہے۔ تصریح کر دی ہے کہ "گو یہ مسند، احمد بن محمد بن خالد بن خلی کی طرف منسوب ہے لیکن اس کے جامع محمد بن خالد وہبی ہیں، جو براہ راست اس کو امام ابو حنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں۔ لہذا اس مسند کا انتساب ابو بکر کلاعی کی طرف محض روایت کے لحاظ سے ہے، جمع و تدوین

---

[۱] تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے۔ ہمارا مقالہ کتاب الآثار امام ابو حنیفہؒ جو کتاب الآثار بروایت امام محمد کے اردو ترجمہ کے ساتھ اس کے مقدمہ کے طور پر محمد سعید اینڈ سنز کراچی نے شائع کیا ہے۔

کے لحاظ سے نہیں!! خوارزمی کی جامع مسانید کا ذکر شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی بستان المحدثین میں کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"مسند امام اعظمؒ کہ بالفعل مشہور است تالیف قاضی القضاۃ ابو المؤید محمد بن محمود بن محمد الخوارزمی است کہ در سنہ شش صد و ہفتاد و چہار آنرا رائج ساختہ، مسانید امام اعظمؒ کہ علماء سابق پرداختہ بودند دریں مسند جمع کردہ بزعم خود ہیچ چیزے را از مرویات امام اعظمؒ ترک نہ کردہ و قبل از وے ہرچند مسانید بسیار برائے مرویات امام اعظمؒ ساختہ بودند، چنانچہ خود در خطبۂ ایں مسند نام آنہا و مصنفین آنہا و سند خود بآں مصنفین بیان نمودہ، اما بیشتر رائج و مشہور دو مسند بود و تا حال موجود و متداول ست، اول مسند حافظ الحدیث عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی، دوم مسند حافظ الوقت حسین بن محمد بن خسرو رحمۃ اللہ علیہ، چنانچہ اجازت ایں ہر سہ مسند براقم الحروف نیز از شیوخ خود رسیدہ۔

مسند امام اعظم کہ جو بالفعل مشہور ہے قاضی القضاۃ ابو المؤید محمد بن محمود بن محمد الخوارزمی کی تالیف ہے، جس کو انہوں نے ۶۷۴ھ میں رواج دیا ہے[1]۔ امام اعظم کی جن مسندوں کو اگلے علماء نے تالیف کیا تھا۔ اس مسند میں ان کو جمع کر دیا ہے اور اپنے خیال میں امام اعظم کی مرویات میں سے کوئی چیز نہیں چھوڑی ہے۔ ان سے پہلے بھی اگرچہ بہت سی مسندیں امام اعظمؒ کی مرویات کے سلسلہ میں لکھی گئی ہیں چنانچہ خود خوارزمی نے اس مسند کے دیباچہ میں ان کے نام اور ان کے مصنفین کے نام اور ان کے مصنفین تک اپنی سند کو بیان کیا ہے لیکن ان میں زیادہ تر مشہور اور رائج دو مسندیں رہی ہیں جو تا حال موجود و متداول ہیں۔ اول مسند حافظ الحدیث عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی۔ دوم مسند حافظ الوقت حسین بن محمد بن خسرو رحمۃ اللہ علیہ، چنانچہ ان تینوں مسندوں کی اجازت راقم الحروف (یعنی شاہ صاحب) کو بھی اپنے اساتذہ سے پہنچی ہے۔

لیکن یہ صحیح نہیں کہ انہوں نے امام ابو حنیفہ کی جملہ مرویات کو اس مسند میں جمع کر دیا ہے، کیونکہ امام ممدوح کی احادیث مرویہ کی تعداد چار ہزار ہے، چنانچہ امام حسن بن زیاد لؤلؤی فرماتے ہیں، کہ:۔

كان ابو حنيفة يروي اربعة

امام ابو حنیفہ چار ہزار حدیثیں روایت

---

[1] یہ صحیح نہیں، کیونکہ محدث خوارزمی کی وفات اس سے انیس[19] سال قبل ۶۵۵ھ میں ہو چکی تھی۔

Scanned by CamScanner

آلاف حدیث ألفین لحماد و ألفین لسائر المشیخة [1]۔

کیا کرتے تھے، دو ہزار حماد سے اور دو ہزار بقیہ شیوخ سے۔

اور خوارزمی کی جامع مسانید میں اس سے آدھی حدیثیں بھی موجود نہیں، بلکہ جیسا کہ مولانا ابوالوفا افغانی نے کتاب الآثار امام ابو یوسف کے مقدمہ میں صراحت کی ہے:-

بل لم یستوعب جمیع آثار المسانید التی قال انه جمعها کما تتبعته وقابلته علی کتاب الآثار للإمام محمد و مسند الحارثی۔

خوارزمی نے ان مسندوں کی سب حدیثوں کو بھی نہیں لیا۔ جن کے جمع کرنے کے متعلق انہوں نے کہا تھا۔ جیسا کہ میں نے کتاب الآثار امام محمد اور مسند حارثی کا تتبع کر کے اور ان سے مقابلہ کر کے پتہ چلایا ہے۔

اور اپنے مکتوب گرامی میں جو راقم کے نام ۲ ربیع الثانی ۱۳۷۱ھ کو لکھا ہے، فرماتے ہیں:

"امام حسن (بن زیاد) کی کتاب الآثار کو تو ابن خسرو نے اپنی مسند میں پورا محفوظ کر لیا ہے۔ اور جامع المسانید نے بھی، جیسے محمد بن خالد وہبی کی کتاب الآثار کو کلاعی نے محفوظ کر لیا ہے اپنی تخریج سے، اور جامع المسانید میں خوارزمی نے آٹھ دس مسندوں کی حفاظت تو کی، مگر افسوس کہ کتاب الآثار للامام ابی یوسف اور مسند ابی نعیم اصفہانی، اور مسند ابن عدی اور مسند حافظ ابن ابی العوام کی حفاظت نہیں کی۔ نہ معلوم اس کے کیا اسباب تھے، سندیں تو سب کی ابتداء میں ذکر کیں، مگر کتاب میں آثار امام ابی یوسف کا تو کہیں بھی حوالہ نہیں، باقی مسانید کا کہیں کہیں برائے نام حوالہ ہے، اکثر جگہ متروک، اس لئے جامع ناقص کتاب ہے، باب المشائخ تو بالکل ناقص ہے، اور اس میں غلطیاں بھی ہیں۔ اگر مسند ابی نعیم کو بالاستیعاب ذکر کرتے، تو آج ہمیں بڑی سہولت اس کی تصحیح میں ہوتی۔"

تاہم خوارزمی کی جامع المسانید میں چونکہ امام ابو حنیفہؒ کی متعدد مسانید کی بیشتر روایتیں موجود ہیں اس لئے متاخرین میں اس کتاب کو بڑی شہرت نصیب ہوئی۔ حافظ زین الدین قاسم بن قطلوبغا حنفی المتوفی ۸۷۹ھ نے اس پر ایک نہایت ضخیم شرح دو جلدوں میں لکھی۔ علامہ سید مرتضیٰ زبیدی نے عقود الجواہر المنیفہ میں حافظ قاسم کی اس شرح سے بڑا فائدہ اٹھایا ہے، حافظ جلال الدین سیوطی شافعی المتوفی ۹۱۱ھ نے بھی اس کی شرح لکھی ہے۔ جس کا نام ہے "التعلیقة المنیفہ علی مسند ابی حنیفہ" متعدد محدثین نے جامع المسانید کا اختصار بھی کیا ہے، چنانچہ

---

[1] مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ موفق بن احمد مکی، ج-۱-ص ۹۶- طبع دائرۃ المعارف حیدرآباد، دکن۔

Scanned by CamScanner

امام شرف الدین اسماعیل بن عیسیٰ بن دولہ الاوغانی المکی المتوفی سنہ ۸۹۲ھ کے اختصار کا نام ہے۔ اختیار اعتماد المسانید فی اختصار اسماء بعض رجال الاسانید۔ اس کتاب کی ابتداء میں امام ابوحنیفہ کے مناقب بھی بیان کئے ہیں۔ امام ابو البقاء احمد بن ابی الضیاء محمد القرشی المکی نے اس کا جو مختصر لکھا ہے، اس کا نام المستند فی مختصر المسند ہے اس میں مکررات کو اور ان اسانید کو حذف کر دیا ہے کہ جو مصنف کتاب سے لیکر امام ابوحنیفہ تک مذکور تھیں تیسرا مختصر شیخ ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم حنفی نے لکھا ہے۔ کشف الظنون میں اس کے ایک اور اختصار کا بھی ذکر ہے، لیکن اس کے مؤلف کا نام معلوم نہ ہوسکا۔ جامع المسانید میں صحاح ستہ سے جو روایتیں زائد تھیں، ان کو علامہ حافظ الدین محمد بن محمد کردری المعروف بالبزازی المتوفی سنہ ۸۲۷ھ نے زوائد مسند ابی حنیفہ کے نام سے الگ جمع کیا۔ صاحب کشف الظنون نے محدث ابوحفص زین الدین عمر بن احمد الشماع الحلبی الشافعی المتوفی سنہ ۹۳۶ھ کی ایک تصنیف، لقط المرجان من مسند ابی حنیفہ النعمان کا بھی ذکر کیا ہے جو غالباً مسند خوارزمی ہی کا التقاط وملخص ہے، بعد کے دور میں علامہ محدث سید مرتضیٰ زبیدی حنفی المتوفی ۱۲۰۵ھ نے جامع مسانید سے امام اعظمؒ کی ان احادیث احکام کا انتخاب کیا۔ کہ جن کی روایت میں مصنفین صحاح ستہ بھی امام صاحب کے شریک ہیں، یہ بڑے کام کی کتاب ہے۔ جو باریک ٹائپ کی دو جلدوں میں مصر سے طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔ اس میں مؤلف نے ہر باب میں پہلے امام اعظمؒ کی روایت جس مسند میں وہ مروی ہے۔ اس کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ پھر صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث میں جن الفاظ کے ساتھ وہ روایت آئی ہے، ان کو نقل کیا ہے۔ اس کتاب کا نام ہے۔ عقود الجواہر المنیفة فی ادلة مذہب الامام ابی حنیفة فیما وافق فیہ الائمة الستة او بعضہم۔ اس کی ترتیب ابواب فقہ پر ہے، پہلے اعتقادیات کا بیان ہے اور پھر عملیات کا۔

خوارزمی کی جامع المسانید عرصہ ہوا کہ مطبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن سے دو ضخیم جلدوں میں طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔ اس میں امام ابوحنیفہؒ کے تقریباً پانچ سو شاگردوں کی وہ روایات درج ہیں جو انہوں نے براہ راست امام ممدوح سے سنی ہیں۔[1]

افسوس ہے کہ جامع مسانید کے علاوہ امام ابوحنیفہ کی اور مسندیں جو اکابر محدثین نے مستقل طور پر مرتب کی تھیں اور جن کا ذکر سابق میں گزر چکا ہے۔ ان میں سے اب تک کوئی کتاب طبع نہ ہوسکی۔ مجلس احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن میں ان مسانید میں سے حسب ذیل چار مسندوں کے عکوس موجود ہیں:۔

(۱) مسند ابن ابی العوام، (۲) مسند حارثی۔ (۳) مسند ابی نعیم اصفہانی (۴) مسند ابن خسرو۔

---

[1] ملاحظہ ہو جامع المسانید کا باب چہلم۔

مجلس مذکور کا ارادہ ان تمام مسانید کو طبع کرا کر شائع کرنے کا ہے، دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کام کو جلد سر انجام فرمائے۔

اس وقت جس کتاب کا ترجمہ "مسند امام اعظم" کے نام سے پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ درحقیقت امام عبداللہ حارثی کی تالیف ہے۔ جس کا اختصار علامہ حصکفی نے کیا ہے، اور ملا عابد سندی نے اس کی ابواب فقہیہ پر ترتیب کی ہے[1]۔

امام حارثی

مشاہیر ائمہ احناف میں سے ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اپنے رسالہ الانتباہ میں ان کو "اصحاب الوجوہ" میں شمار کیا ہے، اور لکھا ہے کہ یہ اپنے زمانہ میں فقہاء حنفیہ کا مرجع تھے۔ "اصحاب الوجوہ" کا درجہ "مجتہد فی المذہب" اور "مجتہد مطلق منتسب" کے درمیان ہے۔ فقہ کی تحصیل آپ نے امام ابوحفص صغیر سے کی تھی۔ اور انہوں نے اپنے والد ماجد امام ابوحفص کبیر سے جو امام محمدؒ کے مشاہیر تلامذہ میں سے ہیں۔ طلب حدیث میں امام حارثی نے خراسان، عراق اور حجاز کو پے سپر کیا تھا، اور بہت سے شیوخ وقت سے اس فن کی تحصیل کی تھی۔ حافظ سمعانی، کتاب الانساب میں لکھتے ہیں۔ رحل الی خراسان والعراق والحجاز وادرك الشيوخ، علم حدیث میں ان کی وسعت نظر اور معرفت فن کا بڑے بڑے محدثین نے اعتراف کیا ہے۔ حافظ خلیلی فرماتے ہیں۔ يعرف بالاستاذ له معرفة بهذا الشان (استاد مشہور ہیں، اور اس فن کی انہیں معرفت حاصل ہے)۔ اور حافظ سمعانی لکھتے ہیں۔ کان شيخا مكثرا من الحديث (بڑے کثیر الحدیث شیخ تھے)۔ فن رجال کے مشہور امام حافظ شمس الدین ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں قاسم بن اصبغ کے ترجمہ میں بضمن وفیات ۳۴۰ھ ان کا ذکر ان شاندار الفاظ میں کیا ہے:-

وفيها مات عالم ما وراء النهر ومحدثه الامام العلامة ابو محمد عبدالله بن محمد بن يعقوب بن الحارث الحارثي البخاري الملقب بالاستاذ جمع مسند ابی حنيفةؒ الامام وله اثنتان وثمانون سنة۔	اور اسی سال میں ماوراء النہر کے عالم اور محدث امام علامہ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب بن الحارث الحارثی البخاری نے کہ جو "الاستاذ" کے لقب سے ملقب ہیں۔ اور جنہوں نے امام ابو حنیفہ کی مسند کو جمع کیا ہے، بیاسی سال کی عمر میں وفات پائی۔"

حافظ ابن حجر عسقلانی نے تعجیل المنفعہ میں ان کو حافظ حدیث تسلیم کیا ہے۔ بڑے بڑے حفاظ حدیث، جیسے حافظ ابن مندہ، حافظ ابن عقدہ، اور حافظ ابوبکر جعابی فن حدیث میں ان کے شاگرد تھے۔

[1] ملاحظہ ہو مقدمہ کتاب الآثار للامام ابی یوسف از مولانا ابوالوفا افغانی۔

Scanned by CamScanner

حافظ حارثی کی مسند کس شان کی ہے، اس کے متعلق محدث خوارزمی، جامع مسانید میں رقمطراز ہیں :-

ومن طالع مسنده الذی جمعه للامام ابی حنیفة علم تبحره فی علم الحدیث واحاطته بمعرفة الطرق والمتون ٭

"اور جو شخص بھی ان کی اس مسند کا مطالعہ کرے گا، کہ جس میں انہوں نے امام ابوحنیفہ کی مرویات کو جمع کیا ہے، وہ علم حدیث میں ان کے تبحر اور طرق اسانید و متون پر ان کی نظر کی ہمہ گیری کا قائل ہو جائے گا۔"

حافظ ابن حجر عسقلانی نے تعجیل المنفعہ کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ :-

وقد اعتنی الحافظ ابو محمد الحارثی وکان بعد الثلاثمائة بحدیث ابی حنیفة رح فجمعه فی مجلدة ورتبه علی شیوخ ابی حنیفة رح ٭

حافظ ابو محمد حارثی نے جو سنہ ۳۰۰ھ کے بعد تھے امام ابوحنیفہؒ کی احادیث سے اعتنا کیا اور ان کو ایک جلد میں جمع کر دیا۔ انہوں نے ان حدیثوں کی ترتیب امام ابوحنیفہؒ کے شیوخ پر رکھی ہے (یعنی امام صاحبؒ کے ہر شیخ کی جملہ حدیثیں یکجا کر دی ہیں) ٭

امام حارثی کی مسند کا اختصار حسب ذیل حضرات نے کیا ہے، اس اختصار میں امام ابوحنیفہؒ سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جو حدیث کی اسناد تھی، اس کو تو بعینہٖ ذکر کیا گیا ہے لیکن حارثی سے لے کر امام صاحبؒ تک جو اسانید تھیں، ان کو حذف کر دیا ہے :-

(۱) امام علامہ قاضی صدر الدین موسیٰ بن زکریا الحصکفی، ان کی ولادت سنہ ۵۸۰ھ یا سنہ ۵۸۱ھ میں ہوئی ہے۔ اور سنہ وفات سنہ ۶۵۰ھ ہے۔ مشہور محدث تھے۔ قاہرہ اور حلب میں حدیث کا درس دیا۔ حافظ دمیاطی کو فن حدیث میں ان سے تلمذ ہے۔ دمیاطی نے اپنی معجم میں ان کا تذکرہ بھی لکھا ہے۔ حافظ عبدالقادر قرشی بھی بیک واسطہ ان کے شاگرد ہیں۔ ان کا اختصار مسند ابی حنیفہ للحصکفی کے نام سے مشہور ہے۔ محدث ملا علی قاری حنفی المتوفی سنہ ۱۰۱۴ھ نے اسی کی شرح لکھی ہے، جس کا نام ہے "سند الانام فی شرح مسند الامام" مولانا ابوالوفا افغانی مدّ فیوضہٗ اپنے مکتوب گرامی مورخہ ۴/ ذی قعدہ سنہ ۷۵ھ میں راقم کو لکھتے ہیں، کہ :-

"مسند امام للحصکفی، مسند حارثی ہی کا خلاصہ ہے، لیکن چونکہ انہوں نے التزام کیا ہے، کہ امام حماد نے جس حدیث کو امام صاحبؒ سے روایت کیا ہے اس روایت کو ضرور اپنی مسند میں لائیں گے۔ اس لئے ایسی حدیثیں جن کی روایت حارثی نے نہیں کی ہو، ان کو ابن خسرو سے لے لیا ہے اور وہ معدودے چند ہیں۔"

Scanned by CamScanner

(۲) امام علامہ صدر الدین ابو عبداللہ محمد بن عباد الخلاطی الحنفی المتوفی سنہ ۶۵۲ھ، بڑے محدث تھے۔ صحیح مسلم کی شرح لکھی۔ حدیث میں جمال الدین حصیری کے شاگرد ہیں، انہوں نے امام ابوحنیفہ کی مسند کا جو اختصار کیا ہے۔ اس کا نام مقصد المسند ہے، صاحب کشف الظنون نے اس کو جامع المسانید کا اختصار بتایا ہے، جو بظاہر صحیح نہیں، ان کی وفات کے وقت خوارزمی بقید حیات موجود تھے، اس لئے قیاس یہ چاہتا ہے کہ یہ جامع مسانید کا نہیں بلکہ مسند حارثی کا اختصار ہے۔

(۳) قاضی القضاۃ محمد بن احمد بن مسعود القونوی الدمشقی المعروف بابن السراج المتوفی سنہ ۷۷۰ھ بڑے مشہور مصنف ہیں۔ بہت سی کتابیں تالیف کیں۔ الفوائد البہیہ میں ان کا نام محمود بن احمد لکھا ہے۔ ان کا مختصر تیلتیس (۳۳) ابواب پر مشتمل ہے، اور فقہی ترتیب پر اس کا نام المعتمد فی احادیث المسند ہے، بعد کو خود انہوں نے اس کی شرح بھی لکھی۔ جس کا نام المستند فی شرح المعتمد ہے۔

(۴) راقم الحروف کے پاس بھی مسند امام ابوحنیفہؒ کا ایک قلمی نسخہ ہے، جس کو احمد بن ابراہیم نامی ایک عالم نے سنہ ۱۲۴۳ھ میں جمع کیا ہے۔ اس نسخہ کو قاری محمد صدیق افغانی نے مصر کے کتب خانہ "خدیویہ" سے نقل کیا ہے۔ مولانا ابوالوفا افغانی کو راقم الحروف نے جب یہ نسخہ دکھلایا۔ تو مولانا نے فرمایا۔ کہ یہ مسند ابن خسرو اور مسند حارثی کا اختصار ہے، پہلے اس میں ابن خسرو سے حدیثیں نقل کی ہیں۔ اور بعد کو حارثی سے، یہ نسخہ ایک سو بانوے صفحات پر مشتمل ہے۔ اور کاپی پر پنسل سے لکھا ہوا ہے۔

حافظ قاسم قطلوبغا نے امام حارثی کی اصل مسند کو ابواب پر مرتب کر دیا تھا۔ بعد کے دور میں خاتمۃ الحفاظ ملا محمد عابد سندھی المتوفی سنہ ۱۲۵۷ھ نے مسند حصکفی کو بھی جو مسند حارثی کی تلخیص ہے، اور اسی کے تتبع میں معجم شیوخ پر مرتب ہے۔ ابواب فقہیہ پر مرتب کیا یہی کتاب آج کل مسند امام اعظمؒ کے نام سے مشہور و متداول ہے۔ عرصہ ہوا۔ کہ مولانا حبیب الرحمٰن بن مولانا احمد علی سہارنپوری محدث نے اس کتاب کا اردو ترجمہ کیا تھا۔ اور جا بجا اس میں مختصر تشریحی اضافے بھی تھے۔ یہ ترجمہ سنہ ۱۳۰۸ھ میں چھپا ہے۔ اب خدا کا شکر ہے کہ پھر دوبارہ یہ کتاب مع اردو ترجمہ اور مفصل شرح کے زیور طبع سے آراستہ ہو کر شائع ہو رہی ہے، جو ہمارے اردو داں طبقہ کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ یہ شرح اور ترجمہ ہمارے مخدوم زادے مولانا سعد حسن خاں بن استاذ مرحوم مولانا حیدر حسن خاں[۱] محدث ٹونکی، مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء کے قلم کا مرہون منت ہے، جو ایک مشہور علمی خانوادہ کے چشم و چراغ ہیں۔ ترجمہ کی خوبی

[۱] راقم الحروف نے علم حدیث کی تحصیل مولانا ہی کی خدمت میں دو سال کے قریب دارالعلوم ندوۃ العلماء میں رہ کر کی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ ورضی عنہ رضی الابرار۔

اور شرح کی افادیت کے لیے مترجم کا نام کافی ضمانت ہے۔

اصل عربی متن پر خود مرتب نے ایک نہایت جامع اور ضخیم شرح تصنیف کی ہے جس کا نام ہے المواہب اللطیفۃ فی الحرم المکی علی مسند ابی حنیفۃ للامام الحصکفی، لامحمد عابد سندی، یہ شرح دو بڑی ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے متعدد قلمی نسخے کتب خانہ پیر وجھنڈو ضلع حیدرآباد سندھ، اور کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن میں راقم الحروف کی نظر سے گزرے ہیں۔ بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری شرح صحیح بخاری کے بعد شروح حدیث میں اس شان کی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ متابعات و شواہد، تخریج احادیث ایضاح مشکل، رفع مرسل، وصل منقطع، بیان خلافیات غرضکہ ہر موضوع پر اتنا ذخیرہ اس میں موجود ہے کہ باید و شاید، ان کے بعد مولانا محمد حسن سنبھلی محدث المتوفی ۱۳۰۵ھ نے اس پر ایک نہایت جامع اور مبسوط شرح تصنیف کی جو ۱۳۰۹ھ میں اصح المطابع لکھنؤ سے طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔ محدث سنبھلی کی شرح اپنی جامعیت و افادیت کے لحاظ سے اپنے مشہور معاصر فاضل لکھنوی مولانا محمد عبدالحی فرنگی محل کی شرح موطا امام محمد سے جس کا نام التعلیق الممجد علی موطا الامام محمد ہے، بدرجہا بڑھی ہوئی ہے۔

اسلام میں مسند ابی حنیفہ کا علمی مقام

محدث محمد بن جعفر کتانی مالکی الرسالۃ المستطرفہ لبیان مشہور کتب السنۃ المشرفہ میں جو کتب حدیث کے حالات میں ان کی ایک بے مثل تصنیف ہے۔ صحاح ستہ، مسند ابی حنیفہ، موطا مالک، مسند شافعی اور مسند احمد کا تفصیلی ذکر کرنے کے بعد یوں رقمطراز ہیں:۔

فھذہ کتب الائمۃ الاربعۃ	یہ ائمہ اربعہ کی کتابیں ہیں، اور ان کو پہلے
وباضافتھا الی الستۃ الاولی	کی چھ کتابوں کے ساتھ ملانے سے وہ
تکمل الکتب العشرۃ التی ھی	دس کتابیں پوری ہوجاتی ہیں کہ جو اسلام
اصول الاسلام وعلیھا مدار	کی بنیادی کتابیں ہیں، اور جن پر دین کا
الدین (ص ۱۶۔ طبع بیروت ۱۳۳۲ھ)	دار و مدار ہے۔

اور حافظ ابو عبداللہ محمد بن علی بن حمزہ حسینی دمشقی، التذکرہ برجال العشرہ کے مقدمہ میں (جو ان دسوں کتابوں کے رجال کے حالات میں ایک مبسوط کتاب ہے اور جس سے حافظ ابن حجر عسقلانی نے تعجیل المنفعہ بزوائد رجال الائمۃ الاربعہ مرتب کی ہے جو ائمہ اربعہ کی مذکورہ تصانیف کے رجال کے حالات میں ان کی مشہور تصنیف ہے) فرماتے ہیں:۔

مسند الشافعی موضوع لادلتہ	مسند امام شافعی ان ادلہ پر مشتمل ہے کہ جو
علی ماصح عندہ من مرویاتہ	امام ممدوح کی مرویات ہیں ان کے نزدیک
وکذالک مسند ابی حنیفۃ	صحیح ہیں۔ اور یہی حال مسند امام ابوحنیفہ کا ہے

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین میں مسند ابی حنیفہ کو حنفیوں کی امہات کتب میں شمار کیا ہے[1] اور تصریح کی ہے کہ:-

مسند ابی حنیفہ و آثار امام محمد بنائے فقہ حنفیہ است[2]	فقہ حنفی کی بنا مسند ابی حنیفہ اور آثار امام محمد پر ہے

حافظ حسینی کی تصریح ابھی آپ کی نظر سے گزری، جس میں انہوں نے اس امر کا صاف اعتراف کیا ہے کہ مسند امام شافعی کی طرح امام ابو حنیفہ کی مسند بھی امام ممدوح کے ان ادلہ پر مشتمل ہے جو امام کی مرویات میں ان کے نزدیک صحیح تھے۔ یہ حسینی حنفی نہیں، شافعی ہیں، اور ان کا شمار معمولی محدثین میں نہیں بلکہ حفاظ وقت و ناقدین فن میں ہے[3]۔ اب ایک دوسرے عارف وقت علامہ دہر شافعی المذہب امام کی رائے مسانید امام ابو حنیفہ رح کی نسبت ملاحظہ فرمائیے، جن کا نام نامی عبدالوہاب شعرانی ہے۔ وہ اپنی مشہور کتاب المیزان الکبریٰ میں فرماتے ہیں:-

وقد من اللہ تعالیٰ علیّ بمطالعۃ مسانید الامام ابی حنیفۃ رح الثلاثۃ من نسخۃ صحیحۃ علیہا خطوط الحفاظ آخرہم الحافظ الدمیاطی، فرأیتہ لا یروی حدیثا الا عن خیار التابعین العدول الثقات الذین ہم من خیر القرون بشہادۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کالاسود وعلقمۃ وعطاء ومجاہد ومکحول والحسن البصری واضرابہم رضی اللہ عنہم اجمعین فکل الرواۃ الذین ہم بینہ وبین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عدول	مجھ پر اللہ تعالیٰ نے بڑا احسان فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رح کی تین مسندوں کا ان کے صحیح نسخوں سے مطالعہ کرنے کی توفیق ملی، ان نسخوں پر حفاظ حدیث کے قلم کی تحریریں تھیں، جن میں آخری شخص حافظ دمیاطی ہیں۔ مطالعہ پر میں نے دیکھا، کہ امام ممدوح صرف ان تابعین کرام سے حدیثیں روایت کرتے ہیں، کہ جو اپنے وقت کے برگزیدہ ترین، عادل اور ثقہ حضرات تھے، اور جو حدیث نبوی کی تصریح کے مطابق خیر القرون کے لوگ تھے، جیسے کہ اسود، علقمہ، عطا، مجاہد، مکحول اور حسن بصری جیسے حضرات ہیں، رضی اللہ عنہم اجمعین۔ سو تمام وہ رواۃ جو امام ابو حنیفہ رح اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین ہیں، سب کے سب عادل،

[1] ملاحظہ ہو کتاب مذکور ص ۱۸۵ مطبوعہ مجتبائی دہلی [2] ایضاً ص ۱۷۱ [3] ان کی جلالت شان معلوم کرنی ہو، تو حافظ ابن فہد، اور حافظ سیوطی نے طبقات الحفاظ ذہبی پر جو ذیل لکھے ہیں، ان میں ان کا تذکرہ دیکھو۔ یہ ذیول، دمشق سے چھپ کر شائع ہو چکے ہیں۔

Scanned by CamScanner

ثقات اعلام اخیار لیس فیھم	ثقہ، نیک نام اور برگزیدہ ہیں، ان میں
کذاب ولا متھم بکذب، و	کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو کذاب ہو، یا
ناھیک یا اخی بعدالۃ من	اس پر کذب کی تہمت لگائی گئی ہو، اور
ارتضاھم الامام ابوحنیفۃ	میرے بھائی ان کی عدالت کے لئے تمہیں
رضی اللہ عنہ لان یأخذ	یہ کافی ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ
عنھم احکام دینہ مع	نے باوجود شدت ورع و احتیاط اور
شدۃ تورعہ وتحرزہ و	امت محمدیہ کا خاص خیال رکھنے کے
شفقتہ علی الامۃ	ان حضرات کو اس غرض کے لئے منتخب
المحمدیہ ۔ (ج۔۱ص ۶۲	فرمایا ہے، کہ ان سے اپنے دینی احکام کو
طبع مصر۔ سنہ ۱۳۴۳ھ)	حاصل کریں۔"

اس کے بعد آگے چل کر پھر لکھتے ہیں کہ :۔

کل حدیث وجدناہ فی مسانید	امام اعظمؒ کی تینوں مسندوں میں ہم نے
الامام الثلاث ثم فھو صحیح (ج۔۱ص ۶۵)	جو بھی حدیث پائی، وہ صحیح ہے۔"

یہ بھی واضح رہے کہ اس بحث سے پہلے امام شعرانی یہ تصریح کر چکے ہیں، کہ :۔

انی لما اجیب عن الامام ابی	"میں امام ابوحنیفہ وغیرہ کے متعلق محض
حنیفۃ وغیرہ بالصدر و	وسعت صدر اور حسن ظن کی بنا پر
احسان الظن کما یفعل	کوئی جواب دہی نہیں کروں گا، جیسا کہ
ذلک غیری وانما اجیب	میرے علاوہ دوسرے لوگ کرتے ہیں، بلکہ
عنہ بعد التتبع والفحص ۔	جو کچھ جواب دوں گا، وہ تتبع اور تلاش
(ج۔۱۔ص ۶۳) ۔	کے بعد دوں گا۔"

امام شعرانی کے اس بیان سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مسانید امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں انہوں نے جس رائے کا اظہار کیا ہے، وہ پوری تحقیق اور جانچ پڑتال کے بعد کیا ہے۔ واللہ اعلم ۔

Scanned by CamScanner

مقدمہ

کتاب الآثار

از

محقق العصر

مولانا محمد عبد الرشید نعمانیؒ

كتاب الآثار

تأليف

الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي رضي الله عنه المتوفى سنة ۱۵۰ھ

رواية

الإمام الرباني أبي عبد الله محمد بن الحسن الشيباني المتوفى سنة ۱۸۹ھ رحمة الله عن المؤلف

مقدمه وحواشي

لعلامة العصر المحدث الجليل الفقيه النبيل محمد عبد الرشيد النعماني مدظله

ويليه

التعليق المختار على كتاب الآثار

للمحقق المحدث الفقيه الشيخ قيام الدين عبد الباري الأنصاري فرنگی محلی اللكنوي المتوفى سنة

ويليه

الإيثار بمعرفة رواة الآثار

للحافظ أحمد بن علي المعروف بابن حجر العسقلاني المتوفى سنة ۸۵۲ھ

الناشر

د/ محمد عبد الرحمن غضنفر

موسسه

الرحيم اکیڈمی

۱-۱/۷ علم نگر پوسٹ آفس لیاقت آباد کراچی ۱۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدّمہ کتاب الآثار

از مولانا محمد عبدالرشید نعمانی مدظلہ

کسی کتاب کی اہمیت اور عظمتِ شان کا اندازہ لگانے کے لئے حسب ذیل امور پر نظر ڈالنا ضروری ہے :

(۱) مصنف کا فضل وکمال ۔

(۲) صحت کا التزام ۔

(۳) حسن ترتیب اور موضوع سے متعلق تمام اہم مباحث کا استیعاب ۔

(۴) قبولیتِ عام اور شہرت ۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ ان تمام اوصاف کے لحاظ سے "کتاب الآثار" فقہ یعنی علم سنن و احکام کی جملہ تصانیف سے فائق ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے

مصنف کا فضل وکمال | اس سلسلہ میں سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ کتاب الآثار کے سوا آج ہمارے پاس سنن کی کوئی کتاب ایسی موجود نہیں کہ جس کے مصنف کو تابعیت کا شرف حاصل ہو اور یہ وہ فضیلت ہے جس میں امام ابوحنیفہؒ اس عہد کے تمام نامور ائمہ میں ممتاز ہیں چنانچہ علامہ ابن حجر مکیؒ شارحِ مشکوٰۃ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے فتاویٰ سے ناقل ہیں :

انہ ادرک جماعۃ من الصحابۃ کانوا بالکوفۃ بعد مولدہ بھا سنۃ ثمانین فھو من طبقۃ التابعین

امام ابوحنیفہؒ نے صحابہ کی ایک جماعت کو پایا جو کوفہ میں تھے جبکہ ۸۰ھ میں وہاں پیدا ہوئے، لہٰذا وہ تابعین کے طبقہ میں ہیں ....

ولم یثبت ذلك لاحد من ائمة الامصار المعاصرین له کالاوزاعی بالشام والحمادین بالبصرة والثوری بالکوفة ومالك بالمدینة المشرفة واللیث بن سعد بمصر

اور یہ بات ان کے معاصر ائمہ امصار میں سے کسی کی نسبت جیسے کہ اوزاعی کی نسبت جو شام میں تھے اور حماد بن سلمہ اور حماد بن زید کی نسبت جو بصرہ میں تھے اور سفیان ثوریؒ کی نسبت جو کوفہ میں تھے اور مالک کی نسبت جو مدینہ شریف میں تھے اور لیث بن سعد کی نسبت جو مصر میں تھے، ثابت نہیں ہوئی۔

(الخیرات الحسان فصل سادس۔ از علامہ ابن حجر مکی)

امام ممدوح کی جلالتِ قدر کے لئے اس سے زیادہ کیا درکار ہے کہ وہ امت میں امام اعظم کے لقب سے مشہور ہیں اور ان کے اجتہادی مسائل پر اسلامی دنیا کی دو تہائی آبادی بارہ سو برس سے برابر عمل کرتی چلی آرہی ہے، تمام اکابر ائمہ آپ کے فضل و کمال کے معترف ہیں۔ ابن مبارک کا بیان ہے کہ میں امام مالکؒ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک بزرگ آئے اور جب وہ اُٹھ کر چلے گئے تو امام موصوف نے فرمایا جانتے ہو یہ کون تھے؟ حاضرین نے عرض کیا نہیں (اور میں ان کو پہچان چکا تھا) فرمانے لگے:

هٰذا ابو حنیفة النعمان لو قال هذه الاسطوانة من ذهب لخرجت کما قال لقد وفق له الفقه حتی ما علیه فیه کثیر مؤنة[1]

یہ ابو حنیفہ نعمان ہیں جو اگر یہ کہہ دیں کہ یہ ستون سونے کا ہے تو ویسا ہی نکل آئے۔ ان کو فقہ میں ایسی توفیق دی گئی ہے کہ اس فن میں انہیں ذرا مشقت نہیں ہوتی

امام شافعیؒ فرماتے ہیں الناس عیال علی ابی حنیفة فی الفقه[2] (لوگ فقہ میں ابو حنیفہؒ کے محتاج ہیں) ابو بکر مروزیؒ کہتے ہیں میں نے امام احمد بن حنبلؒ کو یہ فرماتے سُنا

لم یصح عندنا ان ابا حنیفة قال القرآن مخلوق۔

ہمارے نزدیک یہ بات ثابت نہیں کہ ابو حنیفہؒ نے قرآن کو مخلوق کہا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ "الحمد للہ" اے ابو عبد اللہ (یہ امام احمد کی کنیت ہے) ان کا تو علم

---

[1] "مناقب ابی حنیفہؒ" از محدث صیمری۔ اس کتاب کا قلمی نسخہ کتب خانہ مجلس علمی کراچی میں موجود ہے

[2] "مناقب ابی حنیفہؒ" از حافظ ذہبی ص ۱۹ طبع مصر

میں بڑا مقام ہے فرمانے لگے

سبحان اللہ ھو من العلم والورع والزھد وایثار الدار الآخرۃ بمحل لایدرکہ احد[1]	سبحان اللہ وہ تو علم، ورع، زہد اور عالم آخرت کو اختیار کرنے میں اس مقام پر فائز ہیں کہ جہاں احمد کی بھی رسائی نہیں۔

امام سفیان بن عیینہ شہادت دیتے کہ ما مقلت عینی مثل ابی حنیفۃ[2] (میری آنکھوں نے ابو حنیفہؒ کی مثل نہیں دیکھا) وہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ العلماء ابن عباس فی زمانہ والشعبی فی زمانہ وابو حنیفۃ فی زمانہ[3] (علماء تو یہ تھے ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنے زمانہ میں، شعبیؒ اپنے زمانہ میں اور ابو حنیفہؒ اپنے زمانہ میں) عبد الرحمن بن مہدی جو فن رجال کے مشہور امام ہیں فرماتے ہیں:

کنت نقالاً للحدیث فرایتُ سفیان الثوری امیر المؤمنین فی العلماء وسفیان بن عیینۃ امیر العلماء وشعبۃ عیار الحدیث وعبد اللہ بن المبارک صراف الحدیث ویحیی بن سعید قاضی العلماء وابو حنیفۃ قاضی قضاۃ العلماء ومن قال لک سوی ھذا فارمہ فی کناسۃ بنی سلیم[4]	میں حدیث کا بڑا ناقل تھا سو میں نے دیکھا کہ سفیان ثوری تو علماء میں امیر المؤمنین ہیں اور سفیان بن عیینہ امیر العلماء اور شعبہ حدیث کی کسوٹی ہیں اور عبد اللہ بن مبارک اس کے صراف اور یحیی بن سعید قاضی العلماء ہیں اور ابو حنیفہ قاضی قضاۃ العلماء۔ اور جو شخص تمہیں اس کے سوا کچھ اور بتائے تو اس کی بات کو بنی سلیم کے گھورے پر پھینک دو۔

شیخ الاسلام یزید بن ہارون کا قول ہے

کان ابو حنیفۃ تقیاً نقیاً زاھداً	امام ابو حنیفہ متقی، پاکیزہ صفات، زاہد

---

[1] "مناقب ابی حنیفہ" از ذہبی ص۲۷۔ [2] ایضاً ص۱۹۔ [3] مناقب صیمری۔ [4] مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ مکی جلد ۲ ص۴۵ طبع دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن

عالماً صدوق اللسان احفظ اھل زمانہ سمعتُ کل من ادرکتہ من اھل زمانہ انہ ما رؤی افقہ منہ[1]	عالم، زبان کے سچے اور اپنے اہل زمانہ میں سب سے بڑے حافظِ حدیث تھے۔ میں نے ان کے معاصرین میں سے جتنے لوگوں کو پایا سب کو یہی کہتے سنا کہ ان سے زیادہ فقیہ نہیں دیکھا گیا

یہ بھی انہی کا بیان ہے کہ لم أر اعقل ولا افضل ولا أورع من ابی حنیفۃ[2]
(میں نے ابوحنیفہ سے زیادہ عاقل، ان سے افضل اور ان سے زیادہ پاکباز نہیں دیکھا)

امام الجرح والتعدیل یحیی بن سعید القطان فرماتے ہیں کہ

انہ واللہ لأعلم ھذہ الامّۃ بما جاء عن اللہ و رسولہ[3]	واللہ ابوحنیفہ اس امت میں خدا اور اس کے رسول سے جو کچھ وارد ہوا ہے اس کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

سید الحفاظ یحیی بن معین سے ایک بار ان کے شاگرد احمد بن محمد البغدادی نے ابوحنیفہ کے متعلق ان کی رائے دریافت کی۔ فرمانے لگے عدل ثقۃ ماظنّك بمن عدّلہ ابن المبارك ووکیع[4] (سراپا عدالت ہیں، ثقہ ہیں۔ ایسے شخص کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے جس کی ابن مبارک اور وکیع نے توثیق کی ہے)۔

امام عبداللہ بن مبارک کہا کرتے تھے لولا ان اللہ تدارکنی بابی حنیفۃ وسفیان لکنتُ بدعیًا[5] (اگر اللہ تعالیٰ نے ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ کے ذریعہ میرا تدارک نہ کیا ہوتا تو میں بدعتی ہوتا)

شیخ الاسلام ابوعبدالرحمٰن مقری، امام ابوحنیفہ سے حدیث روایت کرتے تو ان

---

[1] مناقب صیمری۔ [2] مناقب ذہبی ص۲۶۔ [3] مقدمہ کتاب التعلیم از مسعود بن شیبہ سندی بحوالہ تاریخ امام طحاوی، اس کتاب کا قلمی نسخہ مجلس علمی کراچی کے کتبخانہ میں موجود ہے۔

[4] مناقب الامام الاعظم از علامہ کردری ج ۱ ص۹۱ طبع دائرۃ المعارف۔

[5] مناقب ابی حنیفہؒ از حافظ ذہبی ص۱۸

ان الفاظ میں کیا کرتے حدثنا ابو حنیفۃ شاہ مرداں[۱]۔ ائمہ اعلام کی ان شہادتوں سے جو صحیح ترین ماخذ سے منقول ہیں آپ ابو حنیفہ کی جلالت علمی کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ امت محمدیہ میں ان کا مقام کیا ہے، امام اہل بلخ خلف بن ایوب نے بالکل صحیح کہا ہے کہ

صار العلم من اللہ تعالیٰ الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ثم صار الی اصحابہ ثم صار الی التابعین ثم صار الی ابی حنیفۃ واصحابہ فمن شاء فلیرض ومن شاء فلیسخط[۲]۔	اللہ تعالیٰ سے علم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا آپ کے بعد آپ کے صحابہ کو۔ صحابہ کے بعد تابعین کو۔ پھر تابعین سے امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کو ملا۔ اس پر چاہے کوئی خوش ہو یا ناراض۔

صحت کا التزام | پہلے اس پر غور کیجئے کہ علم حدیث میں امام ابو حنیفہ کا کیا پایہ ہے شمس الائمہ سرخسیؒ فرماتے ہیں کان اعلم اھل عصرہ بالحدیث[۳]۔ وہ اپنے معاصرین میں حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے۔ شیخ الاسلام یزید بن ہارون المتوفی ۲۰۶ھ (جن کے بارے میں علی بن المدینی کہا کرتے تھے کہ میں نے ان سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا) اور سید الحفاظ یحییٰ بن سعید القطان المتوفی ۱۹۸ھ (جن کے بارے میں ابن المدینی کا قول ہے کہ ان سے بڑھ کر رجال کا عالم میری نظر سے نہیں گزرا) کی تصریحات اس سلسلہ میں ابھی آپ کی نظر سے گزریں، پھر اس امر کو نظر میں رکھئے کہ امام ابو حنیفہؒ کی نظر انتخاب نے چالیس ہزار[۴] احادیث کے

---

[۱] مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ ج ۲ ص ۳۲۔ [۲] تاریخ بغداد از محدث خطیب بغدادی، ترجمہ امام ابو حنیفہ [۳] اصول الفقہ از امام سرخسی جلد ۱ ص ۳۵۰ طبع مصر ۱۳۷۲ھ [۴] یہ چالیس ہزار متون احادیث کی تعداد نہیں اسانید کی ہے اور اس تعداد میں صحابہ کرام کے اقوال اور تابعین کے فتاویٰ بھی داخل ہیں کیونکہ سلف کی اصطلاح میں ان سب کے لئے حدیث اور اثر کا لفظ استعمال ہوتا تھا۔ امام ابو حنیفہ کے زمانہ میں احادیث کے طرق واسانید کی تعداد چالیس پچاس ہزار سے متجاوز نہ تھی بعد کو بخاری و مسلم کے عہد میں یہی تعداد لاکھوں تک جا پہنچی، کیونکہ جب ایک شیخ نے کسی حدیث کو مثلاً دس شاگردوں سے بیان کیا تو اب محدثین کی اصطلاح کے مطابق اس حدیث کی دس اسنادیں اور دس طریقے ہوگئے۔ چنانچہ اگر آپ "کتاب الآثار" اور "موطا" کی احادیث کی تخریج بقیہ کتب احادیث سے کرنے بیٹھیں تو ایک ایک روایت کے دسیوں بیسیوں بلکہ سینکڑوں طریقے اور اسنادیں مل جائیں گی۔

مجموعہ سے چن کر اس کتاب کو مرتب کیا ہے، چنانچہ صدر الائمہ موفق بن احمد مکی، امام الائمہ بحر بن محمد زرنجری المتوفی ۵۱۲ھ کے حوالے سے جو بڑے پایہ کے محدث گزرے ہیں ناقل ہیں

وانتخب ابوحنیفة رحمه الله الآثار من اربعین الف حدیث[1]	امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے "کتاب الآثار" کا انتخاب چالیس ہزار احادیث سے کیا ہے۔

حافظ ابونعیم اصفہانی نے مسند ابی حنیفہ میں بہ سندِ متصل یحییٰ بن نصر بن حاجب کی زبانی نقل کیا ہے کہ

دخلتُ علی ابی حنیفة فی بیت مملوء کتباً فقلتُ ما هذه قال هذه احادیث کلها وما حدّثت به الا الیسیر الذی ینتفع به[2]	میں ابوحنیفہ کے یہاں ایسے مکان میں داخل ہوا کہ جو کتابوں سے بھرا ہوا تھا میں نے دریافت کیا کہ یہ کیا کتابیں ہیں فرمایا یہ سب حدیثیں ہیں اور میں نے ان میں سے صرف تھوڑی سی حدیثیں بیان کی ہیں جن سے انتفاع ہو۔

پھر یہ دیکھئے کہ بڑے بڑے محدثین نے امام ابوحنیفہ کی اس احتیاط کا کن لفظوں میں اعتراف کیا ہے۔ حافظ ابو محمد عبداللہ حارثی بسندِ متصل وکیع سے جو حدیث کے بہت بڑے امام ہیں، نقل کرتے ہیں کہ

اخبرنا القاسم بن عباد سمعتُ یوسف الصفار یقول سمعتُ وکیعاً یقول لقد وجد الورع عن ابی حنیفة فی الحدیث مالم یوجد عن غیره[3]	جیسی احتیاط امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے حدیث میں پائی گئی، کسی دوسرے سے نہیں پائی گئی۔

اسی طرح علی بن جعد جوہری سے جو حدیث کے بہت بڑے حافظ اور امام بخاری و ابوداؤد کے شیخ ہیں نقل کیا ہے کہ

قال القاسم بن عباد فی حدیثه قال	امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) جب حدیث بیان

---

[1] "مناقب الامام الاعظم" جلد ۱ ص ۹۵ - [2] "عقود الجواهر المنیفة" جلد ۱ ص ۲۳ طبع مصر۔
[3] "مناقب صدر الائمہ" جلد ۱ ص ۱۹۷

علی بن الجعد ابوحنیفۃ اذا جاء بالحدیث جاء بہ مثل الدر[۱]۔ — کرتے ہیں تو موتی کی طرح آبدار ہوتی ہیں۔

اور امام یحییٰ بن معین جن پر فنِ جرح و تعدیل کا دار و مدار ہے فرماتے ہیں

کان ابوحنیفۃ ثقۃ لایحدث بالحدیث الابما یحفظہ ولایحدث بما لایحفظ[۲] — ابوحنیفہ ثقہ ہیں جو حدیث ان کو یاد ہوتی ہے وہی بیان کرتے ہیں اور جو حفظ نہیں ہوتی اس کو بیان نہیں کرتے

امام عبداللہ بن مبارک جن کی جلالتِ شان پر سارے محدثین کا اتفاق ہے، انہوں نے امام ابوحنیفہ کی مدح میں جو اشعار کہے ہیں ان میں "کتاب الآثار" کا ذکر اس طرح کیا ہے ؎

روی اٰثارہ فاجاب فیھا ۔۔۔ کطیران الصقور من المنیفۃ

انہوں نے آثار کو روایت کیا تو اس عمر سے رواں ہوئے جیسے بلندی سے شکاری پرندے اڑتے ہیں۔

فلم یک بالعراق لہ نظیر ۔۔۔ ولا بالمشرقین ولا بکوفۃ[۳]

سو نہ تو عراق میں ان کی نظیر تھی، نہ مشرق و مغرب میں اور نہ کوفہ میں

اسی طرح امام اہل سمرقند ابومقاتل سمرقندی اپنی ایک نظم میں جو انہوں نے امام ممدوح کی منقبت میں کہی ہے فرماتے ہیں ؎

روی الاٰثار عن نُبُلٍ ثقاتٍ ۔۔۔ غِزارالعلم مشیخۃ حصیفۃ[۴]

انہوں نے الآثار کو ان نبلاء ثقات سے روایت کیا ہے جو بڑے وسیع العلم اور پکے مشائخ تھے۔

اب خود سوچ لیجئے کہ "کتاب الآثار" کی روایات صحت کے کس اعلیٰ معیار پر ہیں۔

حسنِ ترتیب و استیعابِ مباحث | تاریخ و رجال کی کتابوں میں علم حدیث کے متعلق صحابہ و تابعین کے بہت سے نوشتوں اور صحیفوں[۵] کا ذکر ملتا ہے جو اس کثرت سے تھے کہ محدث ابونعیم

---

[۱] جامع مسانید الامام الاعظم از محدث خوارزمی ج ۲ ص ۳۰۸ طبع دائرۃ المعارف۔ [۲] "تاریخ بغداد" تہذیب التہذیب از حافظ ابن حجر اور طبقات الحفاظ امام سیوطی میں امام ابوحنیفہ کا ترجمہ دیکھو، سیوطی کی طبقات الحفاظ کا قلمی نسخہ مدرسہ نظامیہ حیدرآباد دکن کے کتب خانہ میں ہماری نظر سے گزرا ہے۔

[۳] مناقب صدر الائمہ جلد ۲ ص ۱۹۰ [۴] مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ جلد ۲ ص ۱۹۱۔ [۵] ان صحیفوں میں سے مشہور تابعی ہمام بن منبہ کا صحیفہ جو ۵۸ھ سے پہلے کی تالیف ہے اردو ترجمہ کے ساتھ گزشتہ سال ہی حیدرآباد دکن سے شائع ہوا ہے۔

اصفہانی کی روایت کے مطابق امام ابو حنیفہ کا مکان ان سے بھرا ہوا تھا۔ اور اگرچہ اس میں شک نہیں کہ کوفہ میں علم حدیث کا جس قدر تحریری سرمایہ تھا وہ سب امام ممدوح نے اپنے پاس جمع کر لیا تھا۔ تاہم نہیں کہا جاسکتا کہ دوسرے بلادِ اسلامیہ میں اور کس قدر ذخیرہ موجود ہوگا لیکن اس کثرت کے باوجود ابھی تک حدیثِ نبوی کے جتنے صحیفے اور مجموعے لکھے گئے تھے ان کی ترتیب فنی نہ تھی بلکہ ان کے جامعین نے کیف ما اتفق جس قدر حدیثیں ان کو یاد تھیں انہیں قلم بند کر لیا تھا۔ تمام امت میں امام ابوحنیفہؒ کو اس بارے میں شرفِ اولیت حاصل ہے کہ انہوں نے علم شریعت کو باقاعدہ ابواب پر مرتب فرمایا اور اس خوبی و خوش اسلوبی سے مرتب فرمایا کہ آج تک سنن و احکام کی تمام کتابیں انہی کی فقہی ترتیب کے مطابق مدوّن و مرتب ہوتی چلی آ رہی ہیں۔ سب سے پہلے امام مالکؒ نے موطا کی ترتیب میں امام ابوحنیفہؒ کا تتبع کیا اور بعد کو تمام ائمہ نے اسی طریقہ کو اختیار کر لیا۔ حسن قبول اسی کا نام ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ

این سعادت بزورِ بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

علامہ سیوطیؒ تحریر فرماتے ہیں

من مناقب ابی حنیفۃ التی انفرد بھا انہ اول من دوّن علم الشریعۃ و رتّبہ ابوابا ثم تبعہ مالك بن انس فی ترتیب المؤطا ولم یسبق اباحنیفۃ احد

تبییض الصحیفۃ فی مناقب ابی حنیفۃ[1]

امام ابو حنیفہ کے ان خصوصی مناقب میں سے جن میں وہ منفرد ہیں ایک یہ بھی ہے کہ آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت کو مدوّن کیا اور اس کی ابواب پر ترتیب کی۔ پھر امام مالک بن انس نے موطا کی ترتیب میں انہی کی پیروی کی اور اس امر میں امام ابوحنیفہؒ پر کسی کو اولیت حاصل نہیں ہے۔

امام ابوبکر عتیق بن داؤد یمانی رحمہ اللہ نے جن کا شمار متقدمین فقہاء میں ہے اس سلسلے میں اس امر کی طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ

فاذا کان اللہ تعالیٰ قد ضمن لنبیّہ صلی اللہ علیہ وسلم حفظ الشریعۃ وکان ابوحنیفۃ

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی شریعت کے متعلق حفاظت کا ذمہ لیا ہے اور امام ابوحنیفہؒ

---

[1] طبع دائرۃ المعارف۔ ص ۳۶

اول من دوّنها فیبعد ان یکون	پہلے شخص ہیں جنھوں نے اس کو مدوّن فرمایا
اللہ تعالیٰ قد ضمنہا ثم یکون اول من	تو اب یہ بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اس کی حفاظت
دوّنہا علی خطأ[۱]	کی ضمانت لیں اور پھر اس کا پہلا مدوّن ہی غلط
	تدوین کر دے ۔

قبولیتِ عام اور شہرت قبول عام اور شہرتِ دوام کا یہ حال ہے کہ امتِ مرحومہ کا سوادِ اعظم جس کی تعداد کا اندازہ دو ثلث اہل اسلام کیا جاتا ہے فقہ میں جس مذہب کا پیرو ہے وہ مذہب حنفی ہے۔ اور اس مذہب کے مسائلِ فقہ کی بنا اسی کتاب الآثار کی احادیث و روایات پر ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے "قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین" میں "کتاب الآثار" کو حنفیوں کی امہات کتب میں شمار کیا ہے[۲] اور تصریح کی ہے کہ "مسند ابی حنیفہ و آثار محمد مبنائے فقہ حنفیہ است[۳]" (فقہ حنفی کی بنا "مسند ابی حنیفہ" و "آثار محمد" پر ہے)

امام ابوحنیفہ کی تصانیف سے امام مالک کے استفادہ کا ذکر کتبِ تاریخ میں بصراحت مذکور ہے۔ قاضی ابوالعباس محمد بن عبد اللہ ابن ابی العوام اپنی کتاب "اخبار ابی حنیفہ" میں بسند ناقل ہیں۔

حدثنی یوسف بن احمد المکی	امام شافعی فرماتے ہیں کہ عبدالعزیز دراوردی
ثنا محمد بن حازم الفقیہ ثنا محمد	کا بیان ہے کہ امام مالک بن انس، امام
بن علی الصائغ بمکۃ ثنا ابراھیم	ابوحنیفہ کی تصانیف کا مطالعہ کرتے اور ان سے
بن محمد عن الشافعی عن عبدالعزیز	نفع اندوز ہوتے تھے

الدراوردی قال کان مالک بن انس ینظر فی کتب ابی حنیفۃ وینتفع بہا[۴]

---

[۱] مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ ج ۲ ص ۱۳۷ [۲] کتاب مذکور ص ۱۸۵ طبع مجتبائی دہلی
[۳] ایضاً ص ۱۷۱ ۔ [۴] تعلیقات الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الفقہاء از محدث کوثری ص ۱۴
طبع مصر

خود امام شافعیؒ نے تصریح کی ہے کہ

من لم ینظر فی کتب ابی حنیفة لم یتبحر فی الفقه [1]

جو شخص امام ابو حنیفہ کی تصانیف کو نہیں دیکھے گا فقہ میں متبحر نہیں ہوگا۔

ابو مسلم مستملی نے ایک بار شیخ الاسلام یزید بن ہارون سے بغداد میں سوال کیا کہ

یا ابا خالد ما تقول فی ابی حنیفة والنظر فی کتبه

اے ابو خالد ابو حنیفہ اور ان کی تصانیف کے مطالعہ کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں

شیخ الاسلام نے جواب دیا

انظروا فیها ان کنتم تریدون ان تفقهوا [2]

اگر تم فقیہ بننا چاہتے ہو تو ان کا مطالعہ کیا کرو

ایک اور موقع پر جب یزید بن ہارون حدیث کا درس دے رہے تھے طلباء کو خطاب کر کے کہنے لگے

همتکم السماع والجمع لو کان همتکم العلم لطلبتم تفسیر الحدیث ومعانیه ونظرتم فی کتب ابی حنیفة واقاویله فیفسر لکم الحدیث [3]

تمہارا تو مقصد بس حدیث کا سننا اور جمع کر لینا ہے اگر علم تم لوگوں کا مقصد ہوتا تو حدیث کی تفسیر اور اس کے معانی کی تلاش رکھتے اور ابو حنیفہ کی تصانیف اور ان کے اقوال میں غور کرتے تب حدیث کی تشریح تم پر کھلتی۔

اور حافظ عبد اللہ بن داؤد خریبی

من اراد ان یخرج من ذل العمی والجهل ویجد لذة الفقه فلینظر فی کتب ابی حنیفة [4]

جو شخص چاہتا ہے کہ نابینائی اور جہالت کی ذلت سے نکلے اور فقہ کی لذت سے آشنا ہو اس کو چاہیئے کہ ابو حنیفہؒ کی کتابیں دیکھے۔

---

[1] "مناقب ابی حنیفہ" از صیمری۔ [2] "تاریخ بغداد" از خطیب۔

[3] "مناقب صدر الائمہ" ج ۲ ص ۴۸

[4] مناقب صیمری

حافظ ابو یعلیٰ خلیلی نے "کتاب الارشاد" میں امام مزنی کے ترجمہ میں جو امام شافعی کے اجل تلامذہ میں شمار کئے جاتے ہیں لکھا ہے کہ امام طحاوی، مزنی کے بھانجے تھے، ایک بار محمد بن احمد شروطی نے ان سے دریافت کیا کہ

لم خالفت خالك واخترت مذهب ابی حنیفة	آپ نے اپنے ماموں کے خلاف ابو حنیفہ کا مذہب کیوں اختیار کیا۔

امام طحاوی نے فرمایا

لانی کنت اری خالی یدیم النظر فی کتب ابی حنیفة فلذلك انتقلت الیه	اس لئے کہ میں اپنے ماموں کو دیکھا کرتا تھا کہ وہ ہمیشہ ابو حنیفہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے لہذا میں نے بھی انہیں کے مذہب کو اختیار کرلیا

(تاریخ ابن خلکان، ترجمہ امام طحاوی)

یہ تھیں ائمہ فقہ و حدیث کی تصریحات اور یہ تھا ان کا طرزِ عمل امام ابو حنیفہ کی تصانیف کے بارے میں۔ اب ذرا اس پر بھی نظر ڈالئے کہ کتاب الآثار کی تصنیف نے اس فن کی تدوین پر کیا اثر ڈالا۔ روایات کی تبویب اور حسنِ ترتیب کے سلسلے میں امام ابو حنیفہ نے جو طریقہ اختیار کیا تھا بعد کے تمام مؤلفین نے اسی کو قائم رکھا۔ مؤطا کی ترتیب اسی کو سامنے رکھ کر کی گئی۔ اسی طرح روایات کے انتخاب اور ان کی صحت کے بارے میں امام ابو حنیفہ نے جو معیار قائم کیا تھا بعد کے اربابِ صحاح نے باوجود اختلافِ ذوق کے اس کا پورا پورا خیال رکھا۔ روایت سے احتجاج کے باب میں امام ابو حنیفہ نے اپنا طرزِ عمل یہ بتلایا ہے

انی آخذ بکتاب الله اذا وجدته وما لم اجده فیه اخذت بسنة رسول الله صلی الله علیه وسلم والآثار الصحاح عنه التی	میں مسئلہ کو جب "کتاب اللہ" میں پاتا ہوں تو وہاں سے لیتا ہوں اور جو وہاں نہ ملے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت اور آپ کی ان صحیح احادیث سے لیتا ہوں کہ جو ثقات کے

فشت فی ایدی الثقات[۱] - ہاتھوں شائع ہو چکی ہیں ۔

اور امام سفیان ثوری نے آپ کے اس طرز عمل کی شہادت ان الفاظ میں دی ہے

یاخذ بما صح عندہ من الاحادیث التی کان یحملھا الثقات و بالآخر من فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم[۲]	جو حدیثیں ان کے نزدیک صحیح ہوتی ہیں اور جن کو ثقات روایت کرتے چلے آتے ہیں اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری فعل ہوتا ہے، اسی سے لیتے ہیں ۔

"کتاب الآثار" میں امام ابوحنیفہ نے ان ہی "آثار صحاح" کو جن کی اشاعت ثقات کے ہاتھوں عمل میں آئی ہے جمع کر دیا ہے ۔ امام ممدوح نے اس کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری افعال و ہدایات کو مبناء اول اور آثار صحابہ و تابعین کو مبناء ثانی قرار دیا ہے ۔
غور کیجئے بعینہ یہی طرز امام صاحب کے تتبع میں امام مالک نے موطا میں اختیار فرمایا ہے جو بقول شاہ عبد العزیز محدث دھلوی "اصل و ام صحیحین است"۔ اس اعتبار سے کتاب الآثار "صحیحین کی ام الام" ہوئی ۔ شاہ صاحب موصوف نے "عجالہ نافعہ" میں یہ بھی لکھا ہے

صحیح بخاری و صحیح مسلم ہر چند در بسط و کثرت احادیث دہ چند موطا باشند لیکن طریق روایت احادیث و تمیز رجال و راہ اعتبار و استنباط از موطا آموختہ اند ۔[۳]	صحیح بخاری اور صحیح مسلم ہر چند کہ بسط و کثرت احادیث کے اعتبار سے موطا سے دس گنی ہیں لیکن روایت حدیث کا طریقہ رجال کی تمیز اور اعتبار و استنباط کا ڈھنگ موطا ہی سے سیکھا ہے ۔

ادھر فقہاء محدثین کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے ترتیب مضامین تو درکنار اپنی تصنیفات کے نام تک تجویز کرنے میں اس کی ہم آہنگی کی، چنانچہ امام ثلجی نے اپنی کتاب کا نام "تصحیح الآثار" اور امام طحاوی نے "معانی الآثار" اور "مشکل الآثار" اور امام طبری نے "تہذیب الآثار" رکھا ۔
بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ "کتاب الآثار" سے پہلے حدیث کی کوئی کتاب ابواب

---

[۱] مناقب صیمری ۔ [۲] الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ الفقہاء از حافظ ابن عبد البر ص۱۴۲ طبع مصر
[۳] عجالہ نافعہ ص۵ طبع مجتبائی دہلی ۔

پر مرتب نہ تھی۔ "کتاب الآثار" تصنیف ہوئی تو حدیث کی تبویب کا رواج ہوا۔ اور چونکہ اس میں تبویب کے ساتھ ساتھ صحیح روایات کے درج کرنے کا التزام تھا اس لئے بعد کو ابواب پر تصنیف کے لئے یہ ضروری سمجھا گیا کہ جہاں تک ہوسکے صحیح تر روایات درج کتاب کی جائیں۔ چنانچہ حافظ سیوطی "تدریب الراوی" میں لکھتے ہیں

ان المصنف علی الابواب انما یورد اصح ما فیه لیصلح للاحتجاج[1] — ابواب پر تصنیف کرنے والا اس مضمون کی صحیح تر روایت کو لاتا ہے جو استدلال کے لائق ہو۔

اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حسنِ ترتیب، جودتِ تالیف، صحتِ روایات اور ان کے انتخاب کے بارے میں کتاب الآثار نے بعد کی تصنیفات پر کتنا عمدہ اثر ڈالا ہے۔

کتاب الآثار کے نسخے

مؤطا، صحیح بخاری، سنن نسائی، سنن ابی داؤد اور دیگر کتبِ حدیث کی طرح "کتاب الآثار" کے بھی متعدد نسخے ہیں جن میں روایات کی تعداد کے لحاظ سے بھی فرق ہے اور ابواب کی تقدیم و تاخیر کے لحاظ سے بھی۔ چنانچہ بعض نسخوں میں بہت سی روایات ایسی ملتی ہیں جو دوسرے نسخوں میں نہیں پائی جاتیں۔ اسی طرح کسی نسخے میں کوئی روایت کہیں مذکور ہے اور کسی میں کہیں، اس قسم کا اختلاف کتبِ مذکورہ میں بھی پایا جاتا ہے اور ایسا ہونا لازمی تھا۔ کیونکہ امام ابوحنیفہ کے تمام شاگردوں نے "کتاب الآثار" کو ایک ہی وقت میں امام موصوف سے حاصل نہیں کیا تھا۔ بلکہ مختلف شاگردوں نے مختلف اوقات میں اس کا سماع کیا تھا۔ اس زمانے دستور تھا کہ استاد اپنے حفظ سے احادیث کا املا کراتا اور شاگرد اس کو لکھ لیا کرتے۔ اس اختلافِ اشخاص اور اختلافِ اوقات کی بنا پر ناگزیر تھا کہ روایات کی تعداد اور ابواب کی تقدیم و تاخیر میں کسی قدر اختلاف ضرور ہو۔ علاوہ ازیں نظرِ ثانی کے وقت اکثر اس میں اضافہ ہوتا رہتا تھا۔ چنانچہ امام عبداللہ بن مبارک جو امام ابوحنیفہ کے مشہور شاگرد ہیں فرماتے ہیں

كتبتُ كتب ابی حنیفة غیر مرّة كان یقع فیها زیادات فاكتبها[2]۔ — میں نے امام ابوحنیفہ کی تصانیف کو کئی بار نقل کیا کیونکہ ان میں اضافے ہوتے رہتے تھے اور مجھے انہیں لکھنا پڑتا۔

---

[1] "تدریب الراوی" ص ۵۶ طبع مصر۔ [2] مناقب صدر الائمہ ج ۲ ص ۱۶۸

محدثین نے کتاب الآثار کے جن نسخوں کا خاص طور پر ذکر کیا ہے وہ حسب ذیل ہیں

(۱) کتاب الآثار بروایت امام زفر بن الهذیل المتوفی سنہ ۱۵۸ھ

ان کے نسخہ کا ذکر حافظ امیر بن ماکولا المتوفی ۴۷۵ھ نے اپنی مشہور کتاب "الاکمال فی رفع الارتیاب[۱] عن المؤتلف والمختلف من الاسماء والکنی والانساب" کے باب الحصینی والجصینی میں کیا ہے۔ چنانچہ محدث احمد بن بکر جصینی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں

احمد بن بکر بن سیف ابوبکر الجصینی ثقة یمیل میل اهل النظر روی عن ابی وهب عن زفر بن الهذیل عن ابی حنیفة "کتاب الآثار"	احمد بن بکر بن سیف ابوبکر جصینی ثقہ ہیں۔ اہل نظر یعنی فقہاء حنفیہ کی طرف میلان رکھتے ہیں اور امام ابوحنیفہؒ سے کتاب الآثار کو بواسطہ امام زفر بن الہذیل ان کے شاگرد ابو وہب سے روایت کرتے ہیں۔

امام زفر کے اس نسخہ کا ذکر حافظ ابوسعد سمعانی شافعی نے کتاب الانساب[۲] میں اور حافظ عبدالقادر قرشی حنفی نے "الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ[۳]" میں بھی کیا ہے۔

واضح رہے کہ امام زفرؒ سے کتاب الآثار کی روایت ان کے تین شاگردوں نے کی ہے۔ ایک یہی ابو وہب محمد بن مزاحم مروزی۔ دوسرے شداد بن حکیم بلخی جن کے نسخے سے "جامع مسانید الامام الاعظم للخوارزمی" میں "مسند حافظ ابن خسرو بلخی" وغیرہ کے حوالہ سے بکثرت روایتیں منقول ہیں اور تیسرے حکم بن ایوب، پہلے دو نسخوں کا ذکر محدث حاکم نیشاپوری نے بھی اپنی مشہور کتاب "معرفۃ علوم الحدیث" میں بایں الفاظ کیا ہے:

نسخة لزفر بن الهذیل الجعفی تفرّد بها عنه شداد بن حکیم البلخی ونسخة ایضًا لزفر بن الهذیل الجعفی تفرّد بها ابو وهب محمد بن مزاحم المروزی عنه[۴]	زفر بن ہذیل جعفی کا ایک نسخہ ہے جس کو ان سے صرف شداد بن حکیم بلخی روایت کرتے ہیں اور زفر ہی کا ایک نسخہ اور ہے جس کو ان سے صرف ابو وہب محمد بن مزاحم مروزی روایت کرتے ہیں

---

[۱] اس کتاب کے قلمی نسخے کتب خانہ ریاست ٹونک اور کتب خانہ حیدرآباد دکن میں ہماری نظر سے گزرے ہیں
[۲] ملاحظہ ہو کتاب الانساب نسبت الجصینی یہ کتاب لیڈن (ہالینڈ یورپ) میں چھپی ہے۔
[۳] الجواہر المضیہ میں احمد بن بکر کا تذکرہ دیکھو۔ [۴] معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۶۴ طبع دار الکتب المصریہ

امام زفر کے تیسرے نسخے کا ذکر حافظ ابو الشیخ بن حبان نے اپنی کتاب "طبقات المحدثین باصبہان والواردین علیہا" میں احمد بن رستہ کے ترجمہ میں کیا ہے۔ چنانچہ ان کی عبارت درج ذیل ہے[1]

احمد بن رستہ بن بنت محمد المغیرۃ کان عندہ "السنن" عن محمد عن الحکم بن ایوب عن زفر عن ابی حنیفۃ	احمد بن رستہ جو محمد بن المغیرہ کے نواسے ہیں ان کے پاس "سنن" تھی جس کو وہ اپنے نانا محمد سے وہ حکم بن ایوب سے وہ زفر سے اور وہ اس کو امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے تھے

حافظ ابو الشیخ نے یہاں "کتاب الآثار" کو السنن کے نام سے ذکر کیا ہے اور چونکہ وہ اس کتاب میں ہر راوی کے ترجمہ میں اس کی روایت سے ایک دو حدیثیں بھی ذکر کرتے ہیں اس لئے اپنے معمول کے مطابق اس نسخہ سے بھی دو حدیثیں درج کی ہیں۔ اسی طرح حافظ ابو نعیم اصفہانی نے بھی "تاریخ اصبہان" میں اس نسخہ کی روایتیں نقل کی ہیں[2]۔ امام طبرانی کی "المعجم الصغیر"[3] میں بھی اس نسخہ کی ایک روایت موجود ہے۔

(۲) کتاب الآثار بروایت امام ابو یوسف المتوفی ۱۸۲ھ

اس نسخہ کا ذکر حافظ عبد القادر قرشی نے "الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ" میں کیا ہے چنانچہ امام یوسف بن ابی یوسف کے ترجمہ میں رقمطراز ہیں

روی "کتاب الآثار" عن ابیہ عن ابی حنیفۃ وھو مجلد ضخم۔	یہ اپنے والد کی سند سے امام ابو حنیفہ سے "کتاب الآثار" کی روایت کرتے ہیں جو ایک ضخیم جلد میں ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا ابو الوفا افغانی صدر "مجلس احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن" کو کہ انہوں نے بڑی تلاش اور کوشش سے اس نسخہ کو فراہم کرکے تصحیح و تحشیہ

---

[1] اس کتاب کا قلمی نسخہ کتبخانۂ آصفیہ حیدرآباد دکن میں ہماری نظر سے گزرا ہے۔ [2] یہ کتاب اب یورپ میں طبع ہو چکی ہے۔ میں نے اس کا قلمی نسخہ کتب خانۂ آصفیہ میں دیکھا ہے [3] ملاحظہ ہو ص ۳۳ طبع انصاری دہلی

کے اہتمام کے ساتھ نہایت عمدہ کاغذ پر ۱۳۵۵ھ میں مصر سے طبع کرا کر شائع کیا۔

امام ابویوسف سے بھی "کتاب الآثار" کے اس نسخہ کو دو شخص روایت کرتے ہیں ایک یہی ان کے صاحبزادے امام یوسف مذکور اور دوسرے عمرو بن ابی عمرو، محدث خوارزمی نے عمرو کی روایت کو "جامع المسانید" میں نسخہ ابی یوسف سے موسوم کیا ہے اور اس کتاب کے باب ثانی میں اس نسخہ کی اسناد بھی امام ابویوسف تک نقل کر دی ہے۔

(۳) کتاب الآثار بروایت امام محمد بن حسن شیبانی المتوفی ۱۸۹ھ

ان کا نسخہ "کتاب الآثار" کے تمام نسخوں میں متداول ترین، مشہور ترین اور مقبول ترین ہے اور اسی کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے "تعجیل المنفعۃ بزوائد الائمۃ الاربعہ" کے مقدمہ میں یہ لکھا ہے کہ

والموجود من حدیث ابی حنیفۃ انما ھو کتاب الآثار التی رواھا محمد بن الحسن عنہ۔	حدیث میں امام ابوحنیفہ کی جو مستقل کتاب موجود ہے وہ "کتاب الآثار" ہے جس کو امام محمد بن حسن نے ان سے روایت کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس نسخے میں جن راویوں سے حدیثیں مروی ہیں ان کے حالات میں دو اہم کتابیں لکھی ہیں پہلی تصنیف جو مستقل طور پر رجال "کتاب الآثار" سے متعلق ہے، اس کا نام "الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار" ہے۔ اس کتاب کا قلمی نسخہ میرے پاس بھی موجود ہے، دوسری کتاب یہی "تعجیل المنفعۃ" ہے جس میں حافظ صاحب موصوف نے صرف ان رواۃ حدیث کا تذکرہ لکھا ہے کہ جن سے ائمہ اربعہ امام اعظم، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل نے اپنی اپنی تصانیف میں حدیثیں نقل کی ہیں۔ مگر صحاح ستہ میں ان کے سلسلہ سے کوئی حدیث مروی نہیں ہے۔ چنانچہ اسی ذیل میں انہوں نے "تعجیل المنفعہ" میں "کتاب الآثار" امام محمد کے زوائد رجال کو بھی جمع کر دیا ہے۔ محدث سخاوی نے "الاعلان[۱] بالتوبیخ لمن ذم التاریخ" میں لکھا ہے کہ حافظ زین الدین قاسم بن قطلوبغا المتوفی ۸۷۹ھ نے بھی "رجال کتاب الآثار"

---

[۱] کتاب مذکور ص ۱۱۱ طبع دمشق ۱۳۴۹ھ

امام محمد پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے۔ ملا کاتب چلپی نے کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون" میں "کتاب الآثار" امام محمد پر امام طحاوی کی شرح کا بھی ذکر کیا ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے بھی مبسوط میں "کتاب الآثار" کے متعلق خود امام محمد کی شرح کا حوالہ دیا ہے[1]۔
اور علامہ تقی الدین احمد بن علی مقریزی نے "العقود فی تاریخ العہود"[2] میں حافظ قاسم بن قطلوبغا کی تصنیفات میں ان کی ایک کتاب التعلیق علی کتاب الآثار" کا بھی ذکر کیا ہے جو رجال "کتاب الآثار" کے علاوہ ہے۔ اسی طرح علامہ مرادی نے بھی "سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر" میں شیخ ابو الفضل نور الدین علی بن مراد موصلی عمری شافعی المتوفی سنہ ۱۱۴۷ھ کے ترجمہ میں ان کی "شرح کتاب الآثار" امام محمد کا ذکر کیا ہے، خود ہم نے اس کے رجال پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے اور اس نسخہ کی احادیث کو مسانید صحابہ پر مرتب کیا ہے۔ حال میں مولانا مفتی مہدی حسن شاہجہاں پوری نے بھی اس پر دو ضخیم جلدوں میں ایک مبسوط و محققانہ شرح لکھی ہے جس کے بارے میں مولانا ابو الوفا افغانی نے شرحاً حسناً لم یر مثلہ[3] (ایسی عمدہ شرح کہ جس کی نظیر دیکھنے میں نہیں آئی) کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

امام محمد سے بھی اس نسخہ کو ان کے متعدد شاگردوں نے روایت کیا ہے۔ مطبوعہ نسخہ امام ابو حفص کبیر اور امام ابو سلیمان جوزجانی کا روایت کردہ ہے۔ ان دونوں بزرگوں کے علاوہ امام ممدوح کے ایک اور شاگرد عمرو بن ابی عمرو بھی ان سے اس کتاب کی روایت کرتے ہیں۔ اور محدث خوارزمی نے "جامع المسانید" میں اسی نسخہ کو امام محمد سے موسوم کیا ہے۔ غالباً اس نسخہ میں فتاوی تابعین کو ذکر نہیں کیا گیا بلکہ صرف احادیث ہی درج ہیں اور شاید اسی بنا پر اس کو مسند ابی حنیفہ کہا جاتا ہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو مبسوط سرخسی جلد ۱ ص ۸ طبع مصر سنہ ۱۳۲۴ھ اس کی اصل عبارت یہ ہے
فقد ذکر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرح الآثار لہ الخ۔ [2] الضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع للسخاوی میں حافظ قاسم کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ [3] مقدمہ "کتاب الآثار" امام ابو یوسف۔ از مولانا افغانی دامت برکاتہم

امام ابوحفص کبیر اور امام ابوسلمان جوزجانی چونکہ فقہ حنفی کے ارکان نقل ہیں اس لئے "کتاب الآثار" کے تمام نسخوں میں ان ہی حضرات کی روایت کو زیادہ فروغ ہوا۔ کاتب الحروف بھی "کتاب الآثار" امام محمد کو امام ابوحفص کبیر ہی کے طریق سے روایت کرتا ہے۔ جس کی سند درج ذیل ہے۔

اجازنی الشیخ الفقیہ العالم المحدّث مولانا ابوالوفا الافغانی ادامہ اللہ بالعز والکرامۃ قال اجازنی الشیخ عبد القادر بن الشیخ محمد الحواری الزبیری المدنی مدیر مکتبۃ شیخ الاسلام عارف حکمت بمدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی شہر اللہ المحرم ۱۳۷۲ھ عن الشیخ علی ظاہر الوتری عن الشیخ عبد الغنی الدہلوی عن الشیخ محمد عابد السندی عن عمہ الشیخ محمد حسین بن محمد مراد الانصاری قال اجازنی الشیخ عبد الخالق بن علی المزجاجی قال قرأتُ علی الشیخ محمد بن علاء الدین المزجاجی عن الشیخ احمد بن محمد النخلی عن الشیخ محمد بن علاء الدین البابلی عن ابی النجا سالم بن محمد السنہوری عن النجم محمد بن احمد بن علی الغیطی عن شیخ الاسلام زکریا الانصاری عن الحافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی انا بہا ابو عبد اللہ الجریری محمد بن علی بن صلاح انا القوام امیر کاتب بن امیر عمر بن غازی الاتقانی انا البرہان احمد بن اسعد بن محمد البخاری والحسام حسین بن علی السغناقی قالا انا فخر الحرمین حافظ الدین محمد بن محمد بن نصر البخاری انا الامام محمد بن عبد الستار الکردری انا عمر بن عبد الکریم الورسکی انا عبد الرحمٰن بن محمد الکرمانی انا ابوبکر بن الحسین الارسابندی انا ابو عبد اللہ الزوزنی انا ابو زید الدبوسی انا ابو جعفر الاستروشنی و ابو علی الحسین بن خضر النسفی انا ابوبکر محمد بن الفضل انا ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی انا ابو عبد اللہ محمد بن ابی حفص الکبیر انا ابی انا الامام محمد بن الحسن الشیبانی

(۴) کتاب الآثار بروایتِ امام حسن بن زیاد لؤلؤی المتوفی ۲۰۴ھ

اس نسخہ کا ذکر حافظ ابن حجر عسقلانی نے "لسان المیزان" میں کیا ہے۔ چنانچہ محدث محمد بن ابراہیم جبیش بغوی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں :

محمد بن ابراهيم بن جبيش البغوى روى عن محمد بن شجاع الثلجي عن الحسن بن زياد عن ابي حنيفة "كتاب الآثار"[۱]

محمد بن ابراہیم بن جبیش بغوی، محمد بن شجاع ثلجی سے وہ امام حسن بن زیاد سے اور وہ امام ابوحنیفہؒ سے "کتاب الآثار" کو روایت کرتے ہیں۔

حافظ ابن قیمؒ کی "اعلام الموقعین" کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نسخہ ان کے بھی پیش نظر تھا۔ چنانچہ انہوں نے اس نسخہ سے حسب ذیل حدیث نقل کی ہے۔

قال الحسن بن زياد اللؤلؤى ثنا ابو حنيفة قال كنا عند محارب بن دثار وكان متكئا فاستوى جالسا ثم قال سمعت ابن عمر يقول سمعت رسول الله

---

[۱] واضح رہے کہ لسان المیزان کے مطبوعہ نسخہ میں یہ عبارت اس طرح مذکور ہے :

محمد بن ابراهيم بن حسن البغوى روى عن محمد بن نجيح البلخى عن الحسن بن زياد عن محمد بن الحسن عن ابي حنيفة "كتاب الآثار"

لیکن طباعت کے اندر اسماء میں سخت تصحیف ہوگئی ہے۔ جبیش البغوی کی بجائے حسن البغوی غلط چھپ گیا۔ اسی طرح شجاع الثلجی کی جگہ نجیح البلخی محض غلط ہے اور عن الحسن بن زیاد عن ابی حنیفۃ کے درمیان عن محمد بن الحسن کا اضافہ اگر اصل منقول عنہ میں بھی موجود ہے تو یقیناً غلط ہے بہر حال مطبع کے مصححین نے یہاں تصحیح کا اہتمام بالکل نہیں کیا۔ قلمی نوشتوں کے پڑھنے میں اسماء کی غلطی تو بالکل معمولی بات ہے۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے متعلق تو مشہور ہے کہ وہ نہایت بدخط تھے خود ہم نے حافظ صاحب کے قلم کا لکھا ہوا "اتحاف المہرہ" کا نسخہ دیکھا ہے فی الواقع ان کے نوشتہ کا صحیح پڑھ لینا ہر شخص کا کام نہیں ہے۔ محمد بن ابراہیم بن جبیش بغوی اور امام محمد بن شجاع ثلجی دونوں بڑے مشہور و معروف محدث گزرے ہیں۔ حافظ خطیب بغدادی نے ان دو حضرات کا مفصل تذکرہ تاریخ بغداد میں لکھا ہے اور چونکہ یہ دونوں حنفی ہیں اس لئے وہ اپنی عادت کے مطابق ان دونوں کے خلاف تعصب کا اظہار کئے بغیر نہ رہ سکے۔

صلی اللہ علیہ وسلم لیاتین علی الناس یوم تشیب فیہ الولدان وتضع الحوامل مافی بطونہا[1] ۔ الحدیث

محدث علی بن عبدالمحسن دوالیبی حنبلی نے اپنے "ثبت" میں اس نسخہ سے ساٹھ حدیثیں نقل کی ہیں جن کو محدث ناقد شیخ محمد زاھد کوثری حنفی نے اپنی مشہور تصنیف "الامتاع بسیرۃ الامامین الحسن بن زیاد وصاحبہ محمد بن شجاع" میں بتمام وکمال نقل کردیا ہے ۔

محدث خوارزمی نے "جامع مسانید" میں اس نسخہ کو "مسند ابی حنیفہ للحسن بن زیاد" سے موسوم کیا ہے اور کتاب مذکور کے باب ثانی میں اس نسخہ کی اسناد بھی امام لؤلؤی تک نقل کردی ہے ۔ خوارزمی کی طرح دیگر محدثین بھی اس کو "مسند ابی حنیفہ" ہی کے نام سے روایت کرتے ہیں ۔ خود حافظ ابن حجر عسقلانی کی مرویات میں بھی یہ نسخہ موجود تھا ۔ اس نسخہ کی اسانید واجازات کو محدث علی بن عبدالمحسن الدوالیبی الحنبلی نے اپنے "ثبت" میں اور حافظ ابن طولون حنفی نے "الفہرست الاوسط" میں اور حافظ محمد بن یوسف دمشقی شافعی مصنف "سیرۃ شامیہ" نے "عقود الجمان" میں اور محدث ایوب خلوتی حنفی نے اپنے "ثبت" میں اور خاتمۃ الحفاظ ملا محمد عابد سندھی نے "حصر الشارد فی اسانید الشیخ محمد عابد" میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے ۔ اور علامہ محدث محمد زاہد کوثری نے ان سب کو "الامتاع" میں نقل کردیا ہے ۔ جو ۱۳۶۸ھ میں مصر میں چھپ کر شائع ہوچکی ہے ۔

ان حضرات کے علاوہ خود حضرت امام کے صاحبزادے الامام بن الامام حماد بن ابی حنیفہ المتوفی ۱۷۰ھ اور مشہور محدث محمد بن خالد الوہبی المتوفی قبل ۱۹۰ھ کی روایت سے بھی "کتاب الآثار" کے نسخے مروی ہیں ۔ چنانچہ "جامع مسانید" میں محدث خوارزمی نے ان دونوں نسخوں سے حدیثوں کی روایت کی ہے ۔ اور کتاب مذکور کے باب ثانی میں

---

[1] اعلام الموقعین جلد ۱ ص ۲۴۳ طبع اشرف المطابع دہلی ۔

اپنی اسناد بھی ان دونوں حضرات تک نقل کر دی ہے۔ خوارزمی نے ان دونوں نسخوں کا ذکر بھی "مسند ابی حنیفہ" ہی کے نام سے کیا ہے

یہ ملحوظ خاطر رہے کہ چونکہ محدث خوارزمی نے ان نسخوں کو "مسند" کہا ہے اس لئے بعد کے اکثر مصنفین بھی ان کو مسند ہی کے نام سے ذکر کرنے لگے۔ متقدمین کا دستور ہے کہ وہ ایک کتاب کو متعدد ناموں سے ذکر کر دیا کرتے ہیں مثلاً دارمی کی تصنیف کو "مسند دارمی" بھی کہتے ہیں اور "سنن دارمی" بھی۔ ترمذی کی کتاب کو سنن بھی کہتے ہیں اور جامع بھی اسی طرح "کتاب الآثار" کے ان نسخوں کو کبھی علماء نے "مسند" کے نام سے ذکر کیا ہے اور کبھی "سنن" کے نام سے اور کبھی "کتاب الآثار" کے نام سے اور کبھی صرف نسخہ ہی لکھ دیا ہے۔ لیکن امام ابو حنیفہ کے مجموعہ حدیث کا اصل نام جس کو خود امام ممدوح نے مرتب فرمایا تھا "کتاب الآثار" ہی ہے۔ ملک العلماء امام علاء الدین کاشانی نے بھی "بدائع الصنائع" میں اس کا ذکر "آثار ابی حنیفہ" ہی کے نام سے کیا ہے[1]

شیخ محمد سعید سنبل نے لکھا ہے کہ چونکہ "کتاب الآثار" امام محمد میں تابعین سے زیادہ روایتیں منقول ہیں۔ اس بنا پر خود انہوں نے اس کا نام "الآثار" رکھا ہے[2]۔ لیکن شیخ صاحب کو شاید یہ معلوم نہیں کہ تابعی کے قول کو "اثر" سے تعبیر کرنا متاخرین کی اصطلاح ہے متقدمین کے یہاں اثر کا اطلاق موقوف مرفوع سب پر ہوتا تھا۔ خود امام محمد نے بھی "کتاب الآثار" اور "موطا" میں اس لفظ کو اس کے عام معنی ہی میں استعمال کیا ہے۔ ہاں اس کتاب کے جن نسخوں کو علماء نے "مسند" سے موسوم کیا ہے وہ اسی بنا پر کیا ہے کہ ان نسخوں میں مرفوع حدیثیں زیادہ ہیں۔ اور چونکہ کتاب الآثار کا موضوع احادیث احکام یعنی سنن ہیں اس بنا پر بعض محدثین نے اس نام سے بھی اس کا ذکر کر دیا ہے،

---

[1] بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع جلد ۱ صفحہ ۲۲۰ طبع مصر۔
[2] اوائل شیخ محمد سعید سنبل صفحہ ۸ طبع احمدی دہلی۔

مذکورہ بالا چھ حضرات کے علاوہ جن کے ذریعہ سے "کتاب الآثار" کا سلسلہ امت میں باقی رہا کتبِ تاریخ میں اور جن محدثین کے متعلق یہ پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ سے اس کتاب کا سماع کیا ہے وہ یہ ہیں :

۱- **امام عبد اللہ بن المبارك** - جن کی تصریح سابق میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ "میں نے ابوحنیفہ کی کتابوں کو کئی دفعہ لکھا ہے اور محدث خطیب بغدادی نے "تاریخِ بغداد" میں حمیدی شیخ بخاری کی زبانی نقل کیا ہے۔

سمعتُ عبد اللہ بن المبارك يقول كتبت عن ابي حنيفة اربعمائة حديث	میں نے عبداللہ بن مبارک کو یہ کہتے سنا کہ امام ابوحنیفہ سے میں نے چارسو حدیثیں لکھی ہیں۔

۲- **امام حفص بن غیاث** - ان سے حافظ عارثی نے بسند نقل کیا ہے کہ

سمعتُ من ابی حنیفة كتبه وآثاره[1]	میں نے امام ابوحنیفہ سے ان کی کتابوں کو اور ان کے آثار کو سُنا ہے۔

۳- **شیخ الاسلام عبد اللہ بن یزید مقری** - ان کے بارے میں علامہ کردری لکھتے ہیں

سمع من الامام تسعمائة حديث[2]	انہوں نے امام ابوحنیفہ سے نوسو حدیثیں سنی ہیں۔

۴- **امام وکیع بن الجراح** - ان کے متعلق حافظ ابن عبدالبرؒ جامع بیان العلم میں سید الحفاظ یحییٰ بن معین سے ناقل ہیں کہ

ما رأيتُ احداً اقدمه على وكيع وكان يفتي برأي ابي حنيفة وكان يحفظ حديثه كله وكان قد سمع من ابي حنيفة حديثاً كثيراً[3]	میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا کہ جسے وکیع پر مقدم کروں اور وہ ابوحنیفہ کے قول پر فتوی دیتے تھے اور ان کی حدیثیں ساری انہیں حفظ تھیں اور انہوں نے امام ابوحنیفہ سے بہت حدیثیں سنی تھیں۔

---

[1] ملاحظہ ہو "مناقب الامام الاعظم" از صدر الائمہ جلد ۲ ص ۴۰۔ [2] "مناقب الامام الاعظم" از امام کردری جلد ۲ ص ۲۳۱
[3] جامع بیان العلم جلد ۲ ص ۱۴۹ طبع مصر۔

۵۔ حماد بن زید۔ یہی حافظ ابن عبد البر الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ الفقہاء میں رقمطراز ہیں

وروی حماد بن زید عن ابی حنیفۃ احادیث کثیرۃ[۱]	حماد بن زید نے امام ابو حنیفہ سے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں

۶۔ خالد الواسطی۔ ان کے بارے میں بھی ابن عبد البر نے الانتقاء میں یہی تصریح کی ہے

وروی عنہ خالد الواسطی احادیث کثیرۃ[۲] (واضح رہے کہ حافظ ابن عبد البر کے نزدیک احادیث کثیرہ کی تعداد کم از کم اتنی ہے جتنی کہ مؤطا کی روایات ہیں۔ کیونکہ انہوں نے امام محمد کے تذکرہ میں بھی یہی الفاظ لکھے ہیں کتب عن مالک کثیرا من حدیثہ[۳] حالانکہ امام محمد نے امام مالک سے پوری مؤطا کا سماع کیا ہے)

۷۔ اسد بن عمرو۔ محدث صیمری نے ابو نعیم فضل بن دکین سے بسند ان کے متعلق تصریح نقل کی ہے

اول من کتب کتب ابی حنیفۃ اسد بن عمرو[۴]	اسد بن عمرو پہلے شخص ہیں جنہوں نے امام ابو حنیفہ کی کتابوں کو لکھا ہے

یہ وہ تیرہ ارکان نقل ہیں کہ جن میں سے ہر ایک علم فقہ وحدیث کا آفتاب و ماہتاب ہے۔ یاد رہے بجز مؤطا امام مالک کے اور کسی کتاب کے راوی اس قدر جلالت علمی کے حامل نہیں ہیں یہ بھی خیال رہے کہ یہ صرف ان لوگوں کا ذکر ہے جنہوں نے امام ابو حنیفہ سے اس کتاب کو سنا ہے ورنہ امام ممدوح سے روایت حدیث کا سلسلہ تو اتنا وسیع ہے کہ بقول حافظ ذہبی

روی عنہ من المحدثین والفقہاء عدۃ لا یحصون[۵]	ان سے محدثین اور فقہاء کی اتنی بڑی تعداد نے حدیثیں روایت کی ہیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا

واللہ اعلم وعلمہ اتم

---

[۱] الانتقاء ص۱۳۰ طبع مصر۔ [۲] ایضاً ص۱۳۶

[۳] یعنی انہوں نے امام مالک سے ان کی بہت سی حدیثیں لکھی ہیں (الانتقاء ص۱۷۴)

[۴] "الجواہر المضیۃ" ترجمہ اسد بن عمرو

[۵] "مناقب ابی حنیفہ" از حافظ ذہبی ص۱۱

مقدمہ

مؤطا امام محمدؒ

از

محقق العصر

مولانا محمد عبد الرشید نعمانیؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

رسول اللہ جو کچھ تم کو دیں اس کو لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز آجاؤ

موطا امام محمدؒ

مترجم اردو

ایک ہزار سے زائد احادیث نبویؐ کا گراں بہا و بے نظیر مجموعہ

جسکو

حضرت امام مالکؒ نے دس ہزار احادیث نبویؐ سے منتخب فرمایا تھا

بروایت :- حضرت امام محمدؒ رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ و فوائد :- خواجہ عبد الوحید صاحب

ناشران

محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب

قرآن محل، مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدمہ موطا امام محمدؒ

از

جناب مولانا محمد عبد الرشید صاحب نعمانی

فقہ واحکام کی کتابوں میں جو اہمیت موطا کو حاصل ہے محتاج بیان نہیں، حافظ ذہبی فرماتے ہیں۔

ان للموطا لوقعا فی النفوس ومهابة فی القلوب لا یوازیها شیء ۱؎

بلاشبہ موطا کی دلوں میں جو وقعت ہے اور قلوب میں جو ہیبت ہے اس کا کوئی چیز مقابلہ نہیں کر سکتی۔

تاہم ارباب نظر کا اس میں اختلاف ہے کہ موطا کا صحیح مقام کیا ہے حضرت امام شافعی کی رائے حسب ذیل ہے۔

ما علی ظهر الارض کتاب بعد کتاب اللہ اصح من کتاب مالک ۲؎

روئے زمین پر کتاب اللہ کے بعد کوئی کتاب مالک کی کتاب سے صحیح تر نہیں ہے۔

اور حافظ ابو زرعہ رازی المتوفی ۲۶۴ھ جو فن جرح وتعدیل کے مشہور امام ہیں یہ فرماتے ہیں۔

لو حلف رجل بالطلاق علی احادیث مالک فی الموطا انها صحاح لم یحنث ۳؎

اگر کوئی شخص حلف اٹھا کر یوں کہے کہ موطا میں امام مالک کی جو حدیثیں ہیں وہ صحیح نہ ہوں تو میری بیوی کو طلاق ہے تو ایسی صورت میں طلاق واقع نہ ہو۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی بستان المحدثین میں امام ابو زرعہ کے اس قول کو نقل کر کے لکھتے ہیں۔

وایں وثوق واعتماد بر کتب دیگر نیست ۴؎

اور یہ وثوق واعتماد دوسری کتابوں پر نہیں ہے

بعد کے علماء میں حافظ مغرب علامہ یوسف ابن عبد البر قرطبی مالکی المتوفی ۴۶۳ھ کی یہ تصریح ہے۔

الموطا لا مثیل له ولا کتاب فوقه بعد کتاب اللہ فهو جلل ۵؎

کتاب اللہ کے بعد نہ موطا کے مثل کوئی کتاب ہے اور نہ اس سے بڑھ کر۔

ایک دوسرے مالکی عالم حافظ ابوبکر ابن العربی المتوفی ۵۴۳ھ یہ لکھتے ہیں

ان کتاب الجعفی هو الاصل الثانی فی هذا الباب والموطا هو الاصل واللباب وعلیهما

جعفی (امام بخاری) کی کتاب اس فن میں اصل ثانی ہے اور موطا اصل اول اور مغز ہے اور ان ہی دونوں پر سب نے بنا

۱؎ مقدمہ التعلیق الممجد علی موطا الامام محمد از مولانا محمد عبد الحی لکھنوی فرنگی محلی، بحوالہ سیر النبلاء از امام ذہبی ۲؎ مقدمہ تنویر الحوالک شرح موطا از سیوطی، ۳؎ تزیین الممالک بمناقب الامام مالک از سیوطی ص ۴۴ طبع خیریہ مصر ۱۳۲۵ھ ۴؎ بستان المحدثین ص ۸ طبع سعدی لاہور ۵؎ مقدمہ التقصی فی مسند حدیث الموطا ومرسلہ از حافظ ابن عبد البر ۱۲

بنام الجیع کالقشیری والترمذی [۱] — رکھی ہے جیسے کہ قشیری (امام مسلم) اور ترمذی ہیں۔

ہمارے دیار کے متاخرین محدثین میں شاہ ولی اللہ اور ان کے فرزند اکبر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بھی اسی خیال کا اظہار کیا ہے چنانچہ شاہ عبدالعزیز، عجالہ نافعہ میں لکھتے ہیں۔

مؤطا گویا اصل و ام صحیحین است...... و صحیح بخاری و صحیح مسلم ہر چند در بسط و کثرت احادیث دہ چند مؤطا باشد لیکن طریق روایت احادیث و تمیز رجال و راہ اعتبار و استنباط از مؤطا آموختہ اند۔

موطا گویا صحیحین کی اصل اور جڑ ہے...... اور صحیح بخاری و صحیح مسلم اگرچہ بسط و کثرت احادیث کے لحاظ سے مؤطا سے دس گنی ہیں لیکن روایت حدیث کا طریقہ رجال کی تمیز اور اعتبار و استنباط کا ڈھنگ انہوں نے مؤطا ہی سے سیکھا ہے

لیکن محدثین شوافع کے نزدیک مؤطا کا درجہ صحیحین سے بڑھ کر تو کیا صحیحین کے برابر بھی نہیں رہی امام شافعی کی مذکورہ بالا تصریح تو اس کے متعلق شیخ ابن صلاح، مقدمہ علوم الحدیث میں لکھتے ہیں۔

واما ما رویناہ عن الشافعی رضی اللہ عنہ من انہ قال ما اعلم فی الارض کتابا فی العلم اکثر صوابا من کتاب مالک و منہم من رواہ بغیر ھذا اللفظ فانما قال ذلک قبل وجود کتابی البخاری ومسلم

اور امام شافعی رضی اللہ عنہ سے جو یہ روایت ہم تک پہنچی ہے کہ انہوں نے یوں فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ روئے زمین پر کوئی کتاب اس علم میں مالک کی کتاب سے صحت میں زیادہ ہے اور بعض لوگوں نے اس کو امام شافعی سے دوسرے الفاظ میں بھی نقل کیا ہے سو امام ممدوح کا یہ فرمانا بخاری و مسلم کی کتابوں کے وجود میں آنے سے پہلے کا ہے۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں۔

ان الشافعی اطلق علی الموطا افضلیۃ الصحۃ بالنسبۃ الی الجوامع الموجودۃ فی زمنہ کجامع سفیان الثوری ومصنف حماد بن سلمۃ وغیرہ [۲]

امام شافعی نے مؤطا کو جو صحت کے اعتبار سے افضل بتایا ہے وہ ان جوامع کے لحاظ سے ہے کہ جو ان کے زمانہ میں موجود تھیں جیسے کہ جامع سفیان ثوری اور مصنف حماد بن سلمہ وغیرہ

اس بنا پر ان حضرات کے خیال میں مؤطا کو کتب حدیث میں جو فوقیت حاصل ہے وہ صحاح کے اعتبار سے نہیں بلکہ مسانید و جوامع کے اعتبار سے ہے چنانچہ حافظ سیوطی، تدریب الراوی میں لکھتے ہیں۔

صرح الخطیب وغیرہ بان الموطا مقدم علی کل کتاب من الجوامع والمسانید۔

خطیب بغدادی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ مؤطا جوامع و مسانید میں سے ہر ایک کتاب پر مقدم ہے۔

اور اس تصریح کی بنا پر مؤطا کا جو درجہ ہے وہ بقول حافظ سیوطی

فعلی ھذا ھو بعد صحیح الحاکم [۳] — صحیح حاکم کے بعد ہے۔

---

[۱] مقدمہ عارضۃ الاحوذی شرح ترمذی از حافظ ابن العربی [۲] جوامع سے مراد یہاں اہل علم کی وہ کتابیں ہیں جو مسند و موقوف ہر قسم کی روایات کی جامع ہوں [۳] تدریب الراوی ص ۲۱ طبع مصر ۱۳۰۷ھ یہ خیال رہے کہ تدریب میں طباعت کی غلطی سے یہاں بعد کی بجائے بعض چھپ گیا ہے۔

اب متاخرین میں یہ بحث ہے کہ صحاح ستہ میں صحیحین، سنن نسائی، سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی کے علاوہ چھٹی کتاب موطا کو شمار کیا جائے یا سنن ابن ماجہ کو علامہ ابن الاثیر جزری شافعی المتوفی ۶۰۶ھ نے جامع الاصول من احادیث الرسول میں محدث رزین[1] بن معاویہ عبدری مالکی المتوفی ۵۳۵ھ مصنف التجرید للصحاح والسنن کی اتباع میں چھٹی کتاب موطا ہی کو قرار دیا ہے لیکن اکثر متاخرین کے نزدیک صحاح ستہ کی آخری کتاب موطا کی بجائے "سنن ابن ماجہ" ہی ہے چنانچہ محدث ابوالحسن سندی، شرح سنن ابن ماجہ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

غالب المتاخرین علی انه سادس الستة

اکثر متاخرین اس طرف ہیں کہ صحاح ستہ کی چھٹی کتاب سنن ابن ماجہ ہے۔

بہرحال صحاح ستہ میں اس کا شمار ہو یا نہ ہو اتنا ان حضرات کو بھی تسلیم ہے کہ موطا حدیث کی ان مہتم بالشان کتابوں میں سے ہے کہ جس کی طرف اعتنا کرنا ضروری ہے چنانچہ شیخ ابن صلاح نے مقدمہ علوم الحدیث میں معرفۃ آداب طالب الحدیث کے ذیل میں جن کتابوں کیطرف خصوصیت کے ساتھ اعتنا کرنے کی ہدایت کی ہے ان میں ایک موطا بھی ہے شیخ موصوف کی عبارت اس سلسلہ میں حسب ذیل ہے۔

ولتقدم العناية بالصحيحين ثم بسنن ابی داؤد وسنن النسائی وكتاب الترمذی ضبطا لمشكلها وفهما لخفی معانيها، ولا يخدعن عن كتاب السنن الكبير للبيهقی فانا لا نعلم مثله فی بابه ثم بسائر ما تمس حاجة صاحب الحديث اليه من كتب المسانيد كمسند احمد ومن كتب الجوامع المصنفة فی الاحكام المشتملة على المسانيد وغيرها، فموطا مالك هو المقدم منها۔

اور سب سے پہلے صحیحین سے اعتنا کرنا چاہیئے پھر سنن ابی داؤد، سنن نسائی اور کتاب ترمذی سے بایں طور کہ ان کے مشکل الفاظ کو ضبط کرلے اور ان کے مخفی مطالب کو سمجھ لے اور بیہقی کی سنن کبیر سے غفلت نہ برتنا چاہیئے کیونکہ اپنے موضوع پر اس کی نظیر ہمارے علم میں نہیں ہے پھر ان ساری کتابوں کے ساتھ اعتنا چاہیئے جن کی محدث کو ضرورت پڑتی ہے مسانید ہوں جیسے کہ مسند امام احمد ہے کتب جوامع ہوں کہ جو احکام کے متعلق تصنیف کی گئی ہیں اور مسند و غیر مسند دونوں روایات پر مشتمل ہوتی ہیں ان میں امام مالک کی موطا سب سے مقدم ہے

شیخ ابن صلاح چونکہ پکے شافعی ہیں اس لئے انہوں نے مسند امام احمد بن حنبل اور موطا امام مالک سے بھی پہلے بیہقی کی سنن کبیر کیطرف توجہ دلائی ہے۔

اور محدث ابن حزم ظاہری المتوفی ۴۵۶ھ جو ارباب ظاہر کے امام ہیں انہوں نے تو موطا کا درجہ بہت ہی موخر کر دیا ہے چنانچہ مراتب الدیانہ میں ان لوگوں کی تردید کرتے ہوئے جو موطا کو اس فن کی اجل مصنفات میں شمار کرتے ہیں یوں رقمطراز ہیں۔

---

[1] جامع الاصول اور مشکوۃ وغیرہ میں جو رواہ رزین کے الفاظ آتے ہیں اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ بھی بخاری و مسلم کیطرح اپنی اسناد سے کچھ حدیثیں نقل کرتے ہیں بلکہ جیسا کہ محدث امیر یمانی نے توضیح الافکار (ج ۱ ص ۸۲، ۸۳) میں لکھا ہے یہ موطا کے مختلف نسخوں کی روایتیں ہیں۔

بلکہ سب کتابوں میں تعظیم کی سب سے زیادہ مستحق صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح سعید بن السکن، منتقی ابن جارود، اور منتقی قاسم بن اصبغ ہیں، پھر ان کتابوں کے بعد کتاب ابی داؤد، کتاب نسائی مصنف قاسم بن اصبغ، مصنف ابی جعفر طحاوی (معروف بشرح معانی الآثار) مسند بزار مسند ابوبکر بن ابی شیبہ، مسند عثمان بن ابی شیبہ، مسند احمد بن حنبل، مسند اسحاق بن راہویہ مسند طیالسی، مسند حسن بن سفیان، مسند ابن سنجر، مسند عبداللہ بن محمد المسندی، مسند یعقوب بن شیبہ، مسند علی بن المدینی، مسند ابن ابی عزرہ اور اسی قسم کی وہ کتابیں ہیں کہ جو صرف کلام نبوی کے لئے مختص ہیں پھر وہ کتابیں کہ جن میں کلام نبوی کے ساتھ ساتھ اور لوگوں (صحابہ وتابعین وغیرہ) کا کلام بھی موجود ہے اور ان میں وہ کتابیں زیادہ بلند پایہ ہیں صحیح رو ائتیں درج ہیں جیسے کہ مصنف عبدالرزاق، مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ، مصنف بقی بن مخلد، کتاب محمد بن نصر مروزی، ابن المنذر کی کتاب الاکبر، اور کتاب الاصغر، پھر مصنف حماد بن سلمہ، موطا مالک بن انس۔ موطا ابن ابی ذیب، موطا ابن وہب، مصنف وکیع، مصنف محمد بن یوسف فریابی، مصنف سعید بن منصور شمائل احمد، فقہ ابی عبید اور فقہ ابن ثور ہیں ۔[۱]

حافظ شمس الدین ذہبی سیر النبلاء میں ابن حزم کی اس رائے کو نقل کر کے لکھتے ہیں۔

قلت ما انصف ابن حزم بل رتبة الموطا ان یذکر تلو الصحیحین مع سنن ابی داؤد والنسائی۔

میں کہتا ہوں ابن حزم نے انصاف سے کام نہیں لیا، بلکہ موطا کا رتبہ تو یہ تھا کہ اس کو صحیحین کے بعد سنن ابی داؤد اور سنن نسائی کے ساتھ ذکر کیا جاتا۔

حافظ ذہبی کے اس بیان کی روشنی میں موطا کے بارے میں خطیب بغدادی اور شیخ ابن صلاح نے جو طرز عمل اختیار کیا ہے اس پر بھی رائے قائم کی جا سکتی ہے، اصل بات یہ ہے کہ موطا میں چونکہ مرسل منقطع اور بلاغات بھی ہیں اس لئے وہ لوگ جو حدیث مرسل کو حجت نہیں سمجھتے موطا کو صحیح ماننے کے لئے تیار نہیں چنانچہ حافظ زین الدین عراقی شافعی المتوفی ۸۰۶ھ التقیید والایضاح میں لکھتے ہیں۔

ان مالکا رحمه الله لم یفرد الصحیح بل ادخل فیه المرسل والمنقطع والبلاغات ومن بلاغاته احادیث لا تعرف کما ذکره ابن عبد البر فلم یفرد الصحیح اذا (ص ۱۳ طبع حلب ۱۳۵۰ھ)

امام مالک رحمہ اللہ نے صرف صحیح حدیثوں کو الگ نہیں کیا بلکہ اس میں مرسل، منقطع اور بلاغات کو بھی داخل کر دیا ہے اور ان کی بلاغات میں بعض ایسی حدیثیں بھی ہیں کہ جن کا پتہ نہیں چلتا جیسا کہ حافظ ابن عبدالبر نے بیان کیا ہے لہذا ایسی صورت میں انہوں نے صرف صحیح حدیثوں کو علیحدہ نہیں کیا ہے

---

[۱] ملاحظہ ہو تدریب الراوی ص ۳۳، مقدمہ التعلیق الممجد بحوالہ سیر النبلاء از امام ذہبی، تذکرۃ الحفاظ ذہبی، ترجمہ ابن حزم۔ [۲] مرسل وہ روایت ہے جسکو تابعی خود آنحضرت صلعم سے روایت کرے اور بیچ کے صحابی وغیرہ کا نام ذکر نہ کرے اور منقطع وہ روایت ہے جس کی سند میں بیچ کے کسی راوی کا ذکر رہ جائے، "بلاغ" وہ روایت ہے جس کی مؤلف سند ذکر نہ کرے بلکہ یوں کہے کہ یہ روایت مجھ کو پہنچی ہے۔

لیکن امام حافظ مغلطائی حنفی المتوفی سنہ ۷۶۲ھ پہلے ہی لکھ چکے ہیں کہ۔

لا فرق بين الموطا والبخاري في ذلك لوجوده ايضًا في البخاري من التعاليق ونحوها [1]

اس بارے میں مؤطا اور بخاری میں کوئی فرق نہیں کیونکہ یہ چیزیں تو بخاری میں بھی ہیں چنانچہ اس میں تعلیقات[2] اور اسی قسم کی چیزیں موجود ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام مغلطائی کے اس بیان پر یہ نکتہ سنجی کی ہے کہ

كتاب مالك صحيح عنده وعند من يقلده على ما اقتضاه نظره من الاحتجاج بالمرسل والمنقطع وغيرهما لا على الشرط الذي استقر عليه العمل في حد الصحة والفرق بين ما فيه من المنقطع وبين ما في البخاري ان الذي في الموطا هو كذلك مسموع لمالك غالبًا وهو حجة عنده والذي في البخاري قد حذف اسناده عمدًا لاغراض قررت في التعاليق [3]

امام مالک کی کتاب خود ان کے نزدیک اور انکے مقلدین کے نزدیک صحیح ہے کیونکہ انکی نظر مرسل اور منقطع وغیرہ سے احتجاج کی مقتضی ہے اور صحت کی تعریف میں جس شرط پر کہ عمل قرار پایا ہے اس کے مطابق صحیح نہیں ہے اور مؤطا اور بخاری دونوں کی منقطع روایات میں فرق یہ ہے کہ مؤطا میں جو روایتیں ہیں وہ اکثر امام مالک کی اسی طرح سنی ہوئی ہیں اور بخاری میں جو روایتیں ہیں ان کی اسناد بالارادہ ان وجوہ کی بنا پر جنکی میں نے تعلیقات کے باب میں تقریر کی ہے حذف کر دی گئی ہے۔

حافظ صاحب کی اس نکتہ سنجی پر محدث صالح فلانی نے الفیہ سیوطی کے "حواشی" میں لکھا ہے کہ

وفيما قاله الحافظ من الفرق بين بلاغات الموطا ومعلقات البخاري نظر فلو امعن النظر في الموطا كما امعن النظر في البخاري لعلم انه لا فرق بينهما وما ذكره من ان مالكا سمعها كذلك غير مسلم لانه يذكر بلاغًا في رواية يحيى مثلا ومرسلا في رواية غيره عن مالك موصولا مسندًا وما ذكر من كون مراسيل الموطا حجة

اور حافظ ابن حجر نے بلاغات مؤطا اور تعلیقات بخاری میں جو فرق بیان کیا ہے وہ محل نظر ہے اگر حافظ صاحب مؤطا کا بھی اسی طرح گہری نظر سے مطالعہ کرتے جس طرح کہ انہوں نے صحیح بخاری کا کیا ہے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ واقعی ان دونوں کتابوں میں کچھ فرق نہیں ہے اور یہ جو وہ فرماتے ہیں کہ امام مالک نے ان روایات کا اسی شکل میں سماع کیا ہے مسلم نہیں کیونکہ مؤطا کی ایک حدیث مثلاً یحییٰ کی روایت میں اگر بلاغاً یا مرسلاً مذکور ہوتی ہے تو دوسرے لوگ اسی حدیث کو امام مالک سے موصولاً و مسنداً بھی روایت

[1] تزیین الممالک از سیوطی ص ۲۷، [2] تعلیق کے معنی ہیں روایت کے ابتدائی حصہ کو معلق چھوڑ دینا یعنی شروع کے ایک یا ایک سے زائد راویوں کو حذف کر دینا یا اسناد کو سرے سے ذکر نہ کرنا۔

[3] تزیین الممالک ص ۴۰۔

Scanned by CamScanner

عند مالك دون غيرهم مردود بأنها حجة عند الشافعي وأهل الحديث لاعتضادها كلها بمسند كما ذكره ابن عبد البر والسيوطي وغيرهما وما ذكره العراقي من أن من بلاغات مالا يعرف مردود بأن ابن عبد البر ذكر جميع بلاغاته ومراسيله ومنقطعاته كلها موصولة بطرق صحاح إلا أربعة وقد وصل ابن الصلاح الأربعة بتأليف مستقل وهو عندي وعليه خطه فظهر بهذا أن لا فرق بين الموطا والبخاري ؎

کرتے ہیں اور جو حافظ صاحب نے کہا ہے کہ موطا کے مراسیل امام مالک کے نزدیک حجت ہیں اور دوں کے نزدیک نہیں سو قابل رد ہے اس لئے کہ یہ مراسیل امام شافعی اور محدثین کے نزدیک بھی حجت ہیں کیونکہ ان سب کی تائید مسند احادیث میں موجود ہے جیسا کہ ابن عبد البر اور سیوطی وغیرہ نے ذکر کیا ہے اور عراقی نے جو یہ بیان کیا ہے کہ موطا کے بعض بلاغات ایسے ہیں کہ جن کا پتہ نہیں چلتا سو یہ اس لئے قابل رد ہے کہ ابن عبد البر نے بجز چار روایتوں کے موطا کے جملہ بلاغات مراسیل اور منقطعات کو باسانید صحیحہ موصولا ذکر کیا ہے اور ان بقیہ چار کے اتصال پر بھی ابن صلاح نے ایک مستقل تالیف کی ہے جو میرے موجود ہے اور اس پر خود ان کے قلم کی تحریر بھی ہے لہذا اس سے ظاہر ہوا کہ موطا اور بخاری میں کچھ فرق نہیں ہے

لطف یہ کہ موطا کے متعلق خود حافظ صاحب کا بیان ہے کہ

صنف الامام مالك الموطأ وتوخى فيه القوي من حديث أهل الحجاز ومزجه بأقوال الصحابة وفتاوى التابعين ومن بعدهم۔ (مقدمہ فتح الباری)

امام مالک نے موطا تصنیف کی اور حدیث اہل حجاز میں سے قوی روایت کو تلاش کرکے اس کے ساتھ صحابہ کے اقوال اور تابعین اور علماء مابعد کے فتاوے کو بھی درج کیا۔

لیکن صرف اتنی سی بات پر کہ ان قوی روایتوں کی سند بیان کرنے کا امام مالک نے ہر جگہ التزام نہیں کیا ہے اور کچھ روایات کو مرسلاً اور منقطعاً اور بلاغاً بھی ذکر کیا ہے حافظ صاحب کو موطا کی صحت میں شبہ پڑ گیا حالانکہ حقیقت میں جب روائتیں قوی ہیں تو پھر اسناد کے ذکر کرنے یا نہ کرنے سے ان کی قوت وصحت پر کیا اثر پڑ سکتا ہے اسی لئے محققین کے نزدیک صحت کے لحاظ سے موطا میں اور صحیح بخاری میں کچھ فرق نہیں ہے بلکہ نظر غور دیکھا جائے تو حسب ذیل وجوہ سے موطا کو صحیحین پر فوقیت حاصل ہے

(۱) جلالت علمی کے لحاظ سے ارباب صحاح ستہ میں سے کوئی شخص امام مالک کا ہمسر نہیں۔

(۲) امام مالک سے ان کی موطا کے روایت کرنے والے جس پایہ کے ائمہ ہیں تمام صحاح ستہ کے رواۃ میں ایک بھی اس پایہ کا نہیں یہ صحیح ہے کہ امام بخاری کے شاگرد فربری کی روایت کے مطابق ان سے صحیح بخاری

؎ الرسالۃ المستطرفہ لبیان مشہور کتب السنۃ المشرفہ از محمد بن جعفر کتانی ص۵ طبع بیروت ۱۳۲۲ھ

بلکہ نوّے ہزار آدمیوں نے سماع کیا ہے لیکن اگر عوام و خواص کا فرق کوئی قابل لحاظ چیز ہے تو ظاہر ہے کہ نوّے ہزار عام انسانوں کی بھیڑ ان ائمہ کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتی ہے کہ جن میں سے ہر ایک آسمان علم کا آفتاب و مہتاب تھا۔

(۳) مؤطا کی تصنیف خیر القرون کے آخری دور میں ہوئی ہے جب کہ کبار تبع تابعین کا ایک گروہ کثیر موجود تھا اور خود تبع تابعین نے جن میں ہمارے امام محمد بھی شامل ہیں[1] ان کا امام مالک سے سماع کیا ہے، اور مصنفین صحاح ستہ میں سے ایک کو بھی تبع تابعیت کا شرف حاصل نہیں ان کے شاگردوں کا تو کیا ذکر ہے

(۴) امام مالک وہ اسی طرح امام ابو حنیفہ کے نزدیک راوی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ جس روایت کو بیان کرے وہ اسے زبانی یاد ہو لیکن امام بخاری و مسلم کے نزدیک زبانی یاد رکھنا ضروری نہیں[2]

(۵) امام مالک کسی بدعتی سے خواہ وہ کیسا ہی پاکباز اور راستباز ہو حدیث لینے کے روادار نہیں برخلاف اس کے صحیحین میں مبتدعین کی روایات بشرطیکہ وہ ثقہ اور صادق اللہجہ ہوں بکثرت موجود ہیں۔

ہمارے خیال میں اتنی بحث مؤطا کے اصلی مقام کو سمجھنے کے لئے کافی ہے۔

سبب تالیف

محدث قاضی عیاض نے مدارک میں حافظ ابو مصعب زہری سے جو امام مالک کے شاگرد خاص اور ان کی مؤطا کے آخری رواۃ میں سے ہیں نقل کیا ہے کہ خلیفہ منصور عباسی نے امام مالک سے فرمائش کی تھی کہ ضع کتابا للناس احملہم علیہ۔ (آپ لوگوں کے لئے ایک ایسی کتاب لکھ دیجئے کہ جس پر عمل کے لئے میں انکو آمادہ کروں) امام مالک نے اس سلسلہ میں کچھ کہنا چاہا تو منصور نے پھر باصرار کہا کہ ضعہ فما احد الیوم اعلم منک (آپ تصنیف فرمائیں کہ آج آپ سے بڑھ کر کوئی اور عالم نہیں) آخر امام ممدوح نے مؤطا کی تصنیف شروع کی لیکن ابھی اس کی تکمیل سے فراغت نہ ہوئی تھی کہ منصور نے داعی اجل کو لبیک کہا[3] منصور کی وفات ۶ ذی حجہ ۱۵۸ھ کو ہوئی اور اس کی جگہ اس کا بیٹا محمد المہدی مسند خلافت پر متمکن ہوا، اور اسی کی خلافت کے ابتدائی زمانے میں مؤطا کی تصنیف پایۂ تکمیل کو پہنچی۔

مؤطا کی تدوین میں امام ابو حنیفہ کا تتبع

مؤطا کی تصنیف سے پہلے مدینہ منورہ کے مشہور فقیہ عبد العزیز بن ماجشون المتوفی ۱۶۴ھ نے بھی جو امام مالک کے معاصر تھے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی تھی جس میں اہل مدینہ کے متفق علیہ مسائل کا ذکر تھا لیکن اس میں حدیثیں نہ تھیں

---

[1] چنانچہ محدث حاکم نیشاپوری معرفۃ علوم الحدیث میں زیر عنوان معرفۃ اتباع التابعین قمطراز ہیں۔

ومحمد بن الحسن الشیبانی ممن روی الموطا عن مالک وقد ادرک الجماعۃ من التابعین (ص۴۷ طبع مصر)

اور امام محمد بن حسن شیبانی ان لوگوں سے ہیں کہ جنہوں نے امام مالک سے مؤطا کو روایت کیا ہے اور تابعین کی ایک جماعت کو پایا ہے۔

[2] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تدریب الراوی ص۱۵۱ [3] ص۱۲۰، ۱۱۹ ایضاً ص۱۵۳ [4] تزئین الممالک سیوطی ص۴۳۔

اس لئے امام مالک کو یہ کتاب چنداں پسند نہ آئی اور آپ نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ انہوں نے کام تو اچھا کیا لیکن اگر میں لکھتا تو پہلے حدیثیں لاتا اور پھر ان کے متعلقہ مسائل کو بیان کرتا[۱]، بعد کو جب امام مالک نے موطا کی تصنیف کا ارادہ کیا تو یہ وہ زمانہ ہے کہ جب امام ابوحنیفہ کی تصانیف ملک میں عام ہو چکی تھیں امام مالک بھی ان کا مطالعہ کرتے اور ان سے فائدہ اٹھاتے تھے[۲]، امام ابوحنیفہ کو تمام مجتہدین میں اس بارے میں شرف اولیت حاصل ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے علم شریعت کو باقاعدہ طور پر ابواب پر مرتب فرمایا ہے اور بعد کو آنے والی تمام نسلوں نے اپنی تصانیف کی بنیاد ان ہی کی ترتیب پر رکھی ہے اور اسی لئے امام شافعی کا مشہور مقولہ ہے الناس عیال علی ابی حنیفۃ فی الفقہ (لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کے بال بچے ہیں) امام ابوحنیفہ کی تصانیف میں ان کی ایک مشہور تصنیف کتاب الآثار بھی ہے جس میں امام ممدوح نے احادیث احکام کو فقہی ترتیب پر مدون فرمایا ہے یہ کتاب حسن انتخاب، خوبی ترتیب، جودت اسانید، قوت روایات اور تلقی سلف کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ ہے اس لئے امام مالک نے موطا کی ترتیب میں امام ابوحنیفہ کا ہی تتبع اختیار کیا چنانچہ حافظ سیوطی کا بیان ہے کہ

من مناقب ابی حنیفۃ التی انفرد بھا انہ اول من دون علم الشریعۃ ورتبہ ابوابا ثم تبعہ مالک بن انس فی ترتیب الموطا ولم یسبق اباحنیفۃ احد[۳]

امام ابوحنیفہ کے ان خصوصی مناقب میں سے جن میں وہ متفرد ہیں ایک یہ بھی ہے کہ وہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت کو مدون کیا اور اس کی ابواب پر ترتیب کی پھر امام مالک بن انس نے موطا کی ترتیب میں ان ہی کی پیروی کی اور اس امر میں امام ابوحنیفہ پر کسی کو سبقت حاصل نہیں ہے۔

وجہ تسمیہ امام مالک جب موطا کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو انہوں نے اس کتاب کو مدینہ منورہ کے ستر فقہا کے سامنے رکھا امام ممدوح کا بیان ہے کہ فکلھم واطانی علیہ (سب نے اس کتاب کے سلسلہ میں میری موافقت کی) لہذا میں نے اس کا نام ہی موطا رکھدیا یعنی وہ کتاب جسکو ہموار کیا گیا اور جس کی تنقیح کی گئی۔

موضوع کتاب موطا کا موضوع فقہی احکام ہیں اس لئے محدثین کی اصطلاح میں اس کو "کتاب السنن" کہنا چاہیئے لیکن چونکہ اس میں مسند اور غیر مسند ہر قسم کی روایتیں ہیں اس لئے شیخ

---

[۱] مقدمہ تنویر الحوالک از سیوطی، [۲] چنانچہ قاضی ابو العباس محمد بن عبد اللہ بن ابی العوام اخبار ابی حنیفہ واصحابہ میں بسند متصل امام شافعی کی زبانی حافظ عبد العزیز دراوردی سے ناقل ہیں کہ کان مالک بن انس ینظر فی کتب ابی حنیفۃ وینتفع بھا امام مالک بن انس، امام ابوحنیفہ کی تصانیف کا مطالعہ کرتے اور ان سے فائدہ اٹھاتے تھے ملاحظہ ہو اقوام المسالک فی بحث روایۃ مالک عن ابی حنیفہ وروایۃ ابی حنیفہ عن مالک از محدث کوثری

[۳] تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ از سیوطی ص ۳۰ طبع دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۱۲

ابن صلاح وغیرہ نے اس کو "جوامع" میں شمار کیا ہے۔ امام مالک نے موطا میں کتاب الآثار کی طرح احادیث صحاح کو بنائے اول اور آثار صحابہ وفتاوے تابعین کو بنائے ثانی قرار دیا ہے

موطا کے نسخے

اس زمانہ میں تالیف کا طریقہ یہ نہ تھا جو بعد کے دور میں پیدا ہوا کہ مصنف اپنی کتاب کو مرتب کر کے یکبارگی لوگوں کے حوالہ کر دیتا ہے بلکہ اس عہد میں سماع کا طریقہ مروج تھا اور مصنف یادداشت کی غرض سے تاکہ سنانے میں غلطی نہ واقع ہو ایک نوشتہ مرتب کر لیتا اور لوگوں کو لکھوا دیا کرتا تھا اسی لئے بسا اوقات نظر ثانی کے وقت کتاب کی ترتیب بدل جاتی ابواب میں تقدیم وتاخیر یا روایات میں وقف وارسال اور رفع واتصال کا فرق ہو جاتا یا بعض ابواب میں کمی بیشی ہو جاتی، غرض اس دور کی کتابوں میں جو نسخوں کا اختلاف ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے موطا کو امام مالک سے بہت سے لوگوں نے مختلف زمانوں میں حاصل کیا ہے اس لئے اس کے نسخوں میں اس اختلاف کا ہونا لازمی ہے۔

امام مالک سے جن لوگوں نے موطا کی روایت کی ہے ان کی مجموعی تعداد حسب تصریح حافظ ابن ناصر الدین دمشقی اناسی ہے چنانچہ حافظ موصوف نے اپنی کتاب اتحاف السالک برواۃ الموطا عن الامام مالک میں ان سب کو نام بنام بقید نسب شمار کرایا ہے[1] پھر ان میں سے جن حضرات کے نسخوں کی روائتیں بعد تک جاری رہیں وہ چوبیس بزرگ ہیں جن کی احادیث وروایت کا سلسلہ محدثین کے "اثبات" میں ملتا ہے اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے بستان المحدثین میں ان میں سے سولہ نسخوں کی تفصیل بھی دی ہے محدث رزین عبدری نے اپنی کتاب التجرید للصحاح والسنن میں حافظ ابن شاہین اور دارقطنی نے اختلاف نسخ الموطا کے نام سے جو کتابیں لکھی ہیں ان سے موطا کے تمام مختلف نسخوں کی روایتوں کو نقل کر دیا ہے اور یہی وہ روائتیں ہیں جو تیسیر الوصول اور مشکوٰۃ المصابیح میں رزین کے حوالے درج ہیں یہ سب روائتیں صحیح ہیں اور موطا کے مختلف نسخوں میں مذکور ہیں[2] لیکن عرصہ ہوا کہ ان میں اکثر نسخے ناپید ہو چکے البتہ موطا روایت عبد اللہ بن وہب کا قلمی نسخہ استنبول کے کتب خانہ فیض اللہ اور کتب خانہ ولی الدین میں اور موطا بروایت سوید بن سعید اور موطا بروایت ابو مصعب زہری ان دونوں کتابوں کے قلمی نسخے دمشق کے کتب خانہ ظاہریہ میں آج تک محفوظ ہیں اور ان سب نسخوں میں متداول ترین اور مشہور ترین یہ دو نسخے ہیں (۱) موطا بروایت امام محمدؒ (۲) موطا بروایت یحییٰ بن یحییٰ مصمودی لیثی چنانچہ محدث ناقد شیخ محمد زاہد کوثری اپنے مقالات میں رقمطراز ہیں،

واشہر روایات فی ھذا العصر روایۃ محمد بن الحسن بین المشارقۃ وروایۃ یحییٰ اللیثی بین المغاربۃ

اس دور میں موطا کی مشہور ترین روایت اہل مشرق میں امام محمد بن حسن کی روایت ہے اور اہل مغرب میں یحییٰ لیثی کی راوئے روایت کا امتیاز یہ ہے کہ اس میں

---

[1] ملاحظہ ہو تزیین الممالک ص ۵۲ و ۵۳، [2] ملاحظہ ہو توضیح الافکار لمعانی تنقیح الانظار از محدث امیر یمانی ج ۱ ص ۸۲، ۸۳ طبع مصر ۱۳۶۶ھ۔

فالاولی تمتاز بسبب ما ضمنه اهل العراق من احادیث اهل الحجاز المدونة فی الموطأ مما لم یأخذوا به لادلة اخری ساقها محمد فی موطئه وهی فاتحة للمقارنة بین آراء اهل المدینة وآراء اهل العراق وبین ادلة الفریقین والثانیة تمتاز عن نسخ الموطأ کلها باحتوائها علی آراء مالک البالغة نحو ثلاث آلاف مسئلہ فی ابواب الفقہ وهاتان الروایتان فی غایة الکثرة فی خزانات العالم شرقاً وغرباً ؎

اہل عراق نے مؤطا میں مدونہ جن احادیث اہل حجاز کو لیا ہے اور جن کو دوسرے دلائل کی بناء پر جو امام محمدؒ اپنی مؤطا میں لائے ہیں نہیں لیا ہے ان کا بیان ہے اور یہ چیز ان لوگوں کے لئے نہایت مفید ہے کہ جو اہل مدینہ اور اہل عراق کے اجتہادی مسائل اور فریقین کے دلائل کا باہم موازنہ کرنا چاہتے ہیں اور دوسری روایت مؤطا کے تمام روایتوں میں اس حیثیت سے ممتاز ہے کہ وہ تین ہزار کے قریب امام مالک کے ان اجتہادی مسائل پر مشتمل ہے جن کا تعلق فقہ کے مختلف ابواب سے ہے اور یہ دونوں روائتیں دنیا کے کتب خانوں میں شرقاً غرباً نہایت کثرت سے موجود ہیں۔

موطا امام محمد

واقعہ یہ ہے کہ امام مالک کے زمانہ تک مدینہ منورہ خود دار العلم تھا اس لئے امام ممدوح نے طلب علم کے لئے کبھی دوسرے شہروں کا سفر نہیں کیا جس طرح کہ ان کے معاصرین میں امام مسعر بن کدام کوفی المتوفی ۱۵۵ھ نے طلب حدیث کے لئے کبھی کوفہ سے باہر قدم نہیں نکالا؎ کیونکہ وہ بھی اس زمانے میں حدیث و روایت کا مخزن تھا اور گو اس وقت تمام بلاد اسلامیہ میں ارباب فتویٰ اور اہل روایت موجود تھے تاہم مدینہ اور کوفہ کو فقہ و اجتہاد میں مرکزیت حاصل تھی چنانچہ حافظ ابن عبد البر جامع بیان العلم میں بسند متصل امام عبد اللہ بن وہب کی زبانی جو امام مالک کے مخصوص تلامذہ میں سے شمار کئے جاتے ہیں ناقل ہیں کہ ایک بار کسی نے امام مالک سے ایک مسئلہ دریافت کیا انہوں نے اس مسئلہ کا جواب دیا اس پر سائل کی زبان سے نقل گیا کہ اہل شام تو اس مسئلہ میں آپ کے مخالف ہیں اور اس کو اسطرح بیان کرتے ہیں امام مالک نے فرمایا۔

متی کان هذا الشان بالشام انما هذا الشان وقف علی اهل المدینة والکوفة ؎

اہل شام کی یہ شان کب سے ہوگی یہ شان تو صرف اہل مدینہ اور اہل کوفہ کی ہے۔

اسی لئے بنیادی طور پر فقہ و اجتہاد کے مکتب خیال در اصل دو ہی خیال کئے جاتے ہیں ایک عراقی دوسرے حجازی، امام اعظم ابو حنیفہ کوفی پہلے مکتب خیال کے ترجمان ہیں اور امام دار الہجرۃ مالک بن انس مدنی دوسرے کے، پہلے مکتب خیال کا سلسلہ حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے چلتا ہے جو مدینہ سے

؎ مقالات الکوثری ص ۹۷، ۸۰ طبع مصر ۱۳۷۲ھ، ؎ چنانچہ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کے ترجمہ میں امام یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ لم یرحل مسعر فی حدیث قط (مسعر نے کبھی ایک حدیث کے لئے بھی سفر نہیں کیا) ؎ جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۵۸ طبع منیریہ مصر ۱۲

کوفہ منتقل ہو گئے تھے اور وہیں ان کے علم کی عام اشاعت ہوئی امام مالک نے چونکہ طلب حدیث کے لئے سفر نہیں کیا اس لئے اس سلسلہ کے بزرگوں سے ان کو بہت کم اخذ واستفادہ کا موقع ملا یہی وجہ ہے کہ موطا میں مدنی شیوخ کے علاوہ اور لوگوں کی روایتیں برائے نام ہیں خلیفہ ہارون الرشید نے ایک مرتبہ امام ممدوح سے اس کا شکوہ بھی کیا تھا کہ آپ کی کتابوں میں حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایتیں ہماری نظر سے نہیں گزریں امام مالک نے فرمایا۔

لم یکونا ببلدی ولم القہما[1]

یہ دونوں بزرگ ہمارے شہر میں نہ تھے اور نہ ان کے لوگوں سے میری ملاقات ہوسکی

یہ واضح رہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایتیں موطا میں ان دونوں حضرات کی روایات سے کم ہیں جس کی وجہ یہ ہے جو امام ممدوح نے حضرت علی کی روایات کے متعلق بیان فرمائی ہے ہاں الجواہر المضیہ میں عبداللہ بن ادریس اودی کوفی کے ترجمہ میں جو امام ابوحنیفہ کے تلامذہ میں سے ہیں حافظ عبدالقادر قرشی کی یہ تصریح ہم کو ملتی ہے کہ۔

وقد قیل ان جمیع ما یرویہ مالک فی الموطا فیما بلغنی عن علی فیرسلہا انہ سمعہا من ابن ادریس۔

بیان کیا جاتا ہے کہ وہ تمام روایات جن کو امام مالک موطا میں بلغنی عن علی کہہ کر مرسلاً روایت کرتے ہیں وہ سب انہوں نے ابن ادریس سے سنی ہیں۔

اور قاضی عیاض کی تصریح کے مطابق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی جتنی بلاغات موطا میں ہیں وہ بھی انہی سے سنی ہوئی ہیں[2] غرض یہ وجہ ہے کہ موطا میں اہل عراق کی روایتیں درج نہ ہوسکیں لیکن امام محمد نے اپنی روایت میں اس کمی کو پورا کر دیا ہے وہ اپنے نسخے میں بالالتزام ہر روایت کے متعلق اپنا اور اپنے استاذ امام ابوحنیفہ کا مسلک بیان کرتے ہیں اور جہاں اختلافی مسائل آتے ہیں وہاں اہل عراق کے دلائل بہ تفصیل ذکر کرتے ہیں اسی لئے ان کے نسخے میں امام مالک کے علاوہ اور بھی بہت سے شیوخ سے حدیثیں منقول ہیں اور یہی وجہ ہے کہ یہ کتاب موطا امام مالک کی بجائے موطائے امام محمد کے نام سے مشہور ہے چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شرح سفر السعادت میں لکھتے ہیں۔

واز موطائے امام محمد نیز احادیث آوردہ شد و آن حکم موطائے مالک دارد کہ کل او است چہ امام محمد، موطا از امام مالک شنیدہ و آنچہ متعلق بمذہب حنفیہ است جدا نوشتہ، موطائے امام محمد کہ گویند ایں است[3]

اور موطائے امام محمد سے بھی اس کتاب میں حدیثیں لائی گئی ہیں اور یہ موطائے امام محمد ہی کا حکم رکھتی ہے کیونکہ یہ تمام تر وہی کتاب ہے بایں طور کہ امام محمد نے موطا کو امام مالک سے سنا اور جو کچھ حنفی مذہب سے متعلق تھا اس کو جدا لکھا، موطائے امام محمد جس کو کہتے ہیں یہ ہے۔

[1] تزیین الممالک از سیوطی [2] خاتمہ اسعاف المبطا برجال الموطا از سیوطی [3] شرح سفر السعادت ص مطبوعہ نول کشور لکھنؤ ۱۲

Scanned by CamScanner

اس کتاب کی تالیف میں امام محمد نے جو طریقہ اختیار کیا ہے اس کی تفصیل حسب ذیل ہے

(۱) ترجمۃ الباب کے متصل سب سے پہلے امام مالک کی روایت درج کرتے ہیں پھر وبهٰذا نأخذ (اور اسی کو ہم لیتے ہیں) کہہ کر کبھی اس روایت کے قابل عمل ہونے کی مزید تفصیل دیتے ہیں اور کبھی صرف انہی الفاظ پر اکتفا کرتے ہیں یہ الفاظ جیسا کہ فقہاء نے تصریح کی ہے اس روایت کے مفتیٰ بہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور در صورت اختلاف دوسرے شیوخ کی حدیثیں پیش کر کے اس روایت پر عمل نہ کرنے کے وجوہ بتلاتے ہیں۔

(۲) اپنے شیوخ سے حدیثیں روایت کرتے وقت امام محمد ہمیشہ اخبرنا کا صیغہ استعمال کرتے ہیں سمعت اور حدثنا وغیرہ نہیں کہتے یہ متقدمین کا طریقہ ہے ان کے یہاں قرأت اور سماع دونوں کے لئے یہ الفاظ مستعمل تھے لیکن متاخرین میں عام طور پر قرأت کے لئے اخبرنا اور سماع کے لئے سمعت اور حدثنا کے الفاظ رائج ہیں۔

(۳) ہر مسئلہ میں امام ابو حنیفہ کا قول بالالتزام ذکر کرتے ہیں اور جہاں ضرورت محسوس کرتے ہیں امام ابو حنیفہ کے قول کے بعد یہ بھی تصریح کر دیتے ہیں کہ والعامۃ من فقہائنا۔ (یعنی ہمارے عام فقہا کا بھی یہی قول ہے) یہاں فقہاء سے مراد "فقہاء عراق" اور عامہ سے مراد ان کی اکثریت ہے اور کبھی اس سلسلہ میں صرف ابراہیم نخعی کا مذہب بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جن کی حیثیت اہل عراق میں وہی ہے جو سعید بن المسیب کی اہل حجاز میں اور کبھی مناسب سمجھتے ہیں تو امام ابو حنیفہ کے قول کے ساتھ امام مالک وغیرہ کا قول بھی نقل کر دیتے ہیں۔

(۴) کہیں کہیں امام محمد نے اس کتاب میں کسی مسئلہ کے متعلق ھذا جمیل یا ھذا احسن وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں اس سے مراد استحباب نہیں بلکہ صرف عدم وجوب ہے عام اس سے کہ وہ سنت موکدہ ہو یا غیر مؤکدہ اسی طرح لا باس سے اس کتاب میں صرف نفس جواز مراد ہے کراہت تنزیہی نہیں، چنانچہ تراویح کی بحث میں امام محمد نے یہی الفاظ استعمال کئے ہیں حالانکہ وہ سنت مؤکدہ ہے اسی طرح ینبغی کا استعمال بھی امام ممدوح نے واجب اور سنت مؤکدہ دونوں کے لئے کیا ہے بہر حال ناظرین کو غلط فہمی نہ ہونی چاہیئے متاخرین کی اصطلاح میں ان الفاظ کے جو معانی آتے ہیں امام محمد نے ان معانی میں ان الفاظ کو استعمال نہیں کیا ہے اسی طرح لفظ اثر کا استعمال بھی قدماء کے یہاں مرفوع، موقوف مقطوع ہر روایت کے لئے عام ہے یاد رہے کہ امام محمد نے بھی اس کے عام معنی ہی میں اسکو رکھا ہے لیکن متاخرین میں بعض لوگ حدیث مرفوع کے لئے "اثر" کا لفظ استعمال نہیں کرتے ہیں۔

تعداد مرویات

اس کتاب میں کل ایک ہزار ایک سو اسی (۱۱۸۰) روائتیں ہیں اس تعداد میں مرفوع موقوف مسند غیر مسند وغیرہ جملہ مرویات داخل ہیں منجملہ ان کے امام مالک کی ایک ہزار پانچ (۱۰۰۵) اور بقیہ شیوخ کی ایک سو پچھتر ہیں جن میں سے امام ابو حنیفہ سے تیرہ (۱۳) اور امام ابو یوسف سے چار روائتیں منقول ہیں۔

Scanned by CamScanner

موطا امام محمد میں کوئی موضوع حدیث نہیں ہے

یہ واضح رہے کہ اس کتاب میں کوئی موضوع حدیث نہیں ہے البتہ حافظ ابن حزم ظاہری نے اپنی کتاب مراتب الدیانہ میں تصریح کی ہے کہ

فیہ نیف وسبعون حدیثا قد ترک مالک نفسہ العمل بہا وفیہ احادیث ضعیفۃ وہاہا جمہور العلماء[۱]

موطا میں ستر سے اوپر ایسی حدیثیں ہیں جن پر خود امام مالک نے عمل نہیں کیا ہے اور اس میں ضعیف احادیث بھی ہیں جن کو جمہور علماء نے کمزور بتلایا ہے۔

لیکن یہ روایتیں چونکہ دوسری کتابوں میں طرق صحیحہ سے مروی ہیں اس لئے انکا ضعف کچھ مضر نہیں رہا کسی حدیث پر مجتہد کا عمل نہ کرنا اس کی مختلف وجہیں ہو سکتی ہیں مثلاً یہ کہ وہ حدیث منسوخ ہو یا ماوّل ہو یا دوسری روایات قویہ کے مقابلہ میں مرجوح ہو امام ابوحنیفہ نے موطا کی جن روایات پر عمل نہیں کیا ہے ان کی تعداد بھی کم و بیش اسی کے قریب قریب ہے جس کے وجوہ اس کتاب میں خود آپ کی نظر سے گزریں گے۔

یہ واضح رہے کہ موطا امام محمد کے مطبوعہ نسخے میں باب صلوٰۃ القاعد میں جو یہ روایت مذکور ہے قال محمد حدثنا بشر حدثنا احمد اخبرنا اسرائیل بن یونس بن ابی اسحق السبیعی عن جابر بن یزید الجعفی عن عامر الشعبی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یؤمن الناس احد بعدی جالسا اس روایت میں احمد اور اسرائیل کے درمیان محمد کا لفظ رہ گیا ہے اصل سند یوں ہے قال محمد حدثنا بشر حدثنا احمد حدثنا محمد اخبرنا اسرائیل الخ چنانچہ موطا امام محمد کا جو قلمی نسخہ دار الکتب المصریہ میں نمبر ۴۲۰ پر محفوظ ہے اس میں اسجگہ امام محمد کا اضافہ موجود ہے اور یہ محمد جو ابتدا سند میں مذکور ہیں یہ ابوعلی صواف ہیں جو اس نسخہ کے راوی ہیں یہ چوتھی صدی کے آدمی ہیں اور انکے شیخ بشر بن موسے اسدی مشہور حافظ حدیث ہیں حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا مفصل ترجمہ لکھا ہے اور بشر کے شیخ احمد یہ وہی احمد بن مہران نسوی ہیں جو امام محمد کے شاگرد اور ان سے موطا کے راوی ہیں یہ سارا سلسلہ سند ابھی "موطا امام محمد کا حسن قبول" کے زیر عنوان آنے والا ہے اسی طرح باب القراءۃ فی الصلوٰۃ خلف الامام میں جو یہ روایت درج ہے قال محمد حدثنا الشیخ ابوعلی قال حدثنا محمود بن محمد المروزی قال حدثنا سہل بن العباس الترمذی قال اخبرنا اسمٰعیل بن علیۃ عن ایوب عن ابی الزبیر عن جابر بن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی خلف الامام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ اس میں بھی قال محمد سے امام محمد مراد نہیں بلکہ ابوعلی صواف کا شاگرد مراد ہے یہ حدیث تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۹۴) میں موجود ہے یہ روایت دراصل شیخ ابوعلی صواف کے مرتبہ نسخہ کے حاشیہ کی ہے جسکو کسی کاتب نے غلطی سے اصل متن میں درج کر دیا ہے موطا امام محمد کا قلمی نسخہ جو دار الکتب میں نمبر ۴۲۹ پر موجود ہے اور محدث امیر کاتب الاتقانی کے نسخہ سے منقول ہے اس میں یہ حدیث اسی طرح حاشیہ پر درج ہے[۲]

موطا امام محمد کا موطا یحییٰ سے موازنہ

موطا کو امام مالک سے اگرچہ بڑے بڑے فقہاء و محدثین نے روایت کیا ہے جن میں امام شافعی، عبدالرحمٰن بن مہدی، معن بن عیسےٰ، عبداللہ بن یوسف تنیسی، یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوری عبداللہ بن مسلمہ قعنبی اور قتیبہ بن سعید خاص طور پر قابل ذکر ہیں لیکن آج دنیائے علوم میں ان میں سے کسی ایک کے نسخہ کا پتہ نہیں ملتا بجز دو کے جن حضرات کی روایت کو شہرت اور قبول عام حاصل ہے وہ صرف یہ دو بزرگ

---

[۱] مقدمہ تنویر الحوالک ۔ [۲] ملاحظہ ہو بلوغ الامانی فی سیرۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانی ص ۶۶ طبع مصر ۱۳۵۵ھ۔

ہیں ایک امام محمد دوسرے فقیہ یحییٰ بن یحییٰ اندلسی مالکی المتوفی سنہ ۲۳۴ھ اور آج موطا امام مالک کے نام سے جس کتاب کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے وہ یہی یحییٰ کی روایت ہے لیکن امام محمد کی روایت کو فقیہ یحییٰ کی روایت پر حسب ذیل وجوہ سے ترجیح حاصل ہے

(۱) جلالت شان اور فقاہت کے لحاظ سے موطا کے تمام رواۃ میں امام محمد کا کوئی ہمسر نہیں۔

(۲) امام محمد نہ صرف محدث بلکہ حسب تصریح دارقطنی حفاظ حدیث میں محسوب ہیں اور فقیہ یحییٰ اگرچہ ثقہ اور عاقل تھے لیکن اس فن کے مرد میدان نہ تھے چنانچہ انکے متعلق خود مالکی مذہب کے مشہور عالم حافظ ابن عبد البر کی یہ تصریح ہے کہ ولم یکن له بصر بالحدیث[۱] (ان کو علم حدیث میں بصیرت نہ تھی)

(۳) موطا کی روایت میں یحییٰ سے متعدد جگہ غلطیاں بھی ہو گئی ہیں چنانچہ محدث عبد الباقی زرقانی مالکی انکے ترجمہ میں لکھتے ہیں فقیہ قلیل الحدیث له اوهام[۲] (یہ فقیہ اور ثقہ ہیں قلیل الحدیث تھے اور روایات حدیث میں ان سے کچھ اوہام بھی ہو گئے ہیں) برخلاف اس کے امام محمد کے متعلق حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں تصریح کی ہے کہ وکان من بحور العلم والفقه قویا فی مایروی عن مالك (علم وفقہ کے سمندروں میں سے تھے اور جو امام مالک سے روایت کرتے ہیں اس میں قوی ہیں)

(۴) امام محمد طبقہ کے اعتبار سے یحییٰ سے اعلیٰ ہیں کیونکہ وہ حسب تصریح محدث حاکم نیشاپوری اتباع تابعین میں سے ہیں اور انہوں نے تابعین کرام کی ایک جماعت سے فیض اٹھایا ہے فقیہ یحییٰ لیثی کو یہ شرف حاصل نہیں۔

(۵) فقیہ یحییٰ کو امام مالک سے پوری موطا کے پڑھنے کا موقع نہ مل سکا کیونکہ یہ جس سال امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوئے اسی سال امام ممدوحؒ کا انتقال ہو گیا اسی لئے یحییٰ کے نسخے میں تمام روایتیں عن مالك سے شروع ہوتی ہیں لیکن باب خروج المعتکف للعید فقہا الاعتکاف اور ماجاء فی لیلة القدر میں حدثنی زیاد عن مالك ہے یعنی یہ ابواب انہوں نے مالک سے نہیں بلکہ انکے شاگرد زیاد سے پڑھے ہیں لیکن امام محمد نے پوری موطا کو بھی امام مالک سے سنا ہے۔

(۶) امام محمد نے امام مالک کی خدمت میں مسلسل تین سال گزارے ہیں اور امام یحییٰ کو جیسا کہ ابھی آپکی نظر سے گزرا امام محمد کی نسبت آستانہ امامت پر حاضری کا بہت کم موقع ملا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ طویل الصحبت کی روایت کو قلیل الملازمت کی روایت پر ترجیح ہے

(۷) امام مالک کے یہاں درس کا عام طریقہ یہ تھا کہ شاگرد پڑھتے اور وہ خود سنتے تھے لیکن امام محمد کو اس بارہ خاص میں یہ امتیاز حاصل ہے کہ انہوں نے امام مالک کی حدیثیں خود انکی زبان سے سنی ہیں چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی تعجیل المنفعہ بزوائد رجال الائمۃ الاربعۃ میں امام محمد کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ

قال محمد بن عبد الله بن عبد الحکم سمعت الشافعی یقول قال لی محمد بن الحسن اقمت علی باب مالك ثلاث سنین وکذا سمعت من لفظه اکثر من سبعمائة حدیث[۳] انتهی وکان مالك لا یحدث من لفظه الا قلیلا

محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی کو یہ فرماتے سنا کہ مجھ سے امام محمد بن حسن نے فرمایا کہ میں تین سال تک امام مالک کے آستانہ پہ مقیم رہا ہوں اور میں نے خود ان کی زبان مبارک سے سات سو سے زیادہ حدیثیں سنی ہیں (حافظ ابن حجر کہتے ہیں) کہ امام مالک اپنی زبان سے حدیثیں کم بیان کرتے تھے

---

[۱] الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء از ابن عبد البر [۲] ملاحظہ ہو مقدمہ التعلیق الممجد از فاضل لکھنوی [۳] تعجیل المنفعہ میں وکذا کا لفظ طباعت کی غلطی سے رہ گیا ہے لیکن دوسری کتابوں میں اس روایت کے اندر یہ الفاظ موجود ہیں ملاحظہ ہو لسان المیزان و تاریخ بغداد، الانتقاء ۱۲

فلولا طول اقامة محمد عنده وتمكنه منه ما حصل له عنه هذا، وهو احد رواة الموطأ عنه وقد جمع حديثه عن مالك وأورد فيه ما يخالفه وهو الموطأ المسموع من طريقه ۔

اسلئے اگر امام محمد کا انکے پاس طویل قیام نہ ہوتا اور انہیں اس کا بخوبی موقع نہ ملتا تو یہ بات انہیں حاصل نہیں ہوسکتی تھیں امام محمد بھی موطا کے ایک راوی ہیں انہوں نے امام مالک کی حدیثوں کو جمع کرکے جو روایتیں انکے خلاف تھیں انکو بھی بیان کیا ہے اور یہی وہ موطا ہے جس کا سماع ان کے طریقہ سے ہے ۔

(۴) یحییٰ کی روایت میں بہت سے ابواب حدیثوں سے خالی ہیں اور انہیں صرف امام مالک کے اجتہادی مسائل کا تذکرہ ہے لیکن موطا امام محمد کا کوئی باب ایسا نہیں کہ جس میں کوئی حدیث یا اثر موجود نہ ہو ۔

(۵) قعنبی یحییٰ کا نسخہ صرف امام مالک کی روایات تک محدود ہے اور امام محمد کی موطا میں امام مالک کے علاوہ دوسرے شیوخ کی حدیثیں بھی درج ہیں ۔

(۶) امام محمد کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے نسخہ میں موطا کی تمام احادیث کے معمول بہ ہونے یا نہ ہونے کو بتادیا ہے اور اختلافی مسائل میں طرفین کے دلائل کا نہایت خوبی سے موازنہ کیا ہے بقیہ نسخوں میں یہ بات نہیں ہے چنانچہ محدث کوثری فرماتے ہیں

ان عمل محمد في الموطا يعد عملا جليلا جدا أعني من يعني باحاديث الاحكام، على ان احاديث الحجاز كانت مشتركة بين علماء الامصار معلومة لهم مروية عندهم بكثرة حجهم وزياراتهم و لا يفوتهم شئ منها في الغالب انما المهم معرفة ما اذا كانوا اخذوا بتلك الاحاديث ام تركوها لادلة اخرى وقام محمد في موطئه بتعريف ذلك بحيث يبين مواطن الاخذ كما يبين مواضع الترك بادلته [1]

جن لوگوں کو احادیث احکام کے ساتھ اعتنا ہے انکے نزدیک موطا میں امام محمد کا یہ کارنامہ نہایت شاندار کارنامہ شمار کیا جاتا ہے علاوہ ازیں حجاز کی حدیثیں بلاد اسلامیہ کے علما میں مشترک و سانکے علم میں تھیں اور انکے یہاں بھی انکی روایت جاری تھی جسکی وجہ حج و زیارت کے سلسلہ میں کثرت سے علما کی آمد و رفت تھی بدیں وجہ حجاز کی کوئی روایت اکثر انسے چھوٹتی نہ تھی اور اہم انکے لئے صرف اس بات کا جاننا تھا کہ وہ ان حدیثوں کو لیتے ہیں یا دوسرے دلائل کی بنا پر انکو چھوڑ دیتے ہیں چنانچہ امام محمد نے اپنی موطا میں یہی کام انجام دیا ہے کہ ان تمام مقامات کو بتادیا ہے کہ جہاں ان ایات کو لیا ہے اور جہاں دوسرے دلائل کی بنا پر انکو چھوڑ دیا گیا ہے

موطا امام محمد کا حسن قبول

امام مالک کی وفات کے بعد جب کوفہ میں امام محمد موطا کا درس دیتے تھے تو حاضرین کی کثرت کا یہ عالم ہوتا تھا کہ ان کے یہاں آنیکے راستے بند ہوجاتے تھے موطا کی عراق میں ایسی مقبولیت ہوئی کہ سعدون مالکی نے کہا تھا ۔

وممايه اهل الحجاز تفاخروا ۔ الن الموطا في العراق محبب [2]

(اور منجملہ ان باتوں کے جن پر اہل حجاز کو فخر ہے ایک یہ بھی ہے کہ موطا عراق میں محبوب ہے)

موطائے امام محمد کی روایت کا سلسلہ اندلس سے لیکر خراسان و ماوراء النہر تک جاری تھا چنانچہ اندلس کے مشہور عالم حافظ ابوالولید باجی مالکی المتوفی ۴۷۴ھ اپنی شرح موطا میں رقمطراز ہیں کہ

اتنی عنه محمد بن الحسن الموطا وهو مسند ... امام ابن الحسن نے امام مالک سے موطا کی تحصیل کی ہے اور یہ

---

[1] بلوغ الامانی فی سیرۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانی صفحہ [2] ایضاً ۱۲ نقلاً عن معالم الایمان ج ۲ ۔ ۲ حافظ سیوطی نے مقدمہ تنویر الحوالک میں سعدون کا قصیدہ نقل کیا ہے جو کہ موطا کی تعریف میں ہے یہ شعر اسی قصیدہ کا ہے ۔ ۱۲

اخبرنا به عن ابی ذر عبد بن احمد[۱] اس کو (حافظ) ابو ذر عبد بن احمد سے روایت کرتا ہوں۔

اور خراسان و ماوراء النہر کے مشہور امام شیخ الاسلام علی بن ابی بکر مرغینانی مصنف ہدایہ المتوفی ۵۹۳ھ موطا امام محمد کو اس سند سے روایت کرتے ہیں عن الامام نجم الدین عمر النسفی الحنفی شارح البخاری عن الامام الحسن بن محمد بن منصور الحارثی عن ابی الفضل احمد بن خیرون عن ابی طاہر عبد الغفار المؤدب عن ابی علی الصواف عن ابی علی بشر بن موسیٰ عن ابی جعفر احمد بن محمد بن مہران عن محمد بن الحسن الامام[۲]

محدثین میں موطا امام محمد کو علو اسناد کے ساتھ روایت نہ کرنا اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا ہے چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے الدرر الکامنہ میں محدث امیر کاتب اتقانی صاحب غایۃ البیان شرح ہدایہ پر یہ ریمارک کیا ہے کہ

حدث بالموطا بروایۃ محمد باسناد نازل جداً

انہوں نے موطا بروایت امام محمد کو نہایت ہی نازل اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

محدث ملا علی قاری المتوفی ۱۰۱۴ھ مفتی مکہ علامہ ابراہیم بیری زادہ المتوفی ۱۰۹۹ھ شیخ عثمان کماخی فاضل لکھنوی مولانا محمد عبد الحی فرنگی محلی المتوفی ۱۳۰۴ھ نے موطا امام محمد پر شرحیں لکھی ہیں محدث ملا علی قاری کی شرح کا نام فتح المغطا بشرح الموطا ہے اسکے قلمی نسخے ہند و پاک کے متعدد کتبخانوں میں ہماری نظر سے گزرے ہیں علامہ بیری زادہ کی شرح نہایت مبسوط ہے دو جلدوں میں تقریباً ایک ہزار صفحات پر ہے اسکا عکسی فوٹو استنبول سے حاصل کیا گیا ہے مجلس احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن میں موجود ہے اور فاضل لکھنوی کی شرح جسکا نام التعلیق الممجد علی موطا الامام محمد ہے نہایت مشہور و متداول ہے اور بارہا طبع ہو چکی ہے اور موطا امام محمد میں جن لوگوں سے حدیثیں مروی ہیں ان کے حالات میں حافظ قاسم بن قطلوبغا حنفی المتوفی ۸۷۹ھ نے ایک مستقل کتاب علیحدہ تصنیف فرمائی ہے۔

امام محمدؒ

نام محمد، ابو عبد اللہ کنیت، سلسلہ نسب یہ ہے محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی، بعض علماء کا خیال ہے کہ شیبانی ان کی نسلی نسبت ہے لیکن اکثر علما کی رائے یہ ہے کہ نسبت ولاء ہے انکا خاندان جزیرہ کا تھا ان کے والد وطن چھوڑ کر شامی فوج میں داخل ہو گئے تھے اور حرستا نامی گاؤں میں جو دمشق کے مضافات میں تھا بود و باش اختیار کر لی تھی یہاں حق تعالیٰ نے انکو بڑی ثروت عطا فرمائی پھر بنو امیہ کے آخری دور میں عراق منتقل ہو گئے امام محمد کی ولادت ۱۳۱ھ میں واسط میں ہوئی جو عراق کا مشہور شہر ہے پھر انکے والد یہاں سے انکو لیکر کوفہ چلے آئے اور یہیں انکی نشو و نما ہوئی امام محمد کا بیان ہے کہ

خلف ابی ثلاثین الف درهم فانفقت خمسة عشر الفا على النحو والشعر وخمسة عشر الفا على الحديث والفقه[۳]

میرے والد بزرگوار نے تیس ہزار درہم چھوڑے تھے میں نے پندرہ ہزار تو نحو اور شعر پر خرچ کئے اور پندرہ ہزار حدیث و فقہ پر

بڑے بڑے فقہاء و محدثین سے علم کی تحصیل کی حافظ ابن حجر تعجیل المنفعہ میں لکھتے ہیں

ولازم ابا حنيفة وحمل عنه الفقه والحديث وسمع ايضا سفيان الثوري وقيس بن الربيع ومسعر وغيرهما

امام ابو حنیفہ کی ملازمت اختیار کی اور انسے فقہ و حدیث کی تحصیل کی نیز سفیان ثوری، قیس بن الربیع، عمر بن ذر اور مسعر وغیرہ

[۱] شرح موطا از بابی ج ۱ ص ۳ طبع مصر [۲] یہ پوری سند الجواہر المضیہ میں امام احمد حارثی کے ترجمہ میں مذکور ہے حارثی کے شاگرد عمر نسفی مفتی الثقلین ہیں اور عمر نسفی کی جملہ مرویات و مسموعات کی اجازت صاحب ہدایہ کو حاصل ہو گئی ہے سنا ہیں جتنے کم واسطے ہونگے اتنی وہ عالی ہو گی اور جتنے زیادہ ہونگے اسی قدر نازل ہو گی [۳] مناقب ابی حنیفہ و صاحبیہ از ذہبی ص ۵۲ طبع مصر ۱۲

Scanned by CamScanner

ومسعر وغيرهم وسمع بالشام من الاوزاعي وغيرهم — سے حدیث سنی اور شام میں اوزاعی وغیرہ سے حدیث کی سماعت
وبالمدينة عن مالك وغيره (ترجمہ امام محمد) — کی اور مدینہ میں امام مالک وغیرہ سے

امام ابوحنیفہ کی وفات کے بعد فقہ کی تکمیل امام ابویوسف کی خدمت میں رہ کر کی حافظ ذہبی کے الفاظ ہیں۔
ثم لازم ابا يوسف من بعده حتى برع في الفقه [1] — امام ابوحنیفہ کے بعد امام ابویوسف کی ملازمت میں رہے یہاں تک فقہ میں کمال پیدا کیا
حافظ ابن حجر عسقلانی نے الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار میں تصریح کی ہے کہ کان من افراد الدهر في الذكاء (ذکاوت میں یگانۂ روزگار تھے)، مورخ ابن تغری بردی نے النجوم الزاہرہ میں ان کے متعلق یہ الفاظ ہیں وكان اماما فقيها محدثا مجتهدا ذكيا [3]، حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔
انتهت اليه رياسة الفقه بالعراق بعد ابي يوسف — امام ابویوسف کے بعد فقہ کی ریاست عراق میں ان پر ختم ہوئی
وتفقه به ائمة وكان من اذكياء العالم [4] — اماموں نے ان سے فقہ کی تحصیل کی اور یہ اذکیائے عالم میں سے تھے

ان ائمہ میں امام شافعی، امام ابوحفص کبیر بخاری، ابوعبید قاسم بن سلام، ہشام بن عبیداللہ رازی، ابوسلیمان جوزجانی اور عیسیٰ بن ابان خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

علم حدیث میں امام محمد کا جو پایہ ہے اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ محدث دارقطنی نے باوجود اس قدر عصبیت کے جو انکو ائمہ احناف سے ہے انکے بارے میں اقرار کیا ہے کہ من الثقات الحفاظ یعنی یہ محدث ثقات میں سے ہیں جن کا شمار حفاظ حدیث میں ہے اور حافظ علی بن مدینی نے جو نقد رجال کے امام ہیں انکو صدوق (بڑا سچا) بتایا ہے اور حافظ ذہبی نے مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ میں تصریح کی ہے کہ
واما الشافعي رحمه الله فاحتج بمحمد بن الحسن في الحديث [5] — امام شافعی رحمہ اللہ نے محمد بن حسن سے حدیث میں حجت پکڑی ہے
اور محدث حاکم نیشاپوری نے المستدرک علی الصحیحین میں امام شافعی کی سند سے انکی یہ حدیث نقل کر کے حدثنا ابو العباس محمد بن يعقوب عود أعلينا ثنا الربيع بن سليمان ثنا الشافعي انا محمد بن الحسن عن ابي يوسف عن عبد الله بن دينار عن ابن عمر رضي الله عنهما ان النبي صلى الله عليه وسلم قال الولاء لحمة كلحمة النسب لا يباع ولا يوهب [6] تصریح کی ہے کہ هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه (یہ حدیث صحیح الاسناد ہے حالانکہ بخاری ومسلم نے اسکی تخریج نہیں کی ہے) اس پر حافظ ذہبی تلخیص المستدرک میں لکھتے ہیں کہ صحیح قلت والعبد وس (یہ صحیح ہے کہ میں کہتا ہوں کہ دوسرے کے نسور سے صحیح ہے) اور حافظ ابن حجر نے تعجیل المنفعہ میں لکھا ہے کہ وکان الشافعی یعظمه فی العلم وکذا احمد (امام شافعی اور اسی طرح امام احمد علم میں انکو بڑا سمجھتے تھے) امام محمد کا معمول تھا کہ دس پارے یومیہ قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے بکر جمی کا بیان ہے کہ محمد بن سماعہ اور عیسیٰ بن ابان نے نماز پڑھنا ان ہی سے سیکھا تھا۔ سنہ ۱۸۹ھ میں خلیفہ ہارون الرشید کے ساتھ رے گئے اور وہیں انتقال کیا اسی دن کسائی نے وفات پائی ہارون الرشید کو سخت صدمہ ہوا اور نہایت تاسف سے کہا آج ہم نے فقہ اور نحو دونوں کو دفن کر دیا رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ وغفر له مغفرة جامعة

[1] الیضاً صفحہ [2] اس کتاب کا قلمی نسخہ میرے پاس موجود ہے [3] النجوم الزاہرۃ ج ۲ ص ۱۳۱ طبع مصر [5] تخریج ہدایہ از حافظ زیلعی ج ۱ ص ۴۲۷، ۴۰۹ طبع مصر [6] الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار [5] مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ ص ۵۹ [6] مستدرک حاکم کتاب الفرائض ج ۴ ص ۳۴۱ طبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۲

Scanned by CamScanner

مقدمہ

مسند حضرت علیؓ

المو سوم بہ

حضرت علیؓ اور علومِ نبوی

از

محقق العصر

مولانا محمد عبد الرشید نعمانیؒ

وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا

حضرت علی رضی اللہ عنہ

مسند علی کرم اللہ وجہہ

مع اردو ترجمہ

حضرت اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ
سے مروی متفق علیہ احادیث نبوی کا مجموعہ

مشکوٰۃ المصابیح و صحاح ستہ سے ماخوذ

مؤلفہ

[illegible]

مقدمہ

شیخ الحدیث جناب مولانا عبدالرشید نعمانی

محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب قرآن محل کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

حضرت علیؓ اور علومِ نبویؐ

از

جناب مولانا محمد عبدالرشید نعمانی

حضرت علی مرتضی کرم اللہ تعالی وجہہ جو آنحضرت صلے اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم کے ابن عم، آپ کے داماد، سابقین الاولین میں ممتاز، سب سے پہلے اسلام لانے والے، عشرہ مبشرہ کے بزم نشیں، خلافتِ راشدہ کے چوتھے رکن، ان کے فضائل وکمالات کو کوئی کیا بیان کرے۔

بقول حافظ ابن حجر عسقلانی

مات فی رمضان سنة اربعین وھو یومئذ افضل الاحیاء من بنی آدم بالارض باجماع اھل السنة۔ (تقریب التہذیب)

رمضان سنہ ۴۰ھ ہجری میں جب اس خاکدانِ عالم کو آپ نے خیر باد کہا تو باجماعِ اہلِ سنت روئے زمین پر جتنے بھی انسان بقیدِ حیات تھے اُن سب سے آپ افضل تھے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالی نے کیا خوب فرمایا ہے کہ

اِنَّ الْخِلَافَةَ لَمْ تُزَیِّنْ عَلِیًّا بَلْ عَلِیٌّ زَیَّنَھَا۔

خلافت نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو زینت نہیں بخشی بلکہ حضرت علیؓ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت کو زینت بخشی [1]

اور اسی بنا پر امام ممدوح کی تصریح ہے کہ

من لم یربع بعلیٍ فی الخلافۃ فھو اضل من حمار اھلہ [2] — جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ چہارم نہ مانے وہ اپنے گھر کے گدھے سے بھی زیادہ بے وقوف ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی گرانقدر تصنیف "قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین" میں حضرت مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے فضائل کا ایک مختصر سا جائزہ لیا ہے جو ہدیہ ناظرین ہے۔ فرماتے ہیں:

علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل بہت ہیں اور ان کے مناقب بے شمار۔

۱۔ وہ پہلے ہاشمی ہیں جو ایک ہاشمی خاتون کے بطن سے پیدا ہوئے۔

۲۔ اُن کی ولادت خانۂ کعبہ میں ہوئی۔ یہ ایسی فضیلت ہے جو اُن سے پہلے صرف ایک صاحب کو نصیب ہوئی تھی۔ اور یہ صاحب جیسا کہ "مُستدرک حاکم" میں مذکور ہے، حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

۳۔ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آغوشِ تربیت میں نشو و نما پائی۔

۴۔ ایک قول کے مطابق یہی پہلے شخص ہیں جو سب سے پہلے ایمان لائے۔ دوسرے قول کے مطابق پہلے مسلمان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

---

[1] حافظ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں اس کو امام احمد سے بسند روایت کیا ہے۔
(ملاحظہ ہو "تاریخ بغداد" ج۔ ۱ ص ۱۳۵۔ طبع مصر)

[2] "منہاج السنۃ" از حافظ ابن تیمیہ۔ ج۔ ۱، ص ۱۴۴ طبع مصر ۱۳۲۱ھ

۵۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ عنہ کے خویش (داماد) تھے اور آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولاد کا سلسلہ ان ہی کے صلب سے باقی رہا۔

۶۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے موقع پر بستر نبوی پر جا کر یہی سوئے تاکہ لوگ یہ گمان نہ کریں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جا چکے ہیں۔

۷۔ (مدینہ نبوی میں) عقد مواخات کے وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مواخات (یعنی آپ کے بھائی بننے) کا شرف حاصل ہوا۔

۸۔ غزوۂ بدر میں قریش کے پہلوانوں نے جب مبارزت طلب کی تو حضرت علی مرتضیٰ حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہی ان کے مقابلہ میں میدان جنگ میں اُترے اور غالب رہے اور پھر اس بشارت سے سرفراز ہوئے کہ "روز قیامت جب (مومنین کی) کفار سے مخاصمت شروع ہوگی تو سب سے پہلے حضرت مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں بزرگوں کے ساتھ حق تعالیٰ کے حضور میں کھڑے ہوں گے۔"

۹۔ غزوۂ اُحد میں ان چند بزرگوں میں سے یہ بھی تھے جو معرکے میں ثابت قدم رہے اور اس جنگ میں نمایاں سعی آپ سے ظاہر ہوئی۔

۱۰۔ غزوۂ خندق میں عمرو بن عبدود کو جو قریش کا مشہور پہلوان تھا جہنم رسید کیا۔

۱۱۔ غزوۂ خیبر میں آشوب چشم کی وجہ سے جو اس وقت آپ کو لاحق تھا اولاً شرکت کا موقع نہ مل سکا لیکن بعد کو توفیق الٰہی نے دستگیری کی اور باوجود آشوب چشم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے آشوب چشم سے شفا پائی اور قلعۂ خیبر آپ ہی کے ہاتھ پر فتح ہوا، اور اس موقع پر ایسی

فضیلت تامہ آپ کے نصیب میں آئی کہ زبانِ رسالت سے یہ کلمات آپ کے حق میں صادر ہوئے

سابعث غداً رجلاً یحب اللّٰہ ورسولہ ویحبہ اللّٰہ ورسولہٗ	میں کل ہی ایسے شخص کو اس مہم پر بھیجوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسولؐ اس سے محبت رکھتے ہیں۔

۱۲۔ غزوات نبوی میں بہت سے مواقع پر عساکرِ نبوی کے علم بردار آپ ہی تھے۔

۱۳۔ ۹ھ ہجری میں آیۂ برات کی تبلیغ کا شرف آپ ہی کے حصہ میں آیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرماتے ہوئے کہ

لا یبلغہ الا انا او رجل منی	اس کی تبلیغ یا تو میں کر سکتا ہوں یا میرے خاندان کا کوئی فرد۔

اس حکم کی تبلیغ کی ذمہ داری آپ ہی کے سپرد کی۔

۱۴۔ غزوۂ تبوک میں مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین ہوئے اور اس باب میں

انت منی بمنزلۃ ھارون من موسٰی	جو منزلت ہارون کی موسٰیؑ کے یہاں تھی وہی تمہاری میرے یہاں ہے کی فضیلتِ عظمٰی آپ کو نصیب ہوئی۔

۱۵۔ ہجرت کے آخری سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی حکومت پر آپ کو متعین فرمایا اور وہاں کا قلعہ آپ کے ہاتھوں فتح ہوا۔

۱۶۔ اور جب مالِ غنیمت کے خمس میں سے ایک لونڈی آپ کے حصہ میں آئی اور اس کے بارے میں لوگوں میں قیل وقال شروع ہو گئی تو آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے پاس غیرت کی بنا پر لوگوں کو اُن کی ایذا رسانی سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا

هو منی و انا منه (تم نے علی کو کیا سمجھا ہے) وہ میرا ہے اور میں اس کا ہوں۔

۱۷۔ اور "غدیر خم" کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا:

من کنت مولاہ فعلی مولاہ میں جس کا دوست ہوں علی اس کے دوست ہیں۔

۱۸۔ اور مباہلہ کے وقت جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اہل بیت کو اپنے ہمراہ لے کر تشریف فرما ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ساتھ تھے۔

۱۹۔ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب یہ دعا فرمائی

اللهم هؤلاء اهل بیتی اے اللہ یہ لوگ (علی، فاطمہ، حسنین) میرے
فطهرهم تطهیرا اہل بیت ہیں تو ان کو خوب پاک کر دے

تو حضرت مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان حضرات میں نہ صرف شامل بلکہ ان سب کے بڑے تھے۔

۲۰۔ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان کے حق میں ارشاد ہے:

لا یحب علیاً منافق علی سے نہ کوئی منافق محبت رکھ سکتا ہے
ولا یبغضه مومن اور نہ کوئی مومن بغض رکھ سکتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا اس بنا پر تھا کہ آپ امرِ حق پر علی الدوام اور امرِ الٰہی کی بجا آوری میں شدت کے ساتھ سرگرم تھے۔

۲۱- اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب حکم دیا کہ مسجد نبوی کے سب دروازے، جو لوگوں نے اپنی نجی آمد و رفت کے لئے کھول رکھے ہیں بند کر دیئے جائیں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دروازے کو اس حکم سے مستثنیٰ کر دیا۔ کیونکہ ان کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہمسائیگی کا شرف حاصل تھا اور آپ کو ان کا قرب مطلوب تھا۔

ان اکیس فضائل کو بیان کرنے کے بعد شاہ صاحب ممدوح کے الفاظ ہیں:

این بود شرح قیام او بیک جناح نبوت کہ افشائے اسلام است، ونصرت او در جناح دیگر از جناحین خلافت نبوت کہ افشائے علم است آثار جمیلہ از وے ظاہر شدند۔

اشاعت اسلام جو نبوت کا ایک بازو ہے اس کے برپا کرنے میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو مساعی تھیں یہ ان کی شرح ہے اور خلافت نبوت کے دو بازوؤں میں سے دوسرے بازو کی نصرت یعنی اشاعت علم کے سلسلے میں جو آپ سے آثار جمیلہ ظاہر ہوئے (اُن کی تفصیل یہ ہے)۔

۱- تعلیم قرآن۔ چنانچہ تاحال آپ کی روایت باقی ہے اور قرّاءِ سبعہ میں سے بعض حضرات اس قرآن مجید کو آپ سے روایت کرتے ہیں۔

۲- حدیث نبوی کی روایت کے اعتبار سے آپ کا شمار مکثرین میں ہے یعنی ان اصحاب میں جن سے بکثرت احادیث نبویہ مروی ہیں۔

۳- فقہ۔ آپ کے عہد خلافت میں آپ کے ہاتھوں بکثرت مسائل کے فیصلے ظاہر ہوئے۔ اور امت میں محفوظ رہے۔

۴۔ خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کے علم کی گواہی دی اور فرمایا کہ انا مدینۃ الحکمۃ وعلیؓ بابھا "میں حکمت کا شہر ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہیں"۔

۵۔ اور مسائل قضا میں ان کے تفوق کو بھی بتایا، چنانچہ ارشاد ہے: اقضاکم علیؓ "تم میں سب سے بڑے قاضی (مسائل کا فیصلہ کرنے والے) علیؓ ہیں"۔

۶۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس امر سے پناہ مانگا کرتے تھے کہ کوئی سخت الجھا ہوا مسئلہ اُن کے سامنے ایسے وقت پیش آئے کہ جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود نہ ہوں۔

۷۔ خود حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ

سلونی عن کتاب اللّٰہ فواللّٰہ ما من اٰیۃٍ الا وانا اعلمُ اَبلیلٍ نزلت ام بنھارام فی سھلٍ او فی جبل	مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں پوچھ لیا کرو، بخدا کوئی ایسی آیت نہیں جس کے بارے میں مجھے علم نہ ہو کہ وہ رات میں اُتری تھی یا دن میں اور وہ وادی میں اُتری تھی یا پہاڑ پر۔

۸۔ حکمت۔ اور ذہن کا جلدی سے (مسئلہ کی حقیقت کی طرف) منتقل ہو جانا جو حکمت کے شعبوں میں سے ایک عظیم شعبہ ہے اس کا بھرپور حصّہ آپ کو ملا تھا چنانچہ حساب کے دقیق مسائل نیز مسئلہ کے ماخذ پر کتاب وسنّت اور قواعد مقررہ وسلّمہ کی روشنی میں متنبّہ کرنے کے بے شمار واقعات آپ سے منقول ہیں۔

۹۔ اور زہد اور بیت المال کے تصرّف میں غایت احتیاط۔ کھانے پینے

پہننے میں سادگی اور بیت المال کی تقسیم میں اپنی قرابت کا پاس و لحاظ نہ کرنا۔ ان امور میں بڑے بلند مقام پر فائز تھے۔

یہ اور اس قسم کے اور بہت سے مناقب جمیلہ آپ میں موجود تھے۔[1]

یہ بھی واضح رہے کہ "قرۃ العینین" میں شاہ صاحب ممدوح علیہ الرحمۃ کے پیش نظر اختصار ہے لیکن انھوں نے اپنی دوسری بے نظیر تصنیف ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء کی جلد دوم میں مناقب مرتضوی پر نہایت مبسوط بحث کی ہے۔ جس کی خوبی اس کے دیکھنے ہی سے معلوم ہو سکتی ہے۔ یہ بحث بڑی تقطیع کے پورے چوبیس صفحات پر صفحہ ۲۵۱ سے لیکر ۲۷۴ تک پھیلی ہوئی ہے۔

حضرت مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علمی خدمات کے سلسلہ میں شاہ صاحب نے "ازالۃ الخفاء" میں جو کچھ ارقام فرمایا ہے اس کا نہایت ہی مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔ فرماتے ہیں:

۱۔ وتنصیب او از احیاء علوم دینیہ آنست کہ جمع او کرد قرآن را بحضور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (ص ۲۷۳)	۱۔ دینی علوم کے احیاء کے سلسلے میں ان کا حصہ یہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ کی حیات مبارکہ ہی میں آپ نے قرآن کریم حفظ کر لیا تھا۔

چنانچہ تابعین کی ایک جماعت نے آپ سے قرآن مجید کو روایت کیا ہے اور اس روایت کا سلسلہ تا حال باقی ہے۔ امام عاصم جن کے شاگرد امام حفص کی قراءت آج تمام دنیا میں متداول ہے اور ہم اہل ہند و پاک بھی اسی قراءت میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں، اس کا سلسلۂ اسناد بھی حضرت مرتضیٰؓ حضرت

[1] ملاحظہ ہو "قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین" از ص ۱۳۸ تا ۱۴۰۔ طبع مجتبائی۔ دہلی ۱۳۱۰ھ

عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ پر منتہی ہوتا ہے۔ اسی طرح قراء سبعہ میں امام حمزہ کی قرأت کی سند بھی حضرت ذی النورینؓ و حضرت علی مرتضیٰ پر ختم ہوتی ہے۔ اور ان حضرات صحابہ نے خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قرآن مجید اخذ کیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ قرآن جو آج ہم پڑھتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اسی طرح بعینہ لوگوں کے سینوں میں جمع اور محفوظ تھا۔[1]

وے رضی اللہ عنہ از حفاظ حدیث است و از مکثرین صحابہ است۔ در بادی النظر قریب شش صد حدیث در کتب معتبرہ از احادیث مرفوعہ وے رضی اللہ عنہ مذکور است اوی لحقیقت مرفوعات او از ہزار بیشتر میتواں یافت (ص ۲۷۳)	اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حدیث کے حفاظ اور مکثرین صحابہ میں سے تھے۔ بادی النظر میں تو چھ سو احادیث مرفوعہ کے قریب معتبر کتابوں میں آپ سے منقول ہیں لیکن درحقیقت آپ کی مرفوع احادیث ایک ہزار سے زیادہ مل سکتی ہے۔

آپ کی مرویات کی ایک اہم خصوصیت جس کی طرف شاہ ولی اللہ صاحب نے توجہ دلائی یہ بھی ہے کہ:

و بعض ابواب حدیث کہ پیش از وے روایت نکردہ بودند فاتح اوّل آں باب است (ص ۲۷۳)	اور حدیث کے وہ بعض ابواب جن کی آپ سے پہلے روایت نہیں کی گئی۔ اس باب کے بیان کرنے کی ابتداء آپ ہی سے ہوئی۔

چنانچہ اس سلسلے میں شاہ صاحب ممدوح نے خاص طور پر جن احادیث کی

---

[1] معلوم ہوا جو لوگ قرآن کی تحریف یا اس میں کمی بیشی کے قائل ہیں وہ مسلمان نہیں۔ نعمانی

نشاندہی کی وہ یہ ہیں :

۱۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حلیۂ منورہ اور اوقاتِ شب و روز کے گزران کی کیفیت جو شمائلِ ترمذی میں مذکور ہے

۲۔ نمازِ مناجات جو نورانیتِ باطن میں بغایت مؤثر ہے اور "جامع ترمذی" میں مروی ہے۔

۳۔ نوافلِ یومیہ ضحیٰ، صلوٰۃ الزوال وغیرہ جو تصوف کا خاص باب ہے اس کی روایت "مسند احمد" میں موجود ہے۔

واز مسائلِ فتاویٰ و احکام بسیارے نقل کردہ شد۔ خصوصاً در کتبِ امام شافعی او رمصنف عبدالرزاق و در مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ حصّہ وافرہ مذکور است (ص ۲۷)	آپ سے مسائل فتاویٰ و احکام بہت منقول ہوئے خصوصاً امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی تصانیف میں، نیز مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ میں ان کا بڑا حصّہ مذکور ہے۔ ؎
۴۔ و در بحث توحید و صفاتِ زبانے داشت فصیح و آں مبحث در خطب وے رضی اللہ عنہ یافتہ می شود، و از میان صحابہ	توحید و صفات الٰہی کے بارے میں آپ کی زبان فیض ترجمان پر فصاحت کے دریا جاری تھے یہ مضمون آپ کے خطبات میں پایا جاتا ہے۔ صحابہؓ

؎ بندہ ناکارہ کہتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے اصحاب کی تصانیف میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جتنی روایتیں کی ہیں ان سے بھی زیادہ روایات مذکور ہیں۔

کبار وے کرم اللہ وجہہ بآں
زبان متفرد است گویا در
باب توحید و صفات از فن
کلام متکلم اوّل او است و
وے در آں مقامات از اصل
سنت سنیّہ انبیاء بیروں نہ
رفتہ (ص ۴۷۲)

کبار میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ
وجہہ اس بحث میں اپنے زور بیان
میں منفرد ہیں۔ گویا فن کلام میں جو توحید
وصفات کا باب ہے اس کے پہلے متکلم
امت میں آپ ہی ہیں اور ان مقامات
کے بیان میں انبیاء کی اصل سنت سنیّہ
سے آپ نے قدم باہر نہیں رکھا ہے۔

۵۔ در باب تصوّف بحرے بود
بغایت وسیع ...... قال
الجنید رحمہ اللہ شیخنا
فی الاصول والبلاء علی
المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
(ص ۴۷۲)

اور علم تصوّف کا تو آپ ایک نہایت
وسیع سمندر تھے ...... حضرت
جنید رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ
اُصول اور بلاء میں تو ہمارے شیخ
علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ہی ہیں۔"

۔ ورسم فصاحت و بلاغت در
خطب آوردۂ اوست خلفائے
سابق بآں مشغول نمی شدند۔

خطبات میں فصاحت و بلاغت کا
طریقہ آپ ہی کا جاری کردہ ہے خلفائے
سابق اس میں مشغول نہ ہوئے۔

۔ باز در زمان شیخین مشیر در
مسائل دینیہ و وزیر در تدابیر
ملکیۂ ایشاں بود و ایشاں
در تعظیم و توقیر او دور دور
رفتہ و مناقب و فضائل

پھر حضرت شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما
کے عہد میں دینی مسائل کے مشیر اور
ملکی تدابیر میں ان کے وزیر رہے اور
یہ حضرات بھی ان کی تعظیم و توقیر بہت
ہی زیادہ کرتے تھے اور ان کے مناقب

او رضی اللہ عنہ واضح ساختہ اند (ص ۲۷۴)

وفضائل خوب کھول کر بیان کرتے تھے۔

اور شاہ صاحب نے "قرۃ العینین" میں یہ بھی فرمایا ہے کہ:

اعتماد بر فتاوی عبداللہ بن مسعود در غالب حال و بر قضایائے مرتضیٰ در بعض احوال بآں شرط کہ اصحاب عبداللہ بن مسعود روایت کردہ باشند و اثبات نمودہ وبعد ازاں بر تحقیقات ابراہیم نخعی وشعبی وتخریجات ایشاں اصل مذہب ابی حنیفہ است کہ بسبب آں صورت خاص مذہب او پیدا شد۔ (ص ۱۷۶)

اکثر حالات میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتاویٰ پر اور بعض حالات میں حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فیصلوں پر اعتماد کرنا بشرطیکہ ان کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلامذہ نے نقل کیا اور ثابت رکھا ہو[1]۔ بعد ازاں ابراہیم نخعی وشعبی کی تحقیقات وتخریجات کو سامنے رکھنا یہ امام ابو حنیفہ کے مذہب کا اصول ہے جس کی بنا پر ان کے مذہب کی ایک خاص شکل پیدا ہو گئی۔

---

[1] اس شرط کو ملحوظ رکھنے کی وجہ خود شاہ ولی اللہ صاحب نے یہ بتائی ہے کہ:

اصحاب عبداللہ بن مسعودؓ ثقات وفقہاء اند و رواۃ حضرت مرتضیٰ لشکریان مستور الحال۔ وحدیث مرتضیٰ بدرجہ صحت نرسیدہ است الا آنچہ اصحاب عبداللہ بن مسعود روایت کردہ اند (قرۃ العینین ص ۱۷)

کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب ثقات اور فقہاء ہیں۔ اور حضرت مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرنے والے ان کے لشکر کے وہ لوگ ہیں جن کا حال ظاہر نہیں۔ چنانچہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہی حدیث صحت کے درجہ کو پہنچتی ہے کہ جس کو ان سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب روایت کرتے ہیں۔

اس سے اندازہ لگایئے کہ مذہب حنفی پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد سب سے زیادہ جس کا اثر ہے وہ حضرت مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہیں۔

واضح رہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تمام فقہی مسائل مستقل کتاب کی صورت میں علیحدہ بھی مدوّن کر دیے گئے ہیں۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اپنے فتاویٰ میں رقمطراز ہیں:

لالکائی از محدثین اہل سنت مذہب علی مرتضیٰ را در فقہیات از کتاب الطہارۃ تا کتاب القضاء بہ ترتیب جمع کردہ کتابے مستقل در فقہ ساختہ است۔ ہر کسے کہ خواہد بطرف آں کتاب رجوع کند[1]

محدثین اہل سنت میں سے لالکائی نے مسائل فقہ میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کو کتاب الطہارت سے لیکر کتاب القضاء تک جمع کر کے ایک مستقل کتاب فقہ کی تیار کر دی ہے۔ چنانچہ جو شخص چاہے اس کتاب کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔

حافظ شمس الدین الذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں محدث لالکائی کا ترجمہ لکھا ہے جو ان الفاظ میں شروع ہوتا ہے۔ اللالکائی الامام ابوالقاسم ھبۃ اللہ بن الحسین بن منصور الطبری الرازی الحافظ الفقیہ الشافعی محدث بغداد۔ انھوں نے بہت سے محدثین سے حدیث کا سماع کیا تھا۔ فقہ کی تعلیم ابو حامد اسفرائینی سے پائی تھی۔ محدّث خطیب بغدادی حدیث میں ان کے شاگرد تھے۔ رمضان ۴۱۸ھ ہجری میں وفات پائی۔ ان کی تصانیف میں اس کتاب کے علاوہ جس کا ذکر شاہ عبدالعزیز صاحب نے کیا ہے ایک کتاب السنہ ہے دوسری رجال صحیحین پر اُن کی ایک تالیف ہے۔

---

[1] فتاویٰ عزیزی۔ ج۔ ۱۔ ص ۸۰۔ مطبع مجتبائی ۱۳۴۱ھ

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی احادیث مرویہ کو جیسا کہ شاہ
ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے لکھا۔ حدیث کی معتبر کتابوں میں علماء
محدثین نے جمع کر دیا ہے۔ کتب حدیث کا ایک مستقل عنوان ہے "مسند"
اس نام سے حدیث کی جتنی کتابیں جمع کی گئی ہیں ان میں ہر صحابی کے نام
کے تحت اس صحابی کے تمام مرویات کو بلا لحاظ مضمون یکجا ذکر کر دیا جاتا ہے۔
مسانید اسلام میں بکثرت مرتب ہوئیں۔ سیکڑوں ہزاروں کتابیں اسی
عنوان کے تحت لکھی گئیں مگر ان میں سب سے مبسوط کتاب امام شیخ الاسلام
ابو عبد الرحمٰن بقی بن مخلد القرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ المتوفی ۲۷۶ھ کی "مسند کبیر"
ہے۔ حافظ ابن حزم اندلسی کا بیان ہے کہ اس مسند میں تیرہ سو سے زائد
صحابہ کی مرویات درج ہیں اور پھر ہر صحابی کی حدیث ابواب فقہیہ پر بھی
مرتب ہیں۔ اس اعتبار سے یہ کتاب "مسند" بھی ہے اور "مصنف" بھی۔
اس خوبی کی حامل کسی اور مصنف کی کتاب نہیں[1]۔ شیخ الاسلام بقی بن مخلد
علم حدیث میں بخاری و مسلم کے ہمسر تھے۔ امام ابن حزم نے تصریح کی ہے کہ

کان بقی ذا خاصة من احمد بن حنبل وجاريا في مضمار البخاري و مسلم والنسائي[2]	بقی کو امام احمد بن حنبل کی خدمت میں بڑا اختصاص حاصل تھا، یہ بخاری مسلم نے اور نسائی کے ہم عناں ہیں۔

---

[1] ملاحظہ ہو کشف الظنون "زیر عنوان "مسند امام بقی بن مخلد" خاکسار کہتا ہے کہ اسی صفت کی حامل شیخ الاسلام بقی بن مخلد کے معاصر امام ابن جریر طبری کی تہذیب الآثار بھی ہے لیکن افسوس ہے کہ یہ کتاب مصنف کی زندگی میں تمام نہ ہو سکی شیخ الاسلام بقی کی مسند تو آج دنیا میں ناپید ہے لیکن امام ابن جریر طبری کی کتاب کے کئی حصے زیور طبع سے آراستہ ہو کر شائع ہو چکے ہیں۔

[2] ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ از امام ذہبی ترجمہ بقی بن مخلد۔

حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ دو سو اسّی سے زاید شیوخ حدیث سے انھوں نے علم حدیث اخذ کیا اور طلب حدیث میں مشرق و مغرب کو پے سپر کیا تھا۔ حافظ ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں ان الفاظ میں ان کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے "وکان اماماً علماً قدوۃً مجتہداً، لایقلد احداً ثقۃً حجۃً صالحاً عابداً متہجداً اواہاً، عدیم النظیر فی زمانہ"۔ متاخرین محدثین جو عام طور پر کسی صحابی کی مرویات کی تعداد بیان کیا کرتے ہیں وہ اسی کی مسند کی مرویہ احادیث کی تعداد ہوتی ہے۔

حضرت مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرویہ احادیث مرفوعہ کی تعداد شاہ ولی اللہ صاحب نے چھ سو کے قریب بتلائی ہے۔ حافظ ابن جوزی کی کتاب "تلقیح فہوم اہل الاثر فی عیون التاریخ والسیر" کا جو نسخہ اس وقت ہمارے پیش نظر ہے اور جس کو سید محمد یوسف ٹونکی نے اپنی تصحیح و اہتمام سے جید برقی پریس دہلی میں طبع کرا کر شائع کیا ہے اس میں اس "قریب" کی تعیین پانچسو چھتیس ۵۳۶ کی ہے۔ چنانچہ "اصحاب المئین" کے زیر عنوان اس کی عبارت یہ ہے:

علی بن ابی طالب خمس مائۃ حدیث وستۃ وثلاثون، وقال ابونعیم الاصفہانی اسند اربع مائۃ ونیفا من المتون سوی الطرق وقال البرقی الذی حفظنا عنہ نحو مائتی حدیث (ص ۱۸۳)	علی ابن ابی طالب کی پانچسو چھتیس ۵۳۶ روایات ہیں اور حافظ ابونعیم اصفہانی نے کہا ہے کہ چار سو سے زاید متونِ حدیث ان سے مروی ہیں طرق و اسانید کا اس میں شمار نہیں اور حافظ برقی کہتے ہیں کہ جو حدیثیں ہمارے پاس ان کی محفوظ ہیں وہ دو سو کے قریب ہیں۔

حافظ ابن جوزی نے تعداد حدیث کا سارا باب اسی مسند بقی بن مخلد سے

نقل کیا ہے البتہ اس سلسلہ میں وہ مزید اضافہ حافظ ابوبکر برقی کی تاریخ اور حافظ ابونعیم اصفہانی کی کتاب سے کرتے جاتے ہیں جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرویہ احادیث کی تعداد بیان کرتے ہوئے بھی انھوں نے کیا ہے۔

ہماری تحقیق کے مطابق "تلقیح" میں "ستۃ و ثلاثون" کے الفاظ غلطی سے طبع ہوگئے ہیں۔ اصل میں "ستۃ و ثمانون" ہیں۔ یہ خدا ہی کو معلوم ہے کہ اصل مخطوطہ منقول عنہا میں بھی یہ غلطی تھی یا مطبوعہ نسخہ ہی میں واقع ہوئی ہے۔ حافظ ابن حزم کے پیش نظر بھی "مسند بقی" ہی تھی اور انھوں نے بھی ایک مستقل رسالہ اس موضوع پر قلمبند کیا ہے۔ جو اُن کی کتاب "جوامع السیرۃ" کے ساتھ آخر میں طبع ہوگیا ہے۔ اس میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی مرویات کی تعداد ۵۸۶ ہی مرقوم ہے اور یہی تعداد انھوں نے اپنی دوسری کتاب "الفصل فی الملل و الاھواء و النحل" میں لکھی ہے۔ چنانچہ ان کی عبارت حسب ذیل ہے:

ولم یروعن علی الاخمس مائۃ وستۃ وثمانون حدیثا مسندۃ یصح منہا نحو خمسین وقد عاش بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازید من ثلاثین سنۃ وکثر لقاء الناس ایاہ وحاجتہم الی ما عندہ لذھاب جمھور الصحابۃ رضی اللہ عنھم وکثر سماع اھل الآفاق عنہ مرۃ بصفین و اعواماً

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پانچسو چھیاسی مسند حدیثیں مروی ہیں جن میں پچاس کے قریب صحیح ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد تیس سال سے زیادہ زندہ رہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بڑی جماعت کے گزر جانے کے سبب لوگ کثرت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے پاس جو علم تھا اس کی ان کو ضرورت پڑی چنانچہ کثرت سے اہل آفاق نے آپ سے حدیثیں

بالكوفة ومرةً بالبصرة والمدينة (ج ۴۔ ص ۱۳۷)	سنیں کبھی صفین میں اور کئی برس کوفہ میں اور کبھی بصرہ اور مدینہ میں۔

حافظ ابن حزم نے جو تعداد بیان کی ہے یہی تعداد امام سیوطی کی تاریخ الخلفاء اور علامہ خزرجی کی کتاب "خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال" میں مرقوم ہے۔ خزرجی نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان میں بیس حدیثیں "متفق علیہ" ہیں یعنی امام بخاری و مسلم دونوں نے ان کو روایت کیا ہے اور نو حدیثوں کی روایت صرف بخاری نے کی ہے اور پندرہ کی صرف مسلم نے۔ غالباً اسی نقطۂ نظر سے ابن حزم نے صحیح احادیث کی تعداد پچاس کے قریب لکھی ہے۔ لیکن یاد رہے کہ یہ تعداد "صحیح لذاتہ" کی ہے جو محدثین کے نزدیک صحیح کی سب سے عالی قسم شمار کی جاتی ہے ورنہ ثبوت کے لحاظ سے حدیث کی چار قسمیں ہیں (۱) صحیح لذاتہ (۲) صحیح لغیرہ (۳) حسن لذاتہ (۴) حسن لغیرہ۔ یہ چاروں قسمیں بالاتفاق مقبول ہیں اور حجت مانی جاتی ہیں۔

پھر یہ بھی واضح رہے کہ یہ تعداد ان احادیث کی ہے جو "مسند بقی بن مخلد" میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہیں۔ ان کی جملہ مرویات کی یہ تعداد نہیں۔ بعض لوگوں کو اس سلسلہ میں یہ غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ "مسند بقی" میں ہر صحابی کی مرویات کی جو تعداد مذکور ہے اس سے زیادہ اس صحابی سے اور کچھ مروی نہیں۔ یہ محض غلط ہے۔ حافظ ابن جوزی "تلقیح" میں لکھتے ہیں:

وقد كان ابو عبد الرحمٰن بقي بن مخلد جمع في مسنده حديثاً كثيراً عن جمهور الصحابة فعد منه بعض رواية الاحاديث التي يرويها	ابو عبد الرحمٰن بقی بن مخلد نے اپنی مسند میں جمہور صحابہ کی حدیثیں جمع کی ہیں چنانچہ اسی بنا پر ہر صحابی نے جو حدیثیں روایت کی ہیں ان میں بعض کی تعداد اسی کتاب کو پیش نظر رکھتے ہوئے بیان کر دی گئی ہے

كل صحابي فتوهم بعض المتأخرين ان الصحابي لا يروي سوى ذلك وليس كما توهم وانما هو قدر ما وقع الى المصنف (ص ۱۸۰)

اس سے بعض متاخرین اس وہم میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ یہ صحابی بس اتنی ہی حدیثیں روایت کرتے ہیں حالانکہ درحقیقت ایسا نہیں جیسا کہ ان کو وہم ہوا ہے بلکہ یہ تو روایت کی اس مقدار کا بیان ہے جو مصنف کو پہنچی ہے۔

مسند بقی تو آجکل ناپید ہے لیکن جو مسانید طبع ہو کر شائع ہو چکی ہیں وہ یہ ہیں:۔

۱۔ مسند امام ابو داؤد سلیمان بن داؤد طیالسی المتوفی ۲۰۴ھ جس کا شمار اسلام کے قدیم ترین مسانید میں ہے بلکہ بعض حضرات اس باب میں سب سے پہلی تصنیف انھیں کی مسند کو خیال کرتے ہیں۔ یہ مسند دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن سے ۱۳۲۱ھ میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ اس میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرویات صفحہ ۱۵ سے صفحہ ۲۶ تک درج ہیں مگر درمیان میں کچھ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیثیں بھی آ گئی ہیں۔ آج کل اس کتاب کی مسند علی کی احادیث پر فرزند عزیز محمد عبد الشہید سلمہ اللہ تعالیٰ امام سخاوی کی ترتیب مسند طیالسی کے ایک قلمی نسخے کی مدد سے جس کا ایک حصہ ان کو دستیاب ہو گیا ہے کام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جلد ان کو اس کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

۲۔ مسند امام عبد اللہ بن زبیر حمیدی المتوفی ۲۱۹ھ یہ کتاب دو جلدوں میں مجلس علمی کراچی نے شائع کی ہے اور اس کی تصحیح و تحشیہ کا کام مولانا حبیب الرحمن صاحب محدث اعظمی نے انجام دیا ہے۔ مگر اس مسند میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت ہی کم روایتیں مذکور ہیں جن کی کل تعداد ۲۳ ہے۔

۴۔ مسند امام احمد بن حنبل المتوفی ۲۴۱ھ۔ جو اس وقت موجودہ تمام مسانید میں سب سے زیادہ ضخیم ہے اور باریک ٹائپ پر چھ ضخیم جلدوں میں پہلے مصر اور پھر بیروت سے شائع ہو چکی ہے۔ اس "مسند" میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی روایات ص ۷۵ سے ۱۶۰ پر ختم ہوتی ہیں۔

"صحاح ستہ" میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی روایات کی تعداد تین سو بائیس ۳۲۲ ہے جن کو ان سے ایک سو تریپن صحابہ و تابعین نے نقل کیا ہے۔ ان سب احادیث کی فہرست حافظ جمال الدین مزی نے اپنی گرانقدر تصنیف "تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف" میں راویوں کے اسماء کو حروف تہجی پر مرتب کر کے پیش کر دی ہے اور ہر حدیث کے بارے میں نشاندہی کر دی ہے کہ صحاح ستہ کے کس باب میں کس راوی کی سند سے وہ مروی ہے۔

ان کے علاوہ حدیث کی بکثرت قلمی اور مطبوعہ کتابیں ہیں جن میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بکثرت روایتیں پائی جاتی ہیں اور عین ممکن ہے کہ ان کتابوں میں بعض وہ حدیثیں بھی موجود ہوں جو "مسند بقی" میں نہیں ہیں۔

"صحاح ستہ" کی بزم کے رکن رکین امام احمد بن شعیب نسائی المتوفی ۳۰۳ھ جو امام بقی کی طرح امام بخاری و امام مسلم کے ہم پایہ ہیں بلکہ بعض محققین حفاظ حدیث تو ان کو امام مسلم پر بھی فوقیت دیتے ہیں۔ انھوں نے مستقل طور پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیثوں کو جمع کرنے پر توجہ دی اور ان کو ایک علیحدہ کتاب میں مدوّن کر دیا جس کا نام ہے "مسند امیر المؤمنین علی بن ابی طالب"۔

اسی دور کے ایک اور بزرگ حافظ علامہ ابو یوسف یعقوب بن شیبہ سدوسی بصری نزیل بغداد المتوفی ۲۶۲ھ ہجری ہیں۔ جو شیخ الاسلام بقی بن مخلد امام محمد بن جریر طبری اور امام نسائی سب سے عمر اور طبقے میں بڑے تھے انھوں

نے بھی حدیث میں ایک بہت مسند لکھی تھی جس کا تعارف حافظ ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں ان الفاظ میں کرایا ہے

ما صنف مسند احسن منه ولکنه ما اتمه

اس سے بہتر مسند تصنیف نہیں ہوئی لیکن وہ اس کو مکمل نہ کر سکے

اور اپنی دوسری مشہور تصنیف "سیر اعلام النبلاء" میں اس "مسند" کا ذکر ان لفظوں میں کرتے ہیں

المسند الکبیر العدیم النظیر المعلل الذی تم من مسانیدہ نحو من ثلاثین مجلدا، ولو کمل لجاء فی مائة مجلدا (ج-۱۲ ص ۴۷۶)

مسند کبیر عدیم النظیر معلل جس کی مسانید میں سے صرف تیس جلدوں کے قریب مکمل ہو سکیں۔ ورنہ اگر یہ کتاب پایہ تکمیل کو پہنچ جاتی تو سو جلدوں میں آتی۔

"معلل" کا مطلب یہ ہے کہ احادیث کی اسانید کے ساتھ ان کے علل پر بھی تفصیل سے کلام کیا جائے۔ محدثین نے تصریح کی ہے کہ کوئی معلل کتاب پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتی کیونکہ اس کے ختم ہونے سے پہلے مصنف کی عمر ختم ہو جاتی ہے۔ یعقوب بن شیبہ بڑے پایہ کے محدث تھے۔ حافظ ذہبی نے لکھا ہے وکان من کبار علماء الحدیث۔ حق تعالیٰ نے ان کو دولت علم کے ساتھ دولت دنیوی سے بھی نوازا تھا۔ چنانچہ "مسند" کی تبییض پر دس ہزار اشرفیاں صرف کیں ان کی حویلی میں چالیس لحاف ان مبیضہ نویسوں کے لئے تیار رکھے رہتے تھے جو اس خدمت کو انجام دینے کے لئے رات ان کے یہاں ہی بسر کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اس مسند کی "مسند ابی ہریرۃ" کا حصہ جو مصر میں لوگوں کی نظر سے گزرا وہ دو سو جزء پر مشتمل تھا۔ اس کے علاوہ مسند یعقوب کے جو اجزاء مبیضہ ہو کر منظر عام پر آگئے۔ وہ مسانید عشرہ

مبشرہ ، مسند ابن مسعود ، مسند عمار ، مسند عباس اور بعض موالی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسانید ہیں۔ ان میں صرف علی کرّم اللہ وجہہ کی مسند پانچ جلدوں پر مشتمل تھی۔[1]

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث نبوی کی روایت میں جن احتیاطوں کو مدنظر رکھتے تھے۔ امام ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں ان کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں :-

۱- وکان اماماً عالماً متحریاً فی الاخذ بحیث انہ لیستحلف من یحدثہ بالحدیث

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام تھے عالم تھے۔ اخذ حدیث (یعنی روایت قبول کرنے میں) احتیاط برتتے تھے چنانچہ جو شخص بھی آپکے سامنے کوئی حدیث بیان کرتا تو پہلے اس سے قسم لیتے تھے

البتہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت اس اصول سے مستثنیٰ تھی کہ آپ ان کی روایت بغیر حلف لئے بھی قبول فرما لیتے تھے۔

۲- عن علی قال حدثوا الناس بما یعرفون ودعوا ما ینکرون اتحبون ان یکذب اللہ ورسولہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، لوگوں کو وہ حدیثیں بیان کرو جو جانی پہچانی ہوں اور وہ نہ بیان کرو جن سے وہ بدکیں۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا جائے۔

حضرت ممدوح کے اس قول کو نقل کرنے کے بعد امام ذہبی نے یہ افادہ فرمایا ہے :-

فقد زجر الامام علی رضی اللہ عنہ عن روایۃ المنکر وحث علی التحدیث بالمشہور وھذا اصل کبیر فی الکف

(اب دیکھیے) بلاشبہ امام علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منکر (اوپری) روایات کے بیان کرنے سے سختی سے روک دیا اور مشہور روایت کے بیان کرنے کی ترغیب

---

[1] ان ساری تفصیلات کے لئے "تذکرۃ الحفاظ" امام ذہبی میں ان کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

من بث الاشیاء الواھیۃ والمنکرۃ من الاحادیث فی الفضائل والعقائد والرقائق ولاسبیل الی معرفۃ ھذا من ھٰذا الامعان فی معرفۃ الرجال۔	دلائل اور یہ فضائل، عقائد و مواعظ کے بارے میں واہی اور منکر روایات کے بیان کرنے سے رک جانے کا بڑا کارآمد اصول ہے اور منکر کی غیر منکر سے شناخت جب تک فن رجال میں گہری نظر نہ ہو نہیں ہو سکتی۔

۴۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان چند صحابہ میں شامل ہیں جن کو عہدِ رسالت میں حدیث نبوی کی کتابت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ چنانچہ حافظ ذہبی نے نقل کیا ہے:۔

عن علی قال ما کتبنا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا القرآن وما فی ھٰذہ الصحیفۃ۔	حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ علیہ وسلم سے سوائے قرآن کریم کے اور جو کچھ اس صحیفہ میں ہے (جو تمہارے سامنے ہے) اور کچھ نہیں لکھا۔

اس صحیفہ کا ذکر حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔ یہ حدیثیں چند فقہی احکام سے متعلق تھیں۔ حافظ ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب بہت ہیں اور میں نے ایک مستقل کتاب آپ کے لئے فضائل اور مناقب پر لکھی ہے جو ایک پوری جلد میں ہے اور اس کا نام ہے "فتح المطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب"۔

احادیث نبویہ کے مطالب و معانی کے سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد بھی آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے:

اذا حدثتم عن رسول اللہ	جب تمہارے سامنے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم حدیثاً فظنوا بہ الذی ھو اھناہ والذی ھو اھدٰی والذی ھو اتقٰی (مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۱۳۰)	صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث بیان کی جائے تو وہ معنی لو جو سب سے زیادہ عمدہ، سب سے زیادہ قرینِ ہدایت اور سب سے زیادہ تقویٰ کو بتاتے ہوں۔

محدثین نے اختلافِ روایت کے تحت ترجیح کے بہت سے اصول بیان کئے ہیں، چنانچہ حافظ ابوبکر حازمی نے اپنی مشہور کتاب "الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار" میں پچاس کے قریب وجوہ ترجیحات ذکر کی ہیں۔ یہ کتاب مصر اور ہندوستان دونوں جگہ طبع ہو چکی ہے۔ اس میں پچاسواں ضابطہ یہ بتایا ہے کہ جب کسی ایسے مسئلے میں دو مختلف حدیثیں وارد ہوں کہ جن کا تعلق قضاء سے ہو تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت کردہ حدیث کو ترجیح دی جائے گی۔

اہل سنت میں مذہب حنفی کو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خصوصی نسبت ہے۔ یہ مذہب آپ کے انفاس قدسیہ کی خصوصی برکات کا حامل ہے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے جدِ امجد ایک بار اپنے صغیر السن صاحبزادہ جناب ثابت علیہ الرحمہ کو جو امام صاحب کے والد ماجد ہیں لے کر خدمت مرتضوی میں حاضر ہوئے تو حضرت مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اُن کے اور اُن کی اولاد کے حق میں برکت کی خصوصی دعا فرمائی تھی چنانچہ یہ اسی دعا کی برکت کا اثر ہے کہ فقہ حنفی کو چار دانگ عالم میں غلبہ نصیب ہوا اور آج بھی اسلامی دنیا کی غالب اکثریت اسی مذہب کی پیرو ہے۔ فقہ مرتضوی کا اصل ترجمان مذہب حنفی ہی ہے۔ دور کیوں جایئے۔ نماز کے مشہور مسائل؛

آہستہ سے آمین کہنا۔ رکوع میں جاتے ہوئے اور اس سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہ کرنا۔ زیر ناف ہاتھ باندھنا، گاؤں میں نماز جمعہ وعیدین کا نہ پڑھنا' تراویح کی بیس رکعت۔ ان تمام مسائل میں فقہ حنفی میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہی کے فتاویٰ پر عمل ہے۔

صحیح مسلم کے مقدمہ میں مغیرہ بن مقسم ضبی علیہ الرحمہ سے جو کوفہ کے مشہور فقہا و محدثین میں ہیں اور امام حنیفہ رح کے استاد بھی۔ مروی ہے کہ

لم یکن یصدق علی علیٍّ" فی الحدیث الا من اصحاب عبد اللہ بن مسعود

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرویات میں صرف وہی روایت درست سمجھی جاتی تھی جس کو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ کے تلامذہ ان سے نقل کرتے تھے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اسی مسند علمی کے صدر نشین ہیں جس کا سلسلہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب سے عہد بعہد آپ تک منتہی ہوا۔ اسی لئے مذہب حنفی میں حضرت مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو علم منتقل ہوا وہ بالکل صحیح طریقہ پر منتقل ہوا پھر مذہب حنفی میں جس کثرت سے اولیا ہوئے ہیں دوسرے مذاہب میں نہیں ہوئے۔ تمام اولیاء اللہ کے سلاسل حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی پر جاکر ختم ہوتے ہیں۔

امام حافظ شمس الدین ذہبی نے جو علم تاریخ اور اسماء الرجال کے ایک عنصر خیال کئے جاتے ہیں۔ اپنی مشہور بے نظیر کتاب "سیر اعلام النبلاء" میں تصریح کی ہے کہ

فافقہ اھل الکوفۃ علی اہل کوفہ کے سب سے بڑے فقیہ علی اور

وابن مسعود، وافقه	اور ابن مسعود ہیں، اور ان دونوں کے اصحاب
اصحابھا علقمہ، وافقہ	میں سب سے بڑے فقیہ علقمہ ہیں اور علقمہ
اصحابہ ابراھیم، وافقہ	کے اصحاب میں سب سے بڑے فقیہ ابراہیم
اصحاب ابراھیم حماد	نخعی ہیں اور ابراہیم کے اصحاب سب سے
ابوحنیفہ، وافقہ اصحابہ	بڑے فقیہ حماد ہیں اور حماد کے اصحاب میں
ابو یوسف وانتشر اصحاب	سب سے بڑے فقیہ ابوحنیفہ ہیں اور
ابی یوسف فی الآفاق،	ابوحنیفہ کے اصحاب میں سب سے بڑے
وافقھم محمد، وافقہ	فقیہ ابو یوسف ہیں۔ پھر ابو یوسف کے
اصحاب محمد ابوعبداللہ	اصحاب آفاق عالم میں پھیل گئے۔ اور ان
الشافعی رحمھم اللہ تعالیٰ	میں سب سے بڑے فقیہ محمد ہیں۔ اور
(ج۔ ۵ ص ۲۳۶)	محمد کے اصحاب میں سب سے بڑے
	ابوعبداللہ شافعی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ان سب
	پر رحمتیں نازل ہوں۔

ہمارے محترم دوست سید جمیل احمد نقوی صاحب کی یہ بڑی سعادت ہے کہ حق تعالیٰ نے اُن کو یہ توفیق بخشی کہ حضرت مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی جتنی روایت کردہ احادیث، حدیث کی مشہور و متداول کتاب "مشکوۃ المصابیح" میں موجود ہیں ان سب کو انھوں نے ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ یہ کام علماء کے کرنے کا تھا۔ سید صاحب عالم نہیں مگر توفیق حق ہے جس کو ارزانی ہو جائے۔ سچ ہے ؎

داد اُو را قابلیت شرط نیست
بلکہ شرط قابلیت دادِ اوست

دُعا ہے کہ حق تعالیٰ ان کی اس خدمت کو قبول فرما کر اس پر اجر جزیل

عطا فرمائے۔ آمین۔

والحمد للہ اوّلاً و اٰخراً وصلی اللہ تعالیٰ

علی سیدنا محمد وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم

محمد عبدالرشید نعمانی

۱۰ ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ

مقدمہ

بلوغ المرام

الموسوم بہ

حیات حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ

از

محقق العصر

مولانا محمد عبد الرشید نعمانیؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حیاتِ حافظ ابن حجر عسقلانی[1]

مولانا محمد عبد الرشید نعمانی

نام و نسب

احمد نام، ابو الفضل کنیت، شہاب الدین لقب اور ابن حجر عرف ہے۔ شجرۂ نسب یہ ہے ۔ احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد الکنانی العسقلانی المصری ثم القاہری الشافعی، الضوء اللامع اور شذرات الذہب میں یہی مذکور ہے، لیکن حافظ ابن فہد نے لحظ الالحاظ میں اور علامہ سیوطی نے ذیل طبقات الحفاظ میں اس طرح بیان کیا ہے۔ احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی محمود بن احمد بن احمد۔

حجر حسب تصریح سخاوی آپ کے آباء و اجداد میں سے کسی کا لقب ہے، لہٰذا آپ بنو کنانہ میں سے ہیں جو عرب کا مشہور قبیلہ ہے آپ کے بزرگ اصل میں عسقلان کے رہنے والے تھے جو فلسطین کے اطراف میں ساحل سمندر پر شام کا مشہور شہر ہے۔ اس نسبت سے آپ عسقلانی مشہور ہیں، ورنہ آپ کی ولادت مصر میں ہوئی، یہیں نشو و نما پائی زندگی کی بہار دیکھی اور آخر یہیں سپرد خاک کئے گئے۔

---

[1] اس تذکرہ کے مرتب کرتے وقت حسب ذیل کتابیں ہمارے پیشِ نظر تھیں:- (۱) لحظ الالحاظ بذیل تذکرۃ الحفاظ از حافظ ابو الفضل تقی الدین بن فہد مکی شافعی علوی المتوفی سنہ ۸۷۱ھ مطبوعہ مطبع توفیق دمشق سنہ ۱۳۴۷ھ اس کتاب میں حافظ صاحب کا تذکرہ سب سے زیادہ تفصیل سے لکھا ہے، ابن فہد حافظ صاحب کے شاگرد بھی تھے (۲) الضوء اللامع لاہل القرن التاسع از حافظ ابو الخیر شمس الدین محمد بن عبد الرحمن سخاوی المتوفی سنہ ۹۰۲ھ مطبوعہ مصر سنہ ۱۳۵۴ھ، سخاوی حافظ صاحب کے تلمیذ خاص ہیں (۳) التبر المسبوک فی ذیل السلوک یہ بھی سخاوی ہی کی تصنیف ہے، یہ کتاب سنہ ۱۸۹۶ء میں مصر کے مطبع بولاق میں چھپی تھی، فتح الباری کا جو نسخہ اسی مطبع میں سنہ ۱۳۰۰ھ میں طبع ہوا ہے اسکی ابتداء میں بھی۔ التبر المسبوک سے حافظ صاحب کا پورا ترجمہ منقول ہے اور اس وقت وہی ہمارے پیش نظر ہے (۴) ذیل طبقات الحفاظ از حافظ جلال الدین سیوطی المتوفی سنہ ۹۱۱ھ مطبوعہ مطبع توفیق دمشق سنہ ۱۳۴۷ھ (۵) کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون از ملا کاتب چلپی المتوفی سنہ ۱۰۶۷ھ مطبوعہ قسطنطنیہ سنہ ۱۳۶۰ھ (۶) شذرات الذہب فی اخبار من ذہب از مورخ عبد الحیی بن العماد حنبلی المتوفی سنہ ۱۰۸۹ء مطابق مطبوعہ مصر سنہ ۱۳۵۱ھ (۷) اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقہاء والمحدثین از نواب صدیق حسن خاں قنوجی المتوفی سنہ ۱۳۰۷ھ مطبوعہ مطبع نظامی سنہ ۱۲۸۸ھ (۸) نزہیب التاج اللجینی فی ترجمہ البدر العینی از محدث ناقد شیخ محمد زاہد کوثری المتوفی سنہ ۱۳۷۱ھ یہ کتاب ہماری نظر سے نہیں گزری مگر اس کا خلاصہ جو عمدۃ القاری فی شرح البخاری مطبوعہ مطبع منیریہ مصر کے اول میں "ترجمۃ صاحب عمدۃ القاری" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ وہ اس وقت ہمارے پیشِ نظر ہے۔ (۹) التعلیق علی الذیول، یہ علامہ کوثری کے وہ حواشی ہیں جو انہوں نے ابن فہد اور سیوطی کے ذیل پر لکھے ہیں۔ اور انہی کے ساتھ طبع ہوئے ہیں۔

ولادت

آپ کی ولادت سنہ ۷۷۳ھ میں شعبان کی بائیسویں[1] یا تئیسویں تاریخ کو ہوئی۔

سن رشد تعلیم و تربیت شیوخ و اساتذہ

ابھی آپ کی عمر چار برس ہی کی تھی کہ رجب سنہ ۷۷۷ھ میں پدر بزرگوار کا سایہ سر سے اُٹھ گیا اور آپ یتیم ہوگئے

آپ کے والد کے اوصیاء میں سے ایک صاحب تھے زکی الدین خروبی انہوں نے اس یتیمی کی حالت میں آپ کو اپنی آغوش تربیت میں لیا اور بڑے ہونے تک انہی کے زیر کفالت رہے جب پورے پانچ برس کے ہو لئے تو مکتب میں داخل کئے گئے، نو برس کی عمر میں صدر الدین سفطی شارح مختصر تبریزی کے پاس قرآن پاک حفظ کر لیا۔ قرآن پاک کے علاوہ درسی کتابوں میں سے حسب ذیل کتابیں بھی آپ نے زبانی یاد کی تھیں۔ حدیث میں عمدۃ الاحکام مؤلفہ حافظ عبد الغنی مقدسی المتوفی سنہ ۶۶۵ھ، فقہ شافعیہ میں الحاوی الصغیر مؤلفہ شیخ نجم الدین عبد الغفار بن عبد الکریم قزوینی المتوفی سنہ ۶۶۵ھ، اصول فقہ میں مختصر ابن الحاجب المتوفی سنہ ۶۴۶ھ، اصول حدیث میں الفیہ عراقی المتوفی سنہ ۸۰۶ھ اور نحو میں ملحۃ الاعراب مؤلفہ ابو محمد قاسم بن علی الحریری المتوفی سنہ ۵۱۶ھ۔ سخاوی نے ان پانچوں کتابوں کے نام لیکر وغیرھا بھی لکھا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مذکورہ کتابوں کے علاوہ اور بھی کچھ یاد کیا تھا۔

سنہ ۷۸۴ھ کے آخر میں جب کہ آپ گیارہ سال کے تھے اپنے وصی کی معیت میں حج بیت اللہ کے لئے گئے اور ایک سال تک جوار حرم ہی میں مقیم رہے، مکہ معظمہ کے زمانہ قیام میں شیخ عفیف الدین عبد اللہ بن محمد النشاوری سے صحیح بخاری کا سماع کیا، فن حدیث میں یہ آپ کے پہلے استاذ ہیں جن سے آپ نے حدیث شروع کی تھی، اسی زمانہ میں حافظ ابو حامد محمد بن ظہیرہ المتوفی سنہ ۸۱۷ھ سے عمدۃ الاحکام خوب بحث کے ساتھ پڑھی اور اسی سال یعنی سنہ ۷۸۵ھ میں مسجد حرام میں نماز تراویح میں قرآن پاک سنایا سنہ ۷۸۶ھ میں مصر لوٹے اور عبد الرحیم بن رزین سے صحیح بخاری کا سماع کیا پھر سنہ ۷۹۰ھ کے بعد مصر ہی میں وہاں کے مقامی شیوخ اور باہر کے آنے والے محدثین کی ایک بڑی جماعت سے جن کی اسناد عالی تھی۔ حدیث کا بہت کچھ سماع کیا، ان حضرات اساتذہ میں ابن ابی المجد برہان شامی، عبد الرحمٰن بن شیخہ، حلاوی، سویداوی، مریم بنت اذرعی، خاص طور پر قابل ذکر ہیں، زاں بعد سنہ ۸۰۲ھ میں آپ نے دمشق کا سفر کیا اور وہاں آپ کو بعض وہ اساتذہ ملے جو قاسم بن عساکر اور حجار کے شاگرد تھے اور جن کو تقی الدین سلیمان بن حمزہ اور اسی طبقہ کے دیگر محدثین سے اجازت حاصل تھی۔

آپ نے کئی حج کئے، در طلب حدیث میں بہت سے شہروں کا سفر کیا، حافظ ابن فہد نے اس سلسلہ میں حسب ذیل مقامات کے نام لکھے ہیں، حرمین، اسکندریہ، بیت المقدس، الخلیل، نابلس، رملہ، غزہ، بلاد یمن وغیرہ، مورخ ابن العماد نے آپ نے جہاں جہاں اس فن کی تحصیل کی ہے وہاں کے مشہور اساتذہ کے نام بھی گنائے ہیں جو درج ذیل ہیں:-

قاہرہ - سراج الدین بلقینی، حافظ ابن الملقن، حافظ زین الدین عراقی (حافظ ابن حجر نے ان حضرات سے فقہ کی تعلیم بھی پائی تھی)، برہان الدین ابناسی، نور الدین ہیثمی وغیرہ۔

---

[1] الضوء اللامع اور شذرات میں ۲۲ شعبان مذکور ہے اور لحظ الالحاظ اور اتحاف النبلاء میں ۲۳ شعبان لکھا ہے۔

سریاقوس: (قاہرہ کے اطراف میں ایک چھوٹا سا شہر تھا) صدر الدین الشیطی

غزہ: احمد بن محمد خلیلی

رملہ: احمد بن محمد الایکی

الخلیل: صالح بن خلیل بن سالم

بیت المقدس: شمس الدین القلقشندی، بدر الدین بن مکی، محمد المنبجی، محمد بن عمر بن موسٰی۔

دمشق: بدر الدین بن قوام بالسی، فاطمہ بنت المنجا تنوخیہ، فاطمہ بنت عبد الہادی، عائشہ بنت عبد الہادی وغیرہ

منیٰ: زین الدین ابوبکر بن الحسین۔

تذکرات میں آپ کے سلسلہ سفر میں یمن کا بھی ذکر ہے لیکن وہاں کے کسی شیخ کا نام نہیں لکھا، حافظ سخاوی نے لکھا ہے کہ جوان ہونے کے بعد آپ نے حسب ذیل علماء سے مندرجہ ذیل علوم کی تحصیل کی تھی۔

شمس الدین بن القطان: ان کو بھی آپ کے والد وصی کر گئے تھے، فقہ، عربیت اور حساب وغیرہ کی تعلیم کے سلسلہ میں ایک مدت تک آپ نے ان کی ملازمت اختیار کی، حاوی کا بیشتر حصہ بھی ان ہی سے پڑھا تھا۔

نور الدین ادمی: ان سے بھی مدت تک فقہ و عربیت کی تحصیل کرتے رہے۔

سراج الدین بلقینی: مدت تک ان کی خدمت میں رہے اور ان کے فقہ کے اسباق میں حاضر ہوتے رہے۔ حسب ذیل کتابیں ان کے پاس پڑھیں (۱) الروضۃ فی فروع الشافعیہ از علامہ نووی المتوفی ۶۷۶ھ (۲) خود بلقینی نے اس کتاب پر جو حواشی لکھے تھے وہ (۳) مختصر مزنی، اس کی قرارت شمس الدین برماوی کرتے تھے اور یہ سنتے تھے، درس و افتاء کی اجازت بھی سب سے پہلے حافظ صاحب کو ان ہی نے دی تھی۔

برہان الدین ابناسی: ان سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور منہاج وغیرہ کو خوب بحث سے پڑھا، چونکہ موصوف کو آپ کے والد بزرگوار سے خصوصی تعلق تھا اس لئے بڑے عرصہ تک ان کی خدمت میں حاضر رہے۔

سراج الدین ابن الملقن: انہوں نے منہاج پر جو شرح لکھی اس کا اکثر حصہ انہی سے پڑھا۔

عز الدین بن جماعہ: جن علوم کا یہ درس دیتے تھے ایک زمانہ تک ان کی تحصیل کے سلسلہ میں ان کی خدمت میں حاضر رہے اور حسب ذیل کتابیں ان سے پڑھیں (۱) شرح المنہاج الاصلی (۲) جمع الجوامع (۳) شرح جمع الجوامع از عز الدین مذکور (۴) مختصر ابن الحاجب (۵) شرح مختصر ابن الحاجب از عضد الدین ایجی، اس کا نصف اول (۶) مطول۔

علماء مذکورین کے علاوہ ہمام الدین خوارزمی، قنبر عجمی کے درسوں میں حاضر رہے اور بدر الدین بن صبندی، ابن الصاحب، شہاب الدین احمد بن عبد اللہ بوصیری اور جمال الدین ماردانی موقت وحاسب سے مختلف علوم وفنون کی تحصیل کی۔ مجد الدین فیروزآبادی صاحب قاموس سے علم لغت حاصل کیا، عماری اور محب الدین بن ہشام سے عربیت سیکھی، بدر الدین بشتکی سے ادب وعروض وغیرہ کی تعلیم پائی، ابوعلی زفتاوی اور نور الدین بدراصی سے کتابت کو سیکھا۔ تنوخی سے فن قراءات اخذ کیا اور المفلحون تک ان کے پاس سبعہ کی قرارت

کی تجوید اس سے پہلے دیگر حضرات کے پاس حاصل کر چکے تھے۔ حافظ سخاوی ان اساتذہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"ان میں سے ہر ایک اپنے علم میں متبحر تھا اور جس فن میں اس کی شہرت تھی اس پایہ کا تھا کہ دوسرا اس کو نہیں پا سکتا تھا، چنانچہ تنوخی معرفت قراءات اور اس کی عالی اسناد میں اور عراقی علوم حدیث اور اسکے متعلقات میں اور ہیثمی حفظ متون اور استحضار میں اور بلقینی وسعت حفظ اور کثرت اطلاع میں اور ابن الملقن کثرت تصانیف میں اور مجد فیروز آبادی حفظ اللغت اور اس کی معلومات میں اور غماری علم عربیت اور اسکے متعلقات میں اور اسی طرح محب الدین بن ہشام کہ وہ بھی کثرت ذکاوت کے باعث اس فن پر بڑی قدرت رکھتے تھے ابن غماری حفظ میں بڑھے ہوئے تھے اور عزالدین بن جماعہ بہت سے علوم میں تفنن کی بنا پر (کیونکہ وہ کہا کرتے تھے کہ میں پندرہ علوم ایسے پڑھاتا ہوں کہ علماء زمانہ ان کے نام تک سے واقف نہیں) ایسے ہی تھے"

حافظ صاحب نے سارے فنون نہایت محنت سے پڑھے تھے اور ان میں وہ کمال بہم پہنچایا تھا کہ باید و شاید، سخاوی لکھتے ہیں:۔

وجد فی الفنون حتی بلغ الغایۃ۔ آپ نے فنون میں پوری کوشش کی اور نہایت اعلےٰ درجہ پر پہنچے۔

پھر حق تعالیٰ شانہ نے آپ کے دل میں علم حدیث کی محبت ڈالی اور آپ بالکلیہ اس کی طرف متوجہ ہو گئے یوں تو بقول سخاوی آپ نے ۷۹۳ھ ہی میں طلب حدیث شروع کر دی تھی لیکن پوری توجہ اس کی طرف آپ نے ۷۹۶ھ میں کی اور اس کثرت سے اس فن کی کتابوں کا سماع کیا اور اتنے کثیر مشائخ سے اس علم کو اخذ کیا کہ ان کا شمار مشکل ہے۔ ابن فہد لکھتے ہیں:۔

ومسموعاتہ ومشائخہ کثیرۃ جدا لا توصف ولا تدخل تحت الحصر	ان کی مسموعات اور ان کے مشائخ کی تعداد بہت ہی زیادہ ہے جو بیان سے باہر ہے اور شمار میں نہیں آ سکتی۔

سخاوی کا بیان ہے:۔

واکثر جداً من المسموع والشیوخ فسمع العالی والنازل واخذ عن الشیوخ والاقران فمن دونھم	انھوں نے مسموع اور شیوخ کی بہت ہی کثرت کی چنانچہ عالی بھی سُنا اور نازل بھی، اساتذہ سے بھی اخذ کیا اور معاصرین سے بھی بلکہ ان سے نیچے کے طبقے سے بھی

ان ہی معاصرین میں ایک قابل ذکر ہستی شیخ الاسلام حافظ بدر الدین محمود عینی شارح بخاری المتوفی ۸۵۵ھ کی ہے کہ جو حافظ ابن حجر سے عمر میں بارہ سال بڑے تھے اور آپ کی وفات کے تین سال بعد تک زندہ رہے۔ حافظ عینی میں اور آپ میں معاصرانہ چشمک بھی تھی لیکن اس کے باوجود حافظ ابن حجر نے آپ سے بہت کچھ اخذ فیض کیا ہے۔ صحیح مسلم کی دو حدیثیں اور مسند احمد کی ایک حدیث آپ سے سنی ہے اور اپنی تصنیف البلدانیات میں حافظ عینی سے ان حدیثوں کی روایت بھی کی ہے۔ حافظ ابن حجر نے المجمع المؤسس للمعجم المفہرس کے طبقہ ثالثہ میں اپنے اساتذہ کے ضمن میں حافظ عینی کا مختصر سا تذکرہ بھی لکھا ہے

بلاشبہ حافظ صاحب نے علم حدیث میں بے شمار اساتذہ سے کسب فیض کیا تھا لیکن خصوصی

طور پر جس نے اس فن میں ان کی تربیت کی وہ حافظ زین الدین عراقی ہیں (جن کو اس فن کا ملکہ حافظ ابن الترکمانی حنفی مصنف الجوہر النقی کی زیر تربیت حاصل ہوا تھا) سخاوی لکھتے ہیں:۔

فعکف علی الزین العراقی وتخرج بہ و انتفع بملازمتہ

پھر آپ زین الدین عراقی کے آستانہ پر فروکش ہوئے ان سے ہی اس فن کی تربیت پائی اور ان ہی کی ملازمت سے نفع اٹھایا۔

حافظ عراقی سے آپ نے اس فن کی (حسب تصریح سخاوی والکثیر من الکتب الکبار والاجزاء الصغار) چھوٹی بڑی بہت سی کتابیں پڑھیں اور خود ان کی تصانیف میں سے بھی حسب ذیل کتابیں خوب سمجھ کر اور نہایت تحقیق کے ساتھ ان سے پڑھی تھیں (۱) الفیہ (۲) شرح الفیہ (۳) نکت علی ابن الصلاح، اس کے علاوہ ان کی امالی کا بھی ایک بڑا حصہ ان سے حاصل کیا تھا بعض امالی میں ان کے مستملی بھی ہوتے تھے۔ حافظ عراقی ہی نے سب سے پہلے آپ کو حدیث پڑھانے کی اجازت دی تھی۔

حافظہ اور ذکاوت

قوتِ حافظہ اور ذکاوت خدا دادتھی، ابن فہد نے لکھا ہے کہ آپ نے لکھا ہے کہ آپ نے پوری سورۃ مریم ایک دن میں یاد کی تھی، حاوی صغیر کا پورا صفحہ دو دفعہ کے پڑھنے سے یاد ہوجاتا تھا۔ پہلی دفعہ استاذ سے صحیح کر کے پڑھتے دوبارہ خود پڑھتے اور تیسری دفعہ زبانی سنا دیتے۔

ذکاوت ایام طالب علمی ہی میں عیاں تھی۔ حافظ ابن فہد لکھتے ہیں:۔

وکان احسن اللہ تعالیٰ الیہ فی حال طلبہ مفیدا فی ذی مستفید

اللہ ان کا بھلا کرے کہ یہ عہد طالب علمی ہی میں مفید بصورت مستفید تھے۔

علم و فضل

حافظ صاحب کو مختلف علوم وفنون میں کمال حاصل تھا، سب سے پہلے ادب و تاریخ پر توجہ کی تھی اس کے بارے میں ابن فہد کی شہادت ہے ففاق فی فنونہما ادب و تاریخ دونوں کے فنون میں آپ فائق تھے، فقہ اور عربیت کے متعلق ابن العماد کے الفاظ ہیں وبرع فی الفقہ والعربیۃ آپ فقہ اور عربیت میں ممتاز تھے۔ شعر وسخن کا فطری ذوق تھا۔ بچپن سے شاعری خمیر میں پڑی تھی بڑے عمدہ شعر کہتے تھے، ابن العماد کا بیان ہے۔

وتولع بالنظم وقال الشعر الکثیر الملیح الی الغایۃ

شاعری کے دلدادہ تھے۔ بہت شعر کہے جو انتہا درجہ کے نمکین تھے۔

ابن العماد نے آپ کے اوصاف کمال میں خصوصیت کے ساتھ یہ الفاظ لکھے ہیں راویۃ للشعر شعر بہت روایت کرتے تھے، ابن فہد آپ کی شاعری کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وقال الشعر الحسن الذی ہو ارق من النسیم وطارح الادباء

ایسے عمدہ شعر کہے کہ جو نسیم سحر سے بھی زیادہ دلآویز ہیں، اور ادیبوں سے دنگل رہا۔

نمونۂ کلام ملاحظہ ہو ابن فہد نے آپ کے قصیدہ کا ایک مطلع نقل کیا ہے

مازلت فی سفن الھوی تجری بی ٭ لا فانتی عقلی ولا تجریبی ٭٭ میں محبت کے سفینوں میں برابر بہتا ہی رہا ٭ نہ میری عقل نے مجھے کچھ کام دیا نہ تجربے نے

Scanned by CamScanner

ابن العماد نے آپ کے دیوان سے یہ دو شعر نقل کئے ہیں:۔

احببتُ وَقّادًا کنجمٍ طالعٍ ❊ اَنزلتُہٗ برضا الغرام فوادی

(میں نے اس سے محبت کی ہے جو نکلنے والے تارے کی طرح دمکتا ہے اور فرط شوق میں چاہت سے اس کو اپنے دل میں اتارا ہے)

وَ اَنا الشِّھابُ فلا تُعانِدْ عاذِلِیْ ❊ اِنْ مِلتُ نَحوَ الکوکبِ الوَقّادِ

(اور میں شہاب[1] ہوں اس لئے اگر کوکب درخشاں پر مائل ہو گیا تو اس بات سے میرے ناصح کو عناد نہ ہونا چاہئے)

اور حدیث میں تو حافظ صاحب کا جو پایہ ہے محتاج بیان نہیں، حافظ سیوطی لکھتے ہیں:۔

وبرع فی الحدیث وتقدم فی جمیع فنونہ (حدیث میں ممتاز ہوئے اور اسکے سارے فنون میں مقدم رہے)

اس میں شک نہیں کہ علم حدیث حافظ صاحب کا خاص فن تھا اور انھوں نے اپنی زندگی کا بہت بڑا حصہ اسی مبارک مشغلہ کی نذر کیا تھا جس کی بدولت آج بھی وہ حافظ حدیث کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ پہلے شاعر ہیں بعد کو محدث اور تیسرے نمبر پر فقیہہ علامہ ابن العماد نے آپ کے بارے میں یہ بالکل صحیح نقل کیا ہے کہ

کان شاعرا طبعا محدثا صناعۃ فقیھا تکلفا

آپ طبعاً شاعر تھے فن کے اعتبار سے محدث اور فقیہہ بہ تکلف

وجہ ظاہر ہے شعر کا سلیقہ فطری تھا، حدیث کو بحیثیت فن حاصل کیا تھا اور فقہ میں محنت کرنی پڑی تھی۔

اجلہ علماء کا اعتراف

حافظ سخاوی الضوء اللامع میں لکھتے ہیں کہ:۔

"آپ کے حفظ، ثقاہت، امانت، معرفت تامہ، خوبی ذہن، فرط ذکا اور مختلف فنون میں وسعت نظر کی شہادت فرمائی دی ہے۔ آپ کے استاد عراقی نے اپنے تمام تلامذہ میں آپ کو حدیث کا سب سے بڑا عالم فرمایا تھا۔ تقی الدین فاسی اور برہان الدین حلبی دونوں کی متفقہ شہادت ہے کہ ما رأینا مثلہ (ہم نے ان جیسا نہ دیکھا)۔ ایک بار فاضل تغری برمش فقیہ نے خود آپ سے دریافت کیا تھا أرأیت مثل نفسك (آپ نے بھی اپنا مثل کبھی دیکھا) فرمایا اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے فَلَا تُزَکُّوْا اَنْفُسَکُمْ (اپنے آپ کی بڑائیاں مت جتلاؤ)"

حافظ ابن فہد نے لحظ الالحاظ میں آپ کا تذکرہ ان شاندار الفاظ میں شروع کیا ہے ابن حجر ...... العسقلانی المصری الشافعی الامام العلامۃ الحافظ فرید الوقت مفخر الزمان بقیۃ الحفاظ علم الائمۃ الاعلام عمدۃ المحققین

[1] سابق میں گزر چکا کہ حافظ صاحب کا لقب شہاب الدین ہے۔

خاتمۃ الحفاظ المبرزین والقضاۃ المشہورین ابوالفضل شہاب الدین اور حافظ سیوطی نے ذیل تذکرۃ الحفاظ میں اس طرح ابتدا کی ہے ابن حجر شیخ الاسلام و امام الحفاظ فی زمانہ و حافظ الدیار المصریۃ بل حافظ الدنیا مطلقا قاضی القضاۃ اور مورخ ابن العماد کے یہ الفاظ ہیں شیخ الاسلام علم الاعلام امیر المومنین فی الحدیث حافظ العصر۔

زُود خوانی و زُود نویسی

حافظ صاحب کو تیز پڑھنے کی اس درجہ مشق تھی کہ حیرت ہوتی ہے ایک دفعہ صحیح بخاری کو دس نشستوں میں (جو صرف ظہر سے عصر تک ہوتی تھیں) ختم کر ڈالا، اسی طرح صحیح مسلم کو ڈھائی دن میں پانچ نشستوں میں تمام کیا۔ امام نسائی کی سنن کبریٰ کو بھی دس ہی نشستوں میں ختم کیا، ہر نشست چار ساعت کی ہوتی تھی، سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک دفعہ اپنے شام کے سفر میں طبرانی کی المعجم الصغیر (جس میں ڈیڑھ ہزار کے قریب حدیثیں مع اسناد کے مروی ہیں) کو صرف ایک مجلس میں مابین ظہر و عصر سُنا دیا، دمشق میں ان کا دو ماہ دس دن قیام رہا تھا اس اثنا میں اپنے ضروری مشاغل میں مصروفیت اور علمی فوائد نقل کرنے کے علاوہ سو جلدوں کے قریب کتب احادیث کی اہل شام کے لئے قرارت کی تھی۔

اس میں شک نہیں کہ اس قدر تیز پڑھنا جہاں قابل تعریف ہے وہاں اس میں ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ اس تیزی میں پورے طور پر ضبط الفاظ مشکل ہوتا ہے اور اکثر گڑبڑ ہو جاتی ہے۔ حافظ ابن حجر کی تصانیف میں جو اوہام ہیں غالبًا اس کا سبب یہی ان کی زود خوانی ہے چنانچہ سخاوی نے اپنی تصنیفات میں ان کی بہت سی غلطیاں بیان کی ہیں اسی طرح سبط ابن حجر نے النجوم الزاہرۃ فی قضاۃ القاہرۃ میں اپنے جد کی مشہور تصنیف رفع الاصر عن قضاۃ مصر پر خوب تنقید کی ہے اور جابجا اس کی اغلاط کو واضح کیا ہے بلکہ حافظ صاحب کے نامور شاگرد و محدث برہان الدین بقاعی نے تو عنوان الزمان میں آپ کے متعلق یہاں تک لکھ دیا ہے کہ:-

انہ یغلط و یلج فی غلطہ (غلطی کرتے ہیں اور پھر اس پر مُصر بھی رہتے ہیں)

حافظ صاحب جس طرح زود خواں تھے اسی طرح زود نویس بھی تھے مگر نہایت بدخط تھے اور اس پر طرہ یہ کہ شیوہ خط یکساں نہ تھا جس کی وجہ سے ان کے خط کا پہچاننا اور پڑھنا سخت دشوار تھا اور پھر مبیضہ تک میں اتنی کانٹ چھانٹ چلتی تھی کہ مسودہ بن کے رہ جاتا تھا۔ حافظ صاحب کے خط کا عکس علامہ راغب طباخ حلبی نے اپنے مطبع علمیہ میں مقدمہ ابن الصلاح مع التقیید والایضاح للعراقی کا جو نسخہ طبع کیا ہے اسکے شروع میں دے دیا ہے۔

عہدۂ قضاء

ابتداء میں الملک المؤید نے مملکت شام کا عہدہ قضاء آپ کو پیش کیا اور بار بار اسکے قبول کرنے کی خواہش ظاہر کی لیکن آپ نے باصرار تمام اس پیش کش کو رد

کر دیا۔ مگر محرم ۸۲۷ھ میں الملک الاشرف برسبائی نے جب قاہرہ اور اسکے مضافات کا منصب قضا آپ کو تفویض کیا تو آپ نے پوری ذمہ داری اور دیانت کے ساتھ اس منصب کو نبھایا۔ قاہرہ میں آپ کی مدت قضاء حسب تصریح سخاوی اکیس ۲۱ سال ہے مگر اس درمیان میں اس کثرت سے آپ کا عزل ونصب ہوتا رہا کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ بعد کو خود حافظ صاحب کو بھی جیسا کہ سخاوی نے لکھا ہے اس عہدۂ قضاء کے قبول کرنے پر سخت ندامت تھی۔

درس وافتاء حافظ صاحب کی زندگی کا بیشتر حصہ علم دین خصوصاً حدیث شریف کی خدمت اس کی نشر واشاعت، درس وتدریس اور تصنیف وافتاء میں بسر ہوا۔ قاہرہ کے بڑے بڑے مدارس میں مدت تک آپ نے تفسیر حدیث اور فقہ کی تعلیم دی ہے چنانچہ حسینیہ اور منصوریہ میں تفسیر پڑھائی، بیبرسیہ، جمالیہ، حسینیہ، زینبیہ، شیخونیہ، جامع طولون اور قبہ منصوریہ میں حدیث کا درس دیا، خروبیہ، بدریہ، شریفیہ فخریہ، صالحیہ نجمیہ، صلاحیہ اور مویدیہ میں فقہ کی تعلیم دی، بیبرسیہ کے پرنسپل اور شیخ بھی رہے۔ دار العدل میں افتاء کا کام آپ کے سپرد تھا جامع ازہر اور اس کے بعد جامع عمرو بن العاص میں خطیب رہے، محمودیہ میں خازن کتب بھی تھے، ان تمام مصروفیتوں کے باوجود ایک ہزار سے زیادہ مجالس میں اپنے حفظ سے امالی (لکچرس) بھی لکھوائے۔

حلیہ صبیح تھے۔ قد میانہ سے کم تھا۔ سر بڑا تھا سپید ریش اور نحیف الجسم تھے، گفتار نہایت فصیح اور آواز میں درد تھا۔

اخلاق وعادات پاکیزہ اخلاق، شیریں گفتار، متواضع اور حلیم تھے، دوستوں سے مدارات اور حسن سلوک سے پیش آتے تھے۔

زہد وعبادت کھانے پینے اور پہننے میں پوری طرح احتیاط برتتے تھے کثرت سے روزے رکھتے اور خوب عبادت کرتے تھے، تہجد کا بھی اہتمام تھا۔

آپ کا قلم حجاج کی تلوار تھا یہ بات عجیب ہے کہ حافظ صاحب کی گفتار میں جس درجہ شیرینی تھی اسی قدر آپ کا قلم زہر فشاں تھا، چنانچہ ملا کاتب چلپی (کشف الظنون میں الجواہر والدرر فی ترجمہ شیخ الاسلام ابن حجر پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

کان قلم ابن حجر سیئاً فی مثالب الناس ولسانه حسنا ولیته عکس لیبقی الحسن

ابن حجر کا قلم لوگوں کے معائب بیان کرنے میں خراب تھا اور زبان اچھی تھی، کاش معاملہ الٹا ہوتا کہ اچھی چیز باقی رہتی

چونکہ بچپن سے شعر وشاعری کا مشغلہ تھا اس لئے مدح وہجا میں شاعروں کی سی بے اعتدالی بات بات پر خردہ گیری اور نکتہ چینی اکثر طبیعت میں داخل تھی یہی وجہ ہے کہ جب وہ اپنے معاصرین یا مشائخ میں سے کسی کا تذکرہ لکھنے کے لئے ہاتھ میں قلم اٹھاتے ہیں تو ان کے اکرام کا لحاظ کئے بغیر جو جی چاہتا ہے لکھتے چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ محدث برہان الدین بقاعی نے عنوان الزمان بتراجم الشیوخ والاعیان میں اپنے استاذ کے اس طرز عمل کا حسب ذیل الفاظ میں نہایت سخت شکوہ کیا ہے:۔

ان فيه من سيئ الخصال انه لا يعامل احداً ابما يستحقه من الاكرام في نفس الامر

ان میں ایک بری عادت یہ ہے کہ وہ کسی کے ساتھ اس اکرام کا معاملہ نہیں کرتے جس کا وہ حقیقت میں مستحق ہوتا ہے۔

خصوصاً حنفی علماء کے تراجم میں تو ان کا قلم سفاکی میں حجاج کی تلوار سے کم نہیں ہوتا، مشاہیر ائمہ احناف میں سے باستثناء امام ابوحنیفہؒ شاید ہی کوئی بچا ہو جو آپ کی سنان قلم سے گھائل نہ ہوا ہو۔ ذرا لسان المیزان (جو فن رجال میں حافظ صاحب کی مشہور تصنیف ہے) ہاتھ میں اٹھا لیجئے۔ اور امام ابو یوسف امام زفر امام محمد امام حسن بن زیاد اور امام طحاوی وغیرہ کا تذکرہ دیکھئے کہ ان جیسے ائمہ کے بارے میں بھی انھوں نے کیا کیا اٹھا رکھی ہے، حافظ عصر مولانا انور شاہ کشمیری نے آپ کے بارے میں بالکل صحیح فرمایا ہے کہ

بقي الحافظ ابن حجر وهو ضار الحنفية بما استطاع حتى انه جمع مثالب الطحاوي والطعون فيه مع ان اباجعفر امام عظيم لم يبلغ الى احد من ائمة الحديث خبره الا حضر عنده بمصر وجلس في حلقة اصحابه وتلمذ عليه (فیض الباری ج ۱ ص ۱۷۰)

باقی رہے حافظ ابن حجر تو ان سے جہاں تک بن سکا حنفیہ کو ضرر ہی پہنچایا حتیٰ کہ انھوں نے امام طحاوی کے بھی مثالب و مطاعن جمع کر دیے حالانکہ امام ابوجعفر طحاوی بہت بڑے امام ہیں جن کی یہ شان تھی کہ ائمہ حدیث میں سے جس کو بھی ان کی خبر ملی ان کی خدمت میں مصر حاضر ہوا اور ان کے حلقۂ تلامذہ میں بیٹھ کر ان کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کیا۔

حافظ صاحب کی دوسری کتاب الدرر الکامنہ فی اعیان القرن الثامنہ ہے جس میں آپ نے آٹھویں صدی کے علماء کا تذکرہ لکھا ہے یہ کتاب اب چھپ گئی ہے۔ حافظ صاحب کا جب انتقال ہوا تو یہ کتاب مسودہ کی صورت میں تھی۔ حافظ سخاوی نے اس کی تبییض کی تو باوجودیکہ سخاوی حافظ صاحب کے مایۂ ناز شاگرد ہیں اور ساتھ ہی ساتھ استاد کے حد درجہ عقیدت کیش بھی تاہم ان کو بھی اپنے استاد کے اس طرز عمل پر جا بجا تنبیہ کرنی پڑی چنانچہ شیخ حسین بن علی بن الحجاج العنفاقی الحنفی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:-

اهمله شيخنا على عادته في الحنفية مع تقدمه في العلم (الدرر الکامنہ ج ۲ ص ۶)

ہمارے شیخ نے جیسا کہ ان کی حنفیہ کے بارے میں عام عادت ہے باوجود ان کے تقدم علمی کے ان کا تذکرہ ہی مہمل رکھا۔

اسی طرح علامہ جمال الدین عبداللہ بن محمد بن احمد حسینی نیشاپوری حنفی کے تذکرہ میں حافظ صاحب کی ابناء الغمر سے ان کے کچھ حالات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:-

ثم نكت عليه على عادته في تغليب التنكيت على الحنفية فقال كان يتشيع (الدرر الکامنہ ج ۲ ص ۲۸۸)

پھر ہمارے شیخ نے اپنی اسی عادت کے مطابق کہ وہ اکثر حنفیہ پر نکتہ چینی کیا کرتے ہیں ان پر بھی نکتہ چینی کی اور کہہ دیا کہ ان میں تشیع تھا

اور قاضی القضاۃ علامہ محب الدین محمد بن الشحنہ اپنی شرح ہدایہ کے مقدمہ میں حافظ صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:-

وكان كثير التنكيت في تاريخه على مشائخه

ابن حجر اپنی تاریخ میں اپنے مشائخ، احباب واصحاب پر بہت

واجابه واصحابه لا سيما الحنفية فانه يطلعهم من زلاتهم وتقائصهم التي لا يعرى عنها غالب الناس ما يقدر عليه ويغفل ذكر محاسنهم وفضائلهم الا ما الجأته الضرورة اليه فهو سالك في حقهم ما سلكه الذهبي في حقهم وحق الشافعية حتى قال السبكي انه لا ينبغي ان يوخذ من كلامه ترجمة شافعي ولا حنفي، وكذا لا ينبغي ان يوخذ من كلام ابن حجر ترجمة حنفي متقدم ولا متاخر اهـ

سخت گیر ہیں خصوصاً حنفیہ کے بارے میں تو ان کا طرز عمل یہ ہے کہ جہاں تک ہوسکتا ہے ان کی ان لغزشوں اور کمزوریوں کو کہ جن سے عام طور پر لوگ خالی نہیں ہوتے ظاہر کرکے رہتے ہیں اور جب تک کسی ضرورت سے مجبور نہ ہوں ان کے محاسن اور فضائل کے ذکر سے غفلت برتتے ہیں، حنفیہ کے بارے میں ان کا سلوک وہی ہے جو حنفیہ اور شافعیہ کے بارے میں ذہبی کا ہے یہاں تک کہ سبکی کو کہنا پڑا کہ کسی شافعی اور حنفی کا تذکرہ ذہبی کے کلام سے نہیں لینا چاہئے۔ پس اسی طرح ابن حجر کے کلام سے بھی کسی حنفی کا تذکرہ نہیں لینا چاہئے۔ خواہ وہ متقدمین میں سے ہو یا متاخرین میں سے۔

یہ بھی واضح رہے کہ پہلے حافظ صاحب کو حنفی مذہب سے اس کے اصول وفروع کے مطابق ہونے کی وجہ سے اس درجہ عقیدت تھی کہ اپنے حنفی ہونے کی تمنا کیا کرتے تھے لیکن بعد کو ایک خواب کے دیکھ لینے سے یہ ساری عقیدت مخالفت میں تبدیل ہو کر رہ گئی۔ یہ سارا قصہ خود حافظ صاحب ہی کی زبان سے سننے کے لائق ہے جس کو انھوں نے اپنی مشہور کتاب المجمع المؤسس للمعجم المفہرس میں ابن البرہان ظاہری کے تذکرہ میں تفصیل سے حوالہ قلم کیا ہے فرماتے ہیں:-

"میں نے ابن البرہان کو ان کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا، پوچھا تم تو مرچکے کہنے لگے ہاں، میں نے دریافت کیا حق تعالے کا تمہارے ساتھ کیا معاملہ رہا۔ اس پر ان کی حالت متغیر ہوگئی اور مجھے خیال ہوا کہ یہ چلے بے بعد کو جب انہیں افاقہ ہوا تو کہنے لگے اب تو ہم بخیریت ہیں مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تم پر عتاب فرماتے ہیں میں نے پوچھا کس لئے کہنے لگے اس لئے کہ تم حنفیہ کی طرف مائل ہو۔ بیدار ہوا تو سخت متعجب تھا کیونکہ میں بہت سے حنفیہ سے یہ کہہ چکا تھا کہ انی لاودد لو کنت علے مذھبکم (بلاشبہ میری یہ خواہش ہے کہ کاش میں تمہارے مذہب پر ہوتا) اور جب لوگوں نے دریافت کیا کہ یہ کیوں تو میں نے ان سے کہا تھا لکون الفروع مبنية على الاصول (اس لئے کہ اس مذہب کے فروع اصول پر مبنی ہیں) اب میں نے اپنی اس حرکت پر اللہ تعالے سے استغفار کیا۔"

یہ ابن البرہان مشہور ظاہری ہیں پہلے شافعی تھے پھر سعید نحوی کی صحبت سے ظاہری مذہب کی طرف مائل ہوئے اور ابن حزم کے مسلک کو اختیار کیا بعد کو ابن تیمیہ کی کتابیں نظر سے گزریں تو ان کے ایسے معتقد ہوئے کہ کسی کو ان سے بڑھ کر عالم نہیں مانتے تھے طبیعت میں حوصلہ موجود تھا، سلطنت کا خواب دیکھنے لگے لیکن چونکہ صاحب منصب و مال نہ تھے کنبہ قبیلہ بھی موجود نہ تھا مجبور تھے آخر اسی مقصد

Scanned by CamScanner

کے لئے ممالک اسلامیہ کا دورہ کیا اور شام و خراسان کے بہت سے لوگ ان کے دام فریب میں آگئے مگر جلد ہی حمص میں مع اپنی جماعت کے گرفتار کر لئے گئے اور پھر پا بزنجیر ان کو مصر لایا گیا اور الملک الظاہر برقوق نے ان کو اپنے سامنے کھڑا کر کے بہت ڈانٹا اور ان کے سب ساتھیوں کو کوڑوں سے پٹوایا پھر انھیں مدت دراز کے لئے قیدخانہ میں ڈال دیا بعد کو ۷۹۱ھ میں رہا ہوئے اور پھر کبھی سر نہ اٹھایا آخر ۸۰۰ھ میں اسی حالت خمول میں انتقال کیا۔ تاریخ میں ان کا یہ فتنہ "فتنہ ابن البرہان ظاہری" کے عنوان سے مشہور ہے۔

تعجب ہوتا ہے کہ حافظ صاحب نے بایں ہمہ علم و فضل و وسعت نظر محض ابن البرہان جیسے شخص کو خواب میں دیکھ لینے اور اسکے ایک بات کہہ دینے سے مسائل علمیہ میں قطعی فیصلہ کس طرح کر لیا فسبحان قاسم العقول

وفات ذی قعدہ ۸۵۲ھ میں اسہال لاحق ہوا خون بھی تھوکتے جاتے تھے بیماری کا سلسلہ ایک ماہ سے زائد ممتد رہا آخر ذی الحجہ کی اٹھائیسویں تاریخ کو سنیچر کی رات میں نماز عشاء کے بعد اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت کی۔ انتقال اپنے ہی گھر میں ہوا جو مدرسہ منکوتمریہ کے قریب اندرون باب[1] القنطرہ واقع تھا، سنیچر کے دن نماز ظہر سے ذرا پہلے قاہرہ کے باہر رمیلہ کے مصلی[2] المومنین میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی، جنازہ میں بڑا ہجوم تھا، خلیفۂ وقت المستکفی باللہ عباسی اور الملک الظاہر سلطان جقمق مع ارکین و عمائد سلطنت حاضر تھے امرا و اکابر کا یہ حال تھا کہ کاندھا دینے کے لئے جنازہ پر ٹوٹے پڑتے۔ آخر سلطان نے خلیفہ کو آگے کیا اور امیر المومنین نے آپ کی نماز جنازہ ادا کی، ابن طولون کا بیان ہے کہ شیخ علم الدین بلقینی نے خلیفہ کی اجازت سے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی، اسکے بعد آپ کی نعش کو اٹھا کر قرافہ صغری میں لائے اور جامع دیلمی کے بالمقابل بنو الخروبی کے قبرستان میں اس علم کے شہاب ثاقب کو سپرد خاک کیا گیا، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ وغفرلہ مغفرۃ جامعۃ۔

وفات سے چند روز پہلے قاضی القضاۃ سعد الدین بن الدیری حنفی عیادت کے لئے تشریف لائے حافظ صاحب کی مزاج پرسی کی تو آپ نے جواب میں امام ابو القاسم زمخشری حنفی کے قصیدہ کے چار شعر آپ کو سنائے:۔

قَرُبَ الرَّحِيلُ إِلَى دِيَارِ الْآخِرَةْ — فَاجْعَلْ إِلٰهِي خَيْرَ عُمْرِي آخِرَهْ

دیار آخرت کا سفر قریب ہے — سو اے میرے اللہ میری عمر کا آخری وقت سب سے اچھا کر دے

وَارْحَمْ مَبِيتِي فِي الْقُبُورِ وَوَحْدَتِي — وَارْحَمْ عِظَامِي حِينَ تَبْقَى نَاخِرَهْ

قبرستان میں میری فرودگاہ شب پر رحم کر۔ میری تنہائی پر رحم کر — میری ہڈیوں پر رحم کر جبکہ وہ بوسیدگی سے ریزہ ریزہ ہو کر باقی رہ جائینگی

فَأَنَا الْمِسْكِينُ الَّذِي أَيَّامُهُ — وَلَّتْ بِأَوْزَارٍ غَدَتْ مُتَوَاتِرَهْ

سو میں وہ بیچارہ مسکین ہوں کہ جس کے ایام زندگی متواتر گناہوں میں کٹتے چلے گئے

[1] باب القنطرہ قاہرہ کا مشہور دروازہ ہے [2] یہ وہ مقام تھا جہاں نماز جنازہ ادا کی جاتی تھی۔

فَلَئِنْ رَحِمْتَ فَاَنْتَ اَكْرَمُ رَاحِمٍ ۞ فَبِحَارُ جُوْدِكَ يَااِلٰهِيْ زَاخِرَه

اب اگر تو نے رحم فرمایا تو تُو ہر رحم کرنے والے سے کریم تو ہے اور تیری بخشش کے سمندر تو اے میرے اللہ امنڈتے ہی رہتے ہیں

آپ کی وفات پر بڑے بڑے ادبا وفضلا نے نہایت دردناک مرثیے لکھے ہیں مشہور ادیب شہاب الدین ابو الطیب احمد بن محمد معروف بہ حجازی انصاری نے بھی آپ کا بڑا لمبا مرثیہ لکھا ہے جس میں اشعار بالا کی تضمین کردی ہے، اس کا مطلع یہ ہے:-

كل البرية للمنية صائرة ۞ وقفولها شيئًا فشيئًا سائرة

یہ پورا مرثیہ حافظ ابن فہد نے اپنی کتاب لحظ الالحاظ میں نقل کر دیا ہے۔

تصانیف

آپ کی تصانیف کی تعداد ڈیڑھ سو سے متجاوز ہے، یہ اگرچہ بیشتر حدیث رجال اور تاریخ سے متعلق ہیں لیکن ان میں بہت سی تصانیف ایسی بھی ہیں کہ ان میں ادب، فقہ اصول اور کلام کے مباحث بھی آگئے ہیں، یہ بات بھی غور طلب ہے کہ آپ نے اپنی حدیث اور رجال کی کتابوں میں حنفی حفاظِ حدیث بالخصوص حافظ مغلطائی حنفی اور حافظ جمال الدین زیلعی حنفی کی تصانیف سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے اور غنیمت ہے کہ اس کا حافظ صاحب کو خود بھی اعتراف ہے[۱]، بلکہ الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ اور الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف تو تمام تر امام زیلعی کی تخریج ہدایہ اور تخریج کشاف ہی کی تلخیص ہیں، حافظ صاحب کی تصانیف کے بارے میں بجائے اس کے کہ کسی دوسرے شخص سے اس بارے میں کچھ نقل کیا جائے خود ان کی ہی رائے پیش کرنا مناسب ہے کہ ؎

تصنیف را مصنف نیکو کند بیان۔ حافظ سخاوی کا بیان ہے۔

سمعته يقول لست راضيا عن شئ من تصانيفي لاني عملتها في ابتداء الامر ثم لم يتهيألي من تحريرها سوى شرح البخاري ومقدمته والمشتبه والتهذيب ولسان الميزان بل رايته في مواضع اثنى على شرح البخاري والتعليق والنخبة ثم قال واما سائر المجموعات فهي كثيرة العدد واهية العدد ضعيفة القوى ظامئة الروى

میں نے ان کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں اپنی تصانیف میں بجز شرح بخاری[۱] مقدمہ شرح بخاری[۲] مشتبہ النسبہ[۳]، تہذیب التہذیب[۴] اور لسان المیزان[۵] کے اور کسی چیز سے خوش نہیں کیونکہ میں نے ان کو ابتدائی حالت میں مرتب کیا تھا اور پھر ان کو لکھنے کا موقع نہیں ملا بلکہ میں نے حافظ صاحب کو دیکھا کہ آپ نے متعدد مقامات پر شرح بخاری[۱]، تعلیق التعلیق اور نخبۃ الفکر کی تعریف کی ہے۔ پھر حافظ صاحب نے فرمایا کہ باقی سب مجموعے گنتی میں تو زیادہ ہیں مگر مواد کے اعتبار سے بیکار ہیں۔ قوتوں کے لحاظ سے کمزور اور سیراب کو تشنہ کر دینے والے ہیں۔

حافظ صاحب کی یہ سب کتابیں بجز المشتبہ اور تعلیق کے زیور طبع سے آراستہ ہوکر شائع ہو چکی ہیں۔ تصانیف مذکورہ کے علاوہ بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام بھی حافظ صاحب کی تصانیف میں نہایت مقبول و متداول کتاب ہے جس پر حسب ذیل شرحیں لکھی جاچکی ہیں:-

[۱] اس کے لئے حافظ صاحب کی حسب ذیل کتابوں کے مقدمات ملاحظہ ہوں۔ تہذیب التہذیب، التلخیص الحبیر، الدرایہ، الکاف الشاف

۱۔ البدر التمام شرح بلوغ المرام از قاضی شرف الدین حسین بن محمد مغربی صنعانی، یہ نہایت مبسوط شرح ہے، علامہ امیر یمانی کی شرح اسی کی تلخیص ہے۔

۲۔ سبل السلام شرح بلوغ المرام از علامہ سید محمد بن اسمٰعیل امیر یمانی المتوفی ۱۱۸۲ھ یہ شرح مصر میں متعدد بار طبع ہو چکی ہے۔

۳۔ شرح بلوغ المرام از خاتمۃ الحفاظ علامہ محمد عابد سندھی حنفی المتوفی ۱۲۵۷ھ یہ شرح تمام نہ ہو سکی۔

۴۔ مسک الختام شرح بلوغ المرام از سرخیل جماعت اہل حدیث نواب صدیق حسن خان المتوفی ۱۳۰۷ھ یہ فارسی زبان میں ہے اس میں حافظ صاحب کی التلخیص الجبیر اور سبل السلام کے مضامین کو اختصار کے ساتھ جمع کر دیا ہے۔ مکرر طبع ہو چکی ہے۔

۵۔ فتح العلام بشرح بلوغ المرام از مولوی نور الحسن بن نواب صدیق حسن خان، یہ کتاب تمام تر امیر یمانی کی سبل السلام کا سرقہ ہے چنانچہ مصر میں سبل السلام کے ناشرین نے اس کا شکوہ کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کی سوانح حیات پر ان کے شاگرد رشید حافظ شمس الدین سخاوی کے قلم سے ایک بڑی جامع اور مبسوط کتاب نکلی ہے، جس کا نام الجوھر والدرر فی ترجمۃ شیخ الاسلام ابن حجر، یہ کتاب حسب تصریح سخاوی ایک ضخیم جلد یا دو جلدوں کے قریب ہے۔

مقدمہ

تفسیر ابنِ کثیر

الموسوم بہ

حیات عماد الدین ابنِ کثیرؒ

از

محقق العصر

مولانا محمد عبد الرشید نعمانیؒ

برسبیل تذکرہ .... ادارہ ۱

تفسیر قرآن .... خواجہ محمد عبدالحی فاروقی ۲

یوسف علیہ السلام .... محمد احمد ۹

جواہر حدیث .... ادارہ ۱۵

مشاہیر صحابہؓ .... ادارہ ۱۷

علم حدیث .... مولانا محمد اشفاق الرحمٰن کاندھلوی ۱۹

غزل .... نظر خورجوی ۲۵

علمائے سلف .... محمد حبیب الرحمٰن خان شروانی ۲۶

دور حاضر .... عالم اکبرآبادی ۳۱

حیات امام حافظ ابن کثیر .... مولانا محمد عبدالرشید نعمانی ۳۲

نجمہ .... معراج محمد بارق ۴۲

ماہ نومبر ۱۹۵۳ء قیمت فی پرچہ چھ ۶ آنے

مقام اشاعت آرام باغ کراچی پاکستان

حیاتِ امام حافظ عماد الدین ابنِ کثیرؒ

(مولانا عبدالرشید نعمانی)

نام ونسب

اسمٰعیل نام، ابو الفدا کنیت، عماد الدین لقب اور ابن کثیر عُرف ہے۔ سلسلۂ نسب یہ ہے:

اسمٰعیل بن عمر بن کثیر بن ضَوْ بن دَرْع القیسیؒ[^1] البصروی[^2] ثم الدمشقی۔

آپ ایک معزز اور علمی خاندان کے چشم وچراغ تھے۔ آپ کے والد شیخ ابو حفص شہاب الدین عمر اپنی بستی کے خطیب تھے، اور آپ کے بڑے بھائی شیخ عبدالوہاب ایک ممتاز عالم اور فقیہ تھے۔

[^*]: ہم نے اِس تذکرہ کے مرتب کرنے میں حسب ذیل کتابوں سے مدد لی ہے:
(۱) "اختصار علوم الحدیث" از حافظ ابن کثیر مطبوعہ مطبع ماجدیہ مکہ مکرمہ ۱۳۵۳ھ اس پر شیخ محمد بن عبدالرزاق حمزہ کے حواشی اور تعلیقات ہیں اور شروع میں ان ہی کے قلم سے ایک مقدمہ بھی ہے۔ جس میں "حیاۃ الامام ابن کثیر" کے عنوان سے پانچ صفحات میں امام موصوف کا تذکرہ لکھا ہے۔ (۲) "تذکرۃ الحفاظ" از حافظ شمس الدین ذہبی المتوفی ۷۴۸ھ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن۔ (۳) "ذیل تذکرۃ الحفاظ" از حافظ ابو المحاسن حسینی دمشقی المتوفی ۷۶۵ھ مطبوعہ دمشق۔ (۴) "الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیہ" از عبدالقادر قرشی حنفی المتوفی ۷۷۵ھ مطبوعہ دائرۃ المعارف ۱۳۳۲ھ (۵) "الدرر الکامنۃ فی اعیان المائۃ الثامنۃ" از حافظ ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ۔ (۶) "لحظ الالحاظ بذیل طبقات الحفاظ" از حافظ تقی الدین بن فہد المتوفی ۸۷۱ھ (۷) "ذیل طبقات الحفاظ" از حافظ سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ مطبوعہ دمشق۔ (۸) "کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون" از علامہ حاجی خلیفہ المتوفی ۱۰۶۷ھ مطبوعہ استنبول ۱۳۶۰ھ (۹) "شذرات الذہب فی اخبار من ذہب" از علامہ ابن العماد حنبلی المتوفی ۱۰۸۹ھ مطبوعہ مصر ۱۳۵۱ھ (۱۰) "البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع" از قاضی محمد بن علی شوکانی المتوفی ۱۲۵۰ھ مطبوعہ مصر ۱۳۴۸ھ (۱۱) "ابجد العلوم" از نواب صدیق حسن خاں قنوجی المتوفی ۱۳۰۷ھ مطبوعہ مطبع صدیقی بھوپال ۱۲۹۵ھ (۱۲) "تعلیقات بر ذیول تذکرۃ الحفاظ" از علامہ محدث زاہد کوثری المتوفی ۱۳۷۱ھ۔

[^1]: حافظ ابو المحاسن کے ذیل میں یہ لفظ ذال کے ساتھ چھپا ہوا ہے۔ اور شذرات الذہب میں زاء کے ساتھ۔

[^2]: حافظ ابن حجر کی درر کامنہ اور حافظ سیوطی کے ذیل میں القیسی ہی مذکور ہے۔ لیکن حافظ ابن فہد کے ذیل میں بہ سلسلۂ وفیات جہاں حافظ ابن کثیرؒ کے دونوں صاحبزادوں، زین الدین عبدالرحمٰن اور بدر الدین محمد کی وفات کا ذکر آیا ہے۔ دونوں جگہ القرشی لکھا ہے۔ اور نواب صدیق حسن خاں کی ابجد العلوم میں، اور محمد بن عبدالرزاق حمزہ کے مقدمہ میں بھی یہی مرقوم ہے۔

ولادت وتعلیم وتربیت

آپ کی ولادت ۷۰۰ھ[1] یا ۷۰۱ھ میں بمقام مجدل ہوئی، جو ملک شام کے مشہور شہر بصریٰ کے اطراف میں ایک قریہ ہے، اس وقت آپ کے والد یہاں کے خطیب تھے۔ ابھی آپ تیسرے یا چوتھے برس میں ہی تھے کہ والد بزرگوار نے ۷۰۳ھ میں وفات پائی اور نہایت ہی کم سنی میں آپ کو یتیمی کا داغ اُٹھانا پڑا، باپ کا سایہ سر سے اُٹھا تو بڑے بھائی نے اپنی آغوشِ تربیت میں لے لیا۔ والد کی وفات کے تین سال بعد یعنی ۷۰۶ھ میں آپ اپنے برادر بزرگوار کے ساتھ دمشق چلے آئے اور پھر یہیں آپ کی نشو ونما ہوئی۔ ابتدا میں اپنے بڑے بھائی سے فقہ کی تعلیم پائی۔ بعد کو شیخ برہان الدین ابراہیم بن عبد الرحمٰن فزاری معروف بابن فرکاح شارح تنبیہ المتوفی ۷۲۹ھ اور شیخ کمال الدین بن قاضی شہبہ سے اِس فن کی تکمیل کی۔ اس زمانے میں دستور تھا، کہ طالب علم جس فن کو حاصل کرتا، اس فن کی کوئی مختصر کتاب زبانی یاد کر لیتا۔ چنانچہ آپ نے بھی فقہ میں "التنبیہ فی فروع الشافعیہ" مصنفہ شیخ ابو اسحاق شیرازی المتوفی ۴۷۶ھ کو حفظ کر کے ۷۱۸ھ میں سُنا دیا، اور اصولِ فقہ میں علامہ ابن حاجب مالکی المتوفی ۶۴۶ھ کی مختصر کو زبانی یاد کیا۔ اصول کی کتابیں آپ نے علامہ شمس الدین، محمود بن عبد الرحمٰن اصفہانی، شارح مختصر ابن حاجب المتوفی ۷۴۹ھ سے پڑھی تھیں۔

فنِ حدیث کی تکمیل آپ نے اس عہد کے مشہور اساتذۂ فن سے کی تھی۔ علامہ سیوطی، ذیل تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں:

سمع الحجّار والطبقة یعنی حجّار[2] اور اس طبقہ کے علمائے آپ نے سماعِ حدیث کیا۔

حجّار کے ہم طبقہ وہ علماء جن سے آپ نے علمِ حدیث حاصل کیا!

---

[1] حافظ سیوطی نے ذیل تذکرۃ الحفاظ میں اور علامہ ابن العماد نے شذرات الذہب میں سنہ ولادت ۷۰۰ ہجری لکھا ہے اور حافظ ابو المحاسن حسینی نے ذیل تذکرۃ الحفاظ میں اور قاضی شوکانی نے البدر الطالع میں ۷۰۱ھ بتایا ہے۔ اور حافظ ابن حجر نے الدرر الکامنہ میں ۷۰۰ھ یا اس کے کچھ بعد بیان کیا ہے۔ اور حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ کے خاتمہ میں لکھتے ہیں۔ یہ ۷۰۰ھ کے بعد یا اسی سنہ میں پیدا ہوئے ہیں۔

[2] حجّار اس عہد کے بڑے نامور محدث گزرے ہیں "مُسند الدنیا" (دنیا کو اسناد بتانے والے) اور "رُحلۃ الآفاق" (جس کی طرف آفاق سے سفر کیا جائے) کہلاتے تھے، ان کا درس ساری دنیا میں مشہور تھا۔ دور دراز ممالک سے لوگ سفر کر کے آتے اور اُن سے حدیث کی سند لے کر واپس ہوتے تھے۔ ان کی کنیت ابو العباس، لقب شہاب الدین اور نام احمد ہے۔ حجّار اور ابن الشحنہ عرف ہیں۔ سلسلۂ نسب یہ ہے احمد بن ابی طالب بن ابی النعم نعمۃ بن حسن بن علی بن بیان الدیر مقرنی ثم الصالحی، حنفی المذہب تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے الدرر الکامنہ میں اور حافظ شمس الدین ابن طولون نے الغرف العلیہ فی ذیل الجواہر المضیہ میں آپ کا بڑا مبسوط تذکرہ لکھا ہے۔ آپ کے شیوخ اور مرویات بہت زیادہ ہیں۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ، آپ نے اِس قدر طویل عمر پائی کہ دادا سے لے کر پوتوں تک کو درس دیا۔ چنانچہ دمشق وغیرہ میں ستر بار سے زیادہ صرف بخاری کا درس دیا۔ اور اپنا وہ اعزاز و اکرام دیکھا کہ جس سے زیادہ ہو نہیں سکتا۔ حفّاظِ حدیث چُن چُن کر آپ سے حدیثیں سُنتے، اور دُور دُور سے سفر کر کے آتے اور اژدحام کئے رہتے تھے۔ وفات سے ایک دن پہلے محب الدین ابن المحب نے آپ سے صحیح بخاری شروع کی، دوسرے دن ظہر تک سلسلۂ درس جاری رہا۔ عین ظہر کے قریب ۲۵ صفر ۷۳۰ھ کو آپ نے انتقال فرمایا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

اور جن کا ذکر خصوصیت سے آپ کے تذکرہ میں علماء نے کیا ہے، وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) عیسیٰ بن المطعم (۲) بہاؤ الدین قاسم بن عساکر، المتوفی ۷۲۳ھ (۳) عفیف الدین اسحاق بن یحییٰ الآمدی المتوفی ۷۲۵ھ (۴) محمد بن زراد (۵) بدر الدین محمد بن ابراہیم معروف بابن سویدی المتوفی ۷۱۱ھ (۶) ابن الرضی (۷) حافظ مزی (۸) حافظ ابن تیمیہ (۹) حافظ ذہبی (۱۰) عماد الدین محمد بن الشیرازی، المتوفی ۷۴۹ھ

لیکن اِن تمام حضرات میں سب سے زیادہ جس سے آپ کو استفادہ کا موقع ملا وہ محدّث شام حافظ جمال الدین یوسف بن عبد الرحمٰن مزی شافعی مصنف تہذیب الکمال المتوفی ۷۴۲ھ ہیں۔ حافظ مزی نے خصوصی تعلق کی بنا پر اپنی صاحبزادی کا آپ سے نکاح کر دیا تھا۔ اِس رشتہ نے اس تعلق کو اور زیادہ استوار کر دیا۔ سعادت مند شاگرد نے اپنے محترم اُستاد کی شفقت سے پورا پورا فائدہ اُٹھایا۔ مدّتِ مدید تک حاضر خدمت رہے اور ان کی اکثر تصانیف کا جس میں تہذیب الکمال بھی داخل ہے خود اُن سے سماع کیا اور اِس فن کی پوری تکمیل اُن ہی کی خدمت میں رہ کر کی۔ چنانچہ سیوطی لکھتے ہیں و تخرج بالمزی ولازمہ وبرع۔ اسی طرح حافظ ابن تیمیہ المتوفی ۷۲۸ھ سے بھی آپ نے بہت کچھ علم حاصل کیا تھا اور عرصہ تک اُن کی صحبت میں رہے تھے۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ مصر سے آپ کو دبوسی۔ وانی[۵۱] ختنی[۵۲] وغیرہ نے حدیث کی اجازت دی تھی۔

منزلتِ علمی

امام ابن کثیر کو علمِ حدیث کے علاوہ فقہ، تفسیر، تاریخ اور عربیت میں بھی کمال حاصل تھا چنانچہ علّامہ ابن العماد حنبلی، ابن حبیب سے ناقل ہیں:

انتھت الیہ ریاسۃ العلم فی التاریخ والحدیث والتفسیر

"ان پر تاریخ، حدیث اور تفسیر میں ریاست علمی ختم ہو گئی" اور مشہور مورّخ علامہ ابو المحاسن جمال الدین یوسف ابن تغری بردی حنفی المتوفی الصافی، المستوفی بعد الوافی میں لکھتے ہیں:

وکان لہ اطلاع عظیم فی الحدیث والتفسیر والفقہ والعربیۃ "حدیث، تفسیر، فقہ اور عربیت میں ان کو بڑی معلومات تھیں" اور حافظ ابو المحاسن حسینی فرماتے ہیں:

وبرع فی الفقہ والتفسیر والنحو وامعن النظر فی الرّجال والعلل "فقہ، تفسیر اور نحو میں ماہر تھے۔ اور رجال وعلل حدیث میں بڑی گہری نظر پیدا کی تھی"

خاص طور پر علمِ حدیث میں تو اُن کا یہ پایہ ہے کہ حفاظِ حدیث میں شمار کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابو المحاسن حسینی اور علّامہ

---

۵۱ غالباً حافظ امین الدین محمد بن ابراہیم وانی حنفی المتوفی ۷۳۵ھ مراد ہیں۔ حافظ سیوطی نے ذیل تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔ اور اُن کو حفاظِ حدیث میں شمار کیا ہے۔ حافظ عبد القادر قرشی بھی حدیث میں ان کے شاگرد ہیں۔ چنانچہ انھوں نے طبقات الحنفیہ میں اُن کا ذکر کیا ہے اور اُن کو "الامام المحدث" کے لقب سے یاد کیا ہے۔

۵۲ یہ مصر کے نامور محدث بدر الدین یوسف بن عمر ختنی حنفی ہیں "مسند البلاد المصریہ" کہلاتے تھے، علوم اسناد میں منفرد تھے، ۷۳۱ھ میں ۸۹ سال کی عمر میں وفات پائی۔ امام تقی الدین سبکی۔ احمد دمیاطی اور حافظ عبد القادر قرشی کے فن حدیث میں اُستاد ہیں۔ حافظ قرشی نے الجواہر المضیہ میں ان کا تذکرہ لکھا ہے۔

سیوطی نے تذکرۃ الحفاظ پر جو ذیل لکھے ہیں، اُس میں ان کا تذکرہ لکھا ہے۔ اور خود امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ کے خاتمہ میں جہاں اپنے ممتاز شیوخ حدیث اور رفقاء درس کا تعارف کرایا ہے، ان کا بھی ذکر کیا ہے۔

شعر وسخن کا بھی ذوق تھا، لیکن آپ کی نظم متوسط درجہ کی ہوتی تھی۔ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو:

تمر بنا الایام تترٰی و انما
نساق الی الآجال والعین تنظر

"دن پیاپے گزرتے جاتے ہیں اور ہم آنکھوں دیکھے موت کی طرف ہنکائے چلے جا رہے ہیں......"

فلا عائد ذاک الشباب الذی مضی
ولا زائل ھذا المشیب المکدر

"سو اب نہ تو وہ گزری ہوئی جوانی لوٹ کر آ سکتی ہے اور نہ یہ کدورت بھرا بڑھاپا زائل ہونے والا ہے۔"

تیسرے مصرعہ میں اگر ذاک الشباب کی بجائے صفو الشباب ہوتا تو بڑا بلیغ ہوتا۔

علماء کا آپ کی خدمت میں خراج تحسین

حافظ زین الدین عراقی المتوفی ۸۰۶ھ سے کسی نے پوچھا تھا کہ مغلطائی، ابن کثیر، ابن رافع اور حسینی اِن چاروں معاصرین میں کون سب سے بڑا ہے؟ حافظ عراقی نے جواب دیا ان میں سب سے زیادہ وسیع الاطلاع اور انساب کے عالم تو مغلطائی ہیں اور سب سے زیادہ متون و تواریخ کے حافظ ابن کثیر ہیں اور سب زیادہ طلب حدیث میں تھکنے والے اور مؤتلف و مختلف کے عالم ابن رافع ہیں اور سب سے شیوخ معاصرین سے باخبر اور تخریج کے واقف حسینی ہیں۔

اور حافظ ذہبی نے المعجم المختص میں ابن کثیر کا ذکر ان الفاظ سے شروع کیا ہے الامام المفتی المحدث البارع فقیہ متفنن ومحدث متقن مفسر اور تذکرۃ الحفاظ کے خاتمہ میں ان القاب کے ساتھ یاد کرتے ہیں الفقیہ المفتی المحدث ذی الفضائل اور اس کے بعد لکھتے ہیں:

ولہ عنایۃ بالرجال والمتون والفقہ خرّج و ناظر وصنّف وفسّر وتقدم۔

"ان کو رجال، متون حدیث اور فقہ کے ساتھ اعتنا رہا انھوں نے احادیث کی تخریج کی، مناظرہ کیا، تصنیف کی، تفسیر لکھی اور آگے بڑھ گئے۔"

اور حافظ حسینی کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں:

"الشیخ الامام العالم الحافظ المفید البارع" الخ

اور حافظ سیوطی فرماتے ہیں: الامام المحدث ذو الفضائل

اور علامہ ابن العماد لکھتے ہیں الحافظ الکبیر۔ اور حافظ ابن حجیؒ المتوفی ۸۱۶ھ جو آپ کے نامور شاگرد ہیں یہ رائے ظاہر کرتے ہیں:

"حفظ من ادرکنا لمتون الاحادیث واعرفھم بجرحھا ورجالھا وصحیحھا وسقیمھا وکان اقرانہ وشیوخہ یعترفون لہ بذٰلک وما اعرف انی اجتمعت بہ علی کثرۃ ترددی الیہ الا واستفدت منہ"

"ہم نے جن لوگوں کو پایا ان سب میں وہ متون احادیث کے سب سے بڑے حافظ اور جرح اور رجال اور صحیح اور ضعیف کے سب سے زیادہ پہچاننے والے تھے اور اس بارے میں اُن کے معاصرین اور

---

۱ مشہور حفاظ حدیث میں ہیں۔ حنفی تھے۔ حافظ ابن فہد اور حافظ سیوطی نے اپنے اپنے ذیل میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ سنہ ۷۶۲ھ میں وفات پائی۔

اساتذہ بھی ان کے معترف تھے اور مجھے یاد نہیں کہ باوجود میرے کثرت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے کبھی ایسا اتفاق ہوا ہو کہ میں آپ سے ملا ہوں اور استفادہ نہ کر سکا ہوں۔"

اور حافظ ابن ناصر الدمشقی الرد الوافر میں ان کا تذکرہ اس طرح شروع کرتے ہیں الشیخ الامام العلامۃ الحافظ عماد الدین ثقۃ المحدثین عمدۃ المورخین علم المفسرین۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی (جن کے متعلق کشف الظنون نے لکھا ہے کہ "ان کا قلم لوگوں کے اظہار معائب میں بُرا تھا اور زبان اچھی تھی۔ کاش معاملہ اُلٹا ہوتا کہ خوبی باقی رہتی"[۱]) اُن کو بھی امام ابن کثیر کے متعلق اتنا تسلیم ہے کہ واشتغل بالحدیث مطالعۃ فی متونہ ورجالہ "حدیث کے متون اور رجال کے مطالعہ میں مشغول رہتے" تاہم اپنی عادت کے مطابق یہ ریمارک کر گئے ہیں

ولم یکن علی طریق المحدثین فی تحصیل العوالی و تمیز العالی من النازل ونحو ذلک من فنونہم وانما ہو من محدثی الفقہاء "یہ عالی اسانید کی تحصیل اور عالی و نازل کی تمیز اور اسی قسم کے دیگر فنون میں جو محدثین کے خاص فن ہیں، محدثین کی طرح نہ تھے، بلکہ یہ تو فقہاء کے محدث تھے"

لیکن حافظ سیوطی نے اس کا بڑا اچھا جواب دیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

قلت العمدۃ فی علم الحدیث معرفۃ صحیح الحدیث وسقیمہ وعللہ واختلاف طرقہ ورجالہ جرحاً وتعدیلاً واما العالی والنازل ونحو ذلک فہو من الفضلات لا من الاصول المہمۃ "میں کہتا ہوں اصل چیز علم حدیث میں صحیح اور سقیم کی پہچان اور علل اور اختلاف طرق کا علم اور رجال کی جرح و تعدیل سے واقفیت ہے۔ رہا عالی و نازل[۲] وغیرہ سو یہ زوائد میں داخل ہیں، نہ کہ اصول مہمہ میں۔"

اور علامہ محدث زاہد الکوثری لکھتے ہیں:

"اگرچہ حافظ ابن کثیر پر متون حدیث کے حفظ کرنے کا زیادہ غلبہ تھا۔ لیکن ان کی حیثیت اتنی گری ہوئی بالکل نہ تھی کہ وہ طبقات رواۃ اور ان کے احوال کی معرفت کے اعتبار سے عالی و نازل کی بھی تمیز نہ کر سکتے ہوں، بلکہ یہ بات تو ایسے شخص پر بھی مخفی نہیں رہ سکتی جو علم رجال میں اُن سے بدرجہا کمتر ہو اور بھلا یہ کس طرح ہو سکتا تھا جب کہ وہ ایک طویل مدت تک مزّی کی خدمت میں برابر حاضر رہے اور التکمیل کے جمع کرنے پر لگے رہے اور حافظ ابن حجر کی اندرونی باتیں ان لوگوں کے تذکرہ میں کھل جاتی ہیں، جو فضل و کمال میں مشہور ہیں۔"

---

[۱] اصل عبارت یہ ہے کان قلمہ ابن حجر سیئاً فی مثالب الناس ولسانہ حسناً ولیتہ عکس لیبقی المحسن (ضمن الجواہر والدرر)

[۲] جس سند میں وسائط کم ہوں وہ عالی ہے اور جس میں زیادہ ہوں وہ نازل ہے۔ فقہاء کا اصل کام ہے مسائل کا استنباط، اس لئے اُن کی نظر زیادہ تر متن حدیث پر ہوتی ہے، اور وہ یہ دیکھتے ہیں کہ اس سے مسئلہ کیا نکلا؟ سند سے انھیں صرف اتنی بحث ہوتی ہے کہ اس میں جتنے لوگوں کے نام لئے جا رہے ہیں، بس وہ معتبر اور قابل قبول ہوں۔ باقی رہی یہ بات کہ اس میں واسطے زیادہ ہیں یا کم؟ یہ چیز ان کی نظر میں چنداں اہم نہیں لیکن ارباب روایت میں اس کی اتنی زیادہ اہمیت ہے کہ اُن کے نزدیک صرف ایک واسطے کو کم کرنے کے لئے بھی سفر مستحسن ہے +

مورخین نے حافظ ابن کثیر کے حافظہ اور فہم کی خاص طور پر تعریف [کی] ہے۔ ابن العماد لکھتے ہیں کان کثیر الاستحضار قلیل النسیان [جی]ید الفہم۔

درس و افتا، ذکر الٰہی، شگفتہ مزاجی

حافظ ابن کثیر کی تمام عمر درس و افتا اور تصنیف و تالیف میں [ب]سر ہوئی۔ حافظ ذہبی کی وفات کے بعد مدرسہ "ام صالح" اور [مد]رسہ "تنکزیہ" (جو اس زمانہ میں علمِ حدیث کے مشہور مدرسے تھے) [میں] آپ شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز رہے، بڑے ذاکر شاغل تھے [چن]انچہ ابن حبیب نے آپ کے متعلق لکھا ہے امام ذی التسبیح [و]التہلیل۔ طبیعت بڑی شگفتہ پائی تھی۔ لطیفہ گو اور بذلہ سنج [تھ]ے۔ حافظ ابن حجر نے آپ کے اوصاف میں حسن الفاکہۃ کے الفاظ [اس]تعمال کئے ہیں یعنی بڑا پُر لطف مزاح کیا کرتے تھے۔ غالباً اسی قسم [کا] یہ واقعہ بھی ہے کہ جب حافظ زین الدین عراقی جو فنِ حدیث[1] میں [اما]م حافظ علاء الدین ابن الترکمانی حنفی مصنف الجواہر النقی فی الرد [عل]ی البیہقی کے تلمیذِ خاص اور ان ہی کے ساختہ پرداختہ تھے۔ شیخ [ال]اسلام تقی الدین سبکی کے درس میں حاضر ہوئے تو شیخ الاسلام نے [اپ]نے درس میں بڑی عظمت کے ساتھ ان کا ذکر کیا اور بڑے اہتمام [س]ے اُن کا تعارف کرایا اور اُن کی معرفت و اتقان کی بہت تعریف کی، [اس] پر حافظ ابن کثیر بولے کہ مجھے تو ان سے یہ بھی بعید معلوم ہوتا ہے [ک]ہ یہ ماء مشمس (وہ پانی جو دھوپ میں گرم ہو گیا ہو) سے وضو کے [با]رے میں جو حضرت ابن عباسؓ کی حدیث ہے اسی کو نکال سکیں۔

علامہ ابن تیمیہ سے خصوصی تعلق

اخیر میں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ حافظ ابن کثیر کو اپنے اُستاد علامہ ابن تیمیہ سے خصوصی تعلق تھا، جس نے آپ کی علمی زندگی پر گہرا اثر ڈالا تھا اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آپ بعض ان مسائل میں بھی ابن تیمیہ سے متاثر تھے، جن میں وہ جمہور سلف سے متفرد ہیں، چنانچہ ابن قاضی شہبہ اپنے طبقات میں لکھتے ہیں۔

کانت لہ خصوصیۃ بابن تیمیۃ ومناضلۃ عنہ واتباع لہ فی کثیر من ارائہ وکان یفتی برائہ فی مسئلۃ الطلاق وامتحن بسبب ذلک واوذی۔ "اُن کو ابن تیمیہ کے ساتھ خصوصی تعلق تھا اور ان کی طرف سے لڑا کرتے تھے اور بہت سی آراء میں اُن کی اتباع کرتے تھے، چنانچہ طلاق کے مسئلہ میں[2] بھی ان ہی کی رائے پر فتوے دیتے تھے، جس کے نتیجے میں آزمائش میں پڑے اور ستائے گئے۔"

وفات

اخیر عمر میں بینائی جاتی رہی تھی، جمعرات کے دن شعبان کی چھبیس ۲۶ تاریخ ۷۷۴ھ میں وفات پائی (رحمۃ اللہ علیہ) اور مقبرہ صوفیہ میں اپنے محبوب اُستاذ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے پہلو میں دفن کئے گئے، آپ کے کسی شاگرد نے آپ کی وفات پر بڑا دردانگیز مرثیہ لکھا ہے، جس کے دو شعر یہ ہیں:

لفقدک طلاب العلوم تاسفوا — وجادوا بدمع لا یبید غزیر
ولو مزجوا ماء المدامع بالدما — لکان قلیلا فیک یا ابن کثیر

---

[1] حافظ ابن فہد، ذیل تذکرۃ الحفاظ میں حافظ عراقی کے ترجمے میں لکھتے ہیں اخذ علم الحدیث عن شیخ علاء الدین ابن الترکانی [و]بہ تخرج وانتفع۔ ۱۲

[2] شیخ ابن تیمیہ کی رائے میں اگر تین طلاقیں ایک ہی ساتھ دی جائیں، تو وہ ایک ہی طلاق شمار ہو گی۔ ۱۲

"شائقینِ علوم تمہارے اُٹھ جانے پر متاسف ہیں اور اس کثرت سے آنسو بہا رہے ہیں کہ تھمنے ہی کو نہیں آتے، اور اگر وہ آنسوؤں کے ساتھ خون بھی ملا دیتے، تب بھی اے ابن کثیر تمہارے لئے یہ تھوڑا تھا"

پس ماندگان میں دو صاحبزادے بڑے نامور ہوئے ہیں ایک زین الدین عبدالرحمٰن، جن کی وفات ۷۹۲ھ میں ہوئی اور دوسرے بدرالدین ابوالبقاء محمد، یہ بڑے پایہ کے محدث گزرے ہیں انھوں نے ۸۰۳ھ میں بمقام رملہ وفات پائی ہے، ان دونوں کا ذکر حافظ ابن فہد نے اپنے ذیل میں بسلسلۂ وفیات کیا ہے۔

تصنیفات

آپ نے تفسیر، حدیث، سیرت اور تاریخ میں بڑی بلند پایہ تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ یہ آپ کے اخلاص کا ثمرہ اور حسنِ نیت کی برکت تھی کہ بارگاہِ ایزدی سے اُن کو قبولِ عام اور شہرتِ دوام کی مسند عطا ہوئی۔ مورخین نے آپ کی تصانیف کی افادیت اور اُن کی قبولیت کا ذکر خاص طور سے کیا ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں:

"وله تصانيف مفيدة" ابن حجر کہتے ہیں:

"سادت تصانيفه في البلاد في حياته وانتفع الناس بها بعد وفاته" (ان کی زندگی ہی میں ان کی تصانیف شہر شہر جا پہنچیں، اور ان کی وفات کے بعد لوگ اُن سے نفع اندوز ہوتے رہے)

اور شوکانی لکھتے ہیں:

"وقد انتفع الناس بتصانيفه لا سيما التفسير" (لوگوں نے ان کی تصانیف خصوصاً تفسیر سے نفع اُٹھایا)۔

آپ کی جن تصانیف پر ہمیں اطلاع مل سکی وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ تفسیر القرآن الکریم۔ جس کے متعلق حافظ سیوطی تصریح کرتے ہیں کہ لم یولف علی نمطہ مثلہ (اس طرز پر دوسری تفسیر نہیں لکھی گئی)۔

اور محدث کوثری فرماتے ہیں:

ھو من افید کتب التفسیر بالروایة (یہ تفسیر بالروایة میں سب سے زیادہ مفید کتاب ہے)۔

اور قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

وقد جمع فیه فاوعی، ونقل المذاهب والاخبار والآثار وتکلم باحسن کلام وانفسه (اس میں جمع کیا اور خوب محفوظ کر دیا، مذاہب نقل کئے، حدیثیں لکھیں، آثار در کئے اور بہت ہی عمدہ اور نہایت نفیس کلام فرمایا)۔

مصنف اس کتاب میں سب سے پہلے تفسیر القرآن بالقرآن ک اصول پر ایک آیت کی تفسیر اسی مضمون کی دوسری آیات کی ر میں کرتے ہیں۔ پھر محدثین کی مشہور کتابوں سے اس کے بارے میں جو احادیث مروی ہیں ان کو نقل کرکے ان کی اسانید و رجال پر سیر حاصل بحث کرتے ہیں۔ اور اس کے بعد آثارِ صحابہ و تابعین کو لاتے ہیں۔ حافظ ابن کثیر کا یہ سب سے بڑا علمی کارنامہ ہے کہ انھوں نے تفسیر اور تاریخ سے اسرائیلیات کو بہت کچھ چھانٹ کر علیحدہ کر دیا ہے، اور سچ یہ ہے کہ اس اہم کام کے لئے ان جیسے بالغ نظر محدث ہی کی ضرورت تھی، یہ اتنا بڑا کام ہے کہ اگر ان کی علمی خدمات میں صرف یہی ایک خدمت ہوتی، تب بھی وہ ان کے فخر کے لئے کافی تھی، الحمد للہ! یہ کتاب متداول ہے اور بارہا طبع ہو چکی ہے۔

۲۔ البدایہ والنہایہ۔ فنِ تاریخ میں ان کی بیش تصنیف ہے اور مصر سے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے، اس میں بدء

سے لے کر احوالِ آخرت تک درج ہیں، پہلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اُمم ماضیہ کا ذکر ہے، پھر سیرتِ نبویہ کا بیان ہے اور اس کے بعد خلافتِ راشدہ سے لے کر اپنے عہد تک کی مفصل تاریخ لکھی ہے، پھر اشراط الساعۃ اور احوالِ آخرت کا بیان ہے۔ اِس تاریخ میں بھی امام موصوف نے غرائب مناکیر اور اسرائیلیات کو چھانٹ دیا ہے۔

صاحبِ کشف الظنون لکھتے ہیں:

اعتمد فی نقلہ علی النص من الکتاب والسنۃ فی وقائع الالوف السالفۃ ومیز بین الصحیح والسقیم والخبر الاسرائیلی وغیرہ۔

(گزشتہ ہزارہا سال کے وقائع میں کتاب وسنت کی تصریح پر اعتماد کیا ہے، اور صحیح، ضعیف اور اسرائیلی روایات وغیرہ کو جدا کر دیا ہے)۔

مؤرخ ابن تغری بردی اس تاریخ کے متعلق لکھتے ہیں:

ہو فی غایۃ الجودۃ (یہ نہایت ہی خوب ہے)۔

امام علامہ حافظ بدر الدین محمود عینی حنفی، شارح بخاری نے اپنی تاریخ میں زیادہ تر اسی کتاب پر اعتماد کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے اس کا اختصار بھی کیا ہے۔ کشف الظنون میں ہے کہ محمود بن محمد بن دلشاد نے "البدایہ والنہایہ" کا ترکی زبان میں ترجمہ کیا تھا۔ اس تاریخ میں واقعات اور وفیات دونوں درج ہیں۔ سیرت نبویہ کا حصہ خاص طور پر سب سے بہتر ہے، مگر بے شمار مشاہیر علماء کا تذکرہ درج کتاب ہونے سے رہ گیا ہے اس میں مصنف کی وفات سے ۲ سال قبل تک کے حالات آ گئے ہیں۔

۳۔ التکمیل فی معرفۃ الثقات والضعفاء والمجاہیل

صاحبِ کشف الظنون نے اس کتاب کا نام التکملۃ فی اسماء الثقات والضعفا لکھا ہے۔ لیکن خود مصنف نے "البدایہ والنہایہ" اور "اختصار علوم الحدیث" میں یہی نام لکھا ہے۔ یہ کتاب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، فنِ رجال میں ہے اور حسب تصریح حافظ حسینی پانچ جلدوں میں ہے۔ اس میں مُصنّف نے حافظ مزی کی "تہذیب الکمال" اور حافظ ذہبی کی "میزان الاعتدال" کو جمع کر دیا ہے اور جابجا اپنی طرف سے اُس میں مفید اضافے بھی کئے ہیں۔ خود مصنف کی رائے اِس کتاب کے بارے میں یہ ہے:

وہو انفع شئ للفقیہ البارع وکذالک للمحدث

(یہ ان چیزوں میں ہے کہ جو ماہر فقیہ اور اسی طرح ایک محدث کے لئے بہت زیادہ نفع بخش ہے)۔

۴۔ الہدیٰ والسنن فی احادیث المسانید والسنن!

یہی کتاب ہے جو "جامع المسانید" کے نام سے مشہور ہے۔ مصنّف نے اس میں مسند امام احمد بن حنبل، مسند بزار، مسند ابی یعلےٰ، مسند ابن ابی شیبہ اور صحاح ستّہ کی روایات کو جمع کر کے اُن کو ابواب پر مرتّب کر دیا ہے۔

محدث کوثری لکھتے ہیں: ہو من انفع کتبہ (یہ اُن کی تصانیف میں سب سے زیادہ نفع بخش ہے) اِس کتاب کا

قلمی نسخہ "دار الکتب المصریہ" میں موجود ہے۔

۵۔ طبقات الشافعیہ

اس کتاب میں فقہاءِ شافعیہ کا تذکرہ ہے۔ اس کا قلمی نسخہ شیخ محمد بن عبد الرزاق حمزہ نے شیخ حسین باسلامہ کے پاس دیکھا ہے جو مکہ معظمہ میں مجلسِ شوریٰ کے رکن تھے۔

۶۔ مناقب الشافعیؒ

یہ رسالہ امام شافعی کے حالات میں ہے۔ مصنف نے اس کا ذکر "البدایہ والنہایہ" میں امام شافعی کے تذکرہ میں کیا ہے اس کا قلمی نسخہ بھی طبقات الشافعیہ کے ساتھ مجلد ہے۔

صاحب کشف الظنون نے اس رسالہ کا نام "الواضح النفیس فی مناقب الامام ابن ادریس" لکھا ہے۔

۷۔ تخریج احادیث ادلۃ التنبیہ۔

۸۔ تخریج احادیث مختصر ابن الحاجب

التنبیہ اور مختصر یہ دونوں کتابیں وہی ہیں جن کو مصنف نے عہدِ طالب علمی میں حفظ کیا تھا۔ ان دونوں کتابوں میں کتب حدیث سے تخریج بھی لکھی ہے۔

۹۔ شرح صحیح بخاری

اس کی تصنیف بھی شروع کی تھی، مگر ناتمام رہ گئی، کشف الظنون میں ہے کہ صرف ابتدائی ٹکڑے کی شرح ہے۔ مصنف نے اس کا ذکر "اختصار علوم الحدیث" میں کیا ہے۔

۱۰۔ الاحکام الکبیر

یہ کتاب بہت بڑے پیمانہ پر احادیثِ احکام میں لکھنی شروع کی تھی۔ مگر "کتاب الحج" تک لکھ سکے، تمام نہ کر سکے مصنف نے "اختصار علوم الحدیث" میں اس کتاب کا بھی ذکر کیا ہے۔

۱۱۔ اختصار علوم الحدیث

نواب صدیق حسن خان نے "منہج الوصول فی اصطلاح احادیث الرسول" میں اس کا نام "الباعث الحثیث علی معرفۃ علوم الحدیث" لکھا ہے۔ یہ علامہ ابن صلاح المتوفی ۶۴۳ھ کی مشہور کتاب "علوم الحدیث" معروف بہ "مقدمہ ابن اصلاح" جو اصول حدیث میں ہے، اختصار ہے۔ مصنف نے اس میں جابجا مفید اضافے کئے ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اس کے متعلق لکھتے ہیں:

ولہ فیہ فوائد (اس کتاب میں حافظ ابن کثیر کے بہت سے افادات ہیں)

۱۲۔ مسند الشیخین

اس میں شیخین یعنی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے جو حدیثیں مروی ہیں، ان کو جمع کیا گیا ہے۔ مصنف نے "اختصار علوم الحدیث" میں اپنی ایک تصنیف "مسند عمر" کا ذکر کیا ہے۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آیا وہ مستقل علیحدہ کتاب ہے یا اسی کا حصہ ثانی ہے۔

۱۳۔ السیرۃ النبویہ

یہ سیرت پر بڑی طویل کتاب ہے۔

۱۴۔ الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول

یہ سیرت پر ایک مختصر کتاب ہے۔ مصنف نے اس کا ذکر اپنی تفسیر "سورۂ احزاب" کے اندر غزوۂ خندق کے بیان میں کیا ہے۔ اس کتاب کا قلمی نسخہ مدینہ منورہ میں "کتب خانہ شیخ الاسلام" میں موجود ہے۔

(باقی بر صفحہ ۱۶)

(بقیہ مضمون صفحہ ۴۰ "حیاتِ ابن کثیر")

۱۵۔ کتابُ المقدمات

اِس کا ذکر مصنف نے "اختصار علوم الحدیث" میں کیا ہے

۱۶۔ مختصر کتابُ المدخل للبیہقی

اس کا ذکر بھی "اختصار علوم الحدیث" کے مقدمہ میں کیا ہے

۱۷۔ الاجتہاد فی طلب الجہاد۔

جب فرنگیوں نے قلعۂ ایاس کا محاصرہ کیا ہے، اُس وقت آپ نے یہ رسالہ امیر منجک کے لئے لکھا ہے۔ یہ رسالہ مصر سے چھپ کر شائع ہو چکا ہے۔

۱۸۔ رسالۃ فی فضائل القرآن

یہ رسالہ بھی تفسیر ابن کثیر کے ساتھ مطبع المنار مصر میں طبع ہو چکا ہے۔

۱۹۔ مُسند امام احمد

ابنِ حنبل کی مُسند کو بھی حروف پر مرتب کیا تھا۔ اور اُس کے ساتھ طبرانی کی معجم اور ابو یعلے کی مُسند سے زوائد بھی درج کئے تھے۔

امام ابن کثیر کی تمام تصنیفات میں یہ خوبی عیاں ہے کہ جو کچھ لکھتے ہیں نہایت تحقیق کے ساتھ لکھتے ہیں اور مفصل لکھتے ہیں۔ عبارت سہل اور پیرایۂ بیان دلکش ہوتا ہے +

مقدمہ
سبیل الرشاد

از

محقق العصر

مولانا محمد عبد الرشید نعمانیؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا قومِ اتّبعونِ اھدِکم سبیلَ الرَّشادِ (پ۲۴،ع۹)

نہایت مفید اور جامع رسالہ

سَبِیْلُ الرَّشَاد

از

حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

حواشی وتعلیقات

حضرت مولانا محمد امیر علوی صاحب میرٹھی دامت برکاتہم العالیہ

ناشر

مکتبۃ الحق والمدنی

محمد حنیف بڑوتوی، اورنگ آباد نمبر ۶/۶۱۰، کراچی نمبر ۱۸۔

مقدمہ

حضرت مولانا محمد عبدالرشید صاحب نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

رفیق مجلس الدعوۃ والتحقیق الاسلامی علامہ بنوری ٹاؤن کراچی نمبر ۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اما بَعد

ہندوستان جنت نشان اس کرۂ ارضی کا وہ خطہ ہے، جہاں سب سے پہلے افرادانسانی کے ابوالآباء حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہبوط واقع ہوا۔ چنانچہ یہ مضمون کتب احادیث کی متعدد روایات سے ثابت ہے۔ حسان الہند علامہ غلام علی آزاد بلگرامی المتوفی ۱۲۰۰ ہجری نے اپنی گرانقدر تصنیف سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان کی فصل اول میں اس سلسلہ کی تمام روایات کو جمع کردیا ہے[۱]۔ اس بنا پر عالم انسانیت میں تعلیم ربانی کا آغاز اسی سرزمین سے ہوا ہے۔ لیکن یہ عالم انسانیت کا عہد طفولیت تھا۔ پھر جب یہ سوہنی دھرتی آدمیوں سے آباد ہونے لگی تو ان کی اصلاح و تعلیم کے لئے وقتاً فوقتاً خدا کے برگزیدہ بندے آتے رہے اور ان کو راہِ حق دکھلاتے رہے۔ چنانچہ قرآن عظیم کی تصریح ہے۔

وان من امۃ الاخلافیھا نذیر ٥ (الفاطر۲۴)

اور کوئی فرقہ نہیں جس میں کوئی ڈرسنانے والا نہ گذرا ہو۔

---

[۱] ملاحظہ ہو "سبحۃ المرجان" ص ۴ تا ص ۲۴، واضح رہے کہ علامہ موصوف نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ قلم بند فرمایا ہے جس کا نام ہے "شمامۃ العنبر فیماورد فی الہند عن سید البشر" اس رسالہ میں تفسیر واحادیث کی کتابوں میں جو کچھ ہندوستان کے متعلق مولانا غلام علی کی نظر سے گذرا تھا اس کو انہوں نے یکجا کردیا ہے۔ پھر اس رسالہ کو "سبحۃ المرجان" کا جزو بنا کر بتمام وکمال اس کی ابتداء میں نقل کردیا ہے "سبحۃ المرجان" ایک صدی ہونے کو آئی جب ۱۳۰۳ھ (باقی برصفحہ آئندہ)

یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہا اور کچھ ہند ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ جہاں بھی عالم انسانیت نے جنم لیا، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر، ہادی اور نذیر وہاں برابر آتے رہے، اور انسانوں کو دین حق کی طرف بلاتے اور اس کی تعلیم دیتے رہے، تاہم تعلیم و تعلم اور دعوت حق کا یہ سلسلہ مقامی، وقتی اور نسلی تھا کیونکہ عالم انسانیت ابھی عہدِ طفلی سے عہدِ شباب کی طرف گامزن تھا اور دنیا مختلف نسلوں، گروہوں اور جغرافیائی حد بندیوں میں بٹی ہوئی تھی۔ پھر جب عالم انسانیت نے شباب کی منزل میں قدم رکھا اور اس کے قوائے علمی و عملی میں بہار آنا شروع ہوئی اور ایسا وقت آ گیا کہ اب وہ امت واحدہ بن کر تکمیل دین اور اتمام نعمت الٰہی کی دولت سے مشرف ہو تو حق تعالیٰ نے حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر عالم انسانیت کی روحانی ضرورت کو جس کا وہ زبان حال سے ملتجی تھا پورا فرمایا اور اعلان کر دیا گیا کہ

> الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (المائدہ ۳)
>
> آج میں تمہارے لئے تمہارا دین پورا کر چکا اور تم پر اپنی نعمت کو میں نے پورا کر دیا اور تمہارے واسطے میں نے دین اسلام کو پسند کیا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے بھی انبیاء اور رسل آئے وہ خاص خاص قوموں اور قبیلوں اور خاص خاص مقامات کی طرف بھیجے گئے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت روئے زمین کے تمام انسانوں کی طرف ہوئی۔ اس میں کالے، گورے، سرخ، سفید، اور زرد کی کوئی تخصیص نہیں۔ اس لئے رومی، شامی، فرنگی، حبشی، ترک، تاتار، تاجیک دیلم، چینی، جاپانی، ہندی، افغانی غرض تمام عرب وعجم اور ہر قوم اور ہر جنس کے لوگ آپ میں

برابر کے حقدار ہیں۔ ارشاد ربانی ہے۔

وما ارسلنک الا کافة للناس (السباء ۲۸)

اور ہم نے تو آپ کو تمام ہی انسانوں کے لئے بھیجا ہے۔

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعاً (الاعراف ۱۵۸)

اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا پیامبر ہوں۔

صحیحین میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھ سے پہلے جو نبی بھیجا جاتا تھا وہ خاص اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں تمام دنیا کی طرف بھیجا گیا ہوں[1]" اس معنی کی روایتیں کتب حدیث میں بکثرت وارد ہیں، اور اس کی عملی دلیل مطلوب ہو تو سارے پیغمبروں کے حالات پڑھ جایئے سب کے ماننے والوں کو ان کی زندگی میں آپ اسی ملک اور قوم میں محدود پائیں گے۔ جس ملک اور قوم کی طرف ان کی بعثت ہوئی تھی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں میں خود آپ ہی کی حیات طیبہ میں ہم کو بلال حبشیؓ صہیب رومیؓ اور سلمان فارسیؓ کے بھی نام ملیں گے اور شاہانِ عالم کے نام جو آپ نے دین اسلام کے دعوت نامے روانہ فرمائے تھے وہ بھی عموم دعوت کی ایک بڑی بھاری عملی دلیل ہے۔

بہار عالم حسنش جہاں را تازہ می دارد
برنگ اصحاب صورت را بہ بو ارباب معنی را

اس بنا پر دین اسلام وہ ابر رحمت تھا جو اس دنیا کے چپہ چپہ پر برسا مگر فیض ہر ایک نے بقدر استعداد اٹھایا۔

باران کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

ہمارے ہندوستان کی قسمت میں بھی اس بارانِ رحمت سے فیض اٹھانا مقدر

---

[1] ملاحظہ ہو صحیح بخاری اور صحیح مسلم، کتاب المساجد

تھا۔ غازیانِ ہند کو فتح ہند سے کئی صدی پہلے بشارت دی جا چکی تھی۔

عصابتان من امتی احرزهما الله من النار. عصابة تغزوا الهند . وعصابة تکون مع عیسیٰ بن مریم

میری امت کے دو گروہ ایسے ہیں جن کو حق تعالیٰ نے آتشِ دوزخ سے بچالیا ہے ایک وہ جو ہندوستان کے غزوہ میں شریک ہوگا اور دوسرا وہ جو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے ساتھ ہوگا۔

اس روایت کو امام احمد نے اپنی مسند[1] میں، اور امام نسائی نے اپنی سنن[2] میں اور حافظ ضیاء مقدسی نے ''المختارہ''[3] میں نیز طبرانی نے بسند جید[4] حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

وعدنا رسول الله صلی الله علیه وسلم فی غزوة الهند فان استشهدت کنت من خیرا الشهداء وان رجعت فانا ابوهریرة المحرر (مسند امام احمد بن حنبلؒ) (ج۲ص۲۲۹)

ہم سے (یعنی مسلمانوں سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہندوستان کے غزوے کے بارے میں وعدہ فرمایا ہے، تو اگر میں اس میں شہید ہو گیا تو بہترین شہیدوں میں ہوگا اور اگر صحیح وسلامت واپس آ گیا تو (دوزخ سے) آزاد

---

[1] ج۵ص۱۷۸ [2] سنن نسائی کتاب الجہاد، غزوۃ الہند [3] ملاحظہ ہو ''الفتح الکبیر فی ضم الزیادہ الی الجامع الصغیر'' ج۲ص۲۲۹ طبع مصر [4] بہجۃ المرجان ص۲۱ حافظ نور الدین ہیثمی نے مجمع الزوائد کی کتاب الجہاد باب غزوۃ الہند میں اس روایت کو طبرانی کی المعجم الاوسط کے حوالے سے نقل کیا ہے تعجب ہے کہ حافظ ہیثمی نے اس روایت کو زوائد میں شمار کیا حالانکہ یہ روایت تو بعینہ ان ہی الفاظ کے ساتھ سنن نسائی میں موجود ہے اور زوائد میں ان روایات کا ذکر کیا جاتا ہے جو صحاح ستہ میں مذکور نہ ہوں۔ نیز حوالے میں صرف المعجم الاوسط کا ذکر کیا ہے مسند احمد کا نہیں حالانکہ مجمع الزوائد میں انہوں نے مسند احمد کے بھی زوائد کو جمع کیا ہے اور یہ روایت مسند احمد میں بھی موجود ہے۔

ابو ہریرہ ہوں گا۔

اور سنن نسائی میں اس روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

وعدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۃ الھند فان ادرکتھا انفق فیھا نفسی ومالی فان اقتل کنت من افضل الشھداء فان ارجع فانا ابوھریرۃ المحرر

(کتاب الجہاد)

ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ ہند کا وعدہ فرمایا ہے۔ سو اگر مجھے اس غزوے میں شرکت کا زمانہ ملا تو میں اس میں اپنی جان و مال قربان کردوں گا پھر اگر میں اس میں شہید ہو گیا۔ تو افضل شہیدوں میں ہوں گا اور اگر زندہ واپس لوٹ آیا تو میں دوزخ سے آزاد ابو ہریرہ ہونگا۔

واضح رہے کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ وعدہ عام امت محمدیہ سے تھا خاص افراد سے نہ تھا اس لئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تردد تھا کہ خدا جانے اس غزوہ ہند میں مجھے شرکت کی سعادت نصیب ہو یا نہ ہو غور فرمائیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی امام احمد بن حنبلؒ المتوفی ۲۴۱ ہجری کی مسند میں موجود ہے جو سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے "غزوہ ہند" ۳۹۲ ہجری سے تقریباً ہونے دو سو سال پہلے کی تصنیف ہے۔ مسند احمد ہی کی ایک کو دوسری روایت میں جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی ہے "ہند" کے ساتھ "سند" کے الفاظ بھی آئے ہیں، یہ روایت حسب ذیل ہے۔

حدثنا یحییٰ بن اسحق حدثنا البراء عن الحسن عن ابی ھریرہ قال حدثنی خلیلی الصادق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال یکون فی ھذہ الامۃ بعث الی السند والھند فان انا ادرکتہ فاستشھدت

فذلک وان انا تذکر کلمة رجعت وانا ابوهریرة المحرر قد اعتقنی من النار (ج۲ص۳۶۹)

ہم سے یحییٰ بن اسحاق نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں ہم سے براء نے حسن بصریؒ کی روایت سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث بیان کی کہ مجھ سے میرے محبوب صادق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اس امت میں سندھ اور ہند کی طرف لشکرکشی ہوگی، سو اگر میں نے وہ زمانہ پایا اور شہید ہوگیا تو مراد برآئی اور اگر (اس کے بعد انہوں نے کچھ فرمایا جو یہ تھا کہ) میں زندہ لوٹ آیا تو اس حال میں لوٹوں گا کہ میں آزاد ابوہریرہ ہوں گا اللہ تعالیٰ نے مجھے دوزخ سے آزاد فرمادیا ہوگا۔

حافظ ابن کثیر ''البدایہ والنہایہ'' میں اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ تفرد به احمد[۱] یعنی اس حدیث کے راوی صرف امام احمد ہیں، مگر یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں، امام صاحب کی تو بڑی شان ہے، کسی ثقہ کا تفرد بھی قادح صحت نہیں البتہ یہ ضرور ہے کہ اس روایت کا ایک راوی براء بن عبداللہ بن یزید الغنوی البصری القاضی جو امام حسن بصری سے اس روایت کو نقل کرتا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کو ضعیف لکھا ہے[۲]۔ مگر آئمہ جرح و تعدیل کی تصریحات جو اس کے بارے میں ہیں ان پر نظر کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ زیادہ ضعیف نہیں ہے۔ چنانچہ ابن عدی کہتے ہیں کہ هو عندا قرب الی الصدق عنه الی الضعف[۳] یعنی میرے نزدیک یہ ضعف کے بجائے صدق کے زیادہ قریب ہے اور امام بزار فرماتے ہیں کہ لیس بالقوی وقد احتمل حدیثه گو یہ قوی نہیں تاہم اس کی روایت قابل برداشت ہے اور ایک بار امام موصوف نے اس کے بارے میں یہ بھی کہا ہے کہ لیس به باس[۴] یعنی اس میں کوئی خرابی نہیں اور

---

[۱] ج۶ص۲۲۳ طبع ۱۹۶۶ء شائع کردہ دارالمعارف بیروت [۲] تقریب التہذیب

بعینہٖ یہی الفاظ امام ابوداؤد سجستانی سے بھی اس کے بارے میں منقول ہیں[1]۔ غالباً اسی لئے حافظ ابن کثیر نے براء کے بارے میں کچھ اظہار خیال نہ فرمایا، تاہم اس کے ضعف کی بناء پر شاید کسی کو یہ خیال آئے کہ روایت میں ''سند'' کا اضافہ ضعف حافظہ کا نتیجہ ہوگا مگر واقعات اس پیشین گوئی کی بھی صحت کے شاہد ہیں، بلکہ سندھ پر تو ہند سے بھی پہلے لشکر اسلام کا حملہ ہوا تھا۔ بہر حال غزوۂ ہند کی پیشین گوئی باسانید صحیحہ حضرت ثوبان و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کی روایت سے ثابت ہے اور غزوۂ سندھ کی پیشین گوئی بسند حسن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے روایت کا ضعف اتنا شدید نہیں ہے کہ جس کی بناء پر اس کو سرے سے نظر انداز کر دیا جائے بلکہ حافظ جلال الدین سیوطی نے تو ''جمع الجوامع'' کے دیباچہ میں یہاں تک تصریح کر دی ہے کہ:۔

وکل ما کان فی مسند احمد فھو مقبول فان الضعیف الذی فیہ یقرب من الحسن[2]

اور ہر وہ روایت جو مسند احمد میں ہے، مقبول ہے کیونکہ اس میں جو ضعیف روایت بھی ہے وہ حسن کے قریب قریب ہے۔

صادق مصدوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو کچھ نکلا تھا وہ آخر پورا ہو کر رہا۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک کے عہد میں ۹۲ ہجری میں محمد بن قاسم ثقفیؒ کی سرکردگی میں اسلامی فوج سندھ پر حملہ آور ہوئی اور ۹۵ ہجری میں اسلامی فتوحات کا سیلاب سندھ کے تمام حدود کو پار کر گیا جس کے نتیجہ میں سندھ کا تمام علاقہ اسلامی قلمرو میں داخل ہو گیا اور ایک عرصہ تک سندھ میں اموی اور عباسی خلفاء کی طرف سے والی مقرر ہو کر آتے رہے۔ پھر چوتھی صدی کے اواخر میں سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کا رخ کیا اور سومنات کے بتکدے کو تاراج کر کے دم لیا۔ اب غزنین سے لاہور تک اسلامی راج تھا۔ محمود

---

[1] تہذیب التہذیب میں اس کا تذکرہ پڑھئے [2] ملاحظہ ہو ''کنز العمال'' ج ۲ ص ۳ دائرۃ المعارف

غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کی اولاد تقریباً دوسو سال تک غزنین سے لاہور تک حاکم و متصرف رہے۔ غزنویوں ہی کے عہد حکومت میں ہمارے پاکستان کے مشہور بزرگ اور ولی اللہ حضرت علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۴۶۵ ہجری نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے لاہور کو نوازا، حضرت ممدوح نے اپنی مشہور تصنیف ''کشف المحجوب'' میں جس کا شمار تصوف کی اعلیٰ ترین کتابوں میں ہوتا ہے اس سرزمین کے بارے میں اپنا جو ''رویائے صادقہ'' بیان کیا ہے وہ پڑھنے کے لائق ہے فرماتے ہیں:۔

ومن کہ علی بن عثمان الجلابی ام ''وفقنی اللہ'' بدمشق شام بودم برسرِ گومؤذن رسول خدائے صلی اللہ علیہ وسلم خفتۂ خود راہمکہ دیدم اندر خواب کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم از باب بنی شیبہ اندر آمدو پیرے رادر برگرفتہ، چنانکہ اطفال رادر برگیرند بشفقتے، من پیش رویدم، بردست و پایش بوسہ دارم، ودر تعجب بودم تا آں کیست و آں حالت چیست! وے بر باطن و اندیشہ من مشرف شد، مرا گفت ایں امام تو واہلِ دیار تست یعنی ابوحنیفہ، مرا بدان خواب امید بزرگست و با اہلِ دیار خود ہم، ودرست گشت ازیں خواب مرا کہ وے یکے از آناں بودہ است کہ از اوصاف طبع فانی بودند و باحکام شرع باقی و بدان قائم۔ چنانکہ برندہ دے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بودہ است و اگر دے خود رفتے باقی الصفت بودے، و باقی الصفت یا مخطی بود یا مصیب چوں برندہ وے پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم بود فانی الصفت باشد بقائے صفت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ، و چوں بر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خطا صورت نگیرد برآنکہ بدو قائم بود نیز صورت نگیرد وایں رمز بطیف است[1]

---

[1] کشف المحجوب ص ۱۳۱ طبع سمرقند ۱۳۰۳ھ و ص ۸۶ طبع لاہور ۱۳۹۸ھ

Scanned with CamScanner

میں کہ علی بن عثمان جلابی ہوں ۔ اللہ تعالیٰ مجھے توفیق خیر دے ۔
شام کے شہر دمشق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن حضرت
بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے سرہانے سو رہا تھا، خواب میں کیا
دیکھتا ہوں کہ میں مکہ معظّمہ میں ہوں اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم
باب بنی شیبہ سے ایک پیر مرد کو اپنی گود میں لئے اس حال میں
اندر تشریف لا رہے ہیں کہ جس طرح بچوں کو پیار سے گود میں
اٹھاتے ہیں ۔ میں دوڑ کر حاضر خدمت ہوا اور آپ کے ہاتھ
پاؤں کو بوسہ دینے لگا اور تعجب میں تھا کہ یہ کون صاحب ہیں اور
یہ کیا حالت ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اندرونی
اندیشے کو دریافت کرلیا اور مجھ سے فرمایا یہ ابوحنیفہ ہیں جو
تمہارے بھی امام ہیں اور تمہارے اہل ملک کے بھی ۔ مجھے اس
خواب سے اپنے بارے میں بڑی امید ہے اور اپنے اہلِ دیار
کے بارے میں بھی ۔ اور مجھے اس خواب سے یہ بات بھی ثابت
ہوئی کہ امام اعظم ان حضرات میں سے ہیں کہ جو اپنے اوصاف
طبع کے لحاظ سے فانی اور احکام شرع کے لحاظ سے باقی ہیں اور
ان ہی کے ذریعہ قائم ہیں ۔ چنانچہ ان کو لے کر چلنے والے پیغمبر
صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اگر وہ اپنے آپ چلتے ہوتے تو باقی
الصفت ہوتے اور باقی الصفت غلط فیصلہ بھی کرسکتا ہے اور صحیح
بھی ، اور اب جب ان کو اٹھا کر چلنے والے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
ہوئے تو وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بقائے صفت کی وجہ سے فانی
الصفت ٹھہرے اور چونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر خطا کی کوئی
صورت نہیں ، اس لئے جس کا قیام پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات

عالی سے وابستہ ہو اس پر بھی خطا کی صورت نہیں بن سکتی (یاد رہے) یہ ایک لطیف رمز ہے۔

اب تک مسلمانوں کی حکمرانی لاہور تک تھی ۵۸۹ھ ہجری میں سلطان معزالدین سام غوری رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کے آخری فرماں روا پرتھی راج کو شکست دیکر دہلی کو دارالسلطنت قرار دیا۔ اس وقت سے لے کر ۱۲۷۳ھ تک اس برصغیر ہندوپاک کے علاقہ پر مسلمانوں کا تسلط واقتدار برقرار رہا۔ اب حدیث صحیح اور اس رویائے صادقہ کی روشنی میں اس کشور ہند کے تمام فاتحوں اور غازیوں کی تاریخ اور ان کے حالات پڑھ جایئے۔ محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر اورنگ زیب عالمگیر بلکہ سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ تک آپ کو کوئی غیر حنفی فاتح اور غازی نہیں ملے گا۔ اس ملک کے اولین غازی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کا صحیح مصداق ہیں۔ ان ہی حضرات کی برکت سے ظلمت کدۂ ہند نور اسلام سے جگمگا اٹھا۔ ہندوستان میں ان فاتحین کے قدم رکھنے کے ساتھ ساتھ صوفیہ، اہلدل اور علماء کی آمد شروع ہوئی اور مکان ہند جوق در جوق اسلام کے حلقہ بگوش ہوتے چلے گئے۔ عوام وخواص سب کے سب عقیدہ وعمل کے لحاظ سے حنفی مذہب کے پیرو تھے جو شریعت محمدیہ کی سب سے پہلی تشریح اور تمام مذاہب میں سنت کے زیادہ قریب ہے اور ایمان وعمل میں اخلاص کی دولت صوفیہ کی بدولت نصیب ہوئی۔ چنانچہ کشمیر کے بارے میں محمد قاسم فرشتہ کے الفاظ ہیں۔

رعایای آن ملک کلہم اجمعین حنفی مذہب اند۔[1]

اور اس سے قبل تاریخ رشیدی کے حوالے سے ناقل ہے۔

مرزا حیدر در کتاب رشیدی نوشتہ کہ مردم کشمیر تمام حنفی مذہب بودہ اند[2]

---

[1] تاریخ فرشتہ ص ۳۳۷ طبع نول کشور [2] تاریخ فرشتہ ص ۳۳۶

اور حضرت مجدد الف ثانی مغل امپائر کے فرماں روا کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

''سلطان وقت خود را حنفی مذہب می گیرد واز اہل سنت میداند''[۱]

اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی تحصیل التعرف فی الفقہ والتصوف میں ارقام فرماہیں۔

''واہل الروم وماوراء النہر والہند حنفیون''[۲]

اہل روم، اہل ماوراء النہر اور اہلِ ہند سب حنفی ہیں۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں۔

روزے در حدیث لوکان الدین عندالثریا لنالہ رجال اور جل من ھولاء یعنی اہل فارس، وفی روایۃ، لنالہ رجال من ہولاء بلا شک مذاکرہ می کردیم۔

ایک دن اس حدیث پر ہم گفتگو کر رہے تھے جس میں آتا ہے کہ اگر دین ثریا پر بھی ہو تو اس کو ان میں سے یعنی اہل فارس میں سے کچھ لوگ یا ان میں سے ایک شخص ضرور حاصل کر کے رہے گا۔ اور ایک روایت میں بغیر شک کے ہولاء کا ہی لفظ مذکور ہے یعنی اہل فارس کے کچھ افراد ضرور حاصل کر کے رہیں گے۔

فقیر گفت، امام ابوحنیفہ دریں حکم داخل ہست کہ خدائی تعالیٰ علم فقہ را بر دست دی شائع ساخت و جمعے از اہل اسلام را بآں فقہ مہذب گردانید خصوصا در عصر متاخر کہ دولت ہمیں مذہب است و بس، در جمیع بلدان و جمیع اقالیم بادشاہان حنفی اند و قضاۃ و اکثر

---

[۱] مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب دوصد و پنجاہ و یکم حصہ چہارم ص ۶۰ مطبع مجددی امرتسر ۱۳۲۹ھ [۲] اس کتاب کا عکسی نسخہ برادر عزیز مولوی محمد عبدالحلیم چشتی سلمہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہے اور میں نے یہ عبارت اسی کے ص ۴۶ سے نقل کی ہے۔

مدرسان واکثر عوام حنفی [۱]

فقیر (یعنی میں) نے کہا کہ امام ابوحنیفہ اس حکم میں داخل ہیں کہ حق تعالیٰ نے علم فقہ کی ان کے ہاتھوں اشاعت فرمائی اور اہل اسلام کی ایک جماعت کو اس فقہ کے ذریعے آراستہ فرمایا خصوصاً پچھلے دور میں کہ بس یہی مذہب نری دولت ہے تمام شہروں اور تمام ملکوں میں بادشاہ حنفی ہیں۔ قاضی اور اکثر مدرسین اور اکثر عوام حنفی ہیں۔

اور تفہیمات الٰہیہ میں لکھتے ہیں:

وجمہور الملوک وعامۃ البدان

متمذہبین بمذہب ابی حنیفۃ [۲]

بیشتر سلاطین اور عام ممالک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب کے پیرو ہیں۔

واضح رہے کہ نجات ابدی کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں۔ علم۔ عمل اور اخلاص۔ پھر علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ علم جس سے مقصود مجرد اعتقاد اور یقین قلبی ہے اور جس پر ایمان کا دارومدار ہے اور جس کی تفصیل علم عقائد و کلام میں مذکور ہے، اور دوسرا وہ علم جس سے مقصود عمل ہے اور علم فقہ جس کے بیان کا متکفل ہے۔ اہل ہند عقائد و فقہ دونوں میں امام اعظم کے مسلک کے پیرو ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ عقائد و فقہ دونوں میں اسلامی دنیا کی اکثریت کے مقتداء ہیں، علم عقائد میں امام صاحب کی متعدد تصانیف یادگار ہیں جیسے (۱) کتاب الفقہ الاکبر (۲) کتاب العالم والمتعلم (۳) کتاب الرسالۃ الی عثمان البتی یہ سب

---

[۱] ملاحظہ ہو ”کلمات طیبات مجموعہ مکتوبات شاہ ولی اللہ مکتوب یازدہم ص ۱۷۷ طبع مطلع العلوم مراد آباد ۱۳۰۸ھ۔ واضح رہے کہ کاتب کی غلطی سے ”البلدان“ کی بجائے مطبوعہ نسخہ میں ”الیونان“ طبع ہوگیا ہے جو محض غلط ہے۔ [۲] تفہیمات الٰہیہ ج ۱ ص ۲۱۲ شائع کردہ مجلس علمی ڈابھیل ۱۳۵۵ھ

کتابیں مطبوع ومتداول ہیں۔امام طحاوی رحمتہ اللہ علیہ نے ائمہ حنفیہ کے عقائد کو ایک مستقل رسالہ میں اس نام سے جمع کر دیا ہے۔ بیان عقیدۃ فقہاء الملۃ ابی حنیفہ وابی یوسف ومحمد بن الحسن رحمہم اللہ، یہ رسالہ ''العقائد الطحاویہ'' کے نام سے مشہور ومتداول ہے۔امام طحاوی کے معاصر ماوراء النہر کے مشہور امام، امام اہل السنہ ابو منصور ماتریدی رحمتہ اللہ علیہ المتوفی ۳۳۲ھ نے جو امام الہدی کے لقب سے مشہور ہیں۔ان عقائد کو عقل ونقل کی روشنی میں بڑی تفصیل کے ساتھ مدون فرمایا ہے اور بڑی عمدہ تصانیف اس سلسلہ میں اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔تمام حنفی دنیا اس بارے میں آپ کی مرہون منت ہے۔امام ابو جعفر طحاوی رحمتہ اللہ علیہ نے جس طرح اپنی بیش بہا تصانیف، احکام القرآن، شرح معانی الآثار بیان مشکل الآثار وغیرہ کے ذریعہ فقہ حنفی کی خدمت کی ہے، اور کتاب وسنت کی روشنی میں اس کو خوب مدلّل ومبرھن کیا ہے، بعینہ وہی کام امام ابو منصور ماتریدی نے اپنی گرانقدر تصانیف تاویلات القرآن، کتاب المقالات، کتاب التوحید وغیرہ کے ذریعے حنفی عقائد کے بارے میں انجام دیا ہے۔جزاہما اللہ تعالیٰ عنا وعن سائر المسلمین خیر الجزا۔ ہندوستان ماوراء النہر اور روم کا تمام خطہ بلکہ تمام حنفی عقیدۃً ماتریدی کہلاتے ہیں۔یہ واضح رہے کہ عقائد کے اعتبار سے گو اہل السنۃ والجماعۃ میں بنیادی طور پر کوئی اہم اختلاف نہیں ہے۔تاہم عقائد ماتریدیہ اس حیثیت سے ممتاز ہیں کہ ان کی تدوین فلسفہ کے اثر سے قطعاً پاک ہے اور ان کی بنیاد خالص کتاب وسنت پر ہے، چنانچہ مجدّد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ جو علم عقائد وکلام میں امامت واجتہاد کے منصب پر فائز ہیں فرماتے ہیں۔

> بریں فقیر ظاہر ساختہ اند کہ در خلافیات کلام حق بجانب حنفی است، تکوین را از صفات حقیقیہ می داند، ہر چند بظاہر رجوع بقدرت ارادت می نماید۔لیکن بدقت نظر ونور فراست معلوم می گردد کہ

صفت علیحدہ است علی ہذا لقیاس، و در خلافیات فقہی در اکثر مسائل حق بجانب حنفی است و در اقل متردد وایں فقیر را در توسط احوال حضرت پیغامبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات در واقعہ فرمودہ بودند کہ تو از مجتہدانِ علم کلامی، ازاں وقت در ہر مسئلہ از مسائل کلامیہ ایں فقیر را رای خاص است وعلم مخصوص، در اکثر مسائل خلافیہ کہ ماتریدیہ واشاعرہ درانجا متنازع اند در ابتداءِ ظہور آن مسئلہ حقیقت بجانب اشاعرہ مفہوم می گردد وچوں بہ نور فراست حدت نظر نمودہ می آید واضح میگردد کہ حق بجانب ماتریدیہ است۔

اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے کہ علم کلام کے اخلاقی مسائل میں حق حنفیوں کی طرف ہے چنانچہ تکوین کو حق تعالیٰ کے حقیقی صفات میں جانتا ہوں اور ہر چند کہ بظاہر صفت تکوین قدرت وارادہ ہی کی طرف لوٹتی نظر آئی ہے۔ لیکن دقت نظر اور نور فراست سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مستقل صفت ہے علیٰ ہذ القیاس (اور مسائل خلافیہ کلام کا حال ہے) اور فقہی اختلافات میں اکثر مسائل کے اندر حق حنفی مذہب کی جانب سے اور بہت ہی کم میں متردد (کہ دوسری جانب بھی ان کے حق ہونے کا احتمال ہے)

اور اس فقیر کو اثناء احوال میں حضرت پیغمبر علیہ والہ الصلوٰت والتسلیمات نے واقعہ میں فرمایا تھا کہ تو علم کلام کے مجتہدین میں سے ہے اس وقت سے مسائل کلامیہ میں سے ہر مسئلہ میں اس فقیر کی ایک خاص رائے اور مخصوص علم ہے۔ اکثر وہ اختلافی مسائل کہ جن میں ماتریدیہ اور اشاعرہ کے مابین نزاع ہے، ان

میں مسئلہ کے ابتداء ظہور میں تو حقیقت اشاعرہ کی جانب معلوم ہوتی ہے لیکن جب نور فراست سے گہری نگاہ ڈالی جاتی ہے تو واضح ہوتا ہے کہ حق ماتریدیہ کی جانب ہے۔

درجمیع مسائل خلافیہ کلامیہ رای ایں فقیر موافق رائ علماء ماتریدیہ است والحق کہ ایں بزرگواران را بواسطہ متابعت سنت سنیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ شان عظیم است کہ مخالفانِ ایشان رابواسطہ خلط فلسفیات آن شان میسر نیست اگرچہ ہر دو فریق از اہل حق اند [1]

علم کلام کے تمام مسائل خلافیہ میں اس فقیر کی رائے علماء ماتریدیہ کے موافق ہے۔ اور سچ یہ ہے کہ ان بزرگوں کی اتباع سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی بدولت ایسی بڑی شان ہے کہ جو شان ان کے مخالفین کو فلسفہ کے مسائل کو ملا دینے کے سبب میسر نہیں، اگرچہ دونوں فریق اہل حق سے ہیں۔

اور دوسرے مقام پر رقم طراز ہیں:۔ و درمیان علماء اہلِ سنت طریق اصحاب شیخ الاسلام شیخ ابومنصور ماتریدی چہ زیبا است کہ اقتصار بہ مقاصد فرمودہ اندواعراض از تدقیقات فلسفہ کردہ۔ طریق نظر و استدلال بطریق فلسفی درمیان علماء اہل سنت و جماعت از شیخ ابوالحسن اشعری ناشی شدہ است، وخواستہ کہ معتقدات اہلِ سنت رابا ستدلال فلسفی تمام ساز دوایں دشوار است و دلیر ساختن است برطعن اکابردین و گزاشتن است طریق سلف راثبنا اللہ سبحانہ علی متابعۃ آرا اہل الحق المقتبسۃ من انوار النبوۃ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات اتمہا واکملہا [2]

---

[1] ملاحظہ ہو رسالہ "مبدا و معاد" از حضرت مجدد الف ثانیؒ ص ۳۹ طبع مطبع انصاری دہلی [2] ایضاً ص ۵۶

علمائے اہل سنت میں شیخ الاسلام شیخ ابومنصور ماتریدی کے اصحاب کا طریقہ کیسا زیبا ہے کہ مقاصد پر اکتفا فرماتے ہیں اور فلسفیانہ باریکیوں پر رخ نہیں کرتے۔ فلسفیانہ طرز پر بحث واستدلال کا طریقہ علمائے اہل سنت و جماعت کے درمیان شیخ ابوالحسن اشعری سے شروع ہوا ہے۔ ان کی خواہش تھی کہ اہل سنت کے عقائد کو فلسفیانہ استدلال سے مکمل کیا جائے اور یہ دشوار بات ہے اور اکابردین کے طعن پر جرأت دلانا اور سلف کے طریقے کو چھوڑنا ہے۔ اللہ سبحانہ آرا اہل حق کی پیروی پر کہ جو انوار نبوت سے جگمگا رہی ہے ہمیں ثابت قدم رکھے۔ ذات رسالت مآب پر اتم واکمل صلوات وتسلیمات۔

اور فقہ حنفی کے بارے میں حضرت مجدو رحمۃ اللہ علیہ ہی فرماتے ہیں۔

بے شائبہ تکلف وتعصب گفتہ می شود کہ نورانیت ایں مذہب حنفی بنظر کشفی در رنگ دریائے عظیم می نماید وسائر مذاہب در رنگ حیاض وجداول بنظر می در آیند و بظاہر ہم کہ ملاحظہ نمودہ می آید سواد اعظم از اہلِ اسلام متابعان ابی حنیفہ اند علیہم الرضوان، وایں مذہب باوجود کثرت متابعان اصول و فروع از سائر مذاہب متمیز است ودر استنباط طریق علیحدہ دارد، وایں معنی از حقیقت است [1]

بغیر کسی تکلف وتعصب کے شائبہ کے کہا جا سکتا ہے کہ نظر کشفی میں اس مذہب حنفی کی نورانیت ایک بڑے سمندر کی طرح معلوم ہوتی ہے اور بقیہ مذاہب ایسے نظر آتے ہیں جیسے کہ حوض اور نہریں، ہوتی ہیں اور ظاہر میں بھی دیکھا جائے تو اہل اسلام کا سواد اعظم

---

[1] مکتوبات امام ربانی دفتر دوم، مکتوب پنجاہ وپنجم ص ۱۴ حصہ ہفتم طبع امرتسر ۱۳۳۲ھ

اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔ امام ابوحنیفہ ہی کا پیرو ہے نیز یہ مذہب اپنے متبعین کی کثرت کے باوجود اصول فروع میں تمام مذاہب سے ممتاز ہے اور طرز استنباط میں جداگانہ طریقہ کا حامل ہے، اور یہ بات بھی اس کی حقانیت کی خبر دیتی ہے۔

اور شاہ ولی اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں:۔

عرفني رسول الله صلى الله عليه وسلم ان في المذاهب الحنفي طريقة انيقة هي اوفق الطرق بالسنة المعروفة التي جمعت ونقحت في زمان البخاري واصحابه[1]

مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ مذہب حنفی میں ایک بہترین طریقہ ہے جو اس سنت معروفہ کے سب سے زیادہ موافق ہے جو امام بخاری اور ان کے اصحاب کے زمانے میں مدون ومنقح ہوئی ہے۔

ایک اور وجہ مذہب حنفی کی حقانیت کی یہ بھی ہے کہ جب سے اس مذہب کا شیوع ہوا اسلامی دنیا کے غالب حصہ میں علمِ جہاد ان ہی کے ہاتھ میں رہا۔ قسطنطنیہ کے فاتح یہی ہیں، ہندوستان کے فاتح یہی ہیں اور اسی مذہب کے ذریعہ کم وبیش ایک ہزار سال تک دنیا میں اسلامی نظام نافذ رہا۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے فیوض الحرمین کے بالکل آخر میں ملتِ حقہ اور مذہب حق کی ایک شناخت یہ بھی لکھی ہے کہ:۔

بان يكون حفظة المذهب هم القائمون بالذب عن الملة اويكون شعارهم في قطر من الاقطار هو الفارق بين الحق والباطل (ص ۱۰۳ و ۱۰۴)

---

[1] فیوض الحرمین ص ۴۸ شائع کردہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند

اس مذہب کے پاسبان ہی ملت اسلام کی طرف سے دفاع کے
لئے کھڑے ہوں، یا ممالک میں سے کسی خاص ملک میں ان کا
شعار ہی حق و باطل میں فرق کرنے والا ہو۔

اب براعظم ایشیا کی پوری اسلامی تاریخ پڑھ جایئے آپ کو اسلامی اقتدار کا نشانہ حنفی ہی ملیں گے۔ بارہ سو سال سے اس براعظم میں علم جہاد ان ہی کے ہاتھ میں رہا ہے، یہی دین حق کے پاسبان اور ملتِ اسلام کے محافظ رہے ہیں۔ بالخصوص ہند و پاک اور سرزمین روم و ماوراء النہر میں ہر جگہ کفر سے نبرد آزمائی ان کا شیوہ رہا ہے اور کفار عجم کے مقابلے میں یہی ہمیشہ سینہ سپر رہے ہیں یہی تھے جو ان تمام ممالک میں حق و باطل کے ہر معرکہ آرائی میں ہر جگہ حق کا شعار اور صداقت کا نشان رہے ہیں۔

تیسری چیز اخلاص جو علم و عمل کے لئے بمنزلہ روح ہے اس کا حصول سلوک طریقہ صوفیہ سے وابستہ ہے سو الحمد للہ سرزمین ہند و پاکستان شروع ہی سے جب سے غازیان اسلام نے ادھر کا رخ کیا حضرات قدسی صفات کے قدوم میمنت لزوم سے مشرف ہوتی رہی ہے۔ دور غزنوی میں ان بزرگوں کی آمد کا یہ اہتمام تھا کہ ادھر حضرت حسین زنجانی رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ لاہور سے نکل رہا تھا اور اُدھر حضرت علی ہجویری صاحب ''کشف المحجوب'' کا داخلہ ہو رہا تھا۔ غوریوں کے عہد میں جب قبۃ الاسلام دہلی یہاں کے مسلمانوں کے فرماں رواؤں کا دارالملک بنا تو پھر ان حضرات کی آمد میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔ مشائخ سہروردیہ، شیوخ فردوسیہ، بزرگانِ قادریہ۔ حضرات چشت اہل بہشت، سب کی آمد کا تانتا بندھ گیا۔ کشمیر فتح ہوا تو کبراء ہمدانیہ کا وہاں ورود ہوا۔ ان حضرات کی آمد سے اخلاص کا نور چمکا اور کفرزار ہند میں اسلام کو وہ فروغ ہوا کہ باید و شاید، ہندوستان جیسی سنگلاخ زمین کے جہاں کے باشندے اپنے آپ کو پوتر اور دوسروں کو ملچھ سمجھتے

تھے۔ جن کے نزدیک دوسروں کا مذہب قبول کرنا تو بڑی بات ہے ان سے ہاتھ ملانا تک گوارا نہ تھا بلکہ ان کے سائے سے پرہیز کرنا بھی ضروری خیال کیا جاتا تھا۔ آہستہ آہستہ بطوع و رغبت داخل اسلام ہوتے چلے گئے اور آج ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش میں جو بفضلِ تعالیٰ اہلِ اسلام کی تعداد پچیس کروڑ کے لگ بھگ ہے وہ ان ہی بزرگوں کی مساعی جمیلہ کا صدقہ اور ان ہی کے اخلاص کی برکت ہے اور گو اس میں شک نہیں کہ اس برصغیر میں اشاعت اسلام کے سلسلہ میں سہروردی۔ فردوسی، ہمدانی، قادری سب ہی سلاسل کے بزرگوں کی کوششوں کو بڑا دخل ہے لیکن یہ بھی ایک امر واقعہ ہے کہ ان بزرگوں کی برکات خاص خاص خطوں اور علاقوں تک محدود رہیں۔ ملتان کے حدود میں سہروردیہ کا اثر رہا، اوچ کے علاقہ میں قادریوں کا دلی اور بہار کے نواح میں فردوسیوں کا اور کشمیر میں ہمدانیوں کا لیکن پورے برصغیر پر جن بزرگوں نے علی العموم اقلیم دلی پر فرماں روائی کی وہ حضرات چشت اہل بہشت تھے۔ بعد کو مغل دور حکومت میں ان کی جگہ قافلہ سالاران اہل دل حضرات اکابر نقشبندیہ ہوئے جن کا اثر اس برصغیر سے نکل کر روم و عرب اور ماوراء النہر تک پہنچا، اور عالم اسلام کا بہت بڑا حصہ ان کے انوار سے معمور ہو گیا۔ حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے بالکل بجا فرمایا ہے کہ:۔

> تخم از بخارا و سمرقند آوردہ در زمین ہند کہ مایہ اش از خاک یثرب و بطحا است کشتند و بآب فضل سالہا آن را وسیراب داشتند و بربیت احسان آنرا مربے ساختند، چون آن کشت وکار بکمال رسید این علوم و معارف ثمرات بخشید[1]

> بخارا و سمرقند سے تخم لا کر سرزمین ہند میں کہ جس کی اصل یثرب و بطحا کی خاک سے ہے اس کو بویا اور فضل خدا کے پانی سے برسوں

[1] مکتوبات امام ربانی، دفتر اول مکتوب ۲۶۰ از صد دوشستم ص ۹۲ حصہ چہارم طبع امرتسر۔

اس کو سینچا۔ اور اخلاص کی تربیت سے اس کی پرورش کی پھر جب یہ کھیتی باڑی اپنے کمال پر پہنچی تو یہ علوم و معارف پھل دینے لگے۔

اور ان کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ اس حقیقت کی نقاب کشائی ان الفاظ میں فرماتے ہیں:۔

مخدوما در ہندوستان ہم ولایت میسر ست......امروز در ہندوستان آں میسر ست کہ در اکثر جا نیست، از کثرت فیوض و وارات رشک بقاع و بلاد است، واز مزج صباحت و ملاحت وشباہت تام بتربت یثرب و بطحا در حسن و لطافت وارد از انوار و برکات آن بیش از بیش امیدوار ست [1]

مخدوما ہندوستان میں بھی ولایت میسر ہے.....آج کل ہندوستان میں وہ چیز میسر ہے جو اکثر جگہوں پر نہیں ہے یہ فیوض و واردات کی کثرت سے دوسرے مقامات اور شہروں کے لئے باعثِ رشک ہے اور خوبروئی و نمکینی کی باہمی آمیزش کی بدولت یثرب و بطحا کی خاک سے حسن و لطافت میں شباہتِ تام رکھتا ہے (اور بندہ) اس کے انوار و برکات سے زیادہ سے زیادہ امید رکھتا ہے۔

یہ ہے اس ہندوستان جنت نشان میں شمع اسلام کے فروزاں ہونے کی مختصر سی داستان صداقت نشان، پھر دو وقت اس سرزمین پر ایسے بھی آئے جن میں یہ ڈر تھا کہ اسلام کی یہ شمع فروزاں جس کو غازیوں نے اپنے خون سے اور اہل دل نے اپنے شعلہ نفسیوں سے اب تک روشن رکھا تھا نصیب دشمناں کہیں ہمیشہ کے لئے بجھ نہ جائے۔ ایک اکبری دور الحاد کہ جس کے اثر بد کو حضرت مجدد رحمۃ اللہ

---

[1] مکتوبات معصومیہ جلد ثالث، مکتوب چہل ہشتم ص۔ طبع امرتسر ۱۳۴۰ھ

علیہ نے اپنی تربیت باطنی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی علمی کاوشوں کے ذریعہ زائل کیا۔ جزاہما اللہ تعالیٰ عنا وعن سائر المسلمین خیر الجزا۔
دوسرا انگریز کا عہد نحوست عہد بالخصوص ۱۲۷۳ھ کا ہنگامہ رست وخیز کہ جس میں اس ملک کے اندر مسلمانوں کے اقتدار کا بالکل خاتمہ ہو گیا اور ہر طرف مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جانے لگی۔ طرح طرح کے فتنوں نے سر اٹھایا۔ لامذہبیت، نیچریت اور قادیانیت نے جنم لیا۔ اہل بدعت نے زور باندھا اور ہر طرف سے اسلام اور مسلمانوں پر مصیبت ٹوٹ پڑی۔ لیکن حق تعالیٰ کو ابھی اس ملک میں اسلام کو باقی رکھنا منظور تھا۔ دہلی کے عربک کالج سے دو طالب علم نکلے جن کی علمی تربیت مولانا ملوک العلی اور مولانا عبدالغنی صاحب محدث مجددی رحمۃ اللہ علیہما نے کی تھی اور باطنی تربیت شیخ وقت حاجی امداد اللہ صاحب فاروقی مہاجر مکی رحمۃ اللہ نے اخلاص کی دولت اور چشتیہ ونقشبندیہ کی نسبت حاجی صاحب کے آستانے سے ملی اور مجددیہ کے برکات اور خاندانِ ولی الٰہی کے علوم وفیوض ان دونوں بزرگان مذکور الصدر کے خوان علمی ہے۔ میری مراد ان دونوں طالب علموں سے حضرت محدث گنگوہی مولانا رشید احمد اور حضرت متکلم اسلام مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہما سے ہے۔ قدرت کو ان دونوں سے کام لینا تھا۔ آگے چل کر ان کے دل میں داعیہ پیدا ہوا۔ کہ ایک ایسی درس گاہ کی بنیاد رکھی جائے جو اس دورِ زوال وانحطاط میں مسلمانوں کے دینی علوم کی نشر واشاعت اور ان کی علمی و دینی تربیت کا مرکز ہو۔ حق تعالیٰ کے یہاں اخلاص کی قدر ہے۔ وہ مدرسہ جو ۱۵ر محرم ۱۲۸۳ھ میں جاری ہوا۔ دیوبند جیسی گمنام بستی میں، چھتہ کی مسجد کے اندر، انار کے درخت کے نیچے، جس کے پہلے مدرس مولانا محمود دیوبندی اور پہلے طالب علم مولانا محمود حسن (شیخ الہند) تھے اور ۲ر ذی الحجہ ۱۲۹۲ ہجری کو جس کی بنیاد کا پہلا پتھر مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری نے رکھا، اور بعد

میں جناب مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولانا محمد مظہر صاحب رحمتہ اللہ علیہم نے ایک ایک اینٹ رکھی اور جس کی پہلے سال کی آمدنی کل چھ سوانچاس روپے چار آنے تھی۔ کل دو مدرس ایک عربی اور ایک فارسی وریاضی کے مقرر ہوئے تھے اور کل بیس طالب علم شروع میں شریک ہوئے تھے، سوچئے آج ایک سو سال گزر جانے پر کس عظمت کا حامل ہے اور اس سے دین حنیفی و مذہب حنفی کی کیسی سرسبزی وشادابی ہوئی، بقول مناظر احسن گیلانی رحمتہ اللہ علیہ:۔

''ذرا سوچئے ان لوگوں کو جو تقریباً ایک صدی سے عالم دین بن بن کر دارالعلوم دیوبند سے نکل رہے ہیں اور ملک کے طول وعرض میں پھیل رہے ہیں اور خود وہی نہیں بلکہ کون نہیں جانتا کہ ان میں ایسے کتنے ہیں جن کے ماننے والوں اور ان سے اثر پذیر ہونے والے عقیدت مندوں کی تعداد لاکھوں سے تجاوز ہے۔ ان میں حکیم الامت مرشد تھانوی۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن، حضرت امام کشمیری، شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا حسین احمد مدنی، مولانا خلیل احمد انبیٹھوی وغیرہم جیسے حضرات ہیں جن میں ہر ایک اپنے اپنے وقت اور حلقۂ اثر میں مستقل امام اور پیشوا مانے جاتے ہیں۔''[1]

مولانا نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا تھا کہ ''خانہ کعبہ کی چھت پر کسی اونچی شے پر بیٹھا ہوں، اور کوفہ کی طرف میرا منہ ہے اور ادھر سے ایک نہر آتی ہے جو میرے پاؤں سے ٹکرا جاتی ہے۔'' مولانا نانوتوی نے اس خواب کا تذکرہ حضرت شاہ اسحاق رحمتہ اللہ علیہ محدث دہلوی کے بھائی مولانا محمد یعقوب صاحب سے فرمایا۔ مولانا یعقوب نے اس خواب کو سن کر فرمایا کہ ''یہ خواب دیکھنے والے شخص سے مذہب حنفی کو بہت تقویت ہوگی۔ امیر شاہ خان صاحب جو اس خواب کے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے یہ خواب اور اس کی تعبیر خود مولانا

---

[1] سوانح قاسمی از مولانا مناظر احسن گیلانی۔ ج ۱۔ ص ۱۴۴ شائع کردہ دارالعلوم دیوبند ۱۳۷۳ھ

ناتوی سے سنی ہے۔[۱] اس خواب کی جو تعبیر دی گئی آج اس کی حقیقت اظہر من الشمس ہے۔ مولانا گیلانی نے اس سلسلہ میں بہت صحیح فرمایا ہے کہ:۔

''تیرھویں صدی کے آخر میں مسلمانان ہند کی اپنی زندگی کی وحدت کو جو شدید خطرہ فتنہ غیر مقلدیت کے طوفان کی وجہ سے پیش آ گیا تھا اور قریب تھا کہ یک جہتی کا یہ شیرازہ بکھر کر پراگندہ ہو جائے۔ شترِ بے مہاری کے اس سیلاب میں ڈر تھا کہ سلف کے سارے کارنامے شاید تہ و بالا ہو کر رہ جائیں، اس کڑے وقت اور کٹھن گھڑیوں میں درس حدیث کے قاسمی یا دیوبندی طریقہ نے خصوصیت سے کام کیا اور دین کی وہ تشریحی شکل جو امام ابو حنیفہ اور ان کے ماننے والے ائمہ وعلماء کی جدوجہد کی بدولت صورت پذیر ہوئی۔ یہ ان کا صدقہ ہے کہ دین کا یہ حنفی قالب شکست وریخت، ٹوٹ پھوٹ کے خطرے سے ہندوستان میں محفوظ رہا۔''[۲]

آخر میں جناب آل احمد سرور پروفیسر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کا یہ محاکمہ بھی پڑھ لیجئے جو ان کے قلم سے ان الفاظ میں تراوش ہوا ہے۔

''ہر ایک تحریک اپنے اندر مختلف قسم کے اثرات چھپائے رکھتی ہے۔ علیگڑھ کی تحریک ایک انقلابی تحریک تھی، یہ ترقی پسند تحریک تھی، یہ بادشاہت کے نشہ کو اتار کر حقیقت کی تصویر دکھانا چاہتی تھی، مذہب میں عقلیت، سماجی زندگی میں رسم ورواسے بیزاری تعلیم وتربیت میں مغربیت اور اجتماعی اخلاق کی تلقین کے ذریعہ سے اس نے انقلابی خدمات انجام دیں۔ مگر ۱۸۹۰ء کے قریب اس تحریک کی مغرب دوستی انگریز پرستی بننے لگی تھی اور اس لحاظ سے یہ ان علماء کے مقابلے میں پیچھے تھی جو دیوبند کے ذریعے سے حریت اور سیاسی جدوجہد کے علمبردار تھے''[۳]

محمد عبد الرشید نعمانی

۲۳/ جمادی الثانی ۱۴۰۰ھ

---

[۱] ایضاح ا۔ص ۱۳۴ و ۱۳۵ [۲] ایضاً ص ۱۳۴ تا ۱۳۶ [۳] ملاحظہ ہو ''تنقید کیا ہے'' از پروفیسر آل احمد سرور شائع کردہ مکتبہ جامع دہلی ص ۸۳-۱۹۵۳ء

مقدمہ

تذکرہ علمائے ہند

از

محقق العصر

مولانا محمد عبد الرشید نعمانیؒ

تذکرہ علمائے ہند

تالیف مولوی رحمان علی مرحوم

مرتبہ و مترجمہ

محمد ایوب قادری بی۔ اے

لٹریری اسسٹنٹ، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی

مع مقدمہ

ڈاکٹر سید معین الحق، ایم۔ اے، پی، ایچ، ڈی

شائع کردہ۔ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی۔ کراچی

تعارف

جناب مولانا محمد عبد الرشید صاحب نعمانی

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے اپنے اعیان علماء کے حالات کو جس طرح محفوظ کیا ہے، دنیا کی تمام قومیں اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہیں، سب سے پہلے راویان حدیث کے تذکرے قلمبند ہوئے۔ صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور بعد کے لوگوں میں جن کا بھی کسی سلسلۂ روایت میں نام آیا، ان سب کے حالات زندگی نہایت تفتیش و تلاش سے جمع کئے گئے، پھر علم رجال کے سلسلہ نے اتنی وسعت اختیار کی کہ ہر شعبہ کے رجال علم کو محیط ہو گیا۔ چنانچہ فقہاء، قراء، مفسرین، حفاظ حدیث، مورخین، نحاۃ، ادباء، شعراء، صوفیہ، قضاۃ، اطباء، حکماء ان سب کے حالات پر اس کثرت سے کتابیں لکھی گئیں کہ ان کا شمار بھی مشکل ہے۔

علم رجال ہمیشہ سے فن حدیث کا ایک شعبہ رہا ہے اس لئے جس ملک اور جس قوم نے حدیث نبوی کی جتنی خدمت کی اسی قدر اس نے اپنے رجال علم کو محفوظ رکھا۔ برصغیر پاک و ہند میں اس مقدس علم کے ساتھ جیسا کہ اعتناء کرنا چاہئے سب سے آخیر میں کیا گیا یہی وجہ ہے کہ علم حدیث کی اشاعت سے پہلے یہاں صوفیہ اور مشائخ کے تذکرے تو مل جاتے ہیں لیکن خاص طور پر علماء کے حالات پر کوئی کتاب نہیں ملتی۔ علامہ غلام علی آزاد بلگرامی نے بالکل صحیح فرمایا ہے۔

اصل ایں است کہ مردم ہند در حفظ احوال مشائخ طریقت قدس اللہ اسرارہم اہتمامے داشتہ اند و بہ ضبط احوال دانشمندان کم پرداختہ، و کتابے مستقل دریں باب از سلف و خلف استماع نیفتاد۔ کتاب عین العلم ناطق است کہ مصنف او از اجلہ علماء و اتقیاء روزگار بود، بقول اصح ہندی الاصل است۔

اصل یہ ہے کہ ہندوستان کے لوگوں نے مشائخ طریقت کے حالات کو محفوظ رکھنے کا تو اہتمام کیا اور علماء کے حالات کو مدون کرنے کی طرف توجہ کم کی، اور کوئی مستقل تصنیف سلف و خلف کی اس بارے میں سنی نہ گئی، کتاب عین العلم جو اس پر ناطق ہے کہ اس کا مصنف اجلہ علماء اور اتقیاء روزگار میں سے تھا وہ بقول اصح ہندی نژاد ہے۔

ملا علی قاری در شرح عین العلم گوید ھو من
فضلاء الھند و صلحائھم علی ما صرح بہ
الشیخ ابن حجر فی شرح مقدمتہ) کسے از
سور خال احوال او را ضبط نہ کرد و با وجود ایں
تصنیف عالی گویا نامش از صفحۂ روزگار محو گردید۔
(ماثر الکرام تاریخ بلگرام ص ۲۲۳)

ملا علی قاری عین العلم کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس کا
مصنف جیسا کہ شیخ ابن حجر نے اس کتاب کے مقدمہ کی
کی شرح میں تصریح کی ہے ہندوستان کے فضلاء و صلحاء
میں تھا۔ تاہم مؤرخین میں سے کسی شخص نے اس کے
حالات کو جمع نہ کیا۔ اور ایسی عالی تصنیف کے ہوتے
ہوئے بھی گویا اس کا نام صفحہ ہستی سے مٹ گیا۔

مصنف عین العلم کی طرح خدا جانے اور کتنے فضلاء زمانہ اور علماء یگانہ ہوں گے کہ ہم اپنی بد مذاقی
کے سبب آج ان کے نام و نشان تک سے واقف نہیں، بہر حال علماء ہند میں سوائے ان چند خوش قسمت
افراد کے جن کا تذکرہ تاریخ ملوک کے ذیل میں ضمناً محفوظ ہو گیا۔ یہ ایک امر واقعہ ہے کہ اکثر و بیشتر
گمنامی کی نذر ہو کر رہ گئے اور اس لئے اس امر کی شدید ضرورت تھی کہ یہاں کے رجال علم کے حالات کو جو
پردۂ خفا میں مستور ہو چکے تھے جستجو اور تلاش سے فراہم کیا جاتا اور اس پر مستقل کتاب لکھی جاتی سب سے پہلے اس
ضرورت کا احساس جس قلب میں پیدا ہوا وہ ایک محدث ہی تھا ہماری مراد اس سے
شیخ عبد الحق دہلوی ہیں، چنانچہ انھوں نے اس سلسلہ میں اپنی کتاب تالیف قلب الالیف بکتابۃ فہرست التوالیف کے
طویل مقدمہ میں جو تذکرۂ مصنفین دہلی کے نام سے حیدر آباد دکن سے شایع ہو چکا ہے متعدد مشاہیر اہل علم کی
نشان دہی کی ہے اور اس موضوع پر ایک مستقل کتاب تصنیف نہ کرنے پر اظہار افسوس کرتے ہوئے یوں معذرت
فرمائی ہے:۔

کاتب سطور عصمہ اللہ اوقاتہ عن الضیاع والفتور
تذکرۂ ملوک و امراء در تاریخ نامۂ ایں دیار کہ مسمی
بذکر ملوک و متضمن تاریخ تصنیف است ضبط
نمودہ، ذکر مشائخ صلحاء در کتاب اخبار الاخیار کہ
موسوم بہ سمت شیوع و اشتہار است ذکر کردہ،
اما ذکر فضلا از علماء و شعراء بعد از جزم و یقین آنکہ

کاتب سطور نے (اللہ اس کے اوقات کو ضائع ہونے
اور فتور پڑنے سے بچائے) بادشاہوں اور امیروں کی
تذکرے کو اس دیار کے تاریخ نامہ میں کہ جس کا نام
"ذکر ملوک" ہے اور یہی نام اس کی تاریخ تصنیف پر بھی
مشتمل[1] ہے قلم بند کیا ہے۔ اور مشائخ صلحا کا تذکرہ کتاب
"اخبار الاخیار" میں جو شائع و مشتہر ہو چکی ہے ذکر کر دیا ہے۔

[1] ذکر ملوک ۔ تاریخی نام ہے جس سے ۱۰۰۵ھ / ۱۵۹۶ء نکلتے ہیں۔

بسیار بودند چوں نام ونشان ایشاں پیدا نیست و اعمال و آثار تصنیفات و تالیفات ہویدا نتوانست نوشت (تذکرہ مصنفین دہلی ص ۶ و ۷)

لیکن فضلاء کا ذکر خواہ وہ علماء ہوں یا شعراء باوجود اس جزم ویقین کے کہ وہ بہت ہوتے ہیں۔ چونکہ ان کا نام ونشان پیدا نہیں اور ان کی تصنیفات و تالیفات کے آثار ظاہر نہیں نہ لکھ سکا۔

بعد میں جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے علامہ غلام علی آزاد بلگرامی المتوفی ۱۲۰۰ھ/۱۷۸۶ء سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے برصغیر میں اس موضوع پر مستقل تصنیف کی اور اپنی مشہور کتاب "ماثر الکرام" لکھی جو فارسی زبان میں خاص طور پر قصبہ بلگرام اور عموماً برصغیر پاک وہند کے مشائخ وفضلاء کا تذکرہ ہے خود علامہ آزاد نے بھی اپنی اس اولیت پر فخر کا اظہار کیا ہے اور بجا کیا ہے۔ چنانچہ ماثر الکرام کے دیباچہ میں لکھتے ہیں :۔

جز من از یاران کیست کہ ایں قدر ہمت در احیاء اسم و رسم وطن صرف کردہ۔

میرے سوا دوستوں میں اور کون ہے کہ جس نے وطن کے نام ونشان کو زندہ کرنے کے لئے اس قدر ہمت صرف کی ہو۔

تاہم یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ علامہ آزاد بلگرامی نے اپنے معاصرین میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور علامہ مخدوم محمد ہاشم فقیہہ سندھ جیسے اعیان علماء کا تذکرہ کہ جن میں سے ہر ایک آسمان علم کا مہر وماہ ہے کس طرح نظر انداز کر دیا۔ حالانکہ ان سے بدرجہا فروتر علماء معاصرین کا تذکرہ ان کی کتاب میں موجود ہے۔

علامہ آزاد بلگرامی نے اپنی ایک اور عربی تصنیف "سبحۃ المرجان فی آثار ھندوستان" میں بھی متعدد اکابر اہل علم کا تذکرہ لکھا ہے۔ اس کے بعد فاضل لکھنوی مولانا ابوالحسنات محمد عبدالحئی فرنگی محلی المتوفی ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء کی ایک عربی تصنیف "اِبناء الخلان بانباء علماء ھندوستان" کا نام ان کی تصانیف میں آتا ہے لیکن افسوس ہے کہ یہ کتاب پوری نہ ہوسکی اور اس کا کوئی حصہ اب تک شائع نہ ہوا۔ یہ کتاب جیسا کہ خود مولانا نے مقدمہ "عمدۃ الرعایۃ" میں اپنے تذکرہ میں لکھا ہے دراصل اس موضوع پر ان کی تین کتابوں کے مجموعہ کا نام ہے (۱) "خیر العمل بذکر تراجم علماء فرنجی محل" جس میں علماء فرنگی محل کے حالات ہیں۔ (۲) "النصیب الاوفر فی تراجم علماء المائۃ الثالثۃ عشر" اس میں تیرھویں صدی کے علماء کا تذکرہ ہے۔ (۳) "رسالۃ فی تراجم السابقین من علماء الھند" یہ ہندوستان کے علماء متقدمین کے حالات میں ہے۔

اسی عہد کے ایک اور عالم محمد مہدی واصف مدراسی المتوفی ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء نے علماء مدراس وحیدرآباد دکن کے

حالات میں ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے "حدیقۃ المرام فی تذکرۃ العلماء الاعلام" یہ کتاب عربی زبان میں ہے اور ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۲ء میں مطبع مظہر العجائب مدراس میں طبع ہو چکی ہے۔ یہ زیادہ تر اپنے معاصرین علماء کے حالات پر مشتمل ہے اسی طرح شیخ خیر الدین محمد الہ آبادی نے علماء جون پور کے حالات میں تاریخ العلماء فی اخبار العلماء، اور مولانا عبد الباری فرنگی محلی نے علماء فرنگی محل کے حالات میں عربی زبان میں آثار الاول فی تراجم علماء فرنگی محل لکھی بعد کو اردو میں بھی اس موضوع پر بہت سی تصانیف آگئی ہیں جن میں (۱) تطییب الاخوان بذکر علماء الزمان (۲) تذکرہ علماء فرنگی محل (۳) تذکرۂ کاملان رام پور (۴) تذکرۂ علماء سہسوان (۵) مشائخ بنارس خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

یہ تذکرے زیادہ تر مقامی علماء کے حالات پر مشتمل ہیں، ضرورت اس کی تھی کہ ہندوستان کے عام علماء کا تذکرہ یکجا لکھا جاتا چنانچہ اس سلسلہ میں مولوی رحمان علی صاحب نے سبقت کی اور تذکرۂ علماء ہند کے نام سے ایک کتاب مرتب کی جو فارسی زبان میں ہے۔ اور آجکل نہایت مشہور و متداول ہے۔ مولوی رحمان علی اپنے معاصر علمائے بدایوں و بریلی سے حد درجہ متاثر تھے، اس لئے افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ دوسرے اکابر اہل علم کے ساتھ انھوں نے وہ معاملہ نہیں کیا جو ایک غیر جانب دار تذکرہ نویس کا فرض ہوتا ہے چنانچہ بعض حضرات کا تو سرے سے تذکرہ ہی نظر انداز کر دیا اور بعض کا ذکر بھی کیا تو بادل نخواستہ کیا، دو چار سطروں سے زیادہ نہ لکھ سکے۔

اس موضوع پر سب سے زیادہ جس نے کام کیا وہ مولانا حکیم عبد الحیٔ لکھنوی مصنف "گل رعنا" المتوفی ۱۳۴۱ھ ہیں۔ چنانچہ انھوں نے آٹھ ضخیم جلدوں میں عربی زبان میں ایک نہایت بیش بہا کتاب لکھی جس کا نام "نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر" ہے۔ اس کتاب کی اب تک سات جلدیں دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن سے شائع ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں۔ امید ہے کہ عنقریب آٹھویں جلد بھی شائع ہو جائے گی۔ یہ برصغیر پاک و ہند کے علماء کا سب سے عظیم الشان اور جامع ترین تذکرہ ہے۔ تاہم موصوف چونکہ تحریک اصحاب حدیث سے خاصے متاثر تھے اس لئے خالص فقہاء احناف کے تذکرہ میں ان کا قلم اس فراخ دلی کا مظاہرہ نہ کر سکا جو ان علماء کے تذکرہ میں کرتا ہے جن کا تعلق راست یا بالواسطہ دعوتِ عمل بالحدیث سے رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب میں کہیں کہیں آپ کو بعض ان علماء احناف کے خلاف جنھوں نے عدم تقلید پر قدغن کی ہے تعصب کا الزام ملے گا۔ اور کسی کسی جگہ کسی خالص حنفی عالم کو محض اس بناء پر کہ اس نے حدیث و سنت پر عمل کی طرف لوگوں کو دعوت دی تھی زمرۂ اہلِ حدیث میں پائیں گے۔

بہرحال جامع تذکرے یہی دو ہیں جن میں دوسرا زیادہ تفصیلی ہے۔ تاہم یہ مخفی نہ رہے کہ یہ دونوں تذکرے بھی زیادہ تر یو۔پی اور بہار کے علماء کے حالات پر مشتمل ہیں اور دوسرے صوبوں کے علماء کا تذکرہ ان میں بہت کم ہے۔ البتہ مولانا عبدالحیؒ صاحب کے یہاں گجرات کے علماء کا بھی اچھا خاصا تذکرہ آگیا ہے۔ اس لئے سندھ، سرحد، بلوچستان، پنجاب اور بنگال اور اسی طرح برصغیر کے دوسرے نواح کے علماء کا ایک جامع اور مفصل تذکرہ مرتب کرنے کا کام ابھی تشنۂ تکمیل ہے، اور جب تک یہ فرض ادا نہ ہو جائے، ہم اس فرض کی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہو سکتے :۔

یہ امر باعث مسرت ہے کہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی نے اس مفید کتاب کا ترجمہ شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی تاریخ اور ثقافت پر ریسرچ کے سلسلہ میں سوسائٹی نہایت گراں بہا خدمات انجام دے رہی ہے۔ کارپردازان سوسائٹی بالخصوص اس کے فاضل سکریٹری ڈاکٹر سید معین الحق کی مساعی جمیلہ قابل صد تحسین و آفریں ہیں۔ امید ہے کہ حکومت اور ملت دونوں اس تحقیقی و علمی ادارے کی ہر طریقے سے ہمت افزائی کریں گے۔

ہمارے دوستوں میں جناب محترم محمد ایوب صاحب قادری کو اس موضوع سے خصوصی شغف ہے، وہ عرصہ سے علماء روہیل کھنڈ پر کام کر رہے ہیں چنانچہ متعدد علماء پر ان کے تحقیقی اور پر از معلومات مقالات مجلہ العلم کراچی میں شائع ہو چکے ہیں، مولوی رحمان علی صاحب کی کتاب تذکرہ علماء ہند کا پیش نظر ترجمہ بھی ان ہی کے قلم کا رہین منت ہے۔ جس پر جابجا حواشی میں انھوں نے مفید معلومات کا اضافہ کر دیا ہے، اور مصنف پر تعقبات بھی کئے ہیں۔ قادری صاحب اپنی اس کوشش پر مستحق مبارکباد ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کو قبول فرمائے اور آئندہ کے لئے زیادہ سے زیادہ ان کو علمی کام کرنے کا موقع عطا کرے۔ آمین۔

کراچی

محمد عبد الرشید نعمانی

۲۷ رجب ۱۳۸۰ھ بوقت ظہر

مقدمہ

حالاتِ بزرگانِ دین

از

محقق العصر

مولانا محمد عبد الرشید نعمانیؒ

حالات بزرگان دین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

از حضرت مولانا محمد عبدالرشید نعمانی صاحب مدظلہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

حق تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت جس کا شکر بندوں کی استطاعت سے باہر ہے حضرات انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ہے۔ جو ترجمانِ غیب بن کر ہدایت خلق اللہ کے لئے اس خاکدانِ عالم میں تشریف لائے۔ اور دین کے ہر شعبہ کی اس تفصیل اور وضاحت سے تبلیغ کی کہ عالمِ انسانیت پر اللہ تعالیٰ کی حجت تمام ہو گئی۔ اب جس کا جی چاہے اُن کی دعوت قبول کر کے سیدھا جنت میں چلا جائے اور جس کا جی چاہے بالکل نہ مانے اور جہنم کی راہ لے۔ پھر حضرات انبیاء علیہم السلام کا وارث ان حضرات علماء ربانیین اور اہل اللہ کو بنایا کہ جو ہر دور میں دین حق کے حامل رہے اور احیاء سنت و رشد و ہدایت ان کا شعار رہا۔ پہلے خاص خطے، خاص علاقے اور مخصوص و متعین زمانے کے لئے انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہوتی رہی۔ پھر جب دنیائے انسانیت نے عالم طفلی سے عالم شباب میں

قدم رکھا اس کی وسعتیں سمٹنے لگیں۔ اور سارے جہان میں دین کی دعوت کی راہ پیدا ہونے لگی تو حضور ختمی مرتبت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری دنیا کے لئے رسول بنا کر مبعوث فرمایا گیا۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کی بنیاد و اساس تین چیزوں پر ہے۔

۱۔ "تصحیح عقائد" یعنی مبدأ معاد، مجازات، اور ایمانیات کے بارے میں انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات پر ایسا پختہ یقین و ایمان رکھنا کہ جس میں ذرا شک و شبہ کی گنجائش نہ ہو۔ علمی اصطلاح میں یہ علم عقائد و کلام کہلاتا ہے اور اس فن کی تدوین متکلمین اہل سنت وجماعت نے کی ہے۔ نجات اس پر منحصر ہے کہ ان کی بتلائی ہوئی تفصیل کے مطابق عقائد کو درست رکھا جائے۔ شکر اللہ مساعیہم۔

۲۔ "تصحیح اعمال" یعنی طاعات و عبادات، باہمی معاملات اور زندگی کے تمام کاروبار میں شریعت کے مطابق اس طرح عمل کیا جائے کہ جو میزان شریعت پر بالکل درست اترے۔ یہ علم فقہ کہلاتا ہے۔ اور اس کی تفصیل و توضیح حضرات فقہاء کے ذمے ہے اور وہی اس فن کے متکفل ہیں۔

۳۔ تصحیح اخلاص و احسان جو دین حنیف کی اصل و اساس ہے، جس کے بارے میں ارشاد باری ہے۔

وما أمروا إلا ليعبدوا الله   اور ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ

مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَاءَ ۔ اللہ کی بندگی کریں اسی کے واسطے اپنی بندگی کو خالص کرکے (ابراہیم کی طرح) یکسو ہوکر۔

اور حدیث شریف میں وارد ہے۔

انما الاعمال بالنیات یہ ایک حقیقت ہے کہ سارے اعمال کے قبول ہونے نہ ہونے کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

اور احسان کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے سوال پر ارشاد فرمایا تھا۔

الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک

احسان یہ ہے کہ تم خدا کی اس طرح بندگی کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو، اور اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے تو وہ تو تم کو دیکھ ہی رہا ہے۔

عبادت میں اگر پہلی کیفیت نصیب ہو جائے تو اس کو اصطلاح فن میں "مشاہدہ" کہتے ہیں اور دوسری کو "مراقبہ" مقاصد شرعیہ میں یہ تیسری چیز سب سے ادق اور عمیق ہے اور اس کا شریعت میں وہی مقام ہے جو جسم میں روح کا ہے۔ اور لفظ میں معنی کا اس فن کی تفصیلات حضرات صوفیہ قدس اللہ اسرارہم کے ذمے ہے اور وہی اس فن کے متکفل ہیں۔ ظاہر ہے اگر طاعات و عبادات سے اخلاص نکل جائے تو وہ بے جان ہو کر رہ جائیں گی۔ اور ایمان اخلاص سے خالی ہو تو اس کا نام نفاق ہے اس میں

احسان نہ ہو تو اس کا ثمرہ بے عملی اور طاعات سے فرار ہے۔

یاد رہے علماء امت پر رضاء حق کا ترتب اسی صورت میں متحقق ہوتا ہے جبکہ وہ اپنی ساری توانائیاں اس نور کے باقی رکھنے میں صرف کریں جو انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم سے ماخوذ ہے اور اس کی اشاعت میں پوری سرگرمی سے حصہ لیں۔ تاکہ یہ امت نور ہدایت سے منور ہو کر قرب الٰہی کے مراحل طے کرتی چلی جائے۔ اور یہ محض حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں عہد نبوت سے لے کر آج تک ہر دور میں اور ہر ملک میں طبقۃً بعد طبقۃٍ علماء ربانیین اور اہل اللہ کا ایک گروہ کثیر۔ اللہ تعالیٰ کی اس پر ہزاروں نعمتیں نازل ہوں۔ (رحمتیں) اس فریضے کی ادائیگی میں بڑی جانفشانی اور تن دہی کے ساتھ منہمک رہا ہے۔ پھر ہندوستان جنت نشان (برصغیر ہندوپاک) جس کے بارے میں حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے یہ الفاظ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں کہ

"دیار ہندوستان کہ مقام خاص غربا و محبان و دوستان است"[۱]

ان علماء ربانیین اور بزرگان دین سے کیونکر خالی رہ سکتا تھا۔ برصغیر ہندوپاک کی وسعت کو دیکھتے ہوئے ان ہزارہا اعیان حق کے تذکرے و تراجم پر بیسیوں کیا سینکڑوں کتابیں اب تک فارسی، اردو بلکہ عربی میں لکھی جا چکی ہیں۔ اور ان میں سے بہت سی چھپ کر بھی منظر عام پر آ چکی ہیں۔ جناب وحید اللہ صاحب نقشی قابل مبارکباد ہیں کہ انھوں نے بھی ان اصحاب قلم کی

---

[۱] ملاحظہ ہو مقدمہ "اخبار الاخیار فی اسرار الابرار"، طبع مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۲ ہجری۔

بزم میں بار پایا۔ جنھوں نے اپنی سعادت اس کارخیر میں سمجھی کہ بزرگان دین کے حالات لکھے اور جمع کئے جائیں کہ

عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ بزرگوں کا تذکرہ ہو تو نزول رحمت ہوتا ہے۔

چنانچہ وہ حالات "بزرگان دین" کے نام سے اپنی کتاب کے دو حصے شائع کر چکے ہیں۔ اب تیسرا حصہ زیر اشاعت ہے۔ کتاب کا ہر حصہ دس بزرگوں کے حالات پر مشتمل ہے۔ یہ مصنف کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ جو کچھ اس کے قلم سے نکلے صحت کے معیار پر پورا اُترے۔ مجھے امید ہے کہ انھوں نے اس سلسلہ میں پوری محنت اور دیانت داری سے کام لیا ہوگا۔ کیا اچھا ہوتا جو یہ ہر بزرگ کے ترجمے میں اس کے ماخذ کا بھی تذکرہ کر دیتے۔ بہر حال میری دعا ہے کہ حق تعالیٰ ان کی اس سعی کو مشکور فرمائے۔ اور اس کو قبولیت سے نوازے آمین۔

اچھا تو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بزرگوں کے حالات کو یا تو ان کے عہد کے اعتبار سے طبقہ وار مرتب کیا جاتا یا پھر حروف تہجی کی ترتیب سے ان کے ناموں کے لحاظ سے ان حضرات کا تذکرہ لکھا جاتا۔ مگر مؤلف کا ذوق یہ ہے کہ وہ ہر حصے کا آغاز ایک ایسے بزرگ کے تذکرہ سے شروع کرتے ہیں جن کی ولادت دسویں صدی میں ہوتی ہے اور وفات گیارہویں صدی میں۔ اور پھر جن نو بزرگوں کو ان کا ذوق تالیف منتخب کرتا ہے ان کا تذکرہ کیف ما اتفق لکھ کر کتاب کا ایک جز مکمل کر دیتے ہیں۔

چنانچہ اسی ذوق کے مطابق صدیقی صاحب نے تیسرے حصے کا آغاز حضرت شیخ امام عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ترجمے سے کیا ہے۔

شیخ ممدوح کا شمار ہندوستان کے سرآمد علماء میں ہوتا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ برصغیر کے علمی حلقوں نے جتنا فائدہ حضرت شیخ کی تصانیف بے بہا سے اٹھایا۔ ہے اتنا کسی ہندوستانی عالم کی تصانیف سے نہیں اٹھایا۔ شیخ ہی کی بدولت یہاں درس حدیث کا سلسلہ جاری ہوا۔ فاضل سیالکوٹی ہوں یا علماء فرنگی محل یا خانوادہ ولی اللٰہی سب ہی شیخ علامہ کے خوان علمی کے خوشہ چیں ہیں۔ شیخ ممدوح کے خاندان کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ ان کی وفات کے بعد بھی اس دودمان عالی شان میں محدث پیدا ہوتے رہے۔ اور علم حدیث کی خدمت کرتے رہے۔ یاد رہے شیخ کے بعد ہند و پاک میں حدیث شریف کی بعض کتابوں کی جو شرح لکھی گئی یا حاشیہ تحریر ہوا ان میں شیخ موصوف کی تصانیف سے ضرور بھی فائدہ اٹھایا گیا ہے۔

یہ بھی پیش نظر رہے کہ حضرت شیخ کا دور ایسا پر فتن اور پر آشوب دور تھا کہ جس میں اہل نظر کو بجا طور پر یہ اندیشہ لاحق تھا کہ کہیں اس ملک میں اسلام کی یہ شمع فروزاں جس کو غازیوں اور شہیدوں نے اپنے خون سے اور علماء ربانی نے اپنے نور علم سے اور اہل دل نے اپنی شعلہ نفسیوں سے اب تک روشن رکھا تھا، نصیب دشمناں کہیں ہمیشہ کے لئے بجھ نہ جائے۔ یہ تھا اکبری دور الحاد جس کے اثر بد کو حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ تعالےٰ نے اپنی مجاہدانہ سعی پیہم اور تربیت باطنی سے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی مسلسل علمی کاوشوں کے ذریعہ زائل کیا۔

اکبر کو جو جاہل محض تھا گمراہ کرنے کے لئے اس کے دین فروش درباری کیسے کیسے ہتھکنڈے اختیار کرتے تھے۔ ان کو سمجھنے کے لئے صرف ایک مثال

کافی ہے۔ مصنف دبستان نے لکھا ہے کہ

"گائے کو ذبح کرنے اور اس کے کھانے کو حرام قرار دیا گیا۔
کیونکہ اطباء نے کہا ہے کہ گائے کا گوشت خارش، داد، جذام
اور فیل پا جیسے امراض پیدا کرتا ہے اور روحی الھضم ہے۔
اور ہندوؤں نے الا پنا شروع کر دیا کہ گائے سے تو اتنے سارے
فائدے ہیں پھر اس کو جان سے مارنا بے انصافی ہے۔ اور
یزدانی (پارسی) کہنے لگے کہ بے آزار جانور کو قتل کرنا ظلم ہے۔
اور ظالم اللہ تعالیٰ کا دشمن ہوتا ہے۔"

یہ تو غیر مسلموں کا طرز عمل تھا، اور ان کا شکوہ بھی کیا کہ ان سے اس کے سوا اور توقع بھی کیا کی جا سکتی تھی۔ تعجب تو اس پر ہے کہ بعض لامذہب دانش فروش نام نہاد علماء بھی اس کارِ شر میں ان کے ہمنوا ہو گئے۔ چنانچہ مولف دبستان کے الفاظ ہیں کہ

وعلمائے وقت نیز کتاب "صراط المستقیم" امام مجدالدین محمد بن یعقوب بن محمد فیروز آبادی آوردہ نمودند کہ می گوید "آنکہ مشہور ست افضل طعام الدنیا والآخرہ اللحم ثابت نشدہ	اور علماء وقت نے بھی امام مجد الدین محمد بن یعقوب بن محمد فیروز آبادی کی کتاب "صراط مستقیم" کو نکال کر بتلایا کہ وہ اس کتاب میں یہ لکھ رہے ہیں کہ "یہ جو مشہور ہے کہ گوشت دنیا و آخرت کا بہترین کھانا ہے یہ ثابت نہیں۔

...... و حضرت خلیفۃ الحق	اور خود حضرت خلیفۃ الحق (اکبر بادشاہ)
خود ہم ملبشر گشت کہ گاؤ نباید	کو بھی بشارت ہوئی کہ گائے کو ذبح
گشت [1]	نہ کرنا چاہیئے۔

"صراط مستقیم" جس کا دوسرا نام "سفر السعادت" بھی ہے، ملحد نے تو اس سے اپنی مطلب برآری کا کام لیا، اور بادشاہ وقت کی خوشنودی

---

[1] ملاحظہ ہو دبستان مذاہب ص ۳۲۵ طبع نول کشور لکھنؤ ۱۲۹۸ ہجری۔ واضح رہے مولف دبستان کی تعیین میں اختلاف ہے۔ حضرت الاستاذ مولانا محمود حسن خاں صاحب ٹونکی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ جان مالکم نے "تاریخ ایران" میں، اور جس کا ترجمہ مرزا حیرت شیرازی نے کیا ہے۔ اس کا مصنف شیخ محمد محسن فانی کشمیری کو بتایا ہے لیکن مآثر الامراء (ج ۲ ص ۳۹۳) میں اس کے مصنف کا نام ذوالفقار اردستانی اور موبد تخلص لکھا ہے نیز صفحہ ۲۲ مآثر الکرام میں جہاں عثمان ہارونی کے ملفوظ پر بحث ہے وہاں بھی مؤلف دبستان کا یہی نام مذکور ہے۔ یہ کتاب گیارہویں صدی کے وسط میں لکھی گئی ہے۔ جس میں فارسی زبان کے بہت سے جدید الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ کتاب بڑی دلچسپ ہے۔ اس کا مصنف ایک سیاح درویش تھا۔ جس نے سارے ہندوستان کی سیاحت کر کے جملہ اہل مذاہب و ادیان سے جو کچھ اپنے اپنے مذہب کے بارے میں تفصیلات سنی تھیں قلمبند کر دی ہیں۔ کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف "دبستان" غیر مسلم پارسی موبد تھا۔
نعمانی

حاصل کی۔ ان کا مقصد بادشاہ کے سامنے اس کتاب کو پیش کرنے سے صرف اس کے زیغ و ضلال کی تائید کرنا تھی لیکن شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جو اس وقت مرکز سلطنت قبۃ الاسلام دہلی میں تشریف فرما تھے اور جن کی نظروں کے سامنے اکبر کی بے دینی کے یہ سارے روح فرسا مناظر گزر رہے تھے۔ وہ بھلا کب جبین سے بیٹھ سکتے تھے۔ چنانچہ حضرت ممدوح نہایت ثبات و استقامت کے ساتھ پوری کوشش اس فتنہ الحاد کے ازالہ میں منہمک ہو گئے اور اپنی تمام توانائیاں اس کے اثرات بد کو زائل کرنے میں صرف کر دیں۔ حق تعالیٰ نے بھی ان کو عمر طویل عطا فرمائی اور ان کے کام میں بڑی برکت دی۔

ایک طرف ان کے حلقہ درس سے علماء ربانی کا ایک گروہ حدیث نبوی کی سند لے کر ملک کے اطراف و جوانب میں پھیل رہا تھا اور دوسری طرف ان کی گرانقدر تصانیف جن کا تعلق علم عقائد و کلام، سیرت نبوی، حدیث شریف اور تذکرہ اولیاء و مناقب ائمہ مجتہدین سے ہے مدون و مرتب ہو کر ملک کے گوشہ گوشہ میں رہی ہیں۔ شیخ ممدوح علیہ الرحمۃ کی ان مساعی جمیلہ نے جو پوری تندہی اور یکسوئی کے ساتھ بڑی خاموشی سے مسلسل جاری رہیں۔ نہ صرف یہ کہ اس سیلاب الحاد کو ختم کر کے رکھ دیا بلکہ ان کے آثار و برکات سے اس دور سے لے کر اس عہد تک کے مسلمان برابر نفع اندوز ہیں۔ شیخ علیہ الرحمہ کے قلم فیض رقم نے اس دور الحاد کے ہر زہر کا تریاق فراہم کیا ہے۔ مجد فیروزآبادی کی کتاب "صراط مستقیم" کی بھی حضرت ممدوح نے بڑی مفصل و مدلل شرح لکھی ہے جس سے مجد شیرازی کے علم کی پوری قلعی کھل گئی ہے۔ یہ کتاب

اپنے موضوع پر بڑی جامع اور بے بہا کتاب ہے۔ اور اہل علم کے لئے نعمت غیر مترقبہ۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

اسی طرح گزشتہ صدی میں حضرت امام العصر مولانا انور شاہ محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے ایسے بے نظیر عالم تھے جن کے بارے میں بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ ہند کے سرزمین سے اتنا بڑا محقق اور وسیع النظر عالم پیدا نہیں ہوا۔ اس حصے میں ان کے معاصرین میں جن حضرات کا تذکرہ آیا ہے وہ اگر آسمانِ علم کے درخشاں ستارے تھے تو حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ آفتاب۔ والحمد للہ اولاً وآخراً، اللھم لا تحرمنا اجرھم ولا تفتنا بعدھم۔

محمد عبد الرشید نعمانی
۲۲ر جمادی الاول ۱۴۰۸ھ شب پنجشنبہ

مقدمہ

پرویز کے بارے میں علماء کا متفقہ فتویٰ

از

محقق العصر

مولانا محمد عبد الرشید نعمانیؒ

پرویز کے بارے میں
علماء کا متفقہ
فتویٰ

مع

اضافاتِ جدیدہ

شائع کردہ

شعبۂ تصنیف۔ مدرسہ عربیہ اسلامیہ۔ نیو ٹاؤن کراچی ۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیشِ لفظ

تمام مذاہب عالم میں یہ فخر اسلام اور صرف اسلام کو حاصل ہے کہ وہ بغیر کسی ادنیٰ تغیر و تبدل کے آج بھی مسلمانوں کے پاس اسی طرح محفوظ ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد مبارک میں اس کو امت مسلمہ کے سامنے پیش کیا تھا۔

ہنوز آں ابر رحمت در فشاں است　　　خم و خمخانہ با مہر و نشان است

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کی جو امانت امتِ مسلمہ کے سپرد کی تھی اسکی امتِ مسلمہ نے جس طرح حفاظت کی دنیا اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ حفاظ نے آپؐ کی تعلیم کو زبانی یاد کیا قراء نے وجوہ قراءات، رسم خط اور الفاظ کی ادائیگی اور لہجہ کی حفاظت کی مفسرین نے اس کی تشریح و تفسیر کو ضبط کیا محدثین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، اعمال اور احوال کو محفوظ رکھا، فقہاء نے تمام احکام کو مدون کیا، متکلمین نے ایمانیات و عقائد کو ہر قسم کی تحریف و تغیر سے بچایا، صوفیاء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قلبی کیفیات اندرونی سوز و گداز اور نسبت احسانی کو باقی رکھا۔ اہل عربیت نے زبان عربی کا تحفظ کیا اور صرف و نحو اشتقاق اور لغت وغیرہ کی تدوین کی۔ غرض تعلیم نبوی کی حفاظت کیلئے جس گوشہ سے بھی کسی خدمت کی ضرورت تھی امت نے اس کی تکمیل کی۔

اور اس طرح گلشنِ اسلام ہمیشہ سدا بہار رہا کہ اسکی حفاظت کی ذمہ داری خود حق تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی تھی۔ لیکن جس طرح ہر باغ میں کچھ خودرو پودے اور بے کار درخت اور بیل بوٹے اگ آتے ہیں جن کا وجود اس باغ کی بہار پر اثر انداز ہوتا ہی اور اگر مالی ان کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر نہ پھینکے تو باغ کی بہار کا ستیاناس ہو کر رہ جائے۔ اسی طرح اسلام میں بھی حاملین ملت کے بالمقابل ہر دور میں کچھ نوابت ملت پیدا ہوتے رہے جن سے باغ اسلام کی بہار پر برابر زوال کا خطرہ منڈلاتا رہا اور حاملینِ ملت ان نوابتِ ملت کا برابر استیصال کرتے رہے۔ جس سے اس باغ کی بہار ہمیشہ بے خزاں رہی۔ یہ "نوابت" یعنی خودرو خود ساختہ افکار و خیالات کے حامل کبھی اس امت میں اندر ہی سے پیدا ہوئے اور کبھی غیروں کے افکار و نظریات کو لیکر باہر سے اس امت میں آشامل ہوئے۔

پھر جس طرح باغ کے خودرو پودوں میں بعض کا ضرر کم ہوتا ہے اور بعض کا زیادہ اسی طرح ان نوابت میں بھی بعض کا ضرر کم تھا اور بعض کا زیادہ، ملل و نحل کی تاریخ جن لوگوں کے سامنے ہے وہ بآسانی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مسلمانوں کے فرقِ باطلہ میں سے کس فرقہ کا اس امت پر کتنا ضرر مرتب ہوا ہے۔ ان تمام فرقوں میں سب سے زیادہ جس فرقہ سے مسلمانوں کو نقصان پہنچا وہ فرقہ باطنیہ ہے جس نے سارے اسلام کی تحریف کر کے یکسر اسے الحاد زندقہ اور اباحیت کا ہم آہنگ بنانے کی مذموم کوشش کی لیکن حاملین ملت نے فتنہ باطنیہ کا بیخ و بن سے استیصال کر کے رکھ دیا اور ان کے تمام افکار و خیالات کا قلع قمع کر کے ملت کو اس کے ضرر سے نجات دی۔

انگریز کے عہد نحوست مہد میں یہاں جو تحریکیں اسلام کو مسخ و محرف کرنے کیلئے اُٹھیں ان میں سب سے پہلی تحریک نیچریت کی ہے، پھر ایک طرف قادیانیت نے نئی نبوت کے روپ میں جنم لیا اور دوسری طرف چکڑالویت نے انکارِ حدیث کا فتنہ برپا کیا۔ اس کے بعد خاکسار تحریک نے سر اٹھایا اور پھر ان سب تحریکوں کا ملغوبہ مسٹر پرویز کے حصہ میں آیا اور ان سب پر کمیونزم کا تعفن اور مستزاد ہوا۔ چنانچہ پرویزی لٹریچر میں کمیونزم کا پورا معاشی ڈھانچہ اور اس کی مذہب بیزاری، نیچریت کی مادہ پرستی، قادیانیت کا انکار وجود، چکڑالویت کا انکار سنت، خاکسار کی تحریف و تاویل سب خرابیاں یکجا موجود ہیں اور مسٹر پرویز کے قلم کی روانی نے ان غلاظتوں میں اور اضافہ کر دیا ہے فزادہم رجساً علی رجسہم۔

علماء کرام نے اگرچہ فتنہ پرویزی کے نمودار ہوتے ہی اس کے خلاف آواز بلند کر دی تھی لیکن جب اس فتنہ کا زور بڑھنے لگا اور پانی سر سے اونچا ہو گیا تو تمام علماء کی خدمت میں مسٹر پرویز کے عقائد و نظریات کے بارے میں ایک استفتاء پیش کیا گیا اور ہر مکتب فکر کے علماء نے بلا کسی ادنیٰ اختلاف کے ان عقائد و نظریات کے کفر صریح ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی اور صاف لکھ دیا کہ جو شخص اس قسم کے عقائد و خیالات کا اظہار کرے اس کے کافر و ملحد ہونے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ علماء کرام کا جب یہ متفقہ فتویٰ شائع ہوا تو مسٹر پرویز جو ساری عمر مسلمانوں کی کافر گری میں مشغول رہے اور ان کو اپنے خود ساختہ دین کی طرف دعوت دیتے رہے اپنی تکفیر پر اس قدر سخت برہم ہوئے کہ بارا ضبط نہ رہا اور لگے علماء کی تکفیر کرنے کہ ان کا تو کام ہی ہے لوگوں کو کافر بنانا۔ مسٹر موصوف سے غصہ میں اور کچھ نہ بن سکا تو وہی پرانا زنگ آلود حربہ نکال لیا جو ان سے پہلے ان کے پیش رو خاکسار استعمال کر چکے تھے اور خاکساروں کا بھی یہ حربہ

اپنا نہیں تھا بلکہ وہ اسے قادیانیوں سے مانگ کر لائے تھے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جس وقت قادیانیوں کے خلاف تمام علماء کا متفقہ فتویٰ ان کی تکفیر کے متعلق شائع کیا گیا تو مرزا غلام احمد قادیانی کے مشہور چیلے محمد حسن امروہوی نے ایک رسالہ اس مضمون کا مرتب کیا کہ تکفیر تو ہمیشہ سے ہوتی چلی آئی ہے چنانچہ فلاں فرقہ نے فلاں فرقہ کیلئے یہ لکھا ہے اور فلاں شخص نے فلاں کو کافر کہدیا ہے لہذا اس فتویٰ تکفیر سے بالکل متاثر نہ ہونا چاہیے۔

پھر جب خاکساروں کے خلاف فتویٰ نکلا تو انھوں نے بھی اپنے مرکز نشر و اشاعت "ادارہ علیہ ہندیہ" سے ایک طویل مقالہ اسی مضمون کا شائع کیا اور اس میں وہ تمام باتیں بتمام و کمال دہرائیں جو محمد حسن قادیانی کے رسالہ میں مذکور تھیں۔ اب مسٹر پرویز کے خلاف کفر کا فتویٰ شائع ہوا تو انھیں بھی بمصداق اتواصو بہ بل ہم قوم طاغون اپنے پیش روؤں کی یہی غوغا آرائی دل سے پسند آئی اور لگے ان کی لے میں لے ملانے تشابہت قلوبھم قاتلھم اللہ انی یوفکون۔ چنانچہ مسٹر موصوف نے "ادارہ علیہ ہندیہ" کے مقالہ کی مدد سے[1] فوراً ایک مقالہ "کافر گری" کے نام سے لکھا اور اس کو جابجا شائع کیا تاکہ کسی نہ کسی طرح اس فتویٰ کی اہمیت کم کردی جائے۔ حالانکہ سیدھی سادی بات یہ ہے کہ اگر کسی نے کسی کی غلط تکفیر کردی تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ دنیا میں جب بھی کسی کی تکفیر کی گئی تو وہ غلط ہی کی گئی۔ اور جب بھی کسی کی تکفیر کی جائیگی تو وہ ہمیشہ غلط ہی ہوگی۔ روزانہ ڈاکٹروں سے علاج میں غلطی ہوجاتی ہے جج اپنے فیصلوں میں غلطی کرتے رہتے ہیں لیکن کتنا احمق ہے وہ شخص جو یہ کہنے لگے کہ ڈاکٹروں کا تو کام ہی ہے غلط علاج کرنا اور ججوں کا تو شغل ہی ہے ہمیشہ غلط فیصلے دینا۔ پھر ایک ہے کہ ایک دو ڈاکٹروں یا ایک دو ججوں کا غلطی کرنا اور ایک ہے تمام ڈاکٹروں اور تمام ججوں کا ایک فیصلہ پر متفق ہوجانا۔ جو شخص ان دونوں میں فرق نہ کرے وہ کتنا بیوقوف ہے۔ پھر جس طرح علاج کا ایک اصول ہے مقدمات کے جانچنے کا ایک طریق ہے اسی طرح کفر و اسلام کے امتیاز کا بھی ایک معیار ہے۔ مسٹر پرویز کا کفر اتنا واضح ہے کہ ہر عامی جو اسلام کے مبادیات سے واقف ہو ان کے خیالات و عقائد پر مطلع ہونے کے بعد ان کے کفر میں شک نہیں کرسکتا۔ چنانچہ مسٹر پرویز کے عقائد و نظریات آپ کے سامنے ہیں آپ پڑھ کر خود فیصلہ کرسکتے ہیں: اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔

محمد عبدالرشید نعمانی

۹ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ

---

[1] مسٹر پرویز نے اپنے اس مقالہ کی تیاری کے سلسلہ میں "ادارہ علیہ ہندیہ" کا جن الفاظ میں شکریہ ادا کیا ہے وہ یہ ہیں:۔ ـــــ "ہم نے ان فتووں میں سے بیشتر کو محترم پیر رشید الدولہ صاحب سجادہ نشین م

مقدمہ

شرح الکافیہ فی التصوف

از

محقق العصر

مولانا محمد عبد الرشید نعمانیؒ

شرح الکافیه فی التصوّف

از

میر عبدالواحد بلگرامی

مع

مکتوب میر عبدالواحد بخدمت شیخ الهداد در باب سماع

به تقدمه و تصحیح محمد عبدالرشید نعمانی

Scanned by CamScanner

نوادر

شرح الکافیہ فی التصوف از میر عبدالواحد بلگرامی

پیش لفظ

شاہجہاں نے جو اپنے زمانہ میں یہ کہا تھا کہ "پورب شیراز مملکت ما است" سو بالکل صحیح کہا تھا۔ اس زمانہ میں علم و فضل کے لحاظ سے ہندوستان میں پورب کا خطہ شیراز کی ہمسری کرتا تھا۔ بلگرام پورب کا ایک مردم خیز قصبہ ہے جس کی خاک سے بڑے بڑے صاحبان فضل و کمال پیدا ہوئے۔ علامہ سید غلام علی آزاد بلگرامی نے مشائخ و فضلاء بلگرام کے حالات میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام ہے "مآثر الکرام تاریخ بلگرام"۔ یہ کتاب دو فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی میں صوفیائے کرام کے حالات ہیں اور دوسری میں علماء عظام کے۔ مآثر الکرام ۱۳۲۸ھ میں مفید عام پریس آگرہ سے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔

صاحب کمالان بلگرام میں ایک بزرگ گزرے ہیں میر عبدالواحد بن سید ابراہیم بن سید قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے عہد کے بہت بڑے صوفی اور صاحب علم تھے۔ موصوف نے علم تصوف میں بہت سی بیش بہا تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ آج سے آٹھ دس سال قبل کی بات ہے کہ کراچی میں ایک کتب فروش کی دکان پر چھوٹی تقطیع کا ایک مخطوطہ ملا جس پر تحریر تھا رسالہ مرج البحرین، ساتھ ہی کچھ اور رسائل بھی مجلد تھے۔ "مرج البحرین و جامع الطریقین" حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مایۂ ناز تصنیف ہے جس کا تعارف خود مصنف ہی کی زبان سے سننے کے لائق ہے فرماتے ہیں:

"ایں رسالہ ایست مسمی بمرج البحرین و جامع الطریقین جامع طریقہ فقہ و تصوف و شریعت و طریقت و ظاہر و باطن و صورت و معنی و قشر و لب و علم و حال و صحو و سکر و مذہب و مشرب و عقل و عشق اگر آں را صراط مستقیم و طریق قویم نام کنند جائز باشد و اگر دین خالص و سبیل اسلم اقبش نہند روا بود، و دعوت حق و منہج رشاد گویند درست افتد، و میزان عدل و دستور العمل گردانند راست آید۔ متفقہ را از انکار مشرب تصوف بازدارد و متصوفہ را در دائرۂ مذہب فقہ

درآرد و مستفید نگردد بودے مگر فقیہ محب متشرف احوال و صوفی محقق مفید باعمال، و محروم بود ازوے ہر متعسف متعصب عنید و متصوف متوغل بعید۔ مرج البحرین یلتقیان بینہما برزخ لا یبغیان (مقدمہ مرج البحرین)۔

مرج البحرین کا ایک نفیس مخطوطہ برادر عزیز مولوی محمد عبد الحلیم چشتی سلمہ اللہ تعالیٰ کے پاس بھی موجود تھا جس کو وہ ہندوستان سے اپنے ساتھ لائے تھے اور میں ہمیشہ اسے رشک کی نگاہ سے دیکھا کرتا تھا۔ اس وقت جو اس کتاب کا یہ دوسرا مخطوطہ نظر سے گزرا۔ نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر فوراً اسے ہاتھوں ہاتھ خرید لیا۔ گھر آ کر اس مجموعہ کا جائزہ لیا تو اس میں بعض اور نادر چیزیں بھی ملیں۔ جن میں ایک رسالہ "عقل کل" ہے جو شاہ غریب ولد شاہ نصرت قادری کی تصنیف ہے۔ اور جس میں بعض حقائق تصوف کی تفصیل ہے۔ اور دوسرا رسالہ یہی "شرح کافیہ" ہے، جو علامہ عبد الواحد بلگرامی کی ذہانت و طباعی کا شاہکار ہے۔

'الکافیۃ فی النحو' فن نحو میں علامہ جمال الدین ابو عمرو عثمان بن عمر المعروف با بن الحاجب المالکی النحوی المتوفی ٦٤٦ھ کا مشہور متن ہے جو کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ یہ کتاب عہد مصنف سے لے کر آج تک برابر داخل درس ہے۔ اس پر سینکڑوں شرحیں لکھی گئی ہیں۔ اور ہر دور کے مصنفوں نے اس پر طرح طرح سے طبع آزمائی کی ہے۔ ان شروح میں ملا جامی کی شرح زبان زد خاص و عام ہے۔ علامہ عبد الواحد بلگرامی بھی اس متن کے شارحین میں شامل ہیں لیکن ان کی افتاد طبع نے اس بارے "میں ایک نئی راہ نکالی ہے جو شارحین کافیہ میں سے کسی کو آج تک نہ سوجھی تھی"[1] یعنی متن نحو سے تصوف کے مسائل کا استخراج کیا ہے اور ان کی اس شرح کو دیکھ کر یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا ابن حاجب کی کتاب فن نحو کا متن نہیں بلکہ علم تصوف کا خلاصہ ہے جس کو فاضل شارح اپنے زور بیان سے مفصل و مدلل کرتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ وہ بات ہے جو خود مصنف کتاب شیخ ابن الحاجب کے حاشیہ خیال میں بھی نہ آئی ہو گی۔ علامہ بلگرامی کی یہ کارگزاری زور طباعی کے لحاظ سے کسی طرح بھی فیضی کی تفسیر بے نقط سے کم نہیں ہے۔ بھلا نحو کے مسائل سے تصوف کے مسائل کا نکالنا کوئی آسان کام ہے! یہ خدمت صرف وہی شخص انجام دے سکتا ہے جس کو قدرت نے غیر معمولی

---

(١) آزاد بلگرامی نے اس سلسلہ میں دو شخصوں کی اور نشاندہی کی ہے جو اس بارے میں میر عبد الواحد کے ہم عنان ہیں۔ ایک میر ابو البقاء اور دوسرے ملا موہن بہاری لیکن ان دونوں بزرگوں نے صرف غیر منصرف کی بحث تک اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ میر ابو البقاء نے عربی میں شرح لکھی ہے اور ملا موہن نے فارسی میں۔ میر ابو البقاء میر موصوف کے معاصر ہیں اور ملا موہن کا زمانہ ان کے بعد کا ہے۔

Scanned by CamScanner

طباعی اور ذہانت سے نوازا ہو۔

تیسری چیز جو اس مجموعہ میں ملی وہ ان ہی علامہ عبدالواحد بلگرامی کا وہ مکتوب ہے جو مسئلہ سماع میں انھوں نے اپنے ایک معاصر عالم شیخ الہ داد مفتی ساکن خطہ لکھنو کو لکھا تھا۔ علامہ بلگرامی نے مفتی صاحب کو جس انداز میں خطاب کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کی جلالت علمی کے غیر معمولی معترف تھے۔ یہ مکتوب لائق مطالعہ ہے۔ ضروری نہیں کہ مسئلہ سماع میں علامہ بلگرامی سے اتفاق کیا جائے لیکن اختلافی مسائل میں علامہ کا جو انداز خطاب ہے وہ لائق اتباع ہے۔ اگر ہمارے زمانہ کے علماء بھی اختلافی مسائل پر اسی انداز سے قلم اٹھائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ آپس میں اس ناگواری کا مظاہرہ ہو جس سے آج کل ہم دوچار ہیں۔

ہم نے علامہ بلگرامی کے ان دونوں نوادر کو وقف عام کرنے کے لیے یہ مناسب سمجھا کہ ان کو "مجلۃ الجامعہ" میں شائع کر دیا جائے۔ میں جب کراچی سے بہاولپور آیا تھا تو یہ مخطوطہ بالکل صحیح سالم حالت میں تھا لیکن اب جو کراچی سے منگوا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ 'شرح الکافیہ' کی عبارت بعض مقامات پر کرم کتابی کی نذر ہو چکی ہے۔ یہ دیکھ کر بڑا افسوس ہوا کہ

ہمیں ورق کہ سیہ گشت مدعا اینجاست

مگر مشیت ایزدی میں کیا چارہ۔ رضینا بقضاء اللہ۔ بلکہ اس سے اشاعت کے خیال کو اور تقویت پہنچی کہ ابھی تو اس کا صرف ایک آدھ فقرہ یا ایک آدھ لفظ ہی ضائع ہوا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ پورا مخطوطہ ہی حوادث کی نذر ہو جائے، اور پھر اس کے ضیاع پر کف افسوس ملنا پڑے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ اس شرح الکافیہ کا کوئی اور مخطوطہ بھی کسی کتب خانہ میں محفوظ ہے یا نہیں۔ اگر کسی صاحب کو اس کے دوسرے نسخے پر اطلاع ہو تو وہ براہ کرم اس خلا کو پُر کر دیں جو کرم کتابی کے اس ظلم کی بدولت پیدا ہوا ہے۔ ہم نے ان تمام مقامات پر جہاں شرح کافیہ میں کوئی عبارت پڑھی نہ جا سکی، بیاض چھوڑ دی ہے اور حاشیہ پر اس کی نشاندہی کر دی ہے کہ یہ عبارت یہاں پڑھی نہ جا سکی۔

یہ واضح رہے کہ علامہ بلگرامی نے شرح کافیہ صرف بحث مرفوعات تک لکھی ہے۔ یہ بھی پورے متن کی شرح نہیں بلکہ تعلیق بالقول ہے۔

علامہ عبدالواحد بلگرامی کی شخصیت اگرچہ علماء ہندوستان میں مشہور و معروف رہی ہے۔ اور بہت سے مصنفین نے ان کا تذکرہ لکھا ہے لیکن علامہ غلام علی آزاد بلگرامی نے جس تفصیل سے ان کا تذکرہ اپنی کتاب "مآثر الکرام" میں قلمبند کیا ہے اس طرح کسی نے بھی نہیں کیا۔ اور دراصل یہ حق بھی ان ہی کا تھا کہ عربی کی مشہور مثل ہے "صاحب البیت ادریٰ بما فیہ" گھر والا ہی گھر کا حال خوب جانتا ہے۔ لہٰذا آزاد نے جو کچھ

لکھا ہے ہم اسے بلا کم و کاست ذیل میں درج کیے دیتے ہیں:

"میر عبدالواحد بن سید ابراہیم بن سید قطب الدین بن سید ماہرو بن سید شاہ بڈھہ مذکور قدس اللہ اسرارہم قطب فلک ولایت و مرکز دائرہ ہدایت بود۔ صاحب آیات ظاہرہ و کرامات باہرہ از اجداد ایشاں سید ماہرو بعلاقہ حکومت از بلگرام بہ قصبہ سرہ رفت و در آنجا رحل اقامت افگند و سرہ مع بست و چہار موضع از پادشاہ وقت در انعام او مقرر شدہ بعد زمانے باز میندارات آنجا مخالفت روئے داد و مقاتلہ درمیان آمد۔ سید با بعضے اولاد شربت شہادت چشید۔ مرقد او در قصبہ سرہ است و ماہرو کھیڑہ متصل سرہ مشہور و آثار قلعچہ بنا کردہ سید در آنجا باقی است و بقیہ اولاد با دیگر متعلقان از قصبہ سرہ در مکان گنو گھاٹ آمدہ سکونت گرفتند۔ و آنجا ہم پائے اقامت افشردن نتوانستند ناچار از آنجا برآمدہ در قصبہ سانڈی کہ از بلگرام بر چہار کروہ است بار اقامت کشادند۔ یکے از احفاد سید ماہرو بہ تحصیل علم پرداخت و بعد فراغ تحصیل سند منصب قضاء قصبۂ باڑی از پادشاہ وقت حاصل کرد۔ سید ماہرو سہ پسر عقب گذاشت از آں جملہ اولاد دو پسر بتقریب منصب قضا در قصبہ باڑی رفتہ لنگر اقامت انداختند۔ و در عہد اکبر پادشاہ قصبہ باڑی در انعام ایشاں شد۔

میر عبدالواحد قدس سرہٗ از اولاد پسر سیوم است کہ در قصبہ سانڈی ماند و کد خدائی صبیۂ ایشاں با سید محمود اصغر جد اعلاے ما اتفاق افتاد و بنا بر الفتی کہ با فرزند خود داشت فرمود۔ "فلاں مرا بہ بلگرام طلبید" و در موطن آباء کرام تشریف آوردہ اول در محلۂ میدان پورہ قریب خانۂ سید محمود ساکن شد۔ بعد چندی بر کنار آبگیر سلہدہ رفتہ قدم اقامت افشرد۔ حق تعالےٰ در ذریت او خیر و برکت پدید آورد۔ و از اولاد او دراں محل بکمتر فرصت محلہ عظمیٰ معمور شد۔ و در اوائل بیعت بخدمت مخدوم شیخ صفی الدین سائی پوری بجا آورد و مورد التفات خاص گردید۔ و او ہژدہ سالہ بود کہ شیخ صفی ازیں عالم رحلت فرمود۔ بعد از واقعۂ شیخ بخدمت شیخ حسین سکندرہ پیوست و تربیت ہائے فراواں یافت۔ چنانچہ خود در سنابل می گوید:

"ایں فقیر مرید مخدوم شیخ صفی است و خلافت مخدوم شیخ حسین دارد۔ مخدوم شیخ حسین را با پدر ایں فقیر الفتی و محبتی تام بود و میان یک دیگر اختصاص کلی داشتند۔ و پدر فقیر نیز خلیفہ مخدوم شیخ صفی بود۔ بدیں سبب ایں فقیر رجوع بہ مخدوم حسین کرد و مخدوم شیخ حسین نیز عنایتہا و نوازشہائے فراواں ارزانی داشتند کہ بار زادۂ ماست و جامۂ خلافت نیز پوشانیدند اگرچہ فقیر را لیاقت ایں جامہ نبود۔ اما شکرانہ درگاہ باری تعالےٰ می گذارم کہ پیوند بیعت با ایشاں دارم:

عہد من با لب شیریں دہناں بست خدا ما ہمہ بندہ و ایں قوم خداوندانند"

(انتہی)

شیخ عبدالقادر بداونی در منتخب التواریخ می نویسد:

"شیخ عبدالواحد بلگرامی بسیار صاحب فضائل و کمالات و ریاضت و عبادات است۔ و اخلاق سنیہ و صفات رضیہ دارد و مشرب او عالی است۔ پیشتر ازیں بچند سال نقش و صوت بہ ہندی می بست و می گفت و حال می ورزید۔ دریں ایام خود را از ہمہ گذرانیدہ و شرحی بر نزہۃ الارواح نوشتہ محققانہ۔ و ہمچنیں در اصطلاحات صوفیہ بعضی رسائل نوشتہ۔ ازاں جملہ سنابل نام و غیر آں تصانیف لائقہ نیز دارد۔ اگرچہ مرید بجائے دیگر است اما بہرۂ تمام از صحبت شیخ حسین سکندرہ یافتہ و ہر سالی از بلگرام بجہت عرس شیخ می آمد۔ اکنوں کہ ضعف بصر پیدا کردہ نمی تواند رفت و در قنوج توطن میداشت۔ در سال نہصد و ہفتاد و ہفت کہ فقیر از لکھنؤ بہ بلگرام رسیدم شبے بہ عیادت آمد۔ و آں ملاقات اول بار بود کہ حکم مرہم داشت و گفت ایں ہمہ گلہائے عشق است و مخدومی شیخ عبداللہ بداؤنی نیز اتفاقاً چوں رجال الغیب از بداؤں ہماں جا تشریف آوردند یقین شد کہ اگر شب قدر دریافتہ باشم آں شب خواہد بود۔ و میر طبع نظم بلند دارد۔"

تا ایں جا عبارت شیخ عبدالقادر صاحب منتخب التواریخ است۔ و او میر عبدالواحد را شیخ عبدالواحد نوشت بہ اعتبار مشیخت و بزرگی۔ چنانچہ شیخ عبدالقادر جیلانی گویند آخر خود می نویسد کہ میر طبع نظم بلند دارد۔ و کلام شیخ کہ آں ملاقات اول بار بود دلالت می کند کہ ملاقات او با میر عبدالواحد مکرر واقع شدہ و شیخ عبدالقادر در آغاز حال از رفقائے حسین خاں بود و حسین خاں یکے از نوکران درگاہ اکبری است۔ چندی در لکھنؤ جاگیر داشت و شیخ عبدالقادر در لکھنؤ ہمراہ بود و او ملاقات خود با میر عبدالواحد در سال نہصد و ہفتاد و ہفت نوشتہ و در ضمن سنوات در وقائع سال مذکور می نگارد کہ

"دریں سال پرگنۂ لکھنؤ از حسین خاں تغیر شد و خان مذکور بہ تقریبی از راہ ولایت اودھ در حدود کوہ سوالک در آمد و با کفار کوہستان جنگ کرد و اکثر رفقای او شہید و مجروح شدند۔ و فقیر دریں سفر برخصت حسین خاں از لکھنؤ بہ بداؤں آمدم انتہی کلامہ ملخصاً"

کسے کہ از لکھنؤ قصد بداؤں کند بلگرام در عرض راہ می افتد۔ ظاہرا در ہمیں سفر در بلگرام با میر عبدالواحد ملاقات دست داد۔ و عبارت او کہ "شبے بہ عیادت آمد" می خواہد کہ بیمار باشد و نیز عبارت او کہ "حکم مرہم داشت و گفت ایں ہمہ گلہائے عشق است" می خواہد کہ زخمی باشد۔ اما کلام او در احوال حسین خاں ناظر است بریں کہ با حسین خاں بکوہستان نہ رفت و از لکھنؤ برخصت حسین خاں متوجہ بداؤں شد۔ دریں صورت از زخمیان

Scanned by CamScanner

جنگ کوہستان نمی تواز شد۔ و در وقایع سنہ ۹۷۹ھ تسع وسبعین وتسعمائہ بیان می کند کہ

"فقیر از کانت گولہ بتقریب زیارت مزار فیض الانوار بدیع الحق والدین شاہ مدار قدس سرہٗ بہ مکن پور رسید۔ و بدام عشق گرفتار گشت۔ غیرت الٰہی چندی از قوم معشوق را مسلط ساخت و نہ زخم شمشیر پیاپے بر سر و دستہا و دوش خورد و ہمہ پوست مال رفت مگر زخم سر کہ استخواں را شکستہ بمغز رسید و تہی مغزی بار آورد و رگ ہنصر اندکے بریدہ شد و آں جہاں را سیر کردہ آمد و بخیر گذشت و جراح حاذق در قصبۂ بانگرمؤ پیدا شد و در عرض یک ہفتہ زخمہا فراہم آمد۔" انتہی کلامہٗ ملخصاً

. . . .

عبارت سابق یعنی "حکم مرہم داشت وگفت ایں ہمہ گلہائے عشق است" با ایں واقعہ مناسبت تمام دارد۔ اما اختلاف سال ابا میکند و شیخ عبداللہ کہ از بداؤں آمدہ در شب بملاقات میر عبدالواحد شریک صحبت شد در نسخہ بجائے شیخ عبداللہ شیخ عبدالقادر بنظر در آمد غلط کاتب است صحیح شیخ عبداللہ است۔

ومیر علاء الدولہ بن میر یحییٰ سیفی قزوینی در نفائس المآثر آوردہ کہ:

"میر عبدالواحد از اکابر سادات قنوج است۔ و خالی از نشاء فقر و درویشی نیست و سلیقہ شعر خوب دارد۔"

و شیخ محمد غوثی مندوی در کتاب گلزار ابرار نوشتہ کہ: "سید عبدالواحد بن سید ابراہیم قنوجی خداوند مجاہدہ و مشاہدہ صاحب صحت حال و فصاحت مقال بر نزہۃ الارواح شرح الفی متین برنگاشتہ فراوان توجیہ و تاویل بکار بردہ جمیع مقاصد عبارات را متوجہ سمت حقیقت گردانیدہ است۔" (انتہی)

پوشیدہ نماند کہ حضرت سید در قنوج کہ خدا شد چندے در ان شہر اقامت داشت بنا بر آں درین ہر دو کتاب او را از قنوج نوشتہ اند و اقامت او در قنوج از کلام شیخ عبدالقادر بداؤنی ہم مستفاد می شود۔ و از جملہ تصانیف میر عبدالواحد حقائق ہندی و شرح قصیدہ چہار برادر و حل شبہات و شرح مصطلحات دیوان خواجہ حافظ شیرازی است۔ و اشہر تصانیف او کتاب سنابل است در سلوک و عقائد۔ دفتے در شہر رمضان المبارک ۱۱۳۵ھ خمس وثلثین ومائۃ والف مؤلف اوراق وارد دار الخلافہ شاہجہان آباد و خدمت شاہ کلیم اللہ چشتی قدس سرہٗ را زیارت کرد۔ ذکر میر عبدالواحد قدس سرہٗ درمیان آمد۔ شیخ مناقب و مآثر میر تا دیر بیان کرد و فرمود:

"شبے در مدینہ منورہ پہلو بر بستر خواب گذاشتم و در واقعہ مے بینم کہ من و سید صبغۃ اللہ بروجی معاً در مجلس اقدس رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باریاب شدیم۔ جمعی از صحابہ کرام و اولیاء امت حاضر اند۔ در آنہا شخصے است کہ حضرت با او بلب تبسم شیریں کردہ حرفہا می زنند و التفات تمام

دارند۔ چون مجلس آخر شد از سید صبغۃ اللہ استفسار کردم کہ این شخص کیست کہ حضرتؒ باو التفات باین مرتبہ دارند گفت میر عبدالواحد بلگرامی و باعث مزید احترام او این است کہ سنابل تصنیف او در جناب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقبول افتاد۔"

حضرت میر در سنابل می گوید کہ:

"روزی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جملہ اموال خود را در راہ رضای خداوند تعالی تصدق کرد۔ حضرت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام از وی پرسید ما خلفت لعیالک فقال اللہ و رسولہ۔ جبریل امین در رسید گفت یا رسول اللہ فرمان می شود بپرس از ابوبکر من تنہا بسنت نبودم کہ با نام من نام رسول را ہم ذکر کردی۔ سبحان اللہ وبحمدہ کثیراً این کدام منزلت و این چہ نسبت و قربت است کہ حق سبحانہ بر گرفتن نام رسول غیرت می برد۔ دانشہا و بینشہا این جا پیہے گم کنند۔ بخاطر رکیک این ضعیف می رسد کہ سر عتاب آنست کہ اے ابوبکر پایۂ معرفت تو بجائے رسیدہ است کہ رسول را از ما جدا نمی بینی زیرا کہ او در ما محو است و ما در وے ثابت پس چرا جدا ذکر کردی کہ گفتہ اند از عرش تا فرش محمد را غلام چون حق متجلی شد محمد کدام۔ ونیز بخاطر می رسد کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ جواب بر قدر مقام عیال و اہل بیت خود گفتہ است نہ بر وفق مقام خود چہ رسول علیہ السلام از و ما خلفت لعیالک پرسیدہ بود و اگر ما خلفت لنفسک پرسیدی جواب از مقام معرفت خود دادی یعنی اللہ وحدہٗ گفتی۔"

ونیز در سنابل می گوید:

"یکے از یاران مؤلف شیخ نظام نام داشت۔ دختر مغلے را تعلیم می کرد۔ دختر در غایت جمالی بود جوانی را نظر بر جمال او افتاد شیفتہ شد و حال نامرادی و دردمندی خود بشیخ نظام باز نمود۔ شیخ نظام گفت تو ہر روز ہمراہ من بیا۔ من او را تعلیم می کنم تو آنجا بنشین و می نگر بریں ماجرا مدتے گذشت۔ روزی آن جوان دردمند با شیخ نظام آہستہ گفت۔ این دختر را بگوئید کہ مرا آب بمن دہد۔ شیخ نظام دختر را گفت قدح آب خوردن بیار۔ دختر قدح پر آب آورد۔ گفت بدست این جوان بدہ۔ دختر قدح پیش جوان برد۔ جوان قدح از دست او گرفت و جان بہ جہان آفرین سپرد۔"

و از نوادر تصانیف او شرح کافیہ ابن حاجب است بطور حقائق تا بحث غیر منصرف[1]۔ دریں مقام نبذے

---

(۱) آزاد نے اس شرح کو غیر منصرف کی بحث تک بتایا ہے حالانکہ یہ بحث مرفوعات تک ہے۔

از اوائل آں نسخہ بطریق اختصار ایراد میرود :

"الکلمۃ لفظاً ای ملفوظ علی السنتنا وملحوظ علی قلوبنا ومحفوظ بہا بواطننا" یعنی کلمۂ توحید در مرتبۂ اقرار بر زبانہاء ما ملفوظ است و در مرتبۂ تصدیق بر دلہاء ما ملحوظ و در مرتبۂ احوال باطن ما از و محفوظ۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ اکتفا بذکر مرتبہ اقرار کردہ و مخذوف فروگذاشت بحکم آنکہ حکم کردن بر اسلام و سبب جریان تکالیف احکام منوط و مربوط بمرتبۂ اقرار است و قرینۂ حذف مفہوم از عبارت مصنف است کہ می گوید وضع لمعنی مفرد نہادہ شدہ است یعنی الازم گردانیدہ شدہ است قبول آں کلمۂ توحید بر رقاب و نواصی بجہت تحصیل معنی کہ فرد و مجرد است از کفر و نفاق و معاصی۔ پس لفظ مفرد قرینۂ حذف است زیرا کہ افراد سہ مرتبہ دارد۔ افراد از کفر، افراد از نفاق و افراد از معاصی۔ فالافراد من الکفر فی رتبۃ الاقرار والافراد من النفاق فی رتبۃ التصدیق والافراد من المعاصی فی رتبۃ الاحوال لان من نقی ربہ تعالیٰ موحداً یبدل اللہ سیئاتہ حسنات .... وہی اسم و آں کلمۂ توحید سہ نوع است۔ یکے اسم چہ اقرار و تصدیق فقط اسم توحید و صورت او ست۔ و فعل دوم فعل توحید و عمل او ست و آں دریافت احوال است و حرف سیوم حرف توحید است و ایں توحید عظمیٰ است کہ از استعداد انسانی بر طرف است و از علامات آں ہر دو توحید مذکور بے نشان و بے کیف کہ علامۃ الحرف خلوہ من علامات الاسم والفعل "

مخفی نماند کہ دو شرح دیگر ایں ارانت عربی و فارسی تا بحث غیر منصرف بطور حقائق در نظر فقیر رسیدہ نام شارح عربی میر ابوالبقا است ظاہر امعاصر میر باشد۔ و نام شارح فارسی ملا موہن بہاری کہ از میر متاخر است۔ و چوں سیف بزرگی میر عبدالواحد سامعہ افروز اکبر بادشاہ گردید۔ معتمدی را نزد میر فرستاد و از کمال تمنا درخواست ملاقات نمود۔ میر قصد ارادوے معطل کرد۔ و چوں بدرگاہ سلطانی رسید بادشاہ اعزاز و اکرام تمام بتقدیم رسانید۔ و پانصد بیگہہ زمین از بلگرام بطریق سیورغال نیاز کرد۔

شبے دزدی بخانہ حضرت میر درآمد نابینا گشت فریاد برآورد و حضرت میر او را توبہ داد و دعا کرد تا حق سبحانہ' و تعالےٰ حاسۂ بصر او را باز گردانید۔

و یکے از کفار جنیان بر دست حضرت میر بدولت اسلام مشرف اندوز شد ہمیشہ حاضر مے بود۔ خدمت بجا مے آورد۔ عمر گرامی از صد سال متجاوز بودہ۔ وصال ایشاں در شب جمعہ سیوم ماہ رمضان سنہ ۱۰۱۷ ہجری

Scanned by CamScanner

عشر والف اتفاق افتادہ۔ عزیزی در تاریخ گوید:

"چو رفت او واحد صوری و معنوی گفتم ہزار و ہفدہ شب جمعہ ماہ صوم ستوم"

مصراع ثانی تاریخ صوری و معنوی است۔ اما بست عدد بحساب جمل زائد می شود آں را بتعمیہ لطیف خارج کرد۔ یعنی واحد صوری کہ نوزدہ است و واحد معنوی کہ یک است مجموع بست عدد بر آمد۔ مرقد منوّر در بلگرام زیارت گاہ خاص و عام است۔

(مآثر الکرام از ص ۲۵ تا ص ۳۴)

محمد عبد الرشید نخانی
یکم صفر الخیر ۱۳۸۹ھ

Scanned by CamScanner

مقدمہ

اصول البزدوی

المو سوم بہ

ترجمۃ الامام البزدویؒ

از

محقق العصر

مولانا محمد عبد الرشید نعمانیؒ

[كنز الوصول الى معرفة الاصول]

تاليف

الامام فخر الاسلام على بن محمد البزدوى الحنفى المتوفى سنة ۴۸۲ھ

" وهو كتاب عظيم الشان جليل البرهان محتو على لطائف الاعتبارات باوجز العبارات تأبى على الطلبة مرامه واستعصى على العلماء زمامه "

وبهامشه (كشف الظنون، حاجى خليفه)

تخريج احاديث اصول البزدوى

للحافظ قاسم ابن قطلوبغا الحنفى المتوفى سنة ۸۷۹ھ

ويليه

اصول الكرخى

مع ذكر امثلتها ونظائرها وشواهدها

من الامام نجم الدين ابى حفص عمر بن احمد النسفى

میر محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب آرام باغ کراچی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

ترجمة الامام البزدوی

بقلم الفقیر الیه تعالیٰ محمد عبد الرشید النعمانی

هو علی بن محمد بن الحسین بن عبد الکریم بن موسی بن عیسی بن مجاهد ابو الحسن المعروف بفخر الاسلام البزدوی الفقیه الاصولی المحدث المفسر الامام الکبیر بما وراء النهر۔

و "البزدوی" بفتح الباء المنقوطة بواحدة وسکون الزاء وفتح الدال المهملة وفی آخرها الواو، هذه النسبة الی "بزدة" وهی قلعة حصینة علی ستة فراسخ من "نسف" علی طریق "بخارا" کذا ضبطه الحافظ السمعانی فی "الانساب" وقال الحافظ السید محمد مرتضی البلجرامی فی "تاج العروس من جواهر القاموس":

"(بزدة) ویقال "بزدوة" قد اهمله الجوهری وهی (بلدة من اعمال نسف) وهی قلعة حصینة علی ستة فراسخ منها (والنسبة) الیها بزدی وبزدوی" ۔

و "فخر الاسلام" لقب جماعة وعند الاطلاق یراد به صاحب الترجمة الامام البزدوی صرح به الحافظ عبد القادر القرشی فی کتاب الالقاب من "الجواهر المضیة" ۔

وهو من بیت علم وحدیث اجتمع لهم ریاسة الدنیا والدین ونالوا منهما الحظ الوافر الذی لم ینله غیرهم ۔

فاما ابوه ابو الحسن محمد بن الحسین بن عبد الکریم البزدوی فقد کان فقیهاً حنفیاً اماماً فاضلاً متکلماً اخذ الفقه والکلام عن جده عبد الکریم عن الامام ابی المنصور الماتریدی[1] ۔

[1] قال اخو صاحب الترجمة صدر الاسلام ابو الیسر محمد بن محمد بن الحسین بن عبد الکریم البزدوی فی "کتاب اصول الدین" ما نصه: (یتبع)

واما جدہ الاعلی عبد الکریم بن موسی البزدوی فکان اماماً فقیہاً محدثاً متکلماً۔ قال الکفوی: اخذ عن امام الہدی ابی منصور الماتریدی عن ابی بکر الجوزجانی عن ابی سلیمان عن محمد۔ قال الحافظ ابوسعد السمعانی فی "کتاب الانساب":

"وابو محمد عبد الکریم بن موسی بن عیسی البزدوی جد ابی الحسن روی عنہ ابو عبد اللہ الغنجار"

وقال الحافظ عبد القادر القرشی فی "الجواہر المضیۃ":

"عبد الکریم بن موسی بن عیسی ابو محمد الفقیہ البزدوی، تفقہ علی الامام ابی منصور الماتریدی، سمع وحدث، ذکر فی "تاریخ نسف" انہ مات سنۃ تسعین وثلاث مائۃ فی رمضان"

واما صاحب الترجمۃ فخر الاسلام ابو العسر واخوہ صدر الاسلام ابو الیسر فانہما کانا واسطی عقد البیت البزدوی، الیہما انتہت ریاستہم وبہما کملت سیادتہم وہما المعروفان بالصدرین البزدویین[۱]"

"وقد وجدت للشیخ الامام الزاہد ابی منصور الماتریدی السمرقندی کتاباً فی علم التوحید علی مذہب اہل السنۃ والجماعۃ وکان من رؤساء اہل السنۃ والجماعۃ صاحب کرامات، حکی لی الشیخ الامام والدی رحمہ اللہ من جدہ الشیخ الامام الزاہد عبد الکریم بن موسی رحمہ اللہ کراماتہ، فان جدنا کان اخذ معانی کتب اصحابنا وکتاب التوحید وکتاب التاویلات فی خلق من الشیخ الامام ابی منصور الماتریدی" (ص ۲ و ۳ طبع القاہرۃ ۱۳۸۳ھ)

وقال فی بحث خلق الایمان:

"لا یجوز الاطلاق بان الایمان مخلوق ونحن نختار ہذا القول فان مذہب ابی حنیفۃ وہو ما رواہ نوح بن ابی مریم الجامع عن ابی حنیفۃ رواہ لنا والدنا الشیخ الامام ابو الحسن محمد ابن الحسین بن عبد الکریم رحمۃ اللہ علیہ ہذا الحدیث عن نوح بن ابی مریم" (ص ۱۵۵)

وقال فی مسئلۃ البعث:

"وقد روی لنا الشیخ الامام محمد بن الحسین بن عبد الکریم حدیثاً متصلاً الی رسول اللہ علیہ السلام: من قتل عبدہ عبثاً عج الی یوم القیامۃ فیقول قتلنی ہذا عبثاً" (ص ۱۵۸ و ۱۵۹)

[۱] قال الحافظ القرشی فی "کتاب الانساب" من الجواہر المضیۃ:

"الصدرین البزدویین) ح بن وعلی ہکذا ذکرہما صاحب "القنیۃ" ہما الاخوان الامامان ابو الیسر (یتبع)

قال الحافظ السمعانی فی نسبة "البزدوی" من "کتاب الانساب" :

"والمشهور بالانتساب الیها ابوالحسن علی بن محمد بن الحسین بن عبدالکریم بن موسی بن عیسی البزدوی فقیه "ماوراء النهر" واستاذ الائمة وصاحب الطریقة[له] علی مذهب ابی حنیفة رحمه الله، سمع الحدیث من ...... (بیاض) ..... روی لنا عنه صاحبه ابوالمعالی محمد بن نصر بن منصور المدینی الخطیب بسمرقند، ولم یحدثنا عنه سواه."

وترجم له یاقوت الحموی فی "معجم البلدان" وابن الاثیر فی "اللباب فی تهذیب الانساب" وقالا عنه :

"الفقیه بماوراء النهر صاحب الطریقة علی مذهب ابی حنیفة رضی الله عنه روی عنه صاحبه

وابو العسر فابو الیسر هو محمد بن محمد وابو العسر هو الامام علی بن محمد."

وقال المولی احمد بن مصطفی المعروف بطاش کبری زاده فی مفتاح السعادة :

"وللامام فخر الاسلام البزدوی اخ مشهور "بابی الیسر" لیسر تصانیفه کما ان فخر الاسلام مشهور "بابی العسر" لعسر تصانیفه" (ج ٢ ص ٥٥)

[له] لفظة "الطریقة" تطلق علی الطریقة التی وضعها الائمة لسلوک طریق المناظرة والجدل. ثم اطلقت هذه اللفظة علی کل کتاب صنف فی هذا الباب - قال ابن خلدون فی "المقدمة" :

واما الجدل وهو معرفة آداب المناظرة التی تجری بین اهل المذاهب الفقهیة وغیرهم فانه لما کان باب المناظرة فی الرد والقبول متسعا وکل واحد من المناظرین فی الاستدلال والجواب یرسل عنانه فی الاحتجاج ومنه ما یکون صوابا ومنه ما یکون خطأ فاحتاج الائمة الی ان یضعوا آدابا واحکاما یقف المتناظران عند حدودها فی الرد والقبول، وکیف یکون حال المستدل والمجیب وحیث یسوغ له ان یکون مستدلا وکیف یکون محجوجا منقطعا ومحل اعتراضه ومعارضته واین یجب علیه السکوت ولخصمه الکلام والاستدلال، ولذلک قیل انه معرفة بالقواعد من الحدود والآداب فی الاستدلال التی یتوصل بها الی حفظ رأی وهدمه کان ذلک الرأی من الفقه اوغیره ....

وهی طریقتان طریقة البزدوی وهی خاصة بالادلة الشرعیة من النص والاجماع والاستدلال وطریقة العمیدی وهی عامة فی کل دلیل یستدل به من ای علم کان واکثره استدلال ....

وهذا العمیدی هو اول من کتب فیها ونسبت الطریقة الیه. وضع الکتاب المسمی بالارشاد مختصرا وتبعه من بعده من المتأخرین کالنسفی وغیره جاؤا علی اثره وسلکوا مسلکه وکثرت فی الطریقة التالیف. وهی لهذا العهد مهجورة لنقص العلم والتعلیم فی الامصار الاسلامیة وهی مع ذلک کمالیة ولیست ضروریة والله سبحانه وتعالی اعلم وبه التوفیق - اه

ابو المعالی محمد بن نصر بن منصور المدینی الخطیب بسمرقند"۔

وفی الطبقۃ الخامسۃ والعشرین من "سیر النبلا" للذہبی ما نصہ:

"شیخ الحنفیۃ عالم ما وراء النہر ابو الحسن علی بن محمد بن الحسین بن عبد الکریم البزدوی صاحب الطریقۃ۔ قال السمعانی ما حدثنا عنہ سوی صاحبہ ابی المعالی محمد بن نصر الخطیب۔ قال وکان امام الاصحاب بما وراء النہر ولہ التصانیف الجلیلۃ درس بسمرقند ومات بکش فی رجب اثنتین وثمانین واربعمائۃ۔ وکان احد من یضرب بہ المثل فی حفظ المذہب، وولد فی حدود سنۃ اربعمائۃ"۔ [1]

ووصفہ الامام عبد العزیز البخاری فی مقدمۃ کتابہ "کشف الاسرار شرح اصول البزدوی" (بالشیخ الامام المعظم والحبر الہمام المکرم العالم العامل الربانی مؤید المذہب النعمانی قدوۃ المحققین اسوۃ المتقین صاحب المقامات العلیۃ والکرامات السنیۃ مفخر الانام فخر الاسلام ابی الحسن علی بن محمد بن الحسین البزدوی اھ

وصدر الشریعۃ فی مقدمۃ کتابہ تنقیح الاصول (بالشیخ الامام مقتدی الائمۃ العظام)۔

وترجم لہ الامام عبد القادر القرشی فی "الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ" وقال عنہ:

"علی بن محمد بن الحسین بن عبد الکریم بن موسی بن عیسی بن مجاہد ابو الحسن المعروف بفخر الاسلام البزدوی الفقیہ الامام الکبیر بما وراء النہر صاحب الطریقۃ علی مذہب ابو حنیفۃ ابو العسر اخو القاضی محمد ابی الیسر۔ ذکرہ صاحب الہدایۃ فی الکفالۃ والودیعۃ باسمہ.......

توفی یوم الخمیس خامس رجب سنۃ اثنتین وثمانین واربعمائۃ وحمل تابوتہ الی سمرقند ودفن بہا علی باب المسجد۔

ومن تصانیفہ (المبسوط) احدی عشر مجلد او (شرح الجامع الکبیر) و (الجامع الصغیر) ولہ فی اصول الفقہ کتاب کبیر مشہور مفید رحمہ اللہ تعالیٰ"

وترجم لہ الشہاب المقریزی فی "تذکرتہ" ونقل ما قالہ المقریزی برمتہ الحافظ قاسم بن قطلوبغا فی کتابہ "تاج التراجم" ومن "تاج التراجم" العلامۃ طاش کبری زادہ فی کتابہ مفتاح السعادۃ۔ وقال:

---

[1] الفوائد البہیہ، ترجمۃ البزدوی۔

"وکتاب فی اصول الفقہ مشہور قال قاسم بن قطلوبغا فی "طبقات الحنفیۃ" قد خرجت احادیثہ
ولم اسبق الیہ"

وترجم لہ المولی علی بن امر اللہ الشہیر بابن الحنائی فی طبقات الحنفیۃ[1] فذکر فی ترجمتہ نحو ما ذکرہ الحافظ القرشی فی "الجواہر" -

وقال المولی محمود بن سلیمان الکفوی المتوفی سنۃ ۹۹۰ھ فی کتابہ "کتائب اعلام الاخیار من فقہاء مذہب النعمان المختار" :

"علی بن محمد بن عبد الکریم[2] بن موسی البزدوی الامام الکبیر الجامع بین اشتات العلوم - امام الدنیا فی الفروع والاصول - لہ تصانیف کثیرۃ معتبرۃ منہا (المبسوط) احدی عشر مجلداً و (شرح الجامع الکبیر) و (شرح الجامع الصغیر) وکتاب کبیر فی اصول الفقہ مشہور (باصول البزدوی) معتبر معتمد، و (کتاب فی تفسیر القرآن) یقال: انہ مائۃ وعشرون جزاً کل جزء مصحف و (غناء الفقہاء) فی الفقہ - ولد فی حدود سنۃ اربعمائۃ، ومات فی خامس رجب سنۃ اثنتین و ثمانین واربعمائۃ[3] - وحمل تابوتہ الی سمرقند -

[1] وہذا الکتاب قد طبع بالموصل مرتین باسم "طبقات الفقہاء" لمولانا طاش کبری زادہ وہو خطأ بحت فان طاش کبری زادہ لیس لہ تصنیف فی ہذا الباب وانما ہذا الکتاب لابن الحنائی، قال فی کشف الظنون عند ذکرہ "طبقات الحنفیۃ" ما نصہ

"وجمع المولی علی بن امر اللہ ابن الحنائی مختصراً علی احدی وعشرین طبقۃ کتب فیہ المشاہیر بدأ بالامام و ختم بابن کمال باشا - اولہ الحمد للہ رب العالمین"

ومن طالع ہذا الکتاب یجدہ حسبما وصفہ صاحب الکشف واللہ اعلم -

[2] قال الفاضل اللکنوی العلامۃ ابو الحسنات محمد عبد الحیٔ فی "الفوائد البہیۃ فی تراجم الحنفیۃ" :

"ثم کلام الکفوی ہہنا وکلامہ فی ترجمۃ احمد بن ابی الیسر محمد بن محمد وکلامہ فی ترجمۃ عبد الکریم بن موسی علی ما مر کل ذلک نص علی ان عبد الکریم جد لفخر الاسلام واخیہ ابی الیسر صدر الاسلام، وہو مخالف لما ساق غیرہ ممن یعتمد علیہ مما یدل علی انہ جد لوالد فخر الاسلام" اھ

[3] وفی "التعلیقات السنیۃ علی الفوائد البہیۃ" للفاضل اللکنوی ما نصہ:

"وقد ارخ بعض معاصرینا فی کتابہ "الحطۃ بذکر الصحاح الستۃ" وفاتہ سنۃ اربع وثمانین وثمانمائۃ وہو خطأ فاحش صدر من تقلید صاحب کشف الظنون فانہ ارخ عند ذکر شراح جامع البخاری کذلک و ارخ ہو عند ذکر الاصول کما ارخہ جماعۃ سنۃ اثنتین وثمانین واربعمائۃ ولا یخفی علی من ولع

(یتبع)

و وصفہ بحر العلوم العلامۃ عبد العلی محمد بن نظام الدین الانصاری فی دیباجۃ فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت ما نصہ :

"الامام الاجل والشیخ الاکمل رئیس الائمۃ والعالمین فخر الاسلام والمسلمین، لقبہ اغر من الصبح الصادق، واسمہ یخبر عن علوہ علی کل حاذق ذاک الامام الالمعی فخر الاسلام والمسلمین علی البزدوی" -

وقال صاحب "معجم المؤلفین" عنہ :

"فقیہ، اصولی، محدث، مفسر"

وعدہ الامام ابن کمال باشا فی طبقۃ الفقہاء المجتہدین فی المسائل التی لا روایۃ فیہا عن صاحب المذہب وتبعہ علی ذلک عامۃ من جاء بعدہ من مصنفی طبقات الاصحاب -

واما صاحبہ ابو المعالی محمد بن نصر بن منصور المدینی الخطیب بسمرقند فقال السمعانی فی نسبۃ "المدینی" من "کتاب الانساب" :

"(المدینی) بفتح المیم والدال المہملۃ المکسورۃ بعدہا الیاء آخر الحروف وفی آخرہا النون، ہذہ النسبۃ الی عدۃ من المدن منہا[1] مدینۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واکثر ما ینسب الیہا یقال المدنی، والی[2] مدینۃ السلام بغداد، والی[3] مدینۃ اصبہان، والی[4] مدینۃ نیسابور، والی[5] المدینۃ الداخلۃ بمرو، والی[6] مدینۃ بخارا، والی[7] مدینۃ سمرقند، والی[8] مدینۃ نسف وغیرہا من المدن"-

وساق تراجم المعروفین بہذہ النسب تحت کل نسبۃ ثم قال :

"والسابع منسوب الی مدینۃ سمرقند وہی الساعۃ باقیۃ مسکونۃ معمورۃ منہا شیخنا ابو المعالی محمد بن نصر بن منصور بن علی بن محمد بن محمد بن یعلی بن الفضل بن طاہر بن سلمۃ بن علقمۃ بن علاثۃ بن عوف بن احوص بن خالد بن کلب بن صعصعۃ بن عامر العوفی العامری الخطیب المدینی السمرقندی تفقہ علی علی بن محمد البزدوی والسید ابی شجاع العلوی وکان شیخا مسنا کبیرا جلیل القدر سمع السید ابا المعالی محمد بن محمد بن یزید الحسینی وابا علی الحسن بن عبد الملک النسفی وابا الحسن علی بن محمد بن الحسین البزدوی وغیرہم سمعت منہ الکثیر فی دارہ بسمرقند وکان قد ناطح المائۃ سنۃ

بمطالعۃ کشف الظنون انہ فیہ اوہاما کثیرۃ ومناقضات کبیرۃ فی تواریخ موالید العلماء ووفیات الفضلاء فمن قلدہ تقلیدا مجتاما من غیر ان ینقدہ نقدا فقد وقع فی الزلل واللہ العاصم عن الخطأ والخلل" - اھ

وذکر غیرہ ان مولدہ سنہ ۴۵۲ وتوفی فی شعبان سنۃ خمسین وخمسمائۃ وصلی علیہ بمصلی السید البغدادی ودفن بجاکردیزہ وحضرت الصلوۃ علیہ وکان الجمع کثیراجداً خارجاً عن حد العداد والاحصاء"۔

وترجم لہ الحافظ القرشی فی "الجواہر المضیۃ" ومحمود بن سلیمان الکفوی فی کتائب اعلام الاخیار من فقہاء مذہب النعمان المختار" ۔

واما ابنہ الحسن بن علی البزدوی فقال یاقوت الحموی فی ذیل (بزدۃ) من کتابہ "معجم البلدان" :

"وابنہ القاضی ابوثابت الحسن بن علی البزدوی، کان ابوہ من ھذہ القریۃ وولی القضاء بسمرقند و کذلک ولی القضاء بخاری ثم عزل فانصرف الی بزدۃ فسکنہا وسمع الحدیث ورواہ، ومات بسمرقند سنۃ ۵۵۷، ومولدہ سنۃ نیف وسبعین واربعمائۃ"۔

وقال السمعانی فی "الانساب" فی ترجمۃ ابیہ فخر الاسلام:

"وکتبت عن ابنہ ابی ثابت الحسن بن علی کتاب المسند لعلی بن عبد العزیز البغوی وکان یرویہ عن ابی الحسن علی بن محمد بن خدام البخاری وروی لنا عن ابی علی الحسن بن عبد الملک النسفی ایضا"۔

وقال الحافظ القرشی فی الجواہر المضیۃ:

"ابوثابت الامام بن الامام ..... ولد بسمرقند ولما مات والدہ حملہ عمہ القاضی ابوالیسر المعروف بالصدر الی بخاری ورباہ احسن تربیۃ ونشأ مع ولدہ وتفقہ علی عمہ بخاری ثم انتقل الی مرو وسکنہا مدۃ من الزمان ثم لمّامات ابن عمہ ابو المعالی القاضی احمد بن ابی الیسر منصرفاً من الحجاز ولی القضاء بخاری وبقی علی ذلک مدۃ ثم صرف عنہ وانصرف الی بزدۃ وسکنہا، وکان حسن الصمت ساکتاً وقوراً لازما بیتہ حسن الصلاۃ، قال السمعانی سمعت منہ المسند الکبیر لعلی بن عبد العزیز فی ثلاثین جزأً"۔

وترجم لہ الکفوی فی "الکتائب"۔

واما اخوہ الامام صدر الاسلام البزدوی فقال السمعانی فی "الانساب" :

"واخو علی ابوالیسر محمد بن محمد بن الحسین البزدوی المعروف بالقاضی الصدر املی بخارا الکثیر ودرس الفقہ وکان من فحول المناظرین، روی لنا عنہ ابنہ ابو المعالی احمد بن محمد بن محمد بن

الحسین البزدوی القاضی بمرو قدمها حاجًا۔"

وقال الحافظ القرشی فی "الجواهر المضیۃ":

"ابوالیسر.... اخو الامام علی البزدوی تفقہ علیہ رکن الائمۃ عبدالکریم بن محمد مصنف "طلبۃ الطلبۃ" وابوبکر محمد بن احمد السمرقندی صاحب التحفۃ شیخ صاحب البدائع وولدہ القاضی ابوالمعالی احمد...... قال عمر بن محمد النسفی فی کتاب القند وکان شیخ اصحابنا بماوراء النہر وکان امام الائمۃ علی الاطلاق والموفود الیہ من الآفاق ملأ المشرق والمغرب بتصانیفہ فی الاصول والفروع وکان قاضی القضاۃ بسمرقند توفی ببخاری فی رجب سنۃ ثلاث وتسعین واربع مائۃ، رحمہ اللہ تعالیٰ" -

وفی الطبقۃ الخامسۃ والعشرین من "سیر النبلاء" للذہبی مانصہ:

"العلامۃ شیخ الحنفیۃ بعد اخیہ الکبیر ابوالیسر محمد بن محمد بن الحسین بن عبدالکریم المحدث ابن موسی بن مجاهد النسفی قال عمر بن محمد فی "القند" کان امام الائمۃ علی الاطلاق و الموفود الیہ من الآفاق ملأ الکون بتصانیفہ فی الاصول والفروع، وولی قضاء سمرقند واملی الحدیث، توفی ببخاریٰ فی تاسع رجب سنۃ ثلاث وتسعین واربعمائۃ ومولدہ سنۃ احدی وعشرین واربعمائۃ" ؎[1]

وترجم لہ الحافظ قاسم فی تاج التراجم وابن الحنّائی فی مختصر طبقات الحنفیۃ والکفوی فی کتائب اعلام الاخیار۔

واما ابن اخیہ ابوالمعالی احمد بن محمد البزدوی فقال الحافظ القرشی فی "الجواهر المضیۃ":

"ابوالمعالی بن ابی الیسر عرف بالقاضی الصدر من اهل بخاری الامام بن الامام..... مولدہ سنۃ اثنتین او احدی وثمانین واربعمائۃ ببخاری. وهو ابن اخی ابی الحسن علی بن محمد بن الحسین ابن عبدالکریم البزدوی الفقیہ بماوراء النهر صاحب الطریقۃ علی مذهب ابی حنیفۃ۔ تفقہ علی والدہ حتی برع فی العلم. قال السمعانی وسمع منہ ومن ابی المعین میمون بن محمد المکحولی ولقی الاکابر وافادہ والدہ عن جماعۃ، ولی القضاء ببخاری وحمدت سیرتہ واملی مدۃ ببخاری و وردمرو فی الحج فقرأت علیہ بها وحدث ببغداد ورجع من الحج وتوفی بسرخس فی جمادی الاولی

---

[1] "الفوائد البہیۃ" ترجمۃ علی البزدوی۔

سنة اثنتين واربعين وخمسمائة وعقد له العزاء بها ثم حمل الى بخارا. قال ابو سعد امام فاضل مفتي مناظر حسن السيرة رضي الاخلاق ومن بيت الحديث والعلم، رحمه الله تعالى" -

وترجم له الكفوي في "الكتائب" -

واما تصانيفه فذكر البحاثة اسمعيل باشا البغدادي في كتابه "هدية العارفين اسماء المؤلفين وآثار المصنفين" منها (۱) كنز الوصول الى معرفة الاصول و (۲) الامالي و (۳) تفسير القرآن و (٤) شرح الجامع الكبير في الفروع و (٥) سيرة المذهب في صفة الادب و (٦) شرح تقويم الادلة في الاصول و (۷) شرح الجامع الصحيح للبخاري و (۸) شرح الجامع الصغير للشيباني في الفروع و (۹) شرح زيادات الزيادات للشيباني و (۱۰) غناء الفقهاء في الفروع و (۱۱) كشف الاستار في التفسير في مائة وعشرين جزأ و (۱۲) المبسوط في الفروع احد عشر مجلداً اهـ

وهذا نص ما اورد الشيخ مصطفى بن عبد الله الشهير بحاجي خليفه وبكاتب چلپي المتوفى سنة ۱۰٦۷ھ في كشف الظنون من التعريف بتصانيفه:

(۱) "تقويم الادلة في الاصول للقاضي الامام ابي زيد عبيد الله بن عمر الدبوسي الحنفي المتوفى سنة ثلاثين واربعمائة مجلد اوله الحمد لله رب العالمين الخ

وشرحه الامام فخر الاسلام علي بن محمد البزدوي الحنفي المتوفى سنة اثنتين وثمانين واربعمائة بالقول وهو شرح حسن اعتبره العلماء الحنفية

(۲) الجامع الصحيح المشهور بصحيح البخاري ..... وهو اول الكتب الستة في الحديث وافضلها على المذهب المختار ..... فقد اعتنى الائمة بشرح الجامع الصحيح قديما وحديثا فصنفوا له شروحا منها ..... شرح الامام فخر الاسلام علي بن محمد البزدوي ... وهو شرح مختصر.

(۳) الجامع الصغير في الفروع للامام المجتهد محمد بن الحسن الشيباني الحنفي المتوفى سنة سبع وثمانين ومائة وهو كتاب قديم مبارك ...... وله شروح كثيرة منها ..... شرح الامام فخر الاسلام علي بن محمد البزدوي ..... فرغ من تاليفه في جمادى الآخرة سنة سبع وسبعين واربعمائة.

(٤) الجامع الكبير في الفروع للامام المجتهد ابي عبد الله محمد بن الحسن الشيباني الحنفي .... هو كاسمه لجلائل مسائل الفقه جامع كبير قد اشتمل على عيون الروايات ومتون الدرايات

بحیث کاد ان یکون معجزا ولتمام لطائف الفقہ منجزا ..... وکتبوا لہ شروحا وجعلوہ مبینا مشروحا

منہا ..... شرح فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی۔

(۵) سیرۃ المذہب (؟) فی صفۃ الادب لفخر الاسلام علی بن محمد بن الحسین البزدوی الحنفی۔

(۶) کشف الاستار، فی التفسیر للامام البزدوی ہو علی بن محمد المتوفی سنۃ ۴۸۲ھ۔

(۷) مبسوط فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی ..... فی احد عشر مجلدا

(۸) اصول الامام فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی الحنفی المتوفی سنۃ اثنتین وثمانین واربعمائۃ، اولہ الحمد للہ خالق النسم ورازق القسم الخ وہو کتاب عظیم الشان جلیل البرہان محتو علی لطائف الاعتبارات باوجز العبارات تأبی علی الطلبۃ مرامہ واستعصی علی العلماء زمامہ قد انغلقت الفاظہ وخفیت رموزہ والحاظہ فقام جمع من الفحول باعباء توضیحہ وکشف خبیاتہ وتلمیحہ منہم الامام حسام الدین حسین بن علی الصغناقی الحنفی المتوفی سنۃ عشر وسبعمائۃ وسماہ الکافی ذکر فی اخرہ انہ فرغ من تالیفہ فی اواخر جمادی الاولی سنۃ اربع وسبعمائۃ۔ والشیخ الامام علاء الدین عبد العزیز بن احمد البخاری الحنفی المتوفی سنۃ ثلاثین وسبعمائۃ وشرحہ اعظم الشروح واکثرہا افادۃ وبیانا وسماہ کشف الاسرار، اولہ الحمد للہ مصور النسم فی شبکات الارحام الخ۔ والشیخ اکمل الدین محمد بن محمود البابرتی الحنفی المتوفی سنۃ ست وثمانین وسبعمائۃ وسماہ التقریر، اولہ الحمد للہ الذی کمل الوجود بافاضۃ الحکم من آیات کلامہ المجید الخ ذکر فیہ انہ کتاب مشتمل من الاصول علی اسرار لیس لہا من دون اللہ کاشفۃ حدثنی شیخی شمس الدین الاصفہانی انہ حضر عند الامام المحقق قطب الدین الشیرازی یوم موتہ فاخرج کراریس من تحت وسادتہ نحو خمسین قال ہو فوائد جمعت علی کتاب فخر الاسلام تتبعت علیہ زمانا کثیرا ولم اقدر حلہ فخذہا لعل اللہ تعالی یفتح علیک بشرحہ، قال فاشتغلت بہ سنین سرا وجہارا ولم ازل فی تأملہ لیلا ونہارا وعرضت اقیستہ علی قوانین اہل النظر وتعرضت بمقدماتہ بانواع التفتیش والفکر فلم اجد ما یخالفہما الا انتاج من الثانی مع اتفاق مقدمتیہ فی الکیف وذلک ما اشبہہ مما یجوزہ اہل الجدل ثم لم یتہیأ لی شرحہ وتعین طرحہ انتہی،

فبدأ بشرح مختصر يبين ضمائره مهما امكن۔ ومن شروحه شرح الشيخ ابی المکارم احمد بن
حسن الجاربردی الشافعی المتوفی سنة ست واربعين وسبعمائة۔ وشرح الشيخ قوام الدين
الاتراری الحنفی المتوفی فی حدود ستة سبعمائة۔ وشرح الشيخ ابوالبقاء محمد بن احمد بن الضياء
المکی الحنفی المتوفی سنة اربع وخمسين وثمانمائة۔ وشرح الشيخ عمر بن عبد المحسن الارزنجانی
فی مجلدين اوله الحمد لله الذی جعل اصول الشريعة ممهدة المبانی الخ قد ذکر فيه انه
اخذ عن الکردی بواسطة شيخه ظهير الدين محمد بن عمر البخاری وهو شرح بقال
اقول وما عداه من الشروح بقوله کذا۔ ومن التعليقات المختصرة عليه تعليقة الامام
حميد الدين علی بن محمد الضرير الحنفی المتوفی سنة ست وستين وستمائة۔ وتعليقة
جلال الدين رسولا بن احمد التبانی الحنفی المتوفی سنة ثلاث عشرة وسبعمائة۔ ومن
الشروح الناقصة شرح الشيخ شمس الدين محمد بن حمزة الفناری المتوفی سنة اربع وثلاثين
وثمانمائة وهو علی ديباجته فقط۔ وشرح علاء الدين علی بن محمد الشهير بمصنفك
المتوفی سنة خمس وسبعين وسبعمائة وسماه التحرير وشرح المولی محمد بن فرامرز الشهير
بملا خسرو المتوفی سنة خمس وثمانين وثمانمائة ولو تم لفاز المسترشدون به بتمام المرام
وللشيخ قاسم بن قطلوبغا الحنفی المتوفی سنة تسع وسبعين وثمانمائة تخريج احاديثه۔
ومن شروح البزدوی الموضح والشافی۔

میر محمد کتب خانہ آرام باغ، کراچی

مقدمہ
الحزب الاعظم

از

محقق العصر
مولانا محمد عبد الرشید نعمانیؒ

الحزب الأعظم

والورد الأفخم

للعلامة المحدث علی القاری المتوفی ١٠١٤ھ

مع التخریج

للعلامة الشیخ محمد عبد الرشید النعمانی

والترجمة

للشیخ المحدث محمد بدر عالم المیرتھی ثم المدنی

الناشر

مجلس الدعوة والتحقیق الاسلامی

علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن۔ کراتشی۔ باکستان

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل اللیل والنہار خلفۃ لمن اراد ان یذکر او اراد شکوراً، وامر العباد بالدعاء فی الشدۃ والرخاء ثم وعد بالاجابۃ لمن دعاہ تضرعا وخفیۃ فی ای ساعۃ شاء من لیل ونہار غدوۃ وعشیاً واصیلا وبکوراً، والصلوٰۃ والسلام علی سید ولد آدم سید الوری محمد المصطفی الذی حاز قصب السبق فی تعلیم المسئلۃ والدعاء نفاق جمیع الرسل والانبیاء انہ کان عبداً شکوراً وعلیٰ آلہ واصحابہ والدعاۃ الی ملتہ الذین اجتھدوا فی الدعاء والتضرع والابتھال الی اللہ سبحانہ وتعالیٰ حق الاجتہاد فرضی اللہ عنہم ورضوا عنہ واولئک کان سعیہم مشکوراً۔

اما بعد

فان کتاب "الحزب الاعظم والورد الافخم" للامام العلامۃ المحدث المولی علی القاری رحمہ اللہ الباری من احسن ما صنف فی الدعوات الماثورۃ فی القرآن والحدیث و آثار السلف الصالحین التی جرت علی السنۃ الانبیاء والمرسلین والملائکۃ المقربین و عباد اللہ الصالحین سلام اللہ علیہم اجمعین وقد رزق القبول فیما بین الانام من العلماء الاعلام والمشائخ الصوفیۃ الکرام حتی صار وردھم فی اللیالی والایام۔ وھذا الحزب وان جمعہ المؤلف العلام من کتب ائمۃ ھذا الشان کالامام الحافظ محی الدین ابی زکریا یحیی ابن شرف النووی الدمشقی الشافعی والامام المحدث المقری محمد بن محمد بن محمد ابن الجزری الشافعی والامام الحافظ شمس الدین محمد بن عبد الرحمن السخاوی الشافعی والامام العلامۃ الحافظ جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی الشافعی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

لکنہ سرد الادعیۃ کلہا من غیر عزو الی مآخذھا، فطالما کان یختلج فی صدری ان اتتبع مآخذ

و اتفحص مراجعہ واذا ظفرت فیہا بروایۃ اعزوھا الی من خرجہا واسندھا کما ذکرھا صاحب المآخذ

والعہدۃ علیہ وابین المآخذ بعد کل روایۃ۔ اذ تلتمس منی بعض خلص الاخوان السید الشریف

عبد الجمیل البہاولپوری نزیل المدینۃ المنورۃ من اصحاب الشیخ العارف المحدث بدر عالم

المیرتھی ثم المدنی فی تخریج روایات الکتاب فقلت لبیک ذالک بغیتی وملتمسی ولکن الامر بید اللہ

سبحانہ وتعالیٰ فلما شرعت فی التخریج عاقتنی عوائق ولحقتنی عوارض، مرضت فطال مرضی،

اصابنی دوار وکثر نزول الماء فی العین واخذ نی الیرقان فضعفت قوتی وقلت حیلتی ومع ذلک

فلم اظفر علی جمیع المآخذ فکتاب "الکلم الطیب والقول المختار فی الماثور من الدعوات والاذکار"

للحافظ السیوطی لم ارہ، الی الآن واما "الجامع الکبیر" المعروف "بجمع الجوامع" وان لم ارہ ایضاً

لکن الامام المحدث الزاھد علی المتقی رحمہ اللہ قد رتب "الجامعین" لہ فی کتاب سماہ "کنز العمال فی

سنن الاقوال والافعال" وقد طبع وللہ الحمد فاغنانی عن الاصل، وبالجملۃ وقع التاخیر فی

اکمالہ لذلک ثم من اللہ علیّ بالصحۃ والعافیۃ ووفقنی لاکمالہ فی اقصر مدۃ، وتعذر الوقوف

علی اربعۃ من الاحادیث او خمسۃ لعدم الوصول علی مآخذھا۔

و "الحزب الاعظم" قد شرحہ جماعۃ من علماء الدولۃ العثمانیۃ کالشیخ ابراھیم بن

عبد اللہ الساقزی الرومی الحنفی سماہ "فیض الارحم وفتح الاکرم فی شرح الحزب الاعظم"

فرغ منہ سنۃ ۱۱۳۴ھ اربع وثلاثین ومائۃ والف والشیخ احمد بن عمر بن ایوب الازمیری الرومی

الحنفی الواعظ المتوفی سنۃ ۱۱۸۰ھ ثمانین ومائۃ والف سماہ "فتح الرب الاکرم فی شرح الحزب الاعظم"

اولہ الحمد للہ الذی امرنا بالذکر والدعاء، والشیخ محمد بن یوسف الازمیری الحنفی وسماہ

"فتح اللہ الاعلم فی کشف اسرار الحزب الاعظم" اولہ الحمد للہ الذی وفقنا لبیان الحزب

الاعظم، والشیخ محمد بن محمود بن صالح بن حسن الطربزونی المدرس بجامع السلیمانیہ

الشہیر بالمدنی المتوفی سنۃ ۱۲۰۰ھ مائتین والف سماہ "الدر المنظم فی شرح الحزب الاعظم"

اوله الحمد لله الذی اجاب من دعا، ذکر هذه الشروح الاربعة اسماعیل باشا البغدادی فی کتابه "ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون" ولم ار واحدا منها سوی الاول فقد رأیت منه نسخة خطیة فی خزانة صاحب العلم وهب الله شاه فی قریة "پیر جهنڈو" بالسند۔

ولبعض علماء الهند تعلیقات وجیزة علی "الحزب الاعظم" ملتقطة من الشرح طبعت بهوامش نسخة "الحزب" المطبوعة فی المطبعة النظامیة بکانبور بالهند سنة ۱۲۷۹ھ تسع و سبعین ومائتین والف، وترجم "الحزب" وحشاه بالاردویة بعض علماء الهند ایضا تحت اشراف المولوی نور محمد مدیر اصح المطابع وکارخانه تجارت کتب بدهلی بالهند وطبعت هذه الترجمة مع الحواشی بدهلی وبکراتشی ثم ترجم "الحزب" فی الاردویة مولانا الشیخ العالم الکبیر الورع الزاهد محمد بدر عالم المحدث وهی من احسن تراجمها واشار الشیخ رحمه الله فی الهوامش الی تخریج احادیث "الحزب" ایضا وقد فاته شئ کثیر قدر الثلث او ازید منه مع انه ربما یشیر فی التخریج الی اصل الحدیث مع تفاوت فی اللفظ ولعل ذلک لانه کان حینئذ علیلا صاحب الفراش واستدرک علیه تلمیذه الشریف محمد طیب الهزاروی فذکر کثیرا مما فاته وسلک علی منوال شیخه فی العزو مع اوهام وقعت له وسماه "ارشاد بدر العالم لتخریج الحزب الاعظم" وقد طبع حالا بلاهور، وترجمة الشیخ طبعت مرارا بکراتشی باکستان۔

والادعیة المذکورة فی "الحزب" زهاء خمس مائة دعاء کما صرح به المؤلف رحمه الله فی "الحرز الثمین" حیث قال (وقد جمعت الادعیة المطلقة فی "الحزب الاعظم" واظن انه وصل خمس مائة دعاء) ولم یعلم ان مراده مع الصلوات او بدونها والله اعلم کذا فی هامش النسخة المطبوعة بالمطبعة النظامیة نقلا عن الشرح (ص ۶۱)

وهذه الادعیة کلها منقولة من الکتب السبعة التی ذکرها المؤلف فی مقدمة "الحزب" فاما "الاذکار للنووی" فقال رحمه الله تعالی فی مقدمته (واقتصر فی هذا

الکتاب علی الاحادیث التی فی الکتب المشهورة التی ھی اصول الاسلام وھی خمسة صحیح البخاری وصحیح مسلم وسنن ابی داؤد والترمذی والنسائی وقد اروی یسیرًا من الکتب المشهورة غیرها، واما الاجزاء والمسانید فلست انقل منها شیئًا الا فی نادر من المواطن ولا اذکر من الاصول المشهورة ایضًا من الضعیف الا نادرًا مع بیان ضعفه وانما اذکر فیه الصحیح غالبا فلهذا ارجوان یکون هذا الکتاب اصلا معتمدًا)

واما "الحصن[1] للجزری" فقد صرح المصنف رحمه الله تعالیٰ فی مقدمته (انی ارجو ان یکون جمیع ما فیه صحیحًا)

واما "الکلم الطیب" للسیوطی رحمه الله تعالیٰ فلم اقف علیه واما "الجامعین" له فقال فی مقدمة "الجامع الصغیر" (صنته عما تفرد به وضاع اوکذاب) واما "الجامع الکبیر" المسمی "بجمع الجوامع" فقال فی مقدمته (اتبع من الحدیث بذکر من خرجه من الائمة اصحاب الکتب المعتبرة..... سالکا طریقة یعرف منها صحة الحدیث وحسنه وضعفه..... ورمزت للبخاری (خ) ولمسلم (م) ولابن حبان (حب) وللحاکم فی مستدرکه (ك) وللضیاء المقدسی فی المختارة (ض) وجمیع ما فی هذه الکتب الخمسة صحیح فالعزو الیها معلم بالصحة سوی ما فی "المستدرك" من المتعقب فانبه علیه، وکذا ما فی "موطا مالك" وصحیح ابن خزیمة وابی عوانة وابن السکن والمنتقی لابن الجارود والمستخرجات فالعزو الیها معلم بالصحة ایضًا، ورمزت لابی داؤد د) قلت کذا فی نسخة "الکنز" المطبوعة فی مطبعة دائرة المعارف النظامیة بحیدرآباد دکن بالهند سنه ۱۳۱۲ھ وزاد فی مقدمة "منتخب کنز العمال" (ت) للترمذی (ن) للنسائی ولابن ماجه (ه)

---

[1] "الحصن" قد ترجمه وشرحه بالاردویة الاخ الشفیق المولوی محمد عبد العلیم الندوی سلمه الله تعالیٰ ورعاه وسموه "احسن تراجمه وشرحه بالاردویة وقد طبع تحت اشراف صدیقنا بشیر محمد مدیر "کارخانه تجارت کتب" آرام باغ بکراتشی باکستان۔

ولابی داؤد الطیالسی (ط) ولاحمد (حم) ولزیادات ابنہ عبد اللہ (عم) ولعبد الرزاق (عب) ولسعید بن منصور (ص) ولابن ابی شیبۃ (ش) ولابی یعلی (ع) وللطبرانی فی الکبیر (طب) وفی الاوسط (طس) کذا فی الاصل وزاد فی مقدمۃ "المنتخب" (طص) لہ فی الصغیر" وللدارقطنی (قط) فان کان فی السنن اطلقت والا بینتہ ولابی نعیم فی "الحلیۃ" (حل) وللبیہقی (ق) فان کان فی السنن اطلقت والا بینتہ ولہ فی "شعب الایمان" (ھب) وھذہ فیھا الصحیح والحسن والضعیف فابینہ غالبا وکل ما کان فی مسند" احمد" فھو مقبول فان الضعیف الذی فیہ یقرب من الحسن و للعقیلی فی" الضعفاء" (عق) ولابن عدی فی" الکامل" (عد) وللخطیب (خط) فان کان فی تاریخہ اطلقت والا بینتہ ولابن عساکر (کر) وکل ما عزی لھؤلاء الاربعۃ او للحکیم الترمذی فی نوادر الاصول" او للحاکم فی تاریخہ" او لابن الجارود فی" تاریخہ" او للدیلمی فی "مسند الفردوس" فھو ضعیف فیستغنی بالعزو الیھا او الی بعضھا عن بیان ضعفہ۔

واما القول البدیع للسخاوی رحمہ اللہ تعالی فقال فی مقدمتہ: سألنی بعض الاصدقاء المحبین ..... ان اجمع کتابا فی الصلوۃ علی سید البشر ...... یکون عمدۃ لمن رجع الیہ ..... معقبا کل حدیث بعزوہ لمن رواہ، مبینا غالبا صحتہ او حسنہ او ضعفہ لدفع الاشتباہ)

والادعیۃ المذکورۃ فی" الحزب الاعظم" اکثرھا قد وردت فی روایات صحیحۃ او حسنۃ وبعضھا جاءت فی روایات ضعیفۃ، والموضوع لا یکاد یوجد فیھا الا نادرا کما ستری فی ھذا التخریج۔ وقد صرح العلماء من المحدثین والفقھاء وغیرھم یجوز بل یستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترھیب والاذکار والادعیۃ بالحدیث الضعیف ما لم یکن موضوعا۔

Scanned by CamScanner

واما ترجمة المصنف فقد اطال فيها الاخ الشقيق البحاثة الكبير المحقق العلامة محمد عبد الحليم الچشتی سلمه الله تعالیٰ وابقاه واوصله الی ما یتمناه فی کتابه "البضاعة المزجاة لمن یطالع المرقاة فی شرح المشکوٰة ونشرته" المکتبة الامدادیة" بملتان (باکستان) فاغنانا عن الکتابة فیها۔

وسمیته" فتح الاعز الاکرم لتخریج الحزب الاعظم" والمسئول من الله سبحانه ان یتقبله منی بفضله العمیم وان یجعلنی واهلی وذریتی ومشائخی من ورثة جنة النعیم وصلی الله تعالی علی اشرف الخلق سیدنا محمد رسوله الکریم وعلیٰ اٰله واصحابه الذین فازوا الفوز العظیم وهدوا الی الصراط المستقیم۔

محمد عبد الرشید النعمانی

۱۸ شوال سنہ ۱۳۹۹ھ

مقدمہ

تبییض الصحیفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفہؒ

از

محقق العصر

مولانا محمد عبد الرشید نعمانیؒ

للشيخ الإمام العلامة حافظ عصره ووحيد دهره

أبي الفضل جلال الدين عبد الرحمن أبي بكر السيوطي

الشافعي المتوفى سنة ٩١١ هجرية رحمه الله

قدم له

فضيلة الشيخ المحدث عبد الرشيد النعماني حفظه الله تعالى

وعلق عليه

فضيلة الشيخ المفتي محمد عاشق إلهي البرني حفظه الله تعالى

من منشورات

إدارة القرآن والعلوم الإسلامية

٤٣٧، دي جي اي كراتشي ٥ باكستان

بسم الله الرحمن الرحيم

۳۹۱۹۱

الحمد لله على آلائه والصلاة والسلام على سيدنا محمد خاتم أنبيائه وعلى آله وصحبه نخبة أصفيائه وأوليائه .

أما بعد :

فإن أخانا الشيخ العالم نعيم أشرف سلمه الله وأبقاه ووفقني وإياه لما يحبه ويرضاه قال لي إن إدارة القرآن الكريم والعلوم الإسلامية تريد أن تنشر كتاب « تبييض الصحيفة » للحافظ الجلال السيوطي فاكتبوا كلمةً على مكانة الإمام أبي حنيفة النعمان - تغمده الله برحمته والرضوان - في الحديث النبوي الشريف نضيفها إلى الكتاب مقدمة له لكي تنجلي غياهب الظلمات التي أثارها الخصوم حول حفظ أبي حنيفة وثقته في الحديث . فإسعافاً لمأموله - وفقه الله - كتبت هذه السطور سائلاً الله تعالى أن يتقبلها ويجعلها ذخراً لآخرتي وخير مأمول وبالإجابة جدير .

الفقير إليه تعالى

(محمد عبد الرشيد النعماني غفر الله له)

يوم الأربعاء ۱۳/ شوال سنة ۱٤۱۰ هـ

Scanned by CamScanner

بسم الله الرحمن الرحيم

مكانة الإمام الأعظم أبى حنيفة -رحمه اللّٰه تعالى- فى علم الحديث

ثناء الذهبي على أبي حنيفة

إن مِن أصدق كلمة قالها الإمام الذهبي رحمه الله ـ وهومن أهل الاستقراء التام فى نقد الرجال ـ قوله: فى ترجمة العلامة الإمام فقيه العراق حماد بن أبي سليمان رحمه الله تعالى: من كتابه "سير أعلام النبلاء" :

"فأفقه أهل الكوفة على وابن مسعود، وأفقه أصحابهما علقمة، وأفقه أصحابه إبراهيم، وأفقه أصحاب إبراهيم حماد، وأفقه أصحاب حماد أبوحنيفة، وأفقه أصحابه أبويوسف، وانتشر أصحاب أبي يوسف في الآفاق، وأفقههم محمد؛ وأفقه أصحاب محمد أبوعبدالله الشافعي رحمهم الله تعالى"(١).

وقال في ترجمة أبي حنيفة رضي الله تعالى عنه:

"الإمام، فقيه الملة، عالم العراق، أبوحنيفة...(٢) وعنى بطلب الآثار، وارتحل في ذلك، وأما الفقه والتدقيق في الرأي وغوامضه، فإليه المنتهى، والناس عليه عيال فى ذلك(٣).

---

(١) سير أعلام النبلاء: ج ٥، ص : ٢٣٦، الطبعة الثالثة، بيروت، ١٤٠٥هـ .

(٢) نفس المصدر: ج ٦، ص: ٣٩٠ .

(٣) نفس المصدر: ج ٦، ص: ٢٩٢ .

Scanned by CamScanner

وقال أيضا:

الإمامة فى الفقه ودقائقه مسلمة إلى هذا الإمام، وهذا أمر لا شك فيه .

وليس يصح فى الأذهان شيئ إذا احتاج النهار إلى دليل [١]

وقال فى ترجمة الإمام مالك رحمه الله بعد أن نقل عن الإمام الشافعي رحمه الله تعالى أنه قال: "العلم يدور على ثلاثة، مالك، والليث، وابن عيينة".

ما نصه:

"قلت: بل وعلى سبعة معهم، وهم: الأوزاعي، والثوري، ومعمر، وأبوحنيفة، وشعبة، والحمادان" [٢] .

وذكر فى ترجمته أيضاً، عن الإمام أبي يوسف أنه قال:

"ما رأيت أعلم من أبي حنيفة، ومالك، وابن أبي ليلى" [٣] .

ولما ذكر فى ترجمته الأسطورة التي تعزى إلى محمد والشافعي رحمهما الله تعالى فى مقارنة علم مالك وأبي حنيفة رحمهما الله تعالى ما نصها:

"ابن عبد الحكم سمعت الشافعي يقول: قال لي محمد: أيهما أعلم صاحبنا أم صاحبكم؟ يعني أبا حنيفة ومالكاً، قلت: على الإنصاف؟ قال: نعم، قلت: أنشدك بالله، من أعلم بالقرآن؟ قال: صاحبكم، قلت: من أعلم بالسنة؟ قال: صاحبكم، قلت: فمن أعلم بأقاويل الصحابة

(١) نفس المصدر: ج: ٦، ص: ٤٠٣ .

(٢) نفس المصدر: ج: ٨ ص: ٩٤ .

(٣) نفس المصدر: ج: ٨ ص: ٩٤ .

والمتقدمين؟ قال: صاحبكم، قلت: فلم يبق إلا القياس، والقياس لا يكون إلا علىٰ هذه الأشياء، فمن لم يعرف الأصول، على أيّ شيئ يقيس"؟.

انتقد عليها قائلاً:

"قلت: وعلى الإنصاف، لوقال قائل: بل هما سواء في علم الكتاب، والأول أعلم بالقياس، والثاني أعلم بالسنة، وعنده علم جمّ من أقوال كثير من الصحابة، كما أن الأول أعلم بأقاويل عليّ، وابن مسعود وطائفة ممن كان بالكوفة من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، فرضي الله عن الإمامين، فقد صرنا فى وقت لا يقدر الشخص على النطق بالإنصاف، نسأل الله السلامـة" (١).

وقال أيضاً فى ترجمته ما نصه:

"فالمقلَّدون صحابة رسول الله ﷺ، بشرط ثبوت الإسناد إليهم، ثم أئمة التابعين كعلقمة، ومسروق، وعبيدة السلماني، وسعيد بن المسيب، وأبي الشعثاء، وسعيد بن جبير، وعبيد الله بن عبد الله، وعروة، والقاسم، والشعبي، والحسن، وابن سيرين. وإبراهيم النخعي.

ثم كالزهري، وأبي الزناد، وأيوب السختياني، وربيعة وطبقتهم.

ثم كأبي حنيفة، ومالك، والأوزاعي، وابن جريج، ومعمر، وابن أبي عروبة، وسفيان الثوري، والحمادين، وشعبة، والليث، وابن الماجشون، وابن أبي ذئب.

---

(١) سير أعلام النبلاء: ج: ٨: ص: ١١٢ و١١٣.

Scanned by CamScanner

ثم كابن المبارك، ومسلم الزنجي، والقاضي أبي يوسف، والهقل بن زياد، ووكيع، والوليد بن مسلم، وطبقتهم .

ثم كالشافعي، وأبي عبيد، وأحمد، وإسحاق، وأبي ثور، والبويطي وأبي بكر بن أبي شيبة .

ثم كالمزني، وأبي بكر الأثرم، والبخاري، وداود بن علي، ومحمد بن نصر المروزي، وإبراهيم الحربي، وإسماعيل القاضي .

ثم كمحمد بن جرير الطبري، وأبي بكر بن خزيمة، وأبي عباس بن سريج، وأبي بكر بن المنذر، وأبي جعفر الطحاوي، وأبي بكر الخلال .

ثم من بعد هذا النمط تناقص الاجتهاد، ووضع المختصرات، وأخلد الفقهاء إلى التقليد، من غير نظر في الأعلم بل بحسب الاتفاق، والتشهي، والتعظيم، والعادة والبلد . فلوأراد الطالب اليوم أن يتمذهب في المغرب لأبي حنيفة، لعسر عليه، كما لوأراد أن يتمذهب لابن حنبل ببخارى، وسمرقند، لصعب عليه، فلا يجيئ منه حنبلي، ولا من المغربي حنفي، ولا من الهندي مالكي اهـ .[1] .

وقال فى ترجمة يحيى بن آدم بعد ما نقل عن محمد بن غيلان قال :

"سمعت أبا أسامة يقول. كان عمر فى زمانه رأس الناس، وهو جامع، وكان بعده ابن عباس فى زمانه، وبعده

---

(١) سير أعلام النبلاء . ج : ٨ ، ص : ٩١ و ٩٢ .

Scanned by CamScanner

الشعبي فى زمانه، وكان بعده سفيان الثوري، وكان بعد الثوري يحيى بن آدم ".

ما نصه:

قلت: قد كان يحيى بن آدم من كبار أئمة الاجتهاد، وقد كان عمر كما قال فى زمانه، ثم كان علي وابن مسعود، ومعاذ، وأبو الدرداء، ثم كان بعدهم فى زمانه زيد بن ثابت، وعائشة، وأبو موسى، وأبو هريرة، ثم كان ابن عباس، وابن عمر، ثم علقمة، ومسروق، وأبو إدريس، وابن المسيب، ثم عروة، والشعبي، والحسن، وإبراهيم النخعي، ومجاهد، وطاووس، وعدة، ثم الزهري، وعمر بن عبد العزيز، وقتادة، وأيوب، ثم الأعمش، وابن عون، وابن جريج، وعبيد الله بن عمر، ثم الأوزاعي، وسفيان الثوري، ومعمر، وأبو حنيفة، وشعبة، ثم مالك، والليث، وحماد بن زيد، وابن عيينة، ثم ابن المبارك، ويحيى القطان، ووكيع، وعبد الرحمن، وابن وهب، ثم يحيى بن آدم، وعفان، والشافعي وطائفة، ثم أحمد، وإسحاق، وأبو عبيد، وعلي بن المديني، وابن معين، ثم أبو محمد الدارمي، ومحمد بن إسماعيل البخاري، وآخرون من أئمة العلم والاجتهاد (١).

وقال فى ترجمة ابن حزم بعد نقل قوله:

"أنا أتبع الحق، وأجتهد ولا أتقيد بمذهب"

مانصه:

"قلت: نعم، من بلغ رتبة الاجتهاد، وشهد له بذلك

---

(١) سير أعلام النبلاء ج - ٩ ص ٥٢٥ .

Scanned by CamScanner

عدة من الأئمة، لم يسغ له أن يقلد، كما أن الفقيه المبتدئ والعامي الذي يحفظ القرآن أو كثيرا منه لا يسوغ له الاجتهاد أبدا، فكيف يجتهد؟ وما الذي يقول؟ وعلام يبني؟ وكيف يطير ولما يُرَيَّش؟. والقسم الثالث: الفقيه المنتهي اليقظ الفهم المحدث، الذي قد حفظ مختصرا فى الفروع، وكتابا فى قواعد الأصول، وقرأ النحو، وشارك فى الفضائل مع حفظه لكتاب الله وتشاغله بتفسيره وقوة مناظرته، فهذه رتبة من بلغ الاجتهاد المقيد، وتأهل للنظر فى دلائل الأئمة، فمتى وضح له الحق فى مسألة، وثبت فيها النص، وعمل بها أحد الأئمة الأعلام كأبي حنيفة مثلاً، أو كمالك، أو الثوري، أو الأوزاعي، أو الشافعي، وأبي عبيد، وأحمد، وإسحاق، فليتبع فيها الحق ولا يسلك الرخص، وليتورع، ولا يسعه فيها بعد قيام الحجة عليه تقليد (١).

وقد سرد الإمام الحافظ الذهبي فى ترجمة أبي حنيفة رحمه الله تعالى الأسطورة التي رواها الخطيب البغدادي فى "تاريخه" عن أبي يوسف عن أبي حنيفة فى ابتداء طلبه العلم واختياره الفقه من بين سائر العلوم وحكم عليها بالوضع والاختلاق فأفاد وأجاد، قال رحمه الله تعالى:

"أخبرنا ابن علان كتابةً، أنبأنا الكندي، أنبأ القزاز، أنبأنا الخطيب، أنبأنا الخلال، أنبأنا علي بن عمروالحريري، حدثنا علي بن محمد بن كأس النخعي، حدثنا محمد بن محمود الصيدناني، حدثنا محمد بن شجاع بن الثلجي، حدثنا الحسن بن أبي مالك، عن أبي يوسف قال: قال أبوحنيفة: لما أردت طلب العلم، جعلت أتخير العلوم وأسأل

---

(١) سير أعلام النبلاء ج - ١٨ ص ١٩١ .

Scanned by CamScanner

عن عواقبها، فقيل: تعلم القرآن، فقلت: إذا حفظته فما يكون آخره؟ قالوا: تجلس فى المسجد، فيقرأ عليك الصبيان والأحداث، ثم لا يلبث أن يخرج فيهم من هوأحفظ منك أومساويك فتذهب رئاستك .

قلت: من طلب العلم للرئاسة قد يفكر فى هذا، وإلا فقد ثبت قول المصطفى صلوات الله عليه: "أفضلكم من تعلم القرآن وعلمه" يا سبحان الله ! وهل محل أفضل من المسجد؟ وهل نشر لعلم يقارب تعليم القرآن؟ كلا والله ـ وهل طلبة خير من الصبيان الذين لم يعملوا الذنوب؟. وأحسب هذه الحكاية موضوعة، ففي إسنادها من ليس بثقة .

"تتمة الحكاية": قال: قلت: فإن سمعت الحديث وكتبته حتى لم يكن فى الدنيا أحفظ مني؟ قالوا: إذا كبرت، وضعفت؛ حدثت واجتمع عليك هؤلاء الأحداث والصبيان، ثم لم تأمن أن تغلط، فيرموك بالكذب، فيصير عاراً عليك فى عقبك، فقلت: لا حاجة لي فى هذا .

قلت: الآن كما جزمت بأنها حكاية مختلقة، فإن الإمام أباحنيفة طلب الحديث وأكثر منه فى سنة مائة وبعدها ولم يكن إذ ذاك يسمع الحديث الصبيان، هذا اصطلاح وجد بعد ثلاث مائة سنة، بل كان يطلبه كبار العلماء؛ بل لم يكن للفقهاء علم بعد القرآن سواه ولا كانت دوّنت كتب الفقه أصلا .

ثم قال: قلت: أتعلم النحو، فقلت: إذا حفظت النحووالعربية، ما يكون آخر أمري ؟ قالوا: تقعد معلماً فأكثر رزقك ديناران إلى ثلاثة . قلت: وهذا لا عاقبة له،

Scanned by CamScanner

قلت: فإن نظرت فى الشعر فلم يكن أحد أشعر مني ؟ قالوا: تمدح هذا فيهب لك، أويخلع عليك، وإن حرمك هجوته .
قلت: لا حاجة فيه، قلت: فإن نظرت فى الكلام، ما يكون آخر أمره ؟ قالوا: لا يسلم من نظر فى الكلام من مشنعات الكلام، فيرمى بالزندقة، فيقتل، أويسلم مذموماً .

قلت: قاتل الله من وضع هذه الخرافة، وهل كان فى ذلك الوقت وجد علم الكلام ؟ !.

قال: قلت: فإن تعلمت الفقه ؟ قالوا: تسأل وتفتى الناس، وتطلب للقضاء، وإن كنت شاباً . قلت: ليس فى العلوم شيئ أنفع من هذا، فلزمت الفقه وتعلمته (١) .

وقال الحافظ الذهبي فى ترجمة الإمام سفيان الثوري من كتابه "تذكرة الحفاظ" معلقاً على قوله رحمه الله تعالى:

"ليس طلب الحديث من عُدّة الموت لكنه علة يتشاغل بها الرجل"

ما نصه:

قلت: صدق والله، إن طلب الحديث شيئ غير الحديث، فطلب الحديث اسم عرفى لأمور زائدة على تحصيل ماهية الحديث، وكثير منها مراق إلى العلم، وأكثرها أمور يشغف بها المحدث، من تحصيل النسخ المليحة، وتطلب العالي، وتكثير الشيوخ، والفرح بالألقاب، والثناء، وتمنى العمر الطويل ليروي، وحب التفرد، إلى أمور عديدة لازمة للأغراض النفسانية، لا الأعمال الربانية، فإذا كان طلبك الحديث النبوي محفوفاً بهذه الآفات فمتى خلاصك منها إلى الإخلاص ؟ ! وإذا كان علم الآثار مدخولاً، فما ظنك بعلم

(١) سير أعلام النبلاء ج - ٦ ، ص : ٣٩٥ حتى ٣٩٧ .

المنطق والجدل و حكمة الأوائل التي تسلب الإيمان، وتورث الشكوك والحيرة ؟ التي لم تكن والله من علم الصحابة ولا التابعين، ولا من علم الأوزاعي، والثوري، ومالك وأبي حنيفة، وابن أبي ذئب، وشعبة، ولا والله عرفها ابن المبارك ولا أبويوسف القائل: "من طلب الدين بالكلام تزندق"، ولا وكيع، ولا ابن مهدي، ولا ابن وهب، ولا الشافعي، ولا عفان، ولا أبوعبيد ولا ابن المديني، وأحمد، وأبوثور، والمزني، والبخاري، والأثرم، ومسلم، والنسائي، وابن خزيمة، وابن سريج، وابن المنذر، وأمثالهم بل كانت علومهم القرآن، والحديث، والفقه، والنحو، وشبه ذالك . نعم، وقال سفيان أيضاً: فيما سمعه منه الفريابي: "ما من عمل أفضل من طلب الحديث إذا صحت النية" اهـ (١) .

وقال فى خاتمة الطبقة الخامسة التي ذكر فيها أبا حنيفة ومالكا والأوزاعي، وسفيان:

"وفى زمان هذه الطبقة، كان الإسلام وأهله فى عز تام، وعلم غزير وكان فى هذا الوقت من الفقهاء، كأبي حنيفة، ومالك، والأوزاعي الذين مروا" (٢) .

قلت: فقد ثبت مما نقلناه من تصريحات الحافظ الذهبي أمور:

(١) كانت علوم أبي حنيفة رحمه الله: القرآن، والحديث، والفقه، والنحو، وشبه ذالك .

(٢) إن الإمام أبا حنيفة طلب الحديث وأكثر منه فى سنة مائة

---

(١) تذكرة الحفاظ : ج : ١ ص : ٢٠٤ و ٢٠٥ ، الطبعة الثالثة بمطبعة دائرة المعارف العثمانية بحيدر آباد الدكن ، الهند ١٣٧٥هـ .

(٢) نفس المصدر : ج : ١ ، ص : ٢٤٤ .

Scanned by CamScanner

وبعدها، بل لم يكن للفقهاء علم بعد القرآن سواه، وقد عنى الإمام بطلب الآثار، وارتحل فى ذلك .

(٣) وكان أعلم بأقاويل عليّ، وابن مسعود، وطائفة ممن كان بالكوفة من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم .

(٤) وكان من الأئمة العشرة الذين يدور عليهم العلم فى ذلك العصر، فهوقرين مالك، والأوزاعي، والثوري، والليث، وابن عيينة، ومعمر، وشعبة، والحمادين، فى علم الكتاب والسنة .

(٥) وكان من كبار أئمة الاجتهاد وأحد الأئمة الأعلام وإليه المنتهى فى الفقه والناس عيال عليه فى ذلك .

فهذا رأىُ مؤرخ الإسلام الحافظ الناقد البصير شمس الدين الذهبي الذي هومن أهل الاستقراء التام فى نقد الرجال فى حق إمامنا الأعظم أبي حنيفة النعمان رضي الله تعالى عنه .

ثناء ابن تيمية على أبي حنيفة

ويقول شيخه ابن تيمية الشيخ الإمام، العلامة، الحافظ، الناقد، الفقيه، المفسر، شيخ الإسلام تقي الدين، أبوالعباس أحمد بن عبد الحليم الحراني، البارع فى الرجال، وعلل الحديث فى كتابه:"منهاج السنة النبوية فى نقض قول الشيعة والقدرية"، ما نصه:

"وهؤلاء أهل العلم، الذين يبحثون الليل والنهار عن العلم، وليس لهم غرض مع أحد بل يرجحون قول هذا الصحابي تارة، وقول هذا الصحابي تارة، بحسب ما يرونه من أدلة الشرع، كسعيد بن المسيب، وفقهاء المدينة مثل عروة بن الزبير، والقاسم بن محمد، وعلي بن الحسين، وأبي بكر بن

عبد الرحمن، وعبيد الله بن عبد الله بن عتبة، وسليمان بن يسار، وخارجة ابن زيد وسالم بن عبد الله بن عمر، وغير هؤلاء، ومن بعدهم، كابن شهاب الزهري، ويحي بن سعيد، وأبي الزناد، وربيعة، ومالك بن أنس، وابن أبي ذئب، وعبد العزيز الماجشون وغيرهم .

ومثل طاووس اليماني، ومجاهد، وعطاء، وسعيد بن جبير، وعبيد بن عمير، وعكرمة مولى ابن عباس، ومن بعدهم، مثل عمروبن دينار، وابن جريج، وابن عيينة وغيرهم من أهل مكة .

ومثل الحسن البصري، ومحمد بن سيرين، وجابر بن زيد أبي الشعثاء، ومطرف بن عبد الله بن الشخير، ثم أيوب السختياني، وعبد الله بن عون، وسليمان التيمي، وقتادة، وسعيد بن أبي عروبة، وحماد بن سلمة، وحماد بن زيد .

وأمثالهم مثل علقمة، والأسود، وشريح القاضي، وأمثالهم ثم إبراهيم النخعي، وعامر الشعبي، والحكم بن عتيبة، ومنصور بن المعتمر إلى سفيان الثوري، وأبي حنيفة، وابن أبي ليلى، وشريك، إلى وكيع بن الجراح، وأبي يوسف، ومحمد بن الحسن وأمثالهم .

ثم الشافعي، وأحمد بن حنبل، وإسحاق بن راهويه، وأبوعبيد القاسم بن سلام، والحميدي عبد الله بن الزبير، وأبوثور، ومحمد بن نصر المروزي، ومحمد بن جرير الطبري، وأبوبكر بن المنذر (١) .

فقد عدّ الحافظ ابن تيمية أبا حنيفة، وصاحبيه أبا يوسف، ومحمد

---

(١) منهاج السنة : ج : ٣ ، ص : ١٤٢ ، طبع بولاق مصر ، ١٣٢٢هـ .

Scanned by CamScanner

ابن الحسن فى أهل العلم الذين يبحثون الليل والنهار عن العلم وليس لهم غرض مع أحد، بل يرجحون قول هذا الصحابي تارة، وقول هذا الصحابي تارة، بحسب ما يرونه من أدلة الشرع وسرد أسماء قرنائهم، وصرح فى موضع آخر من كتابه هذا أن: "أبا حنيفة وأصحابه ممن له فى الأمة لسان صدق من علمائها" (١) .

وقال فى موضع آخر، ما نصه:

"فقد جاء بعد أولئك فى قرون الأمة من يعرف كل أحد زكائهم وذكاءهم، مثل سعيد بن المسيب، والحسن البصري، وعطاء بن أبي رباح، وإبراهيم النخعي، وعلقمة، والأسود، وعبيدة السلماني، وطاووس، ومجاهد، وسعيد بن جبير، وأبي الشعثاء جابر بن زيد، وعلي بن زيد، وعلي بن الحسين، وعبيد الله بن عبد الله بن عتبة، وعروة بن الزبير، والقاسم بن محمد بن أبي بكر، وأبي بكر بن عبد الرحمن بن الحارث بن هشام، ومطرف ابن الشخير، ومحمد بن واسع، وحبيب العجمي، ومالك بن دينار، ومكحول، والحكم بن عتيبة، ويزيد ابن أبي حبيب ومن لا يحصى عددهم إلا الله .

ثم بعدهم أيوب السختياني، وعبد الله بن عون، ويونس ابن عبيد، وجعفر بن محمد، والزهري، وعمروبن دينار، ويحي بن سعيد الأنصاري، وربيعة بن أبي عبد الرحمن، وأبوالزناد، ويحيى بن أبي كثير، وقتادة، ومنصور بن المعتمر، والأعمش، وحماد بن أبي سليمان، وهشام الدستوائي، وسعيد بن أبي عروبة .

---

(١) منهاج السنة : ج : ٤ ، ص : ٧٧ .

Scanned by CamScanner

ومن بعد هؤلاء مثل مالك بن أنس، وحماد بن زيد، وحماد بن سلمة، و الليث بن سعد، والأوزاعي، وأبي حنيفة، وابن أبي ليلى، وشريك، وابن أبي ذئب، وابن الماجشون.

ومن بعدهم مثل يحي بن سعيد القطان، وعبد الرحمن بن مهدي، ووكيع بن الجراح، وعبد الرحمن بن القاسم، وأشهب بن عبد العزيز، وأبي يوسف، ومحمد بن الحسن، والشافعي، وأحمد بن حنبل، وإسحاق بن راهويه، وأبي عبيد، وأبي ثور، ومن لا يحصى عدده إلا الله تعالى، ممن ليس لهم غرض فى تقديم غير الفاضل، لا لأجل رئاسة ولا مال، وممن هم من أعظم الناس نظراً فى العلم وكشفاً لحقائقه.اهـ (١) .

وقال فى موضع آخر:

"أئمة أهل الحديث والتفسير، والتصوف، والفقه، مثل الأئمة الأربعة وأتباعهم" (٢) .

وقال رحمه الله أيضا فى موضع آخر:

"أئمة الإسلام المعروفون بالإمامة فى الدين كمالك، والثوري، والأوزاعي، والليث بن سعد، والشافعي، وأحمد، وإسحاق، وأبي حنيفة، وأبي يوسف" (٣) .

وقال رحمه الله أيضا ما نصه :

"وهذا مذهب الأئمة المتبوعين مثل مالك بن أنس،

---

(١) منهاج السنة : ج ١ ص ١٦٧ و ١٦٨ .

(٢) نفس المصدر : ج ١ ، ص ١٧٢ و ١٧٣ .

(٣) نفس المصدر : ج ١ ، ص ٢١٥ و ٢١٦ .

Scanned by CamScanner

والثوري، والليث بن سعد، والأوزاعي، وأبي حنيفة، والشافعي، وأحمد بن حنبل، وإسحاق، وداود، ومحمد بن خزيمة، ومحمد بن نصر المروزي، وأبي بكر ابن المنذر، ومحمد بن جرير الطبري، وأصحابهم" (١).

فمن يقرأ تراجم هؤلاء العلماء الأعلام والأئمة البررة الكرام فى كتب الرجال والتواريخ يذعن لجلالتهم وإمامتهم، والحافظ ابن تيمية يعد الإمام أبا حنيفة وصاحبيه فى زمرة هؤلاء الكبار، ويصفهم تارة بـ «الأئمة المتبوعين» وتارة بـ «أئمة الإسلام المعروفين بالإمامة فى الدين»، ومرة: بـ «أئمة أهل الحديث والتفسير والتصوف والفقه»، ومرة يقول: «هم من أعظم الناس نظراً فى العلم وكشفاً لحقائقه، ويعرف كل أحد زكاء هم وذكاء هم» وأخرى يصفهم: بـ «أنهم الذين يبحثون الليل والنهار عن العلم» فمن يكون موصوفاً بهذه الصفات العليا، فلا تسأل عن إمامته فى الحديث، وثقاهته فى الرواية، وكثرة إتقانه وضبطه وحفظه وبراعته وتضلعه فى علوم الكتاب والسنة، فهؤلاء الذين قد جاوزوا القنطرة، ووصلوا ذروة الكمال فى العلم، وكتب الرجال والطبقات مشحونة بذكر فضائلهم ومناقبهم، وسارت الركبان بمآثرهم ومعاليهم، وقد جعل الله لهم لسان صدق فى الآخرين، وجرت على أقاويلهم الفتاوى، وتبعتهم الأمة، فلا يقبل فى هؤلاء قول كل قائل يرميهم بسوء أوتقصير فى العلم والرواية، والله يقول الحق وهويهدي السبيل.

وهؤلاء هم الذين يقول فيهم ابن الصلاح الإمام الحافظ المفتي شيخ الإسلام تقي الدين أبو عمرو عثمان بن صلاح الدين عبد الرحمن الكردي الشهرزوري الشافعي فى كتابه المشهور"علوم الحديث":

" فمن اشتهرت عدالته بين أهل النقل من أهل العلم

---

(١) منهاج السنة: ج: ١ ص ١٧٣.

Scanned by CamScanner

وشاع الثناء عليه بالثقة والأمانة استغنى فيه بذلك عن بينة شاهدة بعدالته تنصيصاً. وهذا هو الصحيح فى مذهب الشافعي وعليه الاعتماد فى فن أصول الفقه.

وممن ذكر ذلك من أهل الحديث أبو بكر الخطيب الحافظ ومثل ذلك بمالك وشعبة والسفيانين والأوزاعي والليث وابن المبارك ووكيع وأحمد بن حنبل ويحيى بن معين وعلي بن المديني ومن جرى مجراهم فى نباهة الذكر واستقامة الأمر فلا يسأل عن عدالة هؤلاء وأمثالهم وإنما يسأل عن عدالة من خفى أمره على الطالبين" (١).

وقال الإمام العلامة الأصولي الناقد المحدث محقق الحنفية الكمال بن الهمام فى "تحرير الأصول" :

عرف أن الشهرة معرف العدالة والضبط كمالك والسفيانين والأوزاعي والليث وابن المبارك وغيرهم؛ للقطع بأن الحاصل بها من الظن فوق التزكية وأنكر أحمد على من سأله عن إسحق، وابن معين عن أبي عبيد، وقال: أبو عبيد يسأل عن الناس اهـ (٢).

وقال الشيخ الإمام العالم الكبير العلامة عبد العلي بن نظام الدين الأنصاري السهالوي اللكنوي بحر العلوم ملك العلماء:

"(مسألة معرف العدالة) أمور منها: (الشهرة) والتواتر (كمالك) الإمام (والأوزاعي و) عبد الله (بن

---

(١) علوم الحديث (المعروف بمقدمة ابن الصلاح) مع محاسن الاصطلاح ص ٢١٨، ٢١٩، طبع دار الكتب المصرية بمصر سنة ١٩٧٤ م.

(٢) راجع التقرير والتحبير شرح التحرير ج : ٢ ص : ٢٤٧ الطبعة الأولى ببولاق مصر سنة ١٣١٦ هـ.

Scanned by CamScanner

المبارك وغيرهم) كالإمام الهمام أبي حنيفة وصاحبيه وبواقي أصحابه والإمام الشافعي وأحمد بن حنبل وسائر الأئمة الكرام قدس سرهم (لأنها فوق التزكية) فى إفادة العلم بالعدالة (ولهذا) أي لأجل كون الشهرة فوق التزكية (أنكر أحمد) بن حنبل (على من سأله عن إسحاق) بن راهويه هو عدل أم لا (و) أنكر يحيى (بن معين على من سأله عن أبي عبيد فقال) ابن معين (أبو عبيد يسأل عن الناس) وأنت تسأل عنه، يعني أنه مشهور بالعدالة حتى يجعل مزكيا وأنت تسأل عنه[١] .

وقال الإمام العلامة الحافظ الكبير محدث الديار المصرية وفقيهها أبوجعفر أحمد بن محمد الطحاوي الحنفى فى "بيان اعتقاد أهل السنة والجماعة على مذهب فقهاء الملة أبي حنيفة النعمان بن ثابت الكوفى وأبي يوسف يعقوب بن إبراهيم الأنصاري وأبي عبد الله محمد بن الحسن الشيباني" :

"وعلماء السلف من السابقين ومن بعدهم من التابعين أهل الخبر والأثر وأهل الفقه والنظر لايذكرون إلا بالجميل ومن ذكرهم بسوء فهو على غير السبيل" .

وهذا هوالسبب فى عدم إيراد الذهبي الإمام الأعظم أباحنيفة فى كتابه "المغني فى الضعفاء"، و"الميزان" فقد صرح فى مقدمة "ميزان الاعتدال" بما نصه:

"وكذا لا أذكر فى كتابي من الأئمة المتبوعين فى الفروع أحدا، لجلالتهم فى الإسلام، وعظمتهم فى النفوس مثل أبي حنيفة والشافعي" اهـ .

---

(١) فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مع المستصفى ج : ٢ ص ١٤٨ الطبعة الأولى ببولاق المصرية سنة ١٣٢٤ هـ .

Scanned by CamScanner

كثرة أتباع أبي حنيفة واشتهار مذهبه في الآفاق

ثم قد امتاز الإمام أبوحنيفة من بين هؤلاء الأئمة بكثرة أتباعه واشتهار مذهبه فى الآفاق، فقد تبعه شطر أهل البسيطة، بل ثلثاها، ومذهبه كما هوأول المذاهب تدويناً، كذلك يكون آخرها انقراضاً، إن شاء الله تعالى .

قال الحافظ الذهبي:

"اشتهر مذهب الأوزاعي مدة، وتلاشى أصحابه، وتفانوا، وكذلك مذهب سفيان وغيره ممن سمينا، ولم يبق اليوم إلا هذه المذاهب الأربعة . وقلّ من ينهض بمعرفتها كما ينبغي، فضلاً عن أن يكون مجتهداً، وانقطع أتباع أبي ثور بعد الثلاث مائة ، وأصحاب داود إلا القليل، وبقي مذهب ابن جرير إلى ما بعد الأربع مائة .... ولا بأس بمذهب داود، وفيه أقوال حسنة، ومتابعة للنصوص، مع أن جماعة من العلماء لا يعتدون بخلافه، وله شذوذ فى مسائل شانت مذهبه (١) .

وقال فى "تذكرة الحفاظ":

"كان أهل الشام ثم أهل الأندلس على مذهب الأوزاعي، مدة من الدهر، ثم فنى العارفون به، وبقي منه ما يوجد فى كتب الخلاف" (٢) .

وقال الإمام الرباني سيدي عبد الوهاب الشعراني فى كتابه "الميزان الكبرى":

---

(١) سير أعلام النبلاء ، ج ٨ ، ص : ٩٢ .

(٢) تذكرة الحفاظ ، ج ١ ، ص ١٨٢ .

Scanned by CamScanner

"ومذهبه -أي مذهب أبي حنيفة أول المذاهب تدويناً، وآخرها انقراضًا، كما قاله بعض أهل الكشف، قد اختاره الله تعالى إماماً لدينه وعباده، ولم يزل أتباعه فى زيادة فى كل عصر إلى يوم القيامة، لوحبس أحدهم وضرب على أن يخرج عن طريقه ما أجاب، فرضي الله عنه، وعن أتباعه وعن كل من لزم الأدب معه ومع سائر الأئمة" (١) .

وقال أيضاً رحمه الله تعالى:

"إن الله تعالى لما منّ عليّ بالاطلاع على عين الشريعة، رأيت المذاهب كلها متصلة بها، ورأيت مذاهب الأئمة الأربعة تجري جداولها كلها، ورأيت جميع المذاهب التي اندرست، قد استحالت حجارة، ورأيت أطول الأئمة جدولاً الإمام أبا حنيفة ويليه الإمام مالك، ويليه الإمام الشافعي، ويليه الإمام أحمد بن حنبل، وأقصرهم جدولاً مذهب الإمام داود، وقد انقرض فى القرن الخامس، فأولت ذلك بطول زمن العمل بمذاهبهم وقصره، فكما كان مذهب الإمام أبي حنيفة أول المذاهب المدونة تدويناً، فكذلك يكون آخرها انقراضاً، وبذلك قال أهل الكشف" . اهـ (٢) .

---

(١) الميزان الكبرى ، ج ١ ص ٥٩ ، طبع الأزهرية ، مصر ، ١٣٤٤هـ .

(٢) نفس المصدر، ج ١ ص ٢٧ .

Scanned by CamScanner

كان أبو حنيفة
حجةً، ثبتاً، أعلم عصره بالحديث، ومِنْ صَيارفته

وقال شمس الأئمة الإمام أبوبكر محمد بن أحمد بن أبي سهل السرخسي رحمه الله تعالى :

"كان الإمام أبوحنيفة أعلم أهل عصره بالحديث، ولكن لمراعاة شرط كمال الضبط قلت روايته." (١) .

وقال الإمام علاء الدين أبوبكر بن مسعود الكاساني رحمه الله تعالي :

"إنه كان من صيارفة الحديث، وكان من مذهبه تقديم الخبر وإن كان فى حد الآحاد على القياس بعد أن كان راويه عدلاً، ظاهر العدالة" (٢) .

"وقال خاتمة المحققين العلامة الفقيه محمد أمين المعروف بابن عابدين الشامي :

"إن الإمام حجة، ثبت، . . . . . . لا يروي عن وضاع" . اهـ (٣) .

عداده في الحفاظ

وقد أطبق الحفاظ الجهابذة المحدثون الذين صنفوا في طبقات الحفاظ علي ذكر الإمام فيهم، فهذا الحافظ الذهبي، يترجم له في "تذكرة الحفاظ"

---

(١) أصول الفقه للسرخسي ، ج ١ ص: ٣٥٠ ، مطبعة دار الكتاب العربي، ١٣٧٢هـ .

(٢) بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ، ج: ٥ ، ص: ١٨٨ ، طبع مصر ١٣٢٨ هـ .

(٣) رد المحتار على الدر المختار ، ج : ١ ، ص ٤٨ ، طبع مصر .

Scanned by CamScanner

ويثني عليه، وقد قال فى مبدأ كتابه:

"هذه تذكرة بأسماء معدلي حملة العلم النبوي، ومن يرجع إلى اجتهادهم فى التوثيق والتضعيف، والتصحيح والتزييف" .

وكتابه "تذكرة الحفاظ" مطبوع، متداول، قد طبع مراراً .

وتبعه الإمام المحدث الحافظ ذوالفنون شمس الدين محمد بن أحمد بن عبد الهادي المقدسي الحنبلي فى كتابه "المختصر فى طبقات علماء الحديث" فأورده فى كتابه وترجم له وأثنى عليه خيراً والكتاب غير مطبوع حتى الآن، فأحب أن أذكر ما قاله برمته ، قال رحمه الله:

"(ت، س) أبوحنيفة، النعمان بن ثابت بن زوطا التيمي مولاهم، الكوفي، الإمام، فقيه العراق، مولده سنة ثمانين، رأى أنس بن مالك غير مرة، لما قدم عليهم الكوفة، رواه ابن سعد عن سيف بن جابر، أنه سمع أبا حنيفة يقول.

"وحدث عن عطاء، ونافع، وعبد الرحمن بن هرمز الأعرج، وعدي بن ثابت، وسلمة بن كهيل، وأبي جعفر محمد بن علي، وقتادة، وعمرو بن دينار، وأبي إسحاق وخلق.

تفقه به زفر بن الهزيل، وداود الطائي، وأبويوسف، ومحمد وأسد بن عمرو، والحسن بن زياد اللؤلؤي، ونوح الجامع، وأبومطيع البلخي وعدة . وكان قد تفقه بحماد بن أبي سليمان وغيره .

وحدث عنه وكيع، ويزيد بن هارون، وسعد بن الصلت، وأبوعاصم، وعبد الرزاق، وعبيد الله بن موسى، وأبونعيم، وأبوعبد الرحمن المقرئ وخلق .

وكان إماماً، ورعاً، عالماً، عاملاً، متعبداً، كبير الشأن،

Scanned by CamScanner

لا يقبل جوائز السلطان، بل يتجر ويكتسب .

قال ضرار بن صرد: سئل يزيد بن هارون: أيما أفقه، الثوري أم أبوحنيفة ؟ فقال: أبوحنيفة أفقه وسفيان أحفظ للحديث .

وقال ابن المبارك: أبوحنيفة أفقه الناس .

وقال الشافعي: الناس فى الفقه عيال على أبي حنيفة .

وقال يزيد: ما رأيت أحدا أورع ولا أعقل من أبي حنيفة .

وقال أبوداؤد: رحم الله أبا حنيفة كان إماماً .

وروى بشر بن الوليد، عن أبي يوسف قال: كنت أمشي مع أبي حنيفة، فقال رجل لآخر: هذا أبوحنيفة لا ينام الليل، فقال: والله لا يتحدث عني بما لم أفعل، فكان يحي الليل صلاةً، ودعاءً، وتضرعاً، ومناقبه وفضائله كثيرة .

وكان موته فى رجب سنة خمسين ومائة، رحمه الله تعالى (١) .

وقال فى مبدأ كتابه:

"وبعد، فهذا كتاب مختصر، يشتمل على جملة من الحفاظ، من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، والتابعين، ومن بعدهم، لا يسع من يشتغل بعلم الحديث الجهل بهم" .

ومع كون الكتاب مختصرا، ذكر الإمام فيه، وهذا يدل على كون الإمام من الحفاظ المعدودين الذين ينبغي الاعتناء بتراجمهم .

(١) نسخة هذا الكتاب محفوظة في خزانة مكتبة الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة، و هي نسخة عكسية .

ثم ذكره فى الحفاظ الإمام العلامة الحافظ الحجة مؤرخ الديار الشامية وحافظها شمس الدين أبوعبد الله محمد بن أبي بكر الشهير بابن ناصر الدين رحمه الله تعالى فى كتابيه "بديعة البيان عن موت الأعيان" منظومة، وشرحهما "التبيان لبديعة البيان" وهما طبقات الحفاظ نظماً ونثراً، وقد رأيت منها نسخة مخطوطة فى مكتبة شيخ الإسلام عارف حكمت، بالمدينة المنورة، حين سافرت للحج فى ١٣٨٧هـ ضمن كتب التواريخ رقم (٤٨) جاء فيها ما نصه:

بعدهما فتى جريج الداني مثل أبي حنيفة النعمان

أى بعد وفاه الحجاج، والزبيدي بعام، ووفاة ابن جريج، وابي حنيفة الإمام، فالأول عبد الملك بن عبد العزيز بن جريج، أبوالوليد، وقيل أبوخالد الأموي مولاهم المكي ....

والثاني النعمان بن ثابت بن زوطى، التيمي مولاهم الكوفي، وقيل: هومن أبناء فارس، قال إسماعيل بن حماد ابن أبي حنيفة: فيما روى عنه: أنا إسماعيل بن حماد بن النعمان بن ثابت بن النعمان بن المرزبان من أبناء فارس الأحرار، والله ما وقع علينا رق قط. انتهى.

رأى الإمام أنس بن مالك، غير مرة، لما قدم عليهم الكوفة، فيما رواه سيف بن جابر سماعاً من أبي حنيفة.

وحدث عن عطاء، ونافع، وعمروبن دينار، والأعرج، وقتادة، وخلق من الأخيار.

وكان أحد أئمة الأمصار، فقيه العراق، متعبداً، كبير الشأن، وكان يتجر، ولا يقبل جوائز السلطان.

وهوأحد من كان يختم فى ركعة القرآن، ومكث

Scanned by CamScanner

أربعين سنة يصلي الصبح بوضوء العتمة، وفضائله كثيرة معروفة. قال الشافعي: الناس فى الفقه عيال على أبي حنيفة.

وذكره أيضا الإمام المحدث جمال الدين يوسف بن حسن بن أحمد بن عبد الهادي الصالحي الحنبلي الشهير بابن المبرد (بكسر الميم وسكون الموحدة، وفتح الراء الخفيفة) فى كتابه "طبقات الحفاظ" وقد نقل عنه الشيخ العلامة المحدث عبد اللطيف بن المخدوم العلامة محمد هاشم السندي، فى كتابه "ذبّ ذبابات الدراسات عن المذاهب الأربعة المتناسبات" (١).

ثم ذكره بعدهم خاتمة الحفاظ الإمام جلال الدين السيوطي فى كتابه "طبقات الحفاظ" وقد ذكرت ما قاله الحافظ السيوطي فى ترجمة الإمام أبي حنيفة فى "التعليقات على ذبّ ذبابات الدراسات عن المذاهب الأربعة المتناسبات" فليراجع، وقد طبع كتاب "طبقات الحفاظ" للسيوطي فى أوروبا وبيروت، وقال فى مبدأ كتابه:

> "أما بعد: فهذا كتاب "طبقات الحفاظ" ومعدلي حملة العلم النبوي، ومن يرجع إلى اجتهادهم فى التوثيق، والتجريح، والتضعيف والتصحيح، لخصتها من طبقات إمام الحفاظ أبي عبد الله الذهبي وذيلت عليه من جاء بعده" اهـ.

ثم ذكره من بعده الشيخ العلامة المحدث محمد بن رستم بن قباد الحارثي البدخشي أحد البارعين فى علم الحديث والرجال فى كتابه "تراجم الحفاظ" وهو مجلد ضخم فى تراجم الحفاظ استخرجها من "كتاب الأنساب" للإمام الحافظ السمعاني مع اختصار فى بعض التراجم و زيادة

---

(١) ذبّ ذبابات الدراسات عن المذاهب الأربعة المتناسبات :ج ١، ص ٤٤٥، قامت بنشره و طبعه لجنة إحياء الأدب السندي بكراتشي، ١٣٧٩هـ.

Scanned by CamScanner

مفيدة فى أكثرها فرغ من تصنيفه يوم الخميس لتسع خلون من ربيع الأول سنة ست وأربعين و مائة وألف بمدينة دهلي عاصمة الهند فقال ما نصه:

«النعمان بن ثابت الكوفى أبو حنيفة الإمام الأعظم أحد الأئمة الأربعة المتبوعين ذكره في نسبة "الخزاز" و قال بفتح الخاء المعجمة، و تشديد الزاء الأولى، اشتهر بهذه الصنعة و الحرفة جماعة من أهل العراقين من أئمة الدين وعلماء المسلمين: فأما من أهل الكوفة، فأبو حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي مع تبحره فى العلم و غوصه على دقائق المعاني وخفيها كان يبيع الخز و يأكل منه طلباً للحلال، و قيل كان ذلك فى ابتداء أمره . و شهرته تغني عن الإطناب في ذكره. و لد سنة سبعين و توفى سنة خمسين و مائة، انتهي كلامه فى الخزاز .

ثم أعاد ذكره فى "الرابي" و قد مرّ تحقيقه فى ترجمة ربيعة بن أبي عبد الرحمن [١] فقال:

و أبو حنيفة النعمان بن ثابت بن النعمان بن المزربان التيمي الكوفى صاحب الرأي و إمام أصحاب الرأي ، وفقيه أهل العراق. رأى أنس بن مالك رضي الله عنه . و سمع عطاء بن أبي رباح، وأبا إسحاق السبيعي و محارب بن دثار وحماد بن أبي سليمان، والهيثم بن حبيب و قيس بن مسلم و محمد بن المنكدر و نافعاً مولى ابن عمر رضي الله عنهما و هشام بن عروة وسماك بن حرب .

روى عنه هشيم بن بشير وعباد بن العوام و عبد الله بن

---

(١) قال فيها : "الراي بتشديد الراء المفتوحة و في آخرها الياء ... و إنما قيل له : الراى لعلمه به و كان عارفا بالسنة و قائلا بالرأي .

Scanned by CamScanner

المبارك و وكيع بن الجراح و يزيد بن هارون و أبو يوسف القاضي و محمد بن الحسن الشيباني، وعمرو بن محمد العنقزي و هوذة بن خليفة و أبو عبد الرحمن المقرئ و عبد الرزاق بن همام و غيرهم .

و هو كوفى تيمي من رهط حمزة بن حبيب الزيات، ولد بالكوفة، و نقله أبو جعفر المنصور إلي بغداد فسكنها إلى حين وفاته . قيل إن أباه ثابت بن النعمان بن المرزبان من أبناء فارس الأحرار ذهب إلى علي بن أبي طالب رضي الله عنه وهو صغير، فدعا له بالبركة فيه و فى ذريته . و قيل: إن جده النعمان بن المرزبان هو الذي أهدى لعلي بن أبي طالب رضي الله عنه ألفا لوذج فى يوم النيروز، فقال: نو روزنا كل يوم، و فى رواية كان فى يوم المهرجان، فقال: مهرجاننا كل يوم . و كلمه ابن هبيرة على أن يلي القضاء، فأبى فضربه مائة سوط و عشرة أسواط كل يوم عشرة أسواط، فصبر وامتنع، فلما رأى ذلك خلى سبيله.

و اشتغل بطلب العلم و بالغ فيه حتى حصل له ما لم يحصل لغيره . و دخل يوماً على المنصور فكان عنده عيسى بن موسى فقال للمنصور: هذا عالم الدنيا اليوم . و رأى أبوحنيفة فى المنام أنه ينبش قبر رسول الله صلي الله عليه وسلم، فقيل لمحمد بن سيرين، فقال: صاحب هذه الرؤيا رجل يثور علما لم يسبقه إليه أحد قبله، وكان مسعر بن كدام يقول: ما أحسد أحداً بالكوفة إلا رجلين أبو حنيفة فى فقهه والحسن بن صالح فى زهده، و قال مسعر: من جعل أبا حنيفة بينه و بين الله رجوت أن لا يخاف و لا يكون فرّط فى

الاحتياط لنفسه . و قال الفضيل بن عياض كان أبوحنيفة رجلاً فقيهاً معروفاً بالفقه، مشهوراً بالورع، واسع المال معروفاً بالإفضال على كل من يطيف به، صبوراً على تعليم العلم بالليل و النهار، حسن الليل كثيرالصمت، قليل الكلام حتى ترد مسئلة فى حرام أو حلال، و كان يحسن يدل على الحق هاربا من مال السلطان، و إذا وردت عليه مسئلة فيها حديث صحيح اتبعه، و إن كان عن الصحابة و التابعين، وإلا قاس فأحسن القياس .

وكانت ولادته سنة ثمانين، و مات فى رجب سنة خمسين ومائة وذفن بمقبرة الخيزران بباب الطاق، وصلى عليه ست مرات من كثرة الزحام آخرهم صلى عليه أبنه حماد، وغسله الحسن بن عمارة و رجل آخر، قلت: وزرت قبره غير مرة انتهي.

قلت: ذكره الذهبي و ابن ناصر الدين فى طبقات الحفاظ انتهى ما ذكره البدخشي.

ورأيت من هذا الكتاب نسخة خطية فى خزانة الكتب بدار العلوم لندوة العلماء لكنؤ بالهند .

وقد عقد الشيخ العلامة الثقة المطلع والحافظ المتبع الشيخ الإمام شمس الدين محمد بن يوسف الصالحي الدمشقي الشافعي مؤلف "السيرة الشامية" فى كتابه "عقود الجمان فى مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان" الباب الثالث والعشرين فى "بيان كثرة حديثه، وكونه من أعيان الحفاظ من المحدثين" قال فيه رحمه الله تعالى:

"إعلم رحمك الله تعالى أن الإمام أبا حنيفة رحمه الله تعالى، من كبار حفاظ الحديث، وذكره الحافظ الناقد أبوعبد الله الذهبي فى كتابه "الممتع" و"طبقات الحفاظ المحدثين" منهم،

Scanned by CamScanner

ولقد أصاب وأجاد ، ولولا كثرة اعتنائه بالحديث ما تهيأ له استنباط مسائل الفقه ؛ فإنه أول من استنبطه من الأدلة (١) .

وقال العلامة المحدث إسماعيل العجلوني بن محمد جراح ، فى رسالته المسماة "عقد الجوهر الثمين فى أربعين حديثاً من أحاديث سيد المرسلين" وهي ثبته المعروف بـ "الرسالة العجلونية" ما نصه:

"وزدت على ما فيها "مسند الإمام أبي حنيفة النعمان ، تنويهاً بأنه من أهل هذا الشأن" .

ثم علق على قوله: "الإمام أبي حنيفة النعمان" بالهامش ما نصه:

"هوإمام الأئمة ، هادي الأمة ، أبوحنيفة النعمان بن ثابت الكوفي ، ولد سنة ثمانين ، وتوفاه الله تعالى سنة مائة وخمسين من الهجرة ..

أحد من عدّ من التابعين ، إمام المجتهدين بلا نزاع ، أول من فتح باب الاجتهاد بالإجماع ، لا يشك من وقف على فقهه ، وفروعه ، فى سعة علومه ، وجلالة قدره ، وأنه كان أعلم الناس بالكتاب والسنة ، لأن الشريعة إنما تؤخذ من الكتاب والسنة . ومن كان قليل البضاعة من الحديث فيتعين عليه طلبه ، وتحمله ، والجد ، والتشمير فى ذلك ، ليأخذ الدين من أصول صحيحة ، ويتلقى الأحكام عن صاحبها المبلغ لها .

وقد أجمع الناقلون عنه من أهل الأصول وأهل الحديث أنه "يقدم الحديث الصحيح على القياس المعتبر ، نعم لم يكن هو- رضي الله عنه - من المكثرين كسائر الأئمة ، وليس من شروط الإمامة والاجتهاد الإكثار فى الرواية ، لأن الاجتهاد

---

(١) عقود الجمان ، طبع حيدرآباد الدكن بالهند سنة ١٣٩٤هـ ص ٣١٩ .

Scanned by CamScanner

إنما يتوقف على حفظ السنن، وتحملها، لا على أدائها وتبليغها، فالصديق رضي الله عنه، إمام الصحابة، وأفقههم، وأحفظهم لا يشك فيه مسلم لم يكثر، وإنما روى أحاديث معدودة . وإمام المحدثين بالإجماع إمام الأئمـة، وإمام دار الهجرة مالك رضي الله عنه، لم يصح عنده إلا ما فى "كتاب المؤطأ"، فهل يقول قائل فيه شيئا؟ ونحن لا ننكر أن فى السنن سنناً لم تبلغ الإمامَ أبا حنيفة، أوبلغته ولم تثبت عنده صحتها، لكن هذا أمر لا يمس شأن المجتهد، وقد كان عمر رضي الله عنه، يرى رأياً ثم تبلغه السنة فيرجع، مع أنه ثبت عند أهل العلم بالأثر أن عمر أفقه الصحابة .

ثم الطاعنون فيه كانوا يُقرُّون بإمامته، وتقدمه من حيث لا يدرون كانوا يرمونه بالرأي - وليس الرأى فى سلفنا إلا قوة الاطلاع على معاني النصوص الشرعية، وعلى الحكم المعتبرة من عند الشارع فى شرعه الأحكام، ولن يتم اجتهاد، بل ولا علم إلا بالحفظ، وفقه معاني المحفوظ .

فهو- رضي الله عنه - حافظ، حجة، فقيه، لم يكثر فى الرواية، لما شدد فى شروط الرواية، والتحمل، وشروط القبول . اهـ (١) .

فثبت أن الإمام أبا حنيفة رضي الله عنه أحد أئمـة الأمصار الذين هم من أهل هذا الشأن، ومن أعيان حفاظ الحديث الذين لا يسع من يشتغل بعلم الحديث الجهل بهم، والإعراض عنهم، ومن كبار معدلي حملة العلم النبوي، وممن يرجع إلى اجتهادهم فى التوثيق، والتجريح، والتضعيف، والتصحيح وأعلم الناس بالكتاب والسنة .

---

(١) عقد الجوهر الثمين : ص ٤ و ٥ و ٦ طبع مصر ١٣٢٢هـ .

Scanned by CamScanner

كان أبوحنيفة من أئمـة الجرح والتعديل

وقال الحافظ العلامة أبوالعباس تقي الدين أحمد بن عبد الحليم المعروف بابن تيمية رحمه الله تعالى:

"وكلام يحي بن معين، والبخاري، ومسلم، وأبي حاتم، وأبي زرعـة، والنسائي، وأبي أحمـد بن عدي، والدار قطني، وأمثاله، فى الرجال، وصحيح الحديث، وضعيفه، هومثل كلام مالك، والثوري، والأوزاعي، والشافعي، وأمثالهم فى الأحكام، ومعرفة الحلال والحرام . وفى الأئـمة من هوإمام مع هؤلاء وهؤلاء، مشارك للطائفتين، وإن كان بأحد الصنفين أجدر .

وأكثر أئمـة الحديث والفقه كمالك، والشافعي، وأحمد، وإسحاق ابن راهويه، وأبي عبيد، وكذلك الأوزاعي، والثوري، والليث، هؤلاء، وكذلك لأبي يوسف صاحب أبي حنيفة، ولأبي حنيفة أيضاً ماله من ذلك، ولكن لبعضهم فى الإمامة فى الصنفين ما ليس للآخر، وفى بعضهم من صنف المعرفة بأحد الصنفين ما ليس فى الآخر، فرضي الله عن جميع أهل العلم والإيمان . اهـ (١) .

وقال إمام الحفاظ: الجهبذ الناقد شمس الدين الذهبي:

فأول من زكّى وجرّح عند انقراض عصر الصحابة:

١- الشعبي

٢- وابن سيرين، ونحوهما حفظ عنهم توثيق أناس

---

(١) تلخيص كتاب الاستغاثة المعروف بالرد على البكري طبع مصر، ص ١٣، ١٤ .

Scanned by CamScanner

وتضعيف آخرين.

وسبب قلة الضعفاء في ذلك الزمان: قلة متبوعيهم من الضعفاء، إذ أكثر المتبوعين صحابة عدول، وغير الصحابة من المتبوعين أكثرهم ثقات، يعون ما يروون، وهم كبار التابعين. فيوجد فيهم الواحد بعد الواحد فيه مقال، كالحارث الأعور، وعاصم بن ضمرة، ونحوهما.

نعم فيهم عدة من رؤوس أهل البدع، من الخوارج، والشيعة، والقدرية، نسأل الله العافية، كعبد الرحمن بن ملجم، والمختار بن أبي عبيد الكذاب، ومعبد الجهني، ثم كان في المائة الثانية في أوائلها جماعة من الضعفاء من أوساط التابعين وصغارهم، ممن تكلم فيهم من قبل حفظهم، أو لبدعة فيهم، كعطية العوفي، وفرقد السبخي، وجابر الجعفي، وأبي هارون العبدي.

فلما كان عند انقراض عامة التابعين في حدود الخمسين ومائة، تكلم طائفة من الجهابذة في التوثيق والتضعيف.

٣- فقال أبوحنيفة: مارأيت أكذب من جابر الجعفي.

٤- وضعف الأعمش جماعة، ووثق آخرين.

٥- وانتقد الرجال شعبة.

٦- ومالك (١).

(١) " ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل " (ص ١٥٩ حتى ١٦٢) طبع مع قاعدة في الجرح والتعديل طبع المكتبة العلمية بلاهور سنة ١٤٠٢ هـ بتحقيق العلامة المحقق الناقد المحدث الأستاذ عبد الفتاح أبوغدة نفع الله به.

Scanned by CamScanner

وقال الحافظ أبوالخير محمد بن عبد الرحمن السخاوي صاحب الحافظ ابن حجر العسقلاني:

"وتكلم فى الرجال ـ كما قاله الذهبي ـ جماعة من الصحابة، ثم من التابعين كالشعبي، وابن سيرين، ولكنه فى التابعين بقلة، لقلة الضعف فى متبوعهم، إذ أكثرهم صحابة عدول، وغير الصحابة من المتبوعين أكثرهم ثقات، ولا يكاد يوجد فى القرن الأول الذي انقرض فى الصحابة، وكبار التابعين ضعيف إلا الواحد بعد الواحد، كالحارث الأعور، والمختار الكذاب .

فلما مضى القرن الأول، ودخل الثاني، كان فى أوائله من أوساط التابعين جماعة من الضعفاء الذين ضعفوا غالباً من قبل تحملهم، وضبطهم للحديث، فتراهم يرفعون الموقوف، ويرسلون كثيراً، ولهم غلط كأبي هارون العبدي.

فلما كان عند آخر عصر التابعين وهوحدود الخمسين ومائة، تكلم فى التوثيق والتضعيف طائفة من الأئمة . فقال أبوحنيفة: "ما رأيت أكذب من جابر الجعفي" وضعف الأعمش جماعة، ووثق آخرين، ونظر فى الرجال شعبة، وكان متثبتا لا يكاد يروي إلا عن ثقة . وكذلك مالك .اهـ (١) .

وقال الإمام العلامة الحافظ عبد القادر القرشي رحمه الله تعالى:

"إعلم: أن الإمام أبا حنيفة قد قبل قوله فى الجرح والتعديل، وتلقوه عنه علماء هذا الفن وعملوا به، كتلقيهم

---

(١) فتح المغيث بشرح ألفية الحديث للسخاوي . ص ٤٧٩ ، طبع مطبعة أنوار محمدي ، لكهنو بالهند .

عن الإمام أحمد، والبخاري، وابن معين، وابن المديني، وغيرهم من شيوخ الصنعة . وهذا يدلك على عظمة شأنه، وسعة علمه، وسيادته .

فمن ذلك ما رواه الترمذي رحمه الله تعالى فى "كتاب العلل" من "الجامع الكبير": حدثنا محمود بن غيلان، عن يحيى الحماني، سمعت أبا حينفة يقول: ما رأيت أكذب من جابر الجعفي، ولا أفضل من عطاء بن أبي رباح .

وروينا فى "المدخل لمعرفة دلائل النبوة" للبيهقي الحافظ بسنده عن عبد الحميد الحماني، سمعت أبا سعد الصغاني، وقام إلى أبي حنيفة، فقال: يا أبا حنيفة ما تقول فى الأخذ عن الثوري ؟ قال: اكتب عنه فإنه ثقة ما خلا أحاديث أبي إسحاق عن الحارث، وحديث جابر الجعفى .

وقال أبوحنيفة: طلق بن حبيب كان يرى القدر . وقال أبوحنيفة: زيد بن عياش ضعيف . وقال سويد بن سعيد، عن سفيان بن عيينة قال: أول من أقعدني للحديث أبوحنيفة، قدمت الكوفة فقال أبوحنيفة: إن هذا أعلم الناس بحديث عمروبن دينار، فاجتمعوا عليّ، فحدثتهم، وقال يعقوب بن شيبة: كلام رقبة بن مصقلة الذي يحدثه سفيان بن عيينة عن أبي حنيفة . قال يعقوب: فعرفه ابن المديني، وقال: لم أجده عندي، وقال أبوسليمان الجوزجاني: سمعت حماد بن زيد يقول : ما عرفنا كنية عمروبن دينار إلا بأبي حنيفة، كنا فى المسجد الحرام، وأبوحنيفة مع عمروبن دينار فقلنا له: يا أبا حنيفة ! كلّمه يحدثنا، فقال: يا

Scanned by CamScanner

أبا محمد حدِّثهم، ولم يقل يا عمرو.... وقال أبوحنيفة: لعن الله عمروبن عبيد فإنه فتح للناس باباً إلى علم الكلام. وقال أبوحنيفة: قاتل الله جهم بن صفوان، ومقاتل بن سليمان، هذا أفرط فى النفى وهذا أفرط فى التشبيه.

قال الطحاوي: حدثنا سليمان بن شعيب حدثنا أبي قال أملأ علينا أبو يوسف قال قال أبو حنيفة لا ينبغي للرجل أن يحدث من الحديث إلا بما حفظه من يوم سمعه إلى يوم يحدث به.

قلت: سمعت شيخنا العلامة الحجة زين الدين بن الكناني فى درس الحديث بالقبة المنصورية وكان أحد سلاطين العلماء ينصر هذا القول وسمعته يقول فى هذا المجلس: لا يحل لي أن أروى إلا قوله ﷺ:

أنا النبي لا كذب أنا بن عبد المطلب

فإني حفظته من حين سمعته إلى الآن.

قلت: ولكن أكثر الناس على خلاف ذلك ولهذا قلت رواية أبي حنيفة لهذه العلة لا لعلة أخرى زعمها المتحملون عليه.

وقال أبو عاصم: سمعت أبا حنيفة يقول: القراءة جائزة، يعني عرض الكتب. قال وسمعت ابن جريج يقول: هي جائزة يعني عرض الكتب.

قال وسمعت مالك بن أنس وسفيان وسألت أباحنيفة عن الرجل يقرأ عليه الحديث يقول أخبرنا أو كلاماً هذا معناه فقالوا: لا بأس.

وعن أبي عاصم أخبرني ابن جريج وابن أبي ذئب وأبوحنيفة ومالك بن أنس والأوزاعي والثوري كلهم يقولون

Scanned by CamScanner

لا بأس إذا قرأت على العالم أن تقول : أخبرنا.

وقال أبوقطن فيما رواه الطحاوي قال لي أبو حنيفة: اقرأ عليّ وقل حدثني. وقال لي مالك اقرأ عليّ وقل حدثني.

قال الطحاوي حدثنا روح بن الفرج أنا ابن بكير قال لما فرغنا من قراءة الموطأ على مالك قام إليه رجل فقال: يا أبا عبد الله ! كيف تقول في هذا؟ فقال: إن شئت فقل سمعت.

قال الطحاوي : وممن قال بهذا أبو حنيفة وأبو يوسف ومحمد.

وقال أبو حنيفة: لم يصح عندي أن رسول الله ﷺ لبس السراويل فأفتى به (١)

قلت: وقال ابن حبان في صحيحه:

"أخبرنا الحسين بن عبد الله بن يزيد القطان بالرقة، قال: حدثنا أحمد بن أبي الحواري، قال: سمعت أبا يحي الحماني، قال: سمعت أبا حنيفة يقول: ما رأيت فيمن لقيت أفضل من عطاء، ولا لقيت فيمن لقيت أكذب من جابر الجعفي، ما أتيته بشيئ قط من رأيي إلا جاءني فيه بحديث، وزعم أن عنده كذا وكذا ألف حديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم ينطق بها، فهذا أبوحنيفة يجرح جابر الجعفي ويكذبه (٢).

وقال الحافظ أبو أحمد عبد الله بن عدي الجرجاني في ترجمة جابر بن يزيد الجعفي من كتابه "الكامل في الضعفاء" :

"حدثنا الحسين بن عبد الله القطان ثنا أحمد بن أبي الحوارى، سمعت أبا يحيى الحمّاني يقول: سمعت أباحنيفة يقول: ما رأيت فيمن رأيت أفضل من عطاء، ولا لقيت

(١) الجواهر المضيئة في طبقات الحنفية، ج ١ ص ٣٠ و ٣١ و٣٢ الطبعة الأولى.

(٢) الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان : ج٣ ، ص ٢٧٣.

Scanned by CamScanner

فيمن لقيت أكذب من جابر الجعفي، ما أتيته قط بشئ من رواياته إلا جاءني فيه بحديث، وزعم أن عنده كذا وكذا ألف حديث عن رسول الله ﷺ لم يظهرها.

ثنا عبد الله بن محمد بن عبد العزيز، ثنا محمود بن غيلان، ثنا عبد الحميد الحماني، سمعت أبا سعد الصاغاني يقول: جاء رجل إلى أبي حنيفة فقال: ما ترى في الأخذ عن الثوري؟ فقال: اكتب عنه ما خلا حديث أبي إسحاق عن الحارث عن علي، وحديث جابر الجعفي.

سمعت عبد الله يقول: قال عبد الحميد الحماني، عن أبي حنيفة قال: ما رأيت أكذب من جابر.

ثنا ابن أبي بكر، ثنا عباس، وثنا ابن حماد، قال: قال عباس: ثنا عبد الحميد بشمين عن أبي حنيفة: قال: ما رأيت أحدا أكذب من جابر الجعفي (١).

وقال الحافظ أبو عمر يوسف ابن عبد البر القرطبي في "جامع بيان العلم وفضله":

"وقد كان أبوحنيفة وهو أقعد الناس بحماد يفضل عطاء عليه (على حماد)، أخبرنا حكم بن منذر قال أخبرنا يوسف بن أحمد قال: حدثنا أبورجاء محمد بن حماد المقرئ قال حدثنا عمر بن شبة قال حدثنا أبوعاصم الضحاك بن مخلد قال سمعت أبا حنيفة يقول: ما رأيت أفضل من عطاء بن أبي رباح.

وأخبرنا حكم قال حدثنا يوسف قال حدثنا أبو عبد الله محمد بن خيران الفقيه العبد الصاح قال حدثنا شعيب بن أيوب سنة ستين ومائتين قال سمعت أبا يحيى الحمّاني يقول: سمعت أبا حنيفة يقول: ما رأيتُ أحداً أفضل من عطاء بن

(١) الكامل لابن عدي، ج٢ ص ٥٣٧ طبع «المكتبة الأثرية» بباكستان.

Scanned by CamScanner

أبي رباح ولا رأيت أحدا أكذب من جابر الجعفي (١).

وقال البيهقي فى "كتاب القراءة خلف الإمام":

"ولولم يكن فى جرح جابر الجعفى إلا قول أبي حنيفة رحمه الله لكفاه به شرا، فإنه رآه، وجرّبه، وسمع منه ما يوجب تكذيبه فأخبر به" .

أخبرنا أبوسعد الماليني، أنا أبوأحمد بن عدي الحافظ، نا الحسين بن عبد الله القطان، نا أحمد بن أبي الحواري قال: سمعت أبا يحيى الحماني يقول: سمعت أبا حنيفة يقول: ما رأيت فيمن رأيت أفضل من عطاء، ولا لقيت فيمن لقيت أكذب من جابر الجعفي، ما أتيته بشيء قط من رأيي إلا جاءني فيه بحديث، وزعم أن عنده كذا وكذا ألف حديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يظهرها .

وأخبرنا أبوسعد، أنا أبوأحمد، أنا عبد الله بن محمد بن عبد العزيز، نا محمود بن غيلان، نا عبد الحميد الحماني قال: سمعت أبا سعد الصاغاني يقول: جاء رجل إلى أبي حنيفة فقال: ما ترى فى الأخذ عن الثوري، فقال: اكتب عنه ما خلا حديث أبي إسحاق عن الحارث عن علي، وحديث جابر الجعفى .

أخبرنا أبوعبد الله الحافظ قال: سمعت أبا العباس محمد بن يعقوب يقول: سمعت العباس بن محمد الدوري يقول: سمعت أبا يحيى الحماني يقول: سمعت أبا حنيفة يقول: ما رأيت فيمن رأيت أكذب من جابر الجعفي(٢) .

---

(١) ج ٢ ، ص ١٥٣ طبع المكتبة العلميّة بالمدينة المنورة.

(٢) كتاب القراءة خلف الإمام للبيهقي، ص١٠٨ و١٠٩، طبع دهلي عاصمة الهند سنة ١٩١٥م .

Scanned by CamScanner

وروى الحاكم فى "تاريخ نيسابور" فى ترجمة أحمد بن عباس بن حمزة الواعظ من طريق أبي مسهر قال حدثنا سعيد بن عبد العزيز قال:

كان أبو حنيفة يقول: أول من أسلم من الرجال أبو بكر، ومن النساء خديجة، ومن الصبيان عليّ (١).

ونقل الحافظ الذهبي فى "تذكرة الحفاظ" فى ترجمة عطاء بن أبي رباح:

"قال أبوحنيفة: ما رأيت أحداً أفضل من عطاء" (٢).

ونقل فى ترجمة أبي الزناد، فقيه المدينة:

"وقال أبوحنيفة: رأيت ربيعة وأبا الزناد، وأبوالزناد أفقه الرجلين" (٣).

ونقل فى ترجمة جعفر الصادق:

"وعن أبي حنيفة قال: ما رأيت أفقه من جعفر بن محمد" (٤).

وقال الإمام الحافظ المحدث البارع ترجمان العرب ولسان أهل الأدب أثير الدين محمد بن يوسف أبو حيان الغرناطي الظاهري فى تفسيره المعروف ب"البحر المحيط" ما نصه:

"وقال الثوري وأبو حنيفة ويحيى بن آدم : غلب حمزة الناس على القرآن والفرائض" (٥).

وعلى كل حال فإمامنا الإمام الأعظم أبوحنيفة النعمان رضي الله

---

(١) فتح المغيث بشرح ألفية الحديث للسخاوي ص٣٨٨.

(٢) ج : ١، ص٩٨.

(٣) ج : ١، ص١٣٥.

(٤) ج : ١، ص١٦٦.

(٥) ج٣ : ص ١٥٩، الطبعة الثانية بيروت سنة ١٤٠٣ هـ.

Scanned by CamScanner

عنه من كبار أئمة الجرح والتعديل فى عصره، ممن إذا قال قبل قوله، وإذا جرح أوعدل سمع منه، وكان متثبتاً لا يكاد يروي إلا عن ثقة، كشعبة ومالك رحمهما الله تعالى، وهوأول من انتقى الرجال من الأئمة، وأعرض عمن ليس بثقة، ولم يكن يروي إلا ما صح، ولا يحدث إلا ما يحفظ وتبعه مالك . ولقد قال ملك المحدثين إمام الجرح والتعديل يحيى بن معين:

العلماء أربعة: الثوري، وأبوحنيفة، ومالك، والأوزاعي (١)

فهؤلاء القرناء فى العلم، وأبوحنيفة ليس دون مالك فى نقد الرجال، إن لم يكن فوقه، وهما الحافظان الحجتان فمن احتج به أبوحنيفة فى "كتاب الآثار" أومالك فى "الموطأ" فهوالمقبول، ومن اختلفا فيه -وذلك قليل جداً-، كزيد بن عياش اجتهد فى أمره .

أبوحنيفة على شرط أصح الأسانيد

ويدل على جلالة أبي حنيفة فى علم الحديث، وضبطه، وإتقانه، وصحة روايته، وعلومكانته أنه لما قال البخاري: أصح الأسانيد كلها مالك، عن نافع، عن ابن عمر رضي الله عنهما، وبنى على ذلك الإمام أبومنصور عبد القاهر بن طاهر التميمي: أن أجل الأسانيد، الشافعي، عن مالك عن نافع عن ابن عمر . اعترض عليه الشيخ الإمام العلامة الحافظ علاء الدين مغلطائ، بأن أبا حنيفة يروي عن مالك أحاديث فيما ذكره الدارقطني . انتهى . وأجاب عنه البلقيني فى "محاسن الاصطلاح"

---

(١) البداية و النهاية للحافظ ابن كثير، ج "١٠"، ص : ١١٦، طبع مصر .

Scanned by CamScanner

بقوله:

"فأما أبوحنيفة فهو وإن روى عن مالك كما ذكره الدارقطني، لكن لم تشتهر روايته عنه كاشتهار رواية الشافعي" .

وقال العراقي:

"رواية أبي حنيفة عن مالك فيما ذكره الدارقطني فى "غرائبه" وفى "المدبج" ليست من روايته عن نافع عن ابن عمر، والمسئلة مفروضة فى ذلك . نعم ذكر الخطيب حديثاً كذلك فى الرواة عن مالك" .

وقال شيخ الإسلام ابن حجر العسقلاني:

أما اعتراضه بأبي حنيفة فلا يحسن، لأن أبا حنيفة لم تثبت روايته عن مالك، وإنما أوردها الدارقطني، ثم الخطيب لروايتين وقعتا لهما عنه، بإسنادين فيهما مقال. وأيضاً فإن رواية أبي حنيفة عن مالك، إنما هي فيما ذكره فى المذاكرة، ولم يقصد الرواية عنه كالشافعي الذي لازمه مدةً طويلةً، وقرأ عليه الموطأ بنفسه .اهـ[١] .

فانظر يا ـ رعاك الله ـ هؤلاء الحفاظ الأئمة الأعلام لما ذكر الحافظ مغلطائ الإمام أبا حنيفة فى سلسلة أصح الأسانيد عن مالك عن نافع عن ابن عمر، لا يرمون أبا حنيفة بسوء الحفظ والضعف فى الرواية ولا ينكرون جلالته فى الحديث، ولا إتقانه فى الرواية، وإنما ينكرون على مغلطائ إدخاله فى هذه السلسلة لعدم اشتهار روايته عن مالك كاشتهار رواية

(١) تدريب الراوي ، ص ٣٠ ، طبع الخيرية سنة ١٣٠٧هـ .

Scanned by CamScanner

الشافعي عنه، أولأنها وقعت فى المذاكرة ولم يقصد أبوحنيفة الرواية عنه، أولأن روايته عنه ليست من روايته عن نافع، أولأنه لم تصح روايته عن مالك . فظهر من هذا إطباق هؤلاء الحفاظ الجهابذة أئمـة النقد الإمام الحافـظ مغلـطـائ، والإمام الحافظ البلقيني، والحافظ العراقي، وشيخ الإسلام ابن حجر العسقلاني والحافظ السيوطي على أن الإمام أبا حنيفة فى جلالة قدره، وإتقانه فى الحديث قرين مالك والشافعي و رحم الله الجميع.

ولو قال الإمام مغلطائ: إن من أصح الأسانيد، أبوحنيفة عن نافع عن ابن عمر لكان له وجه . ولا ريب أن من أصح الأسانيد أبوحنيفة، عن عطاء بن أبي رباح، عن ابن عباس، وهذا الإسناد ذكره الإمام عبد الوهاب الشعراني فى "الميزان الكبرى"، كما ذكر إسناد مالك عن نافع عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهم .

وقال الحافظ الذهبي فى ترجمة عبيدة السلماني من كتابه "سير أعلام النبلاء" :

> "قال أبو عمرو بن الصلاح: روينا عن عمرو بن عليّ الفلاّس، أنّه قال: أصح الأسانيد ابن سيرين عن عبيدة، عن عليّ.
>
> قلت: لا تفوّق لهذا الإسناد مع قوته على إبراهيم، عن علقمة، عن عبد الله، ولاعلى الزهرى، عن سالم، عن أبيه، ثم إن هذين الإسنادين روى بهما أحاديث جَمَّة فى الصحاح وليس كذلك الأول، فما فى "الصحيحين" بعيدة عن عليّ سوى حديث واحد اهـ [١] .

وقال فى ترجمة علقمة بن قيس النخعى الكوفى:

(١) سير أعلام النبلاء ج٤ ص٤١.

"قال بعض الحفاظ، وأحْسَنَ: أصح الأسانيد منصور، عن إبراهيم، عن علقمة، عن ابن مسعود. فعلى هذا، أصح ذلك شعبة وسفيان، عن منصور، وعنهما يحيى القطان وعبد الرحمن بن مهدى، وعنهما علىّ بن المدينى، وعنه أبو عبد الله البخارى، رحمهم الله. اهـ[١]

وقال فى ترجمة وكيع بن الجراح:

"قلت: أصح إسناد بالعراق وغيرها، أحمد بن حنبل، عن وكيع، عن سفيان، عن منصور، عن إبراهيم، عن علقمة، عن عبد الله، عن النبى ﷺ، وفى "المسند" بهذا السند عدّة متون.

قال عبد الله بن هاشم: خرج علينا وكيع يومًا، فقال: أىّ الإسنادين أحبّ إليكم: الأعمش، عن أبى وائل، عن عبد الله. أو سفيان، عن منصور، عن إبراهيم، (عن علقمة) عن عبد الله؟ فقلنا: الأعمش، فإنه أعلى. فقال: بل الثانى، فإنه فقيه، عن فقيه، عن فقيه، عن فقيه، والآخر شيخ عن شيخ. وحديث يتداوله الفقهاء خير من حديث يتداوله الشيوخ اهـ[٢].

وقال فى ترجمة عبد الله بن هاشم:

"الحاكم: حدثنا يحيى بن محمد العنبرى، حدثنا أحمد بن سلمة، حدثنا عبد الله بن هاشم، قال لنا وكيع: أىّ الإسنادين أحبّ إليكم: الأعمش، عن

---

(١) سير أعلام النبلاء ج: ٤ ص ٦٠ و ٦١.

(٢) نفس المصدر ج: ٩ ص ١٥٨.

Scanned by CamScanner

أبى وائل، عن عبد الله، أو سفيان، عن منصور، عن إبراهيم، عن علقمة، عن عبد الله؟ فقلنا: الأول، فقال: الأعمش شيخ، وأبو وائل شيخ، وسفيان فقيه، ومنصور فقيه، وإبراهيم فقيه، وعلقمة فقيه. وحديث يتداوله الفقهاء خير مما يتداوله الشيوخ.

قلت: بل والأعمش وشيخه لهما فقه، ومعرفة، وجلالة [١] اهـ.

قلت: فعلى هذا أصح أسانيد العراق وأجلها ما رواه أبو يوسف، ومحمد بن الحسن، عن الإمام الأعظم أبى حنيفة، عن حماد بن أبى سليمان، عن إبراهيم، عن علقمة، أو الأسود، عن عبد الله بن مسعود عن النبى ﷺ. فإن هؤلاء كلهم فقهاء نبلاء ولهم معرفة، وجلالة، بل أبو يوسف ومحمد أفقه وأجل من وكيع، وأبو حنيفة أفقه وأجل من سفيان والأعمش، وكذلك شيخه حماد أفقه من منصور.

وقال الحافظ ابن حجر فى "شرح نخبة الفكر فى مصطلح أهل الأثر":

"وقد يقع فى أخبار الآحاد المنقسمة إلى مشهور وعزيز وغريب ما يفيد العلم النظرى بالقرائن على المختار..... والخبر المحتف بالقرائن أنواع.

منها ما أخرجه الشيخان فى صحيحيهما مما لم يبلغ حد التواتر.....

ومنها المشهور إذا كانت له طرق مباينة سالمة من ضعف الرواة والعلل.....

ومنها المسلسل بالأئمة الحفاظ المتقنين حيث لا يكون

---

(١) سير أعلام النبلاء ج: ١٢ ص ٣٢٨ و ٣٢٩.

Scanned by CamScanner

غريباً كالحديث الذى يرويه أحمد بن حنبل مثلاً ويشاركه فيه غيره عن الشافعى ويشاركه فيه غيره عن مالك بن أنس فإنه يفيد العلم عند سامعه بالاستدلال من جهة جلالة رواته، وأن فيهم من الصفات اللائقة الموجبة للقبول ما يقوم مقام العدد الكثير من غيرهم، ولا يتشكك من له أدنى ممارسة بالعلم وأخبار الناس أن مالكًا مثلاً لو شافهه بخبر لعلم أنه صادق فيه، فإذا انضاف إليه أيضاً من هو فى تلك الدرجة ازداد قوةً، وبعد عما يخشى عليه من السهو". اهـ ملخصاً.

قلت: فعلى هذا مارواه الإمام الليث بن سعد -ويشاركه فيه غيره- عن الإمام أبى يوسف -ويشاركه فيه غيره- عن الإمام الأعظم أبى حنيفة أو ما رواه الإمام الشافعى كذلك عن الإمام محمد بن الحسن الشيبانى عن الإمام الأعظم أبى حنيفة يجرى فيه هذا الحكم فإنه أيضاً محتف بالقرائن ومسلسل بالأئمة الحفاظ المتقنين..

بل قد يرجح المسلسل بالأئمة على ما فى "الصحيحين" أيضاً قال ابن حجر فى "شرح النخبة":

"قد يعرض للمفوق ما يجعله فائقاً كما لو كان الحديث عند مسلم مثلاً وهو مشهور قاصر عن درجة التواتر، لكن حفت قرينة صار بها يفيد العلم فإنه يقدّم على الحديث الذى يخرجه البخارى إذا كان فرداً مطلقاً، وكما لو كان الحديث الذى لم يخرجاه من ترجمة وصفت بكونها أصح الأسانيد كمالك عن نافع عن ابن عمر فإنه يُقدّم على ما انفرد به أحدهما مثلاً لا سيّما إذا كان فى إسناده من فيه مقال" اهـ.

Scanned by CamScanner

وبناء علي هذا أقول ماروواه مالك عن نافع عن ابن عمر يُقدَّم على الحديث الذى لم يخرجاه من ترجمة وصفت بكونها أصح الأسانيد ، وكذلك يقدّم ما رواه أبو حنيفة عن نافع عن ابن عمر أو عن عطاء بن أبى رباح ، عن ابن عباس ، أوعن شيخه حماد عن إبراهيم عن علقمة عن ابن مسعود .

إطباق الحفاظ
الذين جمعوا رجال الكتب الستة
على إسقاط الجرح في ترجمة أبي حنيفة

ثم قد أطبق الأئمة الحفاظ الذين جمعوا رجال الصحاح الستة ودوّنوا دواوينهم فيها على الثناء على أبي حنيفة رحمه الله تعالى والتبجيل والتعظيم المفرط له دون الحط عليه والطعن فيه بسوء الحفظ وكثرة الغفلة ، بل يذكرون حفظه وجلالته فى العلم ويذكرونه بكل خير، فهذا يدل على أنهم لا يبالون بطعن طاعن فيه أياً من كان . فهذا الإمام الحافظ المزي يوسف بن الزكي عبد الرحمن ، أبوالحجاج جمال الدين محدث الشام العالم الحبر الحافظ الأوحد الدمشقي الشافعي عمل كتاب "تهذيب الكمال" وذكر فيه ترجمة الإمام أبي حنيفة، فأطال فيها ، وكل ما نقله الحافظ السيوطي فى "تبييض الصحيفة" معزواً إلى الخطيب إنما هومنقول من كتابه "تهذيب الكمال" .

وعامة ما ذكر فى "تهذيب الكمال" من أقوال أئمة الجرح والتعديل ، فهومنقول من "كتاب الجرح والتعديل" لابن أبي حاتم ، و"الكامل" لابن عدي و"تاريخ بغداد" للخطيب و"تاريخ دمشق" لابن عساكر . وجدير بالذكر أن الإمام المزي لم يذكر فى كتابه "تهذيب الكمال" شيئاً يغض

Scanned by CamScanner

من جلالة الإمام أبي حنيفة النعمان أو يحط من قدره، فلله دره، ما أدق نظره، وكيف لا ! وقد قال الذهبي فى حقه:

"وأما معرفة الرجال فهوحامل لوائها، والقائم بأعبائها، لم تر العيون مثله" (١) .

وقد أثنى الحافظ الذهبي على صنيعه هذا فى "تذهيبه" فى ترجمة أبي حنيفة، قائلاً:

"قلت: قد أحسن شيخنا أبوالحجاج حيث لم يورد شيئاً يلزم منه التضعيف" اهـ .

قلت: بل نقل فى "تهذيب الكمال" توثيقه عن إمام الصنعة سيد الحفاظ يحيى بن معين رحمه الله تعالى، حيث قال:

"قال محمد بن سعد العوفي: سمعت يحيى بن معين يقول: كان أبوحنيفة ثقةً لا يحدث بحديث إلا بما يحفظه، ولا يحدث بما لا يحفظ. وقال صالح بن محمد الأسدي الحافظ: سمعت يحيى بن معين يقول: كان أبوحنيفة ثقةً فى الحديث، وقال أحمد بن محمد ابن القاسم بن محرز: عن يحيي بن معين: كان أبوحنيفة لا بأس به، وقال مرة: كان أبوحنيفة عندنا من أهل الصدق، ولم يتهم بالكذب .

هذا، وقد صرح الحافظ المزي فى مقدمة "تهذيب الكمال" بقوله:

"وما لم يذكر إسناده فيما بيننا وبين قائله، فما كان من ذلك بصيغة الجزم، فهومما لا نعلم بإسناده عن قائله المحكي ذلك عنه بأساً، وما كان منه بصيغة التمريض

---

(١) تذكرة الحفاظ، ص ١٤٩٨ ، الطبعة الثالثة، سنة ١٣٧٧ هـ بالهند.

Scanned by CamScanner

فربما كان فى إسناده إلى قائله ذلك نظر" .

وثبت من هذا التصريح أن توثيق أبي حنيفة الإمام عن ابن معين صحيح ثابت، لا شك فيه .

ثم تلاه الإمام الحافظ أبوعبد الله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي فى كتابه "تذهيب تهذيب الكمال"، فقال:

"(ت، س) النعمان بن ثابت بن زوطا، الإمام أبوحنيفة الكوفي، فقيه العراق، وإمام أصحاب الرأي، قيل إنه من أبناء فارس، وولاء ه لبني تيم بن ثعلبة، رأى أنساً رضي الله عنه .

وروى عن عطاء بن أبي رباح، ونافع، وعدي بن ثابت، وعبد الرحمن بن هرمز الأعرج، وعكرمة، ومحارب بن دثار، وعلقمة بن مرثد، وسلمة بن كهيل، وحماد بن أبي سليمان، والحكم بن عتيبة، وأبي جعفر الباقر، وقتادة، وعمروبن دينار، وخلق سواهم . وقيل إنه روى عن الشعبي وطاووس .

وعنه ابنه حماد، وحمزة الزيات، وداود الطائي، وزفر بن الهذيل، ونوح بن أبي مريم، وأبويوسف القاضي، ومحمد بن الحسن، وابن المبارك، وأبويحيى الحماني، ووكيع، وحفص بن عبد الرحمن البلخي، وسعد بن الصلت، وأبونعيم، وأبوعبد الرحمن المقري، والحسن بن زياد اللؤلؤي، وأبوعاصم النبيل، وعبد الرزاق، وعبيد الله بن موسى، وخلق كثير .

قال أحمد العجلي: هومن رهط حمزة الزيات، وكان

Scanned by CamScanner

خزّازاً يبيع الخز . وقال محمد بن إسحاق البكائي، عن عمر بن حماد بن أبي حنيفة قال: زوطى من أهل كابل، وولد ثابت على الإسلام، وكان أبوحنيفة خزازاً، ودكانه معروف في دار عمروبن حريث، وقيل: أصله من نساء، وقيل: من ترمذ .

وعن إسماعيل بن حماد بن أبي حنيفة قال: أنا إسماعيل بن حماد بن النعمان بن ثابت بن النعمان بن المرزبان، من أبناء فارس الأحرار، والله ما وقع علينا رق . ولد جدي في سنة ثمانين، وذهب ثابت إلى علي رضي الله عنه، وهوصغير، فدعا له بالبركة فيه، وفي ذريته، وأبوه النعمان هوالذي أهدى لعلي يوم النيروز، فقال: نوروزنا كل يوم" .

قال صالح بن محمد جزرة وغيره: سمعنا يحيى بن معين يقول: أبوحنيفة ثقة في الحديث . وروى أحمد بن محمد بن محرز عن ابن معين: لا بأس به. لقد ضربه ابن هبيرة على أن يكون قاضياً فأبى، قال ابن كأس النخعي: ثنا جعفر بن محمد بن حازم ثنا الوليد بن حماد عن الحسن بن زياد عن زفر بن الهذيل: سمعت أبا حنيفة قال: كنت أنظر في الكلام حتى بلغت فيه (مبلغاً يشار إليّ فيه بالأصابع) [١]، وكنا نجلس بالقرب من حلقة حماد بن أبي سليمان، فجائتني امرأة فقالت: رجل له امرأة أمة أراد أن يطلقها للسنة كم يطلقها ؟ فلم أدر ما أقول، فأمرتها

---

(١) ما بين القوسين سقط في الأصل وزدناه من تهذيب الكمال.

Scanned by CamScanner

أن تسأل حماداً ثم ترجع فتخبرني، فسألته فقال: يطلقها وهي طاهر من الحيض والجماع تطليقةً، ثم يتركها حتى تحيض حيضتين، فإذا اغتسلت فقد حلت للأزواج، فرجعت وأخبرتني، فقلت: لا حاجة لي فى الكلام، وأخذت نعلي، وجلست إلى حماد، فكنت أسمع مسائله، وأحفظ قوله، ثم يعيدها من الغد فأحفظها ويخطئ أصحابه، فقال: لا يجلس فى صدر الحلقة بحذائي إلا أبوحنيفة، فصحبته عشر سنين ثم نازعتني نفسي للطلب للرياسة، فأحببت أن أعتزله وأجلس فى حلقة لنفسي، فخرجت يوماً بالعشي وعزمي أن أفعل، فلما دخلت المسجد فرأيته لم تطب نفسي أن أعتزله، فجئت فجلست معه، فجاء ه فى تلك الليلة نعي قرابة له بالبصرة وترك مالاً وليس له وارث غيره، فأمرني أن أجلس مكانه، فما هو إلا أن خرج، حتى وردت عليّ مسائل لم أسمعها منه . فكنت أجيب، وأكتب جوابي، فغاب شهرين، ثم قدم، فعرضت عليه المسائل، وكانت نحواً من ستين مسئلة، فخالفني فى عشرين منها، فآليت أن لا أفارقه حتى يموت .

وقال محمد بن مزاحم: سمعت ابن المبارك يقول: لولا أن الله أغاثني بأبي حنيفة وسفيان كنت كسائر الناس. وقال سليمان بن أبي شيخ: حدثني حجر بن عبد الجبار قال: قيل للقاسم بن معن المسعودي: ترضى أن تكون من غلمان أبي حنيفة قال: ما جلس

Scanned by CamScanner

الناس إلى أحد أنفع من مجالسة أبي حنيفة. وقال أحمد بن الصباح: سمعت الشافعي يقول: قيل لمالك: هل رأيت أبا حنيفة ؟ قال: نعم رأيت رجلاً لوكلمك فى هذه السارية أن يجعلها ذهباً لقام بحجته . وعن روح قال: كنت عند ابن جريج سنة خمسين ومائة فأتاه نعي أبي حنيفة فاسترجع وتوجع وقال: أيّ علم ذهب . وقال ضرار بن صرد: سُئل يزيد بن هارون: أيما أفقه أبوحنيفة أوسفيان ؟ قال: سفيان أحفظ للحديث، وأبوحنيفة أفقه . وعن ابن المبارك قال: ما رأيت فى الفقه مثل أبي حنيفة . وعنه قال: إذا اجتمع سفيان وأبوحنيفة فمن يقوم لهما على فتيا ؟ وقال أبوعروبة: سمعت سلمة بن شبيب، سمعت عبد الرزاق، سمعت ابن المبارك يقول: إن كان أحد ينبغي أن يقول برأيه فأبوحنيفة . وروى جندل بن والق حدثني محمد بن بشر قال: كنت أختلف إلى أبي حنيفة وإلى سفيان، فآتى أبا حنيفة فيقول: من أين جئت؟ فأقول من عند سفيان، فيقول: لقد جئت من عند رجل لوأن علقمة والأسود حضرا لاحتاجا إلى مثله، فآتى سفيان فيقول: من أين جئت؟ فأقول: من عند أبي حنيفة، فيقول: لقد جئت من عند أفقه أهل الأرض . وروي بكر بن يحيى بن زبان عن أبيه قال لي أبوحنيفة: يا أهل البصرة أنتم أورع منا ونحن أفقه منكم . وعن شداد بن حكيم قال: ما رأيت أعلم من أبي حنيفة . وعن مكي بن إبراهيم قال: كان

Scanned by CamScanner

أبوحنيفة أعلم أهل زمانه . وقال يحيي بن معين: سمعت يحيى بن سعيد القطان يقول: لا نكذب الله ما سمعنا أحسن من رأي أبي حنيفة، وقد أخذنا بأكثر أقواله، وقال الربيع وغيره عن الشافعي قال: الناس فى الفقه عيال على أبي حنيفة . وقال أبوالفضل عباس بن عزيز القطان ثنا حرملة سمعت الشافعي يقول: الناس عيال على هؤلاء، فمن أراد أن يتبحر فى الفقه فهوعيال على أبي حنيفة، ومن أراد أن يتبحر فى المغازي فهوعيال على ابن إسحاق، ومن أراد أن يتبحر فى التفسير فهوعيال على مقاتل بن سليمان، ومن أراد أن يتبحر فى الشعر فهوعيال على زهير بن أبي سلمى، ومن أراد أن يتبحر فى النحوفهوعيال على الكسائي .

وروى حماد بن قريش عن أسد بن عمروقال: صلى أبوحنيفة فيما حفظ عليه صلاة الفجر بوضوء العشاء أربعين سنةً، وكان عامة الليل يقرأ جميع القرآن فى ركعة واحدة، وكان يسمع بكاؤه بالليل حتى يرحمه جيرانه، وحفظ عليه أنه ختم القرآن فى الموضع الذي توفى فيه سبعين ألف مرة .

ركعة

قلت: هذه حكاية منكرة، وفى رواتها من لا يعرف، رواها عبد الله بن محمد بن يعقوب الحارثي البخاري الفقيه ثنا أحمد بن الحسين البلخي ثنا حماد فذكرها . قال الحارثي أيضاً: وحدثنا قيس بن أبي قيس، ثنا محمد بن حرب المروزي، ثنا إسماعيل بن حماد بن

Scanned by CamScanner

أبي حنيفة عن أبيه: قال: لما مات أبي سألنا الحسن بن عمارة أن يتولى غسله ففعل، فلما غسله قال: رحمك الله وغفرلك، لم تفطر منذ ثلاثين سنةً، ولم تتوسد يمينك بالليل منذ أربعين سنةً، وقد أتعبت من بعدك، وفضحت القراء . وروى بشر بن الوليد عن أبي يوسف قال: بينما أنا أمشي مع أبي حنيفة إذ سمعت رجلاً يقول لرجل: هذا أبوحنيفة، لا ينام الليل، فقال: والله لا يتحدث عني بما لم أفعل، فكان يحيي الليل صلاةً ودعاءً وتضرعاً . وقال محمد بن علي بن عفان: ثنا علي بن حفص البزار سمعت حفص بن عبد الرحمن، سمعت مسعراً يقول: دخلت المسجد ليلة فرأيت رجلاً يصلي فقرأ سبعا فقلت: يركع ثم قرأ الثلث ثم النصف، فلم يزل يقرأ حتى ختم فى ركعة، فنظرت فإذا هوأبوحنيفة . وعن خارجة بن مصعب قال: ختم القرآن فى ركعة أربعة، عثمان وتميم الداري، وسعيد بن جبير، وأبوحنيفة . وعن يحيى بن نصر قال: (أبوحنيفة) [١] ربما ختم القرآن فى رمضان ستين ختمة، وقال سليمان بن الربيع ثنا حبان بن موسى سمعت ابن المبارك يقول: قدمت الكوفة فسألت عن أورع أهلها فقالوا: أبوحنيفة . قال سليمان: فسمعت مكي بن إبراهيم يقول: جالست الكوفيين فما رأيت فيهم أورع من أبي حنيفة . وقال حامد بن آدم سمعت ابن المبارك يقول: ما رأيت أحداً أورع من أبي حنيفة، قد جرب بالسياط

---

(١) سقط من الأصل "أبو حنيفة" فزدناه من تهذيب الكمال.

والأموال.

وعن عبيد الله بن عمر الرقي قال: كلم ابن هبيرة أبا حنيفة أن يلي قضاء الكوفة فأبى فضربه مائة سوط وعشرة أسواط، في كل يوم عشرة أسواط، ثم خلاه، وقال سليمان بن أبي شيخ: حدثني الربيع بن عاصم قال: أرسلني يزيد بن عمر بن هبيرة، فأتيته بأبي حنيفة، فأراده على بيت المال، فأبى، فضربه أسواطاً. وعن مغيث بن بديل قال: قال خارجة بن مصعب: أجاز المنصور أبا حنيفة بعشرة آلاف درهم فدعى ليقبضها، فشاورني وقال: هذا رجل إن رددتها عليه غضب، فقلت: إن هذا المال عظيم في عينه فإذا دعيت لتقبضها فقل: لم يكن هذا أملي من أمير المؤمنين؛ فدعى ليقبضها فقال: ذلك، فرجع إليه خبره فحبس الجائزة. قال محمد بن عبد الملك الدقيقي: سمعت يزيد بن هارون يقول: أدركت الناس فما رأيت أحداً أعقل ولا أورع ولا أفضل من أبي حنيفة. وقال محمد بن عبد الله الأنصاري: كان أبوحنيفة يتبين عقله في منطقه ومشيه ومدخله ومخرجه. وقال سهل بن عثمان: ثنا إسماعيل بن حماد بن أبي حنيفة قال: كان لنا جار طحان رافضي له بغلان سمى أحدهما أبابكر والآخر عمر، فرمحه ذات ليلة أحدهما فقتله، فقال أبوحنيفة: انظروا الذي رمحه الذي سماه عمر؟ فنظروا فكان ذلك. وقال يعقوب بن شيبة:

Scanned by CamScanner

أَمْلَى عليّ بعض أصحابنا أبياتاً لابن المبارك:

رأيت أبا حنيفة كل يوم ... يزيد نبالة و يزيد خيراً
و ينطق بالصواب و يصطفيه ... إذا ما قال أهل الجور جوراً
يقايس من يقايسه بلب ... فمن ذا تجعلون له نظيراً
كفانا فقد حماد و كانت ... مصيبتنا به أمراً كبيراً
فرد شماتة الأعداء عنا ... وأبدى بعده علماً كثيراً
رأيت أبا حنيفة حين يؤتى ... و يطلب علمه بحراً غزيراً
إذا ما المشكلات تدافعتها ... رجال العلم كان بها بصيراً

روى نصر بن علي عن الخريبي قال: الناس فى أبي حنيفة رحمه الله حاسد وجاهل، وأحسنهم عندي حالاً الجاهل . وقال يحيى بن أيوب: سمعت يزيد بن هارون يقول: أبوحنيفة رجل من الناس، خطأه كخطأ الناس وصوابه كصواب الناس .

توفى أبوحنيفة ببغداد، قال سعيد بن عفير وغيره: فى رجب سنة خمسين ومائة، ومن قال: سنة إحدى وخمسين أوثلاث وخمسين فقد وهم . وعن الحسن بن يوسف قال: صُلّي على أبي حنيفة ست مرات من كثرة الزحام .

روى له الترمذي فى "العلل" قوله: "ما رأيت أفضل من عطاء، [قال عوص: وقد روى له النسائي فى "سننه" الكبير فى "باب من وقع على بهيمة" قال النسائي: أنا عليّ بن حجر قال: ثنا عيسى هوابن يونس عن النعمان، يعني أبا حنيفة عن عاصم . هوابن بهدلة

عن أبي رزين عن ابن عباس، قال: ليس على من أتى البهيمة حد] (١).

قلت: قد أحسن شيخنا أبوالحجاج حيث لم يورد شيئاً يلزم منه التضعيف اهـ (٢).

فهذا ما ذكره الإمام، الحافظ، محدث العصر، وخاتمة الحفاظ، ومؤرخ الإسلام، وفرد الدهر، والقائم بأعباء هذه الصناعة شمس الدين أبوعبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قائماز التركماني ثم الدمشقي رحمه الله تعالى فى ترجمة أبي حنيفة رحمه الله تعالى.

وقال الإمام الحافظ المؤرّخ أبو المحاسن محمد بن على بن الحسن الحسينى فى كتابه "التذكرة بمعرفة رجال العشرة" (٣) الكتب الستة والموطأ ومسند أحمد، ومسند الشافعى ومسند أبى حنيفة:

"(فع، ا، ت، ن) (٤) النعمان بن ثابت التيمى، أبوحنيفة الكوفى، فقيه أهل العراق، وإمام أصحاب الرأى، وقيل إنه من أبناء فارس، رأى أنس بن مالك، وروى عن حماد بن أبى سليمان، وعطاء، وعاصم بن

---

(١) و ما بين المربعين ليس في الأصل و إنما هو بالهامش ، و (قال عوص) أظنه تحريف (قال ابن حجر) و الله أعلم .

(٢) توجد من هذا الكتاب نسخة مصورة في خزانة الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة ، و قد تفضل الأستاذ عبد القيوم السندي بإرسال هذه الترجمة ، جزاه الله تعالى عني و عن سائر المسلمين خيرا .

(٣) وتوجد لهذا الكتاب نسخة على ميكرو فلم فى الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة تحت رقم ١٢٣، وقد تفضل الأستاذ العالم المقرئ مسعود أحمد السيد بإرسال ترجمة الإمام إلينا، جزاه الله عنى وعن سائر أهل الإسلام خيرا.

(٤) وهذه رموز لمن أخرج له، فـ"فع" للشافعى، و"ا" لأحمد و"ت" للترمذى، و"ن" للنسائى.

Scanned by CamScanner

أبى النجود، والزهرى، وقتادة، وأبى الزبير، ومحمد بن المنكدر، وأبى جعفر الباقر، والشعبى، وخلق، وعنه ابنه حماد، ووكيع بن الجراح، وعيسى بن يونس، وعبد الرزاق، وأبو يوسف القاضى ومحمد بن الحسن، وزفر بن الهذيل، وخلق كثير.

قال العجلى: كوفى تيمى من رهط حمزة الزيات، وكان خزازًا يبيع الخزّ، وقال محمد بن سعد العوفى: سمعت يحيى بن معين يقول: كان أبو حنيفة ثقةً لا يحدث من الحديث إلا بما يحفظه، ولا يحدث بما لا يحفظه، وقال مرةً: كان من أهل الصدق ولم يتهم بالكذب.

ولقد ضربه ابن هبيرة على القضاء فأبى أن يكون قاضياً. وقال ضرار بن صرد: سئل يزيد بن هارون أيهما أفقه أبو حنيفة أو سفيان؟ فقال: سفيان أحفظ للحديث وأبو حنيفة أفقه، وقال ابن المبارك: ما رأيت فى الفقه مثله، إذا اجتمع سفيان وأبو حنيفة فمن يقوم لهما على فتيا، وقال مكى بن إبراهيم: كان أبو حنيفة أعلم أهل زمانه، وقد جالست الكوفيين فما رأيت فيهم أورع منه.

وقال ابن معين: سمعت يحيى القطان يقول: لا نكذب، الله ما سمعت أحسن من رأى أبى حنيفة، وقد أخذنا بأكثر أقواله. قال ابن معين: وكان يحيى ابن سعيد يذهب فى الفتوى إلى قول الكوفيين، ويختار قوله من أقوالهم ويتبع رأيه من بين أصحابه.

Scanned by CamScanner

وقال الربيع سمعت الشافعي يقول: الناس عيال في الفقه على أبي حنيفة. كان أبو حنيفة ممن وفق له الفقه.

قال الربيع عن الشافعي: سئل أبو حنيفة عن الصائم يأكل ويشرب ويطأ إلى طلوع الفجر وكان عنده رجل نبيل فقال: أ رأيت إن طلع الفجر نصف الليل؟ فقال: الزم الصمت يا أعرج.

وقال أبو يوسف بينا أنا أمشي مع أبي حنيفة إذ سمعت رجلاً يقول: هذا أبو حنيفة لا ينام الليل. فقال أبو حنيفة: والله لا يتحدث عني ما لم أفعل. فكان يحيي الليل صلاةً ودعاءً وتضرعاً.

قال أبو نعيم وجماعة ولد سنة ثمانين ومات سنة خمسين ومائة. وقال ابن معين: مات سنة إحدى وخمسين. وقال غيره: سنة ثلاث وخمسين ومائة.

أخبرنا الحافظ الحجة أبو الحجاج يوسف بن الزكي عبد الرحمن المزي بقراءتي عليه سنة أربعين وسبع مائة قال أنا الزاهد أبو إسحاق إبراهيم بن علي بن الواسطي أنا أبو علي الحسن بن إسحاق بن الجواليقي أنا أبو بكر محمد بن عبيد الله الزاغوني أنا أبو القاسم علي بن أحمد البندار أنا أبو طاهر محمد بن عبد الرحمن البزاز أنا أبوحامد محمد بن هارون الحضرمي ثنا يوسف بن موسى ثنا وكيع ثنا أبو حنيفة عن أبي الزبير عن جابر بن عبد الله عن النبي ﷺ قال: من باع عبداً وله مال فالمال للبائع إلا أن يشترط المبتاع. رواه "د" في البيوع "ن" في "العتق" وفي "الشروط" من حديث عطاء عن جابر.

Scanned by CamScanner

وقال سبط بن العجمى الإمام العلامة برهان الدين أبو الوفاء إبراهيم بن محمد بن خليل الطرابلسى ثم الحلبى الشافعى شيخ البلاد الحلبية بلامدافع فى كتابه "نهاية السؤل [١] فى رجال الستة الأصول":

"(ت، س) النعمان بن ثابت بن زُوطا كسُلمى، الإمام المجتهد، أبو حنيفة الكوفى، فقيه العراق، وإمام أصحاب الرأى قيل: إنه من أبناء فارس، وولاؤه لبنى تيم الله بن ثعلبة، وأما زوطا فإنه من أهل كابل، وولد ثابت على الإسلام، وكان زوطا مملوكاً لبنى تيم الله بن ثعلبة، فأعتق فولاؤه لبنى تيم الله بن ثعلبة وقال إسماعيل بن حماد بن أبى حنيفة: أنا إسماعيل بن حماد بن النعمان بن ثابت بن النعمان بن المرزبان من أبناء فارس الأحرار والله ما وقع علينا رق قط، وكان أبو حنيفة خزازاً ، ودكانه معروف فى دار عمرو بن حريث.

وقال أبو نعيم الفضل: أصل أبى حنيفة من كابل، وقال أبو عبد الرحمن المقرئ كان أبو حنيفة من أهل بابل. وقال يحيى بن النصر القرشى كان والد أبى حنيفة من نسا، وقال الحارث بن إدريس: أصل أبى حنيفة من ترمذ. وقال إسحاق بن البهلول عن أبيه، قال: ثابت والد أبى حنيفة من الأنبار.

---

(١) وفى "لحظ الألحاظ بذيل تذكرة الحفاظ" اسمه "غاية السول" وهذا الكتاب له نسخة عكسية موجودة فى خزانة "الجامعة الإسلامية" بالمدينة المنورة، وقد تفضل الأستاذ العالم المقرئ مسعود أحمد السيد الموقر بإرسال عكس ترجمة الإمام إلينا جزاه الله تعالى عنا خير الجزاء، لكن النسخة سقيمة الخط جداً صعب القراءة، وقد طمست بعض الأسطر فى العكس فلا تكاد تقرأ.

Scanned by CamScanner

رأى أبو حنيفة أنساً، وكان فى زمن أبى حنيفة كما
قال أبو إسحاق الفيروز آبادى أربعة من الصحابة
أنس، وعبد الله بن أبى أوفى، وسهل بن سعد،
وأبو الطفيل، ولم يأخذ عن أحد منهم. انتهى، وقيل:
إنه روى عن الشعبى وطاووس انتهى. وقد روينا عن
قاضى القضاة جمال الدين محمود بن أحمد بن السراج
أن أبا حنيفة روى عن سبعة من الصحابة ونظمهم فى
بيتين والله أعلم. وأخرج له جزءاً يروى وسماه ما رواه
أبو حنيفة عن الصحابة.... ورأيت لبعض الفضلاء
من الحنيفة بسند ملا يعقوب ما رواه أبو حنيفة عن
الصحابة يعنى إن ما موصولة بمعنى الذى إلخ.

قال الخطيب البغدادى فى تاريخه: رأى أنس بن
مالك، وسمع عطاء بن أبى رباح، وأبا إسحاق
السبيعى، ومحارب بن دثار، والهيثم بن حبيب
الصوّاف، وقيس بن مسلم، ومحمد بن المنكدر ونافعاً
مولى ابن عمر، وهشام بن عروة، ويزيد الفقير،
وسماك بن حرب وعلقمة بن مرثد، وعطية العوفى،
وعبد العزيز بن رفيع وعبد الكريم أبا أمية وغيرهم.

وروى عنه أبو يحيى الحمانى، وهشيم بن بشير، وعباد
بن العوام، وعبد الله بن المبارك، ووكيع بن الجراح
ويزيد بن هارون وعلى بن عاصم ويحيى بن نصر،
وأبو يوسف القاضى، ومحمد بن الحسن، وعمرو بن
محمد العنقزى، وهوذة بن خليفة، وأبو عبد الرحمن
المقرئ، وعبد الرزاق بن همام، وآخرون.

Scanned by CamScanner

وهو من أهل الكوفة ونقله أبو جعفر المنصور إلى بغداد. وقال الشيخ أبو إسحاق فى "الطبقات" ولد سنة ٧٠ من الهجرة وتوفى فى بغداد سنة ١٥٠ وهو ابن ٨٠ سنة.

أخذ الفقه عن حماد بن أبى سليمان، ومناقبه كثيرة معروفة فى الكتب، وكذا زهده و صلاته وعبادته كله معروف، وقد أفردت مناقبه بالتصنيف.

والصحيح أنه توفى فى السجن دعاه أبو جعفر المنصور إلى القضاء فأبى عليه، فحبسه وقصته معروفة مذكورة فى الكتب. رحمة الله عليه.

وجرى على منوال المزي، والذهبي، والحسيني، والبرهان الحلبي شيخ الإسلام ، وإمام الحفاظ فى زمانه، وحافظ الديار المصرية شهاب الدين أبوالفضل أحمد بن علي العسقلاني الشافعي رحمه الله تعالى. فلم يذكر فى كتابه "تهذيب التهذيب" فى ترجمة الإمام أبي حنيفة رضي الله تعالى عنه شيئاً يلزم منه تضعيفه . وهؤلاء الأئمة (المزي، والذهبي، والعراقي، وابن حجر) هم الذين يقول فى حقهم الإمام الحافظ جلال الدين السيوطي، ما نصه:

"والذي أقوله: إن المحدثين عيال الآن فى الرجال وغيرها من فنون الحديث على أربعة، المزي، والذهبي، والعراقي، وابن حجر" [١].

وكذلك فعل الإمام المحدث الحافظ المفيد البارع عماد الدين أبوالفداء إسماعيل بن عمر بن كثير الدمشقي الشافعي رحمه الله تعالى فذكر له في كتابه "البداية والنهاية" ترجمة حسنة حيث قال فى

(١) ذيل تذكرة الحفاظ للسيوطي، ٣٤٨، ترجمة الإمام الذهبي، نشره القدسي بدمشق.

وفيات سنة خمسين ومائة:

"وفيها توفى الإمام أبوحنيفة ..... واسمه النعمان بن ثابت التيمي، مولاهم الكوفي، فقيه العراق، وأحد أئمة الإسلام والسادة الأعلام، وأحد أركان العلماء، وأحد الأئمة الأربعة، أصحاب المذاهب المتبوعة، وهوأقدمهم وفاةً، لأنه أدرك عصر الصحابة، ورأى أنس بن مالك، قيل: وغيره، وذكر بعضهم أنه روى عن سبعة من الصحابة، والله أعلم .

وروى عن جماعة من التابعين، منهم الحكم، وحماد بن أبي سليمان، وسلمة بن كهيل، وعامر الشعبي، وعكرمة، وعطاء، وقتادة، والزهري، ونافع مولى ابن عمر، ويحيى بن سعيد الأنصاري وأبوإسحاق السبيعي .

وروى عنه جماعة منهم ابنه حماد، وإبراهيم بن طهمان، وإسحاق بن يوسف الأزرق، وأسد بن عمروالقاضي، والحسن بن زياد اللؤلؤي، وحمزة الزيات، وداود الطائي، وزفر ، وعبد الرزاق، وأبونعيم، ومحمد بن الحسن الشيباني، وهشيم، ووكيع، وأبويوسف القاضي .

قال يحيى بن معين: كان ثقة، وكان من أهل الصدق، ولم يتهم بالكذب، ولقد ضربه ابن هبيرة على القضاء فأبى أن يكون قاضياً . وقد كان يحيى بن سعيد يختار قوله في الفتوى ،وكان يحيى يقول: لا نكذب، ما سمعنا أحسن من رأي أبي حنيفة، وقد

Scanned by CamScanner

أخذنا بأكثر أقواله، وقال عبد الله بن المبارك: لولا أن الله أعانني بأبي حنيفة وسفيان الثوري لكنت كسائر الناس ... .

وقال عبد الله بن داود الخريبي: ينبغي للناس أن يدعوا فى صلاتهم لأبي حنيفة لحفظه الفقه والسنن عليهم، وقال سفيان الثوري وابن المبارك: كان أبوحنيفة أفقه أهل الأرض فى زمانه . وقال أبونعيم: كان صاحب غوص فى المسائل، وقال مكي بن إبراهيم: كان أعلم أهل الأرض . (اهـ باختصار) .

وكذلك فعل صاحب "المشكاة" الشيخ الإمام العلامة ولي الدين محمد بن عبد الله الخطيب التبريزي فى أسماء رجاله، فقال فى ترجمة الإمام:

"قال شريك النخعي: كان أبو حنيفة طويل الصمت، دائم الفكر، قليل المحادثة للناس . وهذا من أوضح الأمارات على علم الباطن، والاشتغال بمهمات الدين، فمن أوتي الصمت والزهد فقد أوتي العلم كله . ولوذهبنا إلى شرح مناقبه وفضائله لأطلنا الخطب ولم نصل إلى الغرض، فإنه كان عالماً عاملاً ورعاً زاهداً عابداً إماماً فى علوم الشريعة . والغرض بإيراد ذكره فى هذا الكتاب وإن لم نروعنه حديثاً فى "المشكاة" للتبرك به لعلوّ مرتبته ووفور علمه" اهـ .

وقبلهم النووي الإمام الحافظ الأوحد شيخ الإسلام علم الأولياء محيي الدين أبوزكريا يحيى بن شرف بن مري الحزامي الحوراني الشافعي

Scanned by CamScanner

رحمه الله فى كتابه "تهذيب الأسماء واللغات" فلم يذكر فى ترجمته شيئاً سوى فضائله ومناقبه والثناء عليه فى علمه وورعه .

وقبله العلامة البارع الأوحد البليغ القاضي الرئيس مجد الدين أبوالسعادات المبارك بن محمد الشيباني الجزري ثم الموصلي، الكاتب ابن الأثير صاحب "جامع الأصول" و"النهاية فى غريب الحديث والأثر" حيث ذكر ترجمة الإمام فى الركن الثالث من كتابه "جامع الأصول" وأثنى عليه ثناءًا بليغاً وردّ على طاعنيه فقال:

"النعمان بن ثابت" هوأبوحنيفة النعمان بن ثابت بن زوطا بن ماه الإمام الفقيه الكوفي، مولى تيم الله بن ثعلبة، وهومن رهط حمزة الزيات، وكان خزازاً يبيع الخز، له ذكر فى "الأشعار" من كتاب الحج، وكان جده زوطى من أهل كابل، وقيل من أهل بابل، وقيل من الأنبار، وكان مملوكاً لبني تيم الله ابن ثعلبة فأعتق، وولد أبوه ثابت على الإسلام، قال إسماعيل بن حماد بن أبي حنيفة: أنا إسماعيل بن حماد بن النعمان بن ثابت بن النعمان بن مرزبان، من أبناء الفرس من الأحرار، والله ما وقع علينا رق قط، ولد جدي فى سنة ثمانين، وذهب ثابت إلى علي بن أبي طالب، وهوصغير، فدعا له بالبركة فيه، وفى ذريته، ونحن نرجوأن يكون الله قد استجاب ذلك لعلي .

ولد سنة ثمانين، ومات ببغداد سنة خمسين ومائة، وقيل: سنة إحدى وخمسين، وقيل: سنة ثلاث وخمسين، والأول أصح وأكثر، ودفن بمقابر الخيزران، وقبره معروف ببغداد .

Scanned by CamScanner

وكان في أيام أبي حنيفة أربعة من الصحابة، أنس بن مالك بالبصرة، وعبد الله بن أبي أوفى بالكوفة، وسهل بن سعد الساعدي بالمدينة، وأبوالطفيل عامر بن واثلة بمكة، ولم يلق أحداً منهم ولا أخذ عنه، وأصحابه يقولون: إنه لقي جماعةً من الصحابة وروى عنهم ولا يثبت ذلك عند أهل النقل، (١) .

وأخذ الفقه عن حماد بن أبي سليمان، وسمع عطاء بن أبي رباح، وأبا إسحاق السبيعي، ومحارب بن دثار، والهيثم بن حبيب، ومحمد بن المنكدر، ونافعاً مولى ابن عمر، وهشام بن عروة، وسماك بن حرب .

وروى عنه عبد الله بن المبارك، ووكيع بن الجراح، ويزيد بن هارون، وعلي بن عاصم، والقاضي أبويوسف، ومحمد بن الحسن الشيباني وغيرهم .

نقله المنصور من الكوفة إلى بغداد فأقام بها، إلى أن مات فيها، وكان أكرهه ابن هبيرة أيام مروان بن

---

(١) قال العلامة شمس الدين القهستاني رحمه الله تعالى في مقدمة "جامع الرموز شرح مختصر الوقاية المسمى بالنقاية"، (ج : ١ ، ص ٦ ، طبع كلكته ١٢٧٤هـ) ما نصه :

"إن الإمام من التابعين ، رأى أنس بن مالك كما قال الشيخ الجزري في "أسماء الرجال القراء" بل من أكابرهم كما في "كشف الكشاف" في سورة النور ، و لا يضره ما في "جامع الأصول" أن ذلك مما لا يثبت فإنه قال في آخر كلامه : "إن أصحابه أعلم بحاله من غيرهم ، فالرجوع إلى ما نقلوه عنه أولى من غيرهم" .

و العلامة القهستاني محمد شمس الدين المفتي ببخارى من مشاهير أهل العلم ، كان إماماً عالماً زاهداً فقيهاً متبحراً ، يقال : إنه ما نسي قط ما طرق بسمعه . و ترجمته مذكورة في "شذرات الذهب" في "وفيات ٩٥٣هـ .

Scanned by CamScanner

محمد الأموي على القضاء بالكوفة فأبى فضربه مائة سوط فى عشرة أيام، كل يوم عشرة، فلما رأى ذلك خلى سبيله، ولما أشخصه المنصور إلى بغداد أراده على القضاء فأبى فحلف عليه ليفعلنّ وحلف أبوحنيفة أن لا يفعل وتكررت الأيمان بينهما، فحبسه المنصور، ومات فى الحبس، وقيل: إنه افتدى نفسه بأن تولى عدد اللبن ولم يصح .

كان ربعة من الرجال، وقيل: كان طوالاً تعلوه سمرة، حسن الوجه أحسن الناس منطقاً، وأحلاهم نغمةً، حسن المجلس، شديد الكرم، حسن المواسات لإخوانه .

قال الشافعي رحمه الله تعالى: قيل لمالك: هل رأيت أبا حنيفة؟ قال : نعم رأيت رجلاً لوكلمك فى هذه السارية أن يجعلها ذهباً لقام بحجته، وقال الشافعي رحمه الله: من أراد أن يتبحر فى الفقه فهوعيال على أبي حنيفة.

ولوذهبنا إلى شرح مناقبه وفضائله لأطلنا الخطب ولم نصل إلى الغرض منها، فإنه كان عالماً عاملاً زاهداً عابداً ورعاً تقياً إماماً في علوم الشريعة مرضياً .

وقد نسب إليه، وقيل عنه من الأقاويل المختلقة التي يُجلُّ قدره عنها من القول بخلق القرآن، والقول بالقدر، والقول بالإرجاء، وغير ذلك مما نسب إليه، ولا حاجة إلى ذكرها ولا إلى ذكر قائلها، والظاهر أنه كان منزهاً عنها، ويدل على صحة نزاهته منها ما نشر الله تعالى له من الذكر المنتشر فى الآفاق، والعلم الذي

Scanned by CamScanner

طبق الأرض، والأخذ بمذهبه وفقهه، والرجوع إلى قوله وفعله، وإن ذلك لولم يكن لله فيه سر خفي ورضى إلهي وفقها الله له، لما جمع شطر أهل الإسلام أوما يقاربه على تقليده والعمل برأيه ومذهبه حتى قد عبد الله ودين بفقهه، وعمل برأيه ومذهبه، وأخذ بقوله إلى يومنا هذا ما يقارب أربع مائة وأربعين سنة . وفى هذا أدل دليل على صحة مذهبه وعقيدته وأن ما قيل عنه هومنزه عنه . وقد جمع أبوجعفر الطحاوي، وهومن أكبر الآخذين بمذهبه كتاباً سماه "عقيدة أبي حنيفة رحمه الله" وهي عقيدة أهل السنة والجماعة، وليس فيها شيئٌ مما نسب إليه، وقيل عنه، وأصحابه هم أخبر بحاله وبقوله من غيرهم، فالرجوع إلى ما نقلوه عنه أولى مما نقله غيرهم عنه . وذكر أيضاً سبب قول من قال عنه ما قال، والحامل له على ما نسب إليه . ولا حاجة لنا إلى ذكر ما قالوه، فإن مثل أبي حنيفة ومحله فى الإسلام لا يحتاج إلى دليل يعتذر به مما نسب إليه، والله أعلم، اهـ (١) .

وقبل هؤلاء كلهم الحافظ البارع العلامة تاج الإسلام أبوسعد عبد الكريم السمعاني المروزي ترجم له فى كتاب "الأنساب" ترجمةً حسنةً وذكر فضائله ومناقبه . فهؤلاء الحفاظ النقاد أئمة الجرح والتعديل لم يوردوا فى تصانيفهم فى الرجال شيئاً مما ذكر أعداؤه وحسّاده من مطاعنه

(١) و رأيت من هذا الكتاب نسخةً خطية جيدة الخط في خزانة محمد آباد طونك من أعمال راجبوتانه بالهند ، و قد تفضل علينا الأستاذ الشيخ العالم عمران خان بن عرفان خان المرحوم الطونكي بنقل هذه الترجمة من "جامع الأصول" جزاه الله تعالى عنا و عن سائر أهل العلم خيراً .

Scanned by CamScanner

ومثالبه، فثبت من صنيع هؤلاء جميعاً أن كل ما ذكر فى بعض كتب الرجال من جرحه ينبغي أن يرمى به عرض الحائط . ولا شك أنه ما طعن أحد فى قول من أقوالـه إلا لجهله به إما من حيث دليله وإما من حيث دقـة مداركـه - رضي الله عنه - عليه . وقد أجمع السلف والخلف على كثرة علمه وورعه، وعبادتـه، ودقـة مـداركه واستنباطاته . ولا عبرة بقول الجهال والحساد والأعداء على كل حال . ولقد صدق الإمام عبد الوهاب الشعراني رحمه الله تعالى حيث يقول فى "الميزان الكبرى" (١):

"وأما ما نقل عن الأئمـة الأربعة رضي الله عنهم أجمعين فى ذم الرأي، فأولهم تبرياً من كل رأي يخالف ظاهر الشريعة الإمام الأعظم أبوحنيفة النعمان ابن ثابت رضي الله عنه خلاف ما يضيفه إليه بعض المتعصبين، ويا فضيحته يوم القيامة من الإمام إذا وقع الوجه فى الوجه، فإن من كان فى قلبه نور لا يتجرأ أن يذكر أحداً من الأئـمة بسوء . وأين المقام من المقام إذ الأئـمة كالنجوم فى السماء، وغيرهم كأهل الأرض الذين لا يعرفون من النجوم إلا خيالها على وجه الماء، وقد روى الشيخ محي الدين فى "الفتوحات المكية" بسنده إلى الإمام أبي حنيفة رضي الله عنه أنه كان يقول: إياكم والقول فى دين الله تعالى بالرأي وعليكم باتباع السنة فمن خرج عنها ضل".

وقال أيضاً رحمه الله تعالى:

"والعلماء أمناء الشارع على شريعته من بعده، فلا

---

(١) الميزان الكبرى ، ج : ١ ، ص ١٥٤ و ١٥٥ .

Scanned by CamScanner

اعتراض عليهم فيما بينوه للخلق، واستنبطوه من الشريعة، لا سيما الإمام أبو حنيفة رضي الله عنه، فلا ينبغي لأحد الاعتراض عليه، لكونه من أجل الأئمة، وأقدمهم تدويناً للمذهب، وأقربهم سنداً إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، ومشاهداً لفعل أكبر التابعين من الأئمة رضي الله عنهم أجمعين .

وكيف يليق بأمثالنا الاعتراض على إمام عظيم، أجمع الناس على جلالته، وعلمه، وورعه وزهده وعفته، وعبادته، وكثرة مراقبته لله عز وجل، وخوفه منه طول عمره، ما هذا والله إلا عمىً فى البصيرة ..." .

وإياك أن تخوض مع الخائضين فى أعراض الأئمة بغير علم فتخسر فى الدنيا والآخرة، فإن الإمام رضي الله عنه كان متقيداً بالكتاب والسنة متبرئاً من الرأي، كما قدمنا لك فى عدة مواضع من هذا الكتاب .

ومن فتش مذهبه رضي الله عنه وجده من أكثر المذاهب احتياطاً فى الدين، ومن قال غير ذلك فهومن جملة الجاهلين المتعصبين المنكرين على أئمة الهدى بفهمه السقيم، وحاشى ذلك الإمام الأعظم من مثل ذلك حاشاه، بل هوإمام عظيم متبع إلى انقراض المذاهب كلها، كما أخبرني به بعض أهل الكشف الصحيح، وأتباعه لن يزالوا فى ازدياد كلما تقارب الزمان، وفى مزيد اعتقاد فى أقواله، وأقوال أتباعه وقد قدمنا قول إمامنا الشافعي رضي الله عنه: "الناس كلهم عيال فى الفقه على أبي حنيفة رضي الله عنه"، وقد

"أبى" بالكسر وبالفتح
محمد ثمت ١٢٢

Scanned by CamScanner

ضرب بعض أتباعه وحبس ليقلد غيره من الأئمـة فلم يفعل، وما ذلك والله سدىً، ولا عبرة بكلام بعض المتعصبين فى حق الإمام، ولا بقولهم أنه من جملة أهل الرأي، بل كلام من يطعن فى هذا الإمام عند المحققين يشبه الهذيانات .

ولوأن هذا الذي طعن فى الإمام كان له قدم فى معرفة منازع المجتهدين ودقة استنباطاتهم لقدّم الإمام أباحنيفة فى ذلك على غالب المجتهدين لخفاء مدركه رضي الله عنه .

واعلم يا أخي ! إنني ما بسطت لك الكلام على مناقب الإمام أبي حنيفة أكثر من غيره إلا رحمة بالمتهورين فى دينهم من بعض طلبة المذاهب المخالفة له، فإنهم ربما وقعوا فى تضعيف شيئ من أقواله لخفاء مدركه عليهم بخلاف غيره من الأئمـة، فإن وجوه استنباطاتهم من الكتاب والسنة ظاهرة لغالب طلبة العلم الذين لهم قدم فى الفهم ومعرفة المدارك[1].

(١) الميزان الكبرى ، ج : ١ ، ص ٦٩ .

Scanned by CamScanner

اعتداء الألباني على الإمام الهمام رضى الله عنه

فهذا ما نقلناه من أركان النقل وأئمة الرجال الذين عليهم المعول فى هذا الباب فى حق أبي حنيفة الإمام الأعظم رضي الله تعالى عنه من الثناء على حفظه وإتقانه وعلمه، وقد قال الحافظ أبوالحجّاج المزّي فى "مقدمة تهذيب الكمال":

"واعلم أن ما كان فى هذا الكتاب من أقوال أئمة الجرح والتعديل" ونحو ذلك فعامته منقول من "كتاب الجرح والتعديل" لأبي محمد عبد الرحمن بن أبي حاتم الرازي الحافظ بن الحافظ، ومن "كتاب الكامل" لأبي أحمد عبدالله بن عدي الجُرجاني الحافظ، ومن "كتاب تاريخ بغداد" لأبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي الحافظ، ومن "كتاب تاريخ دمشق" لأبي القاسم علي بن الحسن بن هبة الله المعروف بابن عساكر الدمشقي الحافظ، وما كان فيه من ذلك منقولاً من غير هذه الكتب الأربعة فهو أقل مما كان فيه من ذلك منقولاً منها أو من بعضها......

وقد اشتمل هذا الكتاب على ذكر عامّة رواة العلم وحملة الآثار، وأئمة الدين، وأهل الفتوى، والزهد والورع والنسك، وعامة المشهورين من كل طائفة من طوائف أهل العلم المشار إليهم من أهل هذه الطبقات ولم يخرج عنهم إلا القليل،

فمن أراد زيادة اطلاع على ذلك فعليه بعد هذه الكتب

Scanned by CamScanner

الأربعة" بكتاب الطبقات الكبير" لمحمد بن سعد كاتب الواقدي، و"كتاب التاريخ" لأبي بكر أحمد بن أبي خيثمة زهير بن حرب، "وكتاب الثقات" لأبي حاتم محمدبن حبّان البُستي، و"كتاب تاريخ مصر" لأبي سعيد عبد الرحمن بن أحمد بن يونس بن عبد الأعلى الصدفي، و"كتاب تاريخ نيسابور" للحاكم أبي عبدالله محمد بن عبدالله النيسابوري الحافظ، و"كتاب تاريخ أصبهان" لأبي نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد الأصبهاني الحافظ، فهذه الكتب العشرة أمهات الكتب المصنفة فى هذا الفن" (١).

ومعلوم أن ابن عدي قد تعدى وجاوز الحدّ فى الوقيعة فى الإمام الأعظم، وكذا الخطيب البغدادي قد إستوعب مثالب الإمام فأتى بقاذورات لا تغسلها البحار، وكانت عامة كتب الجرح والتعديل فى متناول أهل العلم الذين نقلنا مناقب الإمام الأعظم من تصانيفهم كالسّمعاني والنووي والمِزّي والذهبي وابن كثير والحسيني والبرهان الحلبي وابن حجر العسقلاني وهؤلاء كلّهم من أئمة هذا الشأن ومع ذلك لم يلتفتوا إلى ما قيل فيه أصلاً، بل على رغم هؤلاء الطاعنين يعدونه فى الحُفاظ، ويوثقونه ويجعلونه مِن أئمة النقد الذين يرجع إلى اجتهادهم فى التزييف والتصحيح، والجرح والتعديل، ويذكرون أقواله فى هذا الباب، فهذا الإمام أبو الحجاج المِزّي كل ما ذكر فى ترجمة أبي حنيفة فى كتابه "تهذيب الكمال" إنما أخذه من كتاب "تاريخ بغداد" للخطيب البغدادي، ولم يعرج إلى ما ذكر فيه من قدحه أصلا علماً منه أن كلام من تكلم فيه إنما صدر عن هوى وعصبيّة، والإمام برئ عمّا رمى به أعداؤه، فلا ينبغي

(١) تهذيب الكمال ج ١، ص ٣ طبع دار المأمون للتراث الطبعة الأولى سنة ١٤٠٢هـ.

Scanned by CamScanner

لأحد أن يذكر منها شيئاً، وقد صرّح الإمام الذهبي رحمه الله تعالى:
"أن كتاب تهذيب الكمال ينبوع معرفة الثقات" [(١)].
وقد أثنى على صنيعه هذا قائلاً:

قد أحسن شيخنا أبو الحجاج حيث لم يورد شيئاً يلزم منه التضعيف اهـ (كما مرّ سابقا).

وعلى منواله جرى من أتى بعده كالذهبي، وابن كثير والحسيني والبرهان الحلبي وابن حجر رحمهم الله وهلمّ جرّا إلى يومنا هذا إلا أن بعض منتحلي الحديث من أهل عصرنا - وهو الشيخ محمد ناصرالدين الألباني قد شذ وحاد عن الطريق فأخذ (فهو) يقع فى مثل هذا الإمام، ويتكلّم فى حفظه، وإتقانه، ويضعفه ويرميه بسوء الحفظ، وينفى عنه الضبط والحفظ، حيث يقول فى كتابه "سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة وأثرها السّيء فى الأمة" عند الكلام على حديث "إذا طلع النجم رفعت العاهة عن أهل كل بلد" ما نصّه:

"ضعيف، أخرجه الإمام محمد بن الحسن فى "كتاب الآثار" (ص ١٥٩) أخبرنا أبو حنيفة قال: حدثنا عطاء بن أبي رباح عن أبي هريرة مرفوعاً، ومن طريق أبي حنيفة أخرجه الثقفى فى "الفوائد" (٣/١٢/١) وكذا الطبراني فى "المعجم الصغير" (ص٢٠) وفى "الأوسط" (١/١٤٠/٢) وعنه أبو نعيم فى "أخبار إصبهان" (١/١٢١) وقال: "النجم هو الثريا" وهذا

---

(١) الموقظة فى علم مصطلح الحديث للإمام الذهبي ص ٧٩، الناشر: مكتبة المطبوعات الإسلامية بحلب، الطبعة الأولى سنة ١٤٠٥هـ، واعتنى بتصحيحه والتعليق عليه المحقق البحّاثة العلامة المحدّث الناقد فضيلة الشيخ عبد الفتاح أبو غدّة جزاه الله تعالى عن العلم وأهله خيرا.

Scanned by CamScanner

إسناد رجاله ثقات إلا أن أبا حنيفة رحمه الله على جلالته فى الفقه قد ضعفه من جهة حفظه البخاري ومسلم والنسائي وابن عدي وغيرهم من أئمة الحديث. ولذلك لم يزد الحافظ ابن حجر فى "التقريب" على قوله فى ترجمته "فقيه مشهور"[١].

ونحن نسأل الشيخ الألباني إذا كان ضعف أبي حنيفة متحققاً عند ابن حجر فلم لم يضعفه؟ واكتفى على قوله "فقيه مشهور" مع تصريحه فى "مقدمة تقريبه".

"إنني أحكم على كل شخص منهم بحكم يشمل أصح ما قيل فيه، وأعدل ما وصف به، بأخص عبارة وأخلص إشارة".

فهل قرأ الأستاذ الألباني فى كتاب من كتب المصطلح أن كلمة "فقيه مشهور" تدل على ضعف الراوي تصريحاً أو تلويحاً؟ بينوا لنا مأجورين، وهل اتصاف راو بالفقه والشهرة يدل على ضعفه وتركه؟ أم يخرجه من الجهالة والستر إلى الشهرة والمعرفة، وتبجيله بالعلم والجلالة ويثبت له كل خير فقد ثبت عن المصطفى ﷺ أنه قال: "من يرد الله به خيراً يفقهه فى الدين" فهل بعد الفقه خير يرجى له، ولفظ "الفقيه" فى عرف السلف كان لا يطلق إلا على المجتهد، فما بال الألباني يجعل الثناء ذماً ويعكس الأمر، والله يصلحه ويهديه.

وأما قوله: "لم يزد الحافظ ابن حجر فى "التقريب" على قوله: "فقيه مشهور" فهذا بهت ونفى الزيادة لا تصح، كيف! وقد أقرّ بإمامته فى موضعين، فقد جاء فى "الكنى" "من التقريب" ما نصّه:

---

(١) "سلسلة الأحاديث الضعيفة" المجلد الأول، الجزء الرابع ص ٧٧-٧٨ من منشورات المكتب الإسلامي بدمشق.

Scanned by CamScanner

"أبو حنيفة النعمان بن ثابت، الإمام المشهور"

وقال فى حرف النون، ما نصّه:

"النعمان بن ثابت الكوفى أبو حنيفة الإمام .

ولفظ الإمام إذا أطلق ولم يقيد فى كتب الجرح والتعديل من أعلى مراتب التوثيق وهو أرفع من ثقة، أو متقن أو ثبت أو عدل.

وظهر من هذا أن الحافظ ابن حجر رحمه الله تعالى لم يقبل تضعيف هؤلاء فى حق الإمام أبي حنيفة أصلاً، وفى لفظ "الفقيه" و"الإمام" إشارة إلى ترجيح روايته على رواية غير الفقيه وغير الإمام من عامة الرواة ولم يتفطن له الألباني أصلاً بل عكس الأمر وظن أن الوصف بـ"فقيه مشهور" يدل على ضعف الراوي، فسبحان قاسم العقول، وقد ذكر الإمام الزكي يوسف بن الحجّاج المزي رحمه الله فى "مقدمة تهذيب الكمال":

> "قال أبو بكر بن خزيمة: عن عبد الله بن هاشم الطوسي: كنا عند وكيع فقال: الأعمش أحبّ إليكم عن أبي وائل عن عبد الله أو سفيان عن منصور عن إبراهيم عن علقمه عن عبد الله؟ فقلنا: الأعمش عن أبي وائل أقرب، فقال: الأعمش شيخ، وأبو وائل شيخ، وسفيان عن منصور عن إبراهيم عن علقمه عن عبد الله فقيه عن فقيه عن فقيه عن فقيه ، زاد غيره قال: وحديث يتداوله الفقهاء أحبّ إلينا من حديث يتداوله الشيوخ (١).

ثم لا يخفى أن الحافظ ابن حجر العسقلاني فى سائر تصانيفه لم ينقل عن أحد من أهل العلم شيئاً فى تضعيف الإمام أبي حنيفة رحمه الله تعالى

---

(١) تهذيب الكمال فى أسماء الرجال، ج ١، ص ٥.

Scanned by CamScanner

على رغم أنف الألباني بل نقل توثيق الإمام نصاً فى كتابه "تهذيب التهذيب" عن إمام الصنعة يحيى بن معين رحمه الله تعالى وهذا نصّه:

"قال محمد بن سعد العوفى: سمعت يحيى بن معين يقول: كان أبو حنيفة ثقةً لا يحدث بالحديث إلا بما يحفظه ولا يحدث بما لا يحفظه، وقال صالح بن محمد الأسدي عن ابن معين: كان أبو حنيفة ثقة فى الحديث" اهـ

وقال أيضا رحمه الله تعالى:

"قال ابن أبي داؤد عن نصربن علي، سمعت ابن داؤد يعني الخريبي يقول: الناس فى أبي حنيفة حاسد وجاهل، وقال أحمد بن عبدة قاضي الرى عن أبيه: كنا عند ابن عائشة فذكر حديثاً لأبي حنيفة ثم قال: أما إنكم لو رأيتموه لأردتموه فما مثله ومثلكم إلا كما قيل:

أقلوا عليهم ويلكم لا أبا لكم - من اللوم أوسدوا المكان الذي سدّا

وختم ترجمته بقوله:

"ومناقب الإمام أبي حنيفة كثيرة جداً، فرضى الله تعالى عنه وأسكنه الفردوس آمين" (١).

والخريبي هو الإمام الحافظ القدوة أبو عبد الرّحمن عبد لله بن داؤد ابن عامر الهمداني الشعبي الكوفى، كان يسكن محلة "الخريبة" بالبصرة ذكره الذهبي فى "تذكرة الحفاظ" وقال الحافظ فى "التقريب":

(خ، ٤) عبدالله بن داؤدبن عامرالهمداني، أبوعبد الرّحمن

---

(١) ج١٠ ص٤٥٢.

الخريبي، بمعجمة وموحدة مصغراً، كوفى الأصل، ثقة عابد، من التاسعة، مات سنة ثلاث عشرة، وله سبع وثمانون سنة أمسك عن الرواية قبل موته، فلذلك لم يسمع منه البخاري رحمه الله.

وقال فى "تهذيب التهذيب"

"قال ابن سعد: كان ثقةً عابداً ناسكاً، وقال معاوية بن صالح عن ابن معين ثقة صدوق مأمون، وقال عثمان الدارمي: سألت ابن معين عنه وعن أبي عاصم، فقال: ثقتان، قال الدارمي: الخريبي اعلى، وقال أبوزرعة والنسائي: ثقة وقال أبو حاتم: كان يميل إلى الرأي، وكان صدوقاً، وقال الدارقطني: ثقة زاهد، وقال ابن عيينة: ذاك أحد الأحدين وقال مرّة: ذلك شيخنا القديم" اهـ.

فانظر أيها الشيخ الألباني ولا تغمض عينيك ما ذا يقول: ذاك أحد الأحد بنَ شيخ ابن عيينة الثقة الصدوق الزاهد العابد الناسك المامون: أن الناس فى أبي حنيفة حاسد وجاهل، ولا تغتر بما قاله الحسّاد والجاهلون فى هذا الإمام.

وأما ابن عائشة فهو أبو عبد الرحمن عبيدالله بن محمد ابن حفص العيشي بتحتانية ومعجمة ذكره الحافظ فى "التقريب" فقال:

"(د، ت، س) عبيد الله بن محمد ابن عائشة، اسم جده حفص بن عمر بن موسى بن عبيد الله بن معمر التيمي، وقيل له: ابن عائشة، والعائشي، والعيشي نسبة إلى عائشة بنت طلحة، لأنه من ذريتها، ثقة، جواد، رمى بالقدر ولم يثبت، من كبار العاشرة، مات سنة

ثمان وعشرين".

وقال فى "تهذيب التهذيب":

"قال أبو طالب عن أحمد: صدوق فى الحديث، وقال ابو حاتم صدوق ثقة، روى عنه أحمد، وكان عنده عن حماد بن سلمة تسعة آلاف، وكان عنده دقائق وفصاحة وحسن خلق وسخاء، وقال الآجري: عن أبي داؤد سمع علماً كثيراً... قال الساجي وكان من سادات أهل البصرة غير مدافع، وكان كريماً سخياً، وقال إبراهيم الحربي: ما رأت عيني مثله... وقال ابن حبّان: كان حافظاً عالماً بأنساب العرب" اهـ بإختصار.

وحلاه الذهبي فى "سير أعلام النبلاء" بقوله:

"الإمام العلامة الثقة...... الأخباري الصادق"

فهذا شيخ الإمام أحمد الإمام العلامة الأخباري الحافظ الصدوق الثقـة حامل العلم الكثير من سـادات أهل البصـرة، يـذكر حـديثاً لأبي حنيفة، فقال بعض من حضر: لا نريده (كما يقول الألباني فى عصرنا هذا) فيقول له:

"أما إنكم لو رأيتموه لا ردتموه، وما أعرف له ولكم مثلا إلا ما قال الشاعر إلخ" (١):

رددتموه

تمت الله

وفى ذلك عـبرة للألبـــاني لواعتبر.

ولما كان أبو حنيفة ثقة لا يحدث بالحديث إلا بما يحفظه ولا يحدث بما لا يحفظه كما ينقله ابن حجر عن ابن معين ويقرره، ولا يتعقب عليه، فكيف يظن بد أنه قد تأثر بجرح المخالفين له، فما بال الألباني

يقرره

(١) والحافظ ذكر هذه القصّة فى "تهذيب التهذيب" بالإجمال، ومن شاء التفصيل فليراجع "تهذيب الكمال".

Scanned by CamScanner

لا يتفطن لهذا الأمر الظاهر المكشوف، فإن لم ير الشيخ الألباني إلى الآن "تهذيب التهذيب" فليراجع فيه ترجمة الإمام الهمام، لعل الله يهديه إلى سواء السبيل.

وفى "الجواهر والدرر فى ترجمة شيخ الإسلام ابن حجر" تأليف الحافظ الإمام شمس الدين محمّد بن عبد الرحمن السخاوي، ما نصّه:

"وسئل إبن حجر، عما ذكره النسائي فى "الضعفاء والمتروكين".

عن أبي حنيفة رضي الله عنه أنه ليس بقوى فى الحديث، وهو كثير الغلط والخطأ على قلة روايته، هل هو صحيح؟. وهل وافقه على هذا أحد من أئمة المحدثين أم لا؟.

فأجاب: النسائي من أئمة الحديث، والذي قاله إنما هو حسب ما ظهر له وأداه إليه اجتهاده، وليس كل أحد يؤخذ بجميع قوله، وقد وافق النسائي على مطلق القول فى جماعة من المحدثين، واستوعب الخطيب فى ترجمته من "تاريخه" أقاويلهم، وفيها ما يقبل وما يردّ، وقد اعتذر عن الإمام بأنه كان يرى أنه لا يحدث إلا بما حفظه منذ سمعه إلى أن أداه، فلهذا قلت الرواية عنه، وصارت روايته قليلة بالنسبة لذلك، وإلا فهو فى نفس الأمر كثير الرواية.

وفى الجملة: ترك الخوض فى مثل هذا أولى فإن الإمام وأمثاله ممن قفزوا القنطرة، فما صار يؤثر فى أحد منهم قول أحد، بل هم فى الدرجة التي رفعهم الله تعالى إليها من كونهم متبوعين يقتدي بهم، فليعتمد هذا

Scanned by CamScanner

والله ولي التوفيق اهـ [١].

فعلى الألباني أن يتق الله تعالى فيما يقول وليجتنب الخداع والتقويل لابن حجر وغيره مالم يقله، والله ولي التوفيق.

وبهذا ظهر الجواب عمن شارك النسائي فى الجرح على الإمام، وقد حث أبرّ أصحاب ابن حجر الإمام الحافظ السخاوي فى كتابه "الإعلان بالتوبيخ لمن ذم التاريخ" بالاجتناب عن اقتفاء الجارحين والطاعنين فيه حيث يوصي رحمه الله تعالى قائلا:

"ويلتحق بذلك (أي فى التأويل والتجنب عن ذكره) ما وقع بين الأئمة سيما المتخالفين فى المناظرات والمباحثات .

وأما ما أسنده الحافظ أبو الشيخ بن حيّان فى "كتاب السنة" له من الكلام فى حق بعض الأئمة المقلّدين، وكذا الحافظ أبو احمد بن عدي فى "كامله" والحافظ أبو بكر الخطيب فى "تاريخ بغداد" وآخرون ممّن قبلهم كابن ابي شيبة فى "مصنفه" والبخاري والنسائي، مما كنت أنزههم عن إيراده مع كونهم مجتهدين، ومقاصدهم جميلة، فينبغي تجنب اقتفاءهم فيه، ولذا عزّر بعض القضاة الأعلام من شيوخنا من نسب إليه التحدث ببعضه، بل منعنا شيخنا حين سمعنا عليه "كتاب دم الكلام" للهروي من الرواية عنه لما فيه من ذلك" اهـ[٢].

ذم

---

(١) كذا نقله صديقنا العلامة المحقق البحّاثة الحبر النبيل والمحدث الجليل الشيخ محمد عوّامة فى كتابه "أثر الحديث الشريف فى اختلاف الأئمة رضي الله عنهم" ص ١١٦، ١١٧ الطبعة الثانية، نشرته دار السلام للطباعة والنشر سنة ١٤٠٧هـ.

(٢) ص ٦٥ طبع القدسي بدمشق عام ١٣٤٩هـ.

Scanned by CamScanner

فهرس المقدمة

الموضوع	الصفحة
مكانة الإمام الأعظم أبى حنيفة -رحمه الله تعالى- فى علم الحديث	٤
ثناء الذهبي على أبي حنيفة	٤
ثناء ابن تيمية على أبي حنيفة	١٣
كثرة أتباع أبي حنيفة واشتهار مذهبه في الآفاق	٢٠
كان أبوحنيفة حجةً، ثبتاً، أعلم عصره بالحديث، ومِنْ صَيارفته	٢٢
عداده في الحفاظ	٢٢
كان أبوحنيفة من أئمة الجرح والتعديل	٣٢
أبوحنيفة على شرط أصح الأسانيد	٤١
إطباق الحفاظ الذين جمعوا رجال الكتب الستة على إسقاط الجرح في ترجمة أبي حنيفة	٤٧
اعتداء الألباني على الإمام الهمام رضى الله عنه	٧٢

Scanned by CamScanner

مقدمہ

مقدمہ کتاب التعلیم

از

محقق العصر

مولانا محمد عبد الرشید نعمانیؒ

مقدمۃ
کتاب التعلیم
تالیف
الشیخ الامام مسعود بن شیبۃ
بن الحسین السندی
ف
۴۷

مقدمـــة كتاب التعليم

للشيخ الإمام مسعود بن شيبة بن الحسين السندى الملقب بشيخ الإسلام

من اعيان القرن السابع

حققه وعلق عليه وقدم له

الفقير إليه تعالى محمد عبد الرشيد النعمانى

قامت بنشرها وطبعها لجنة إحياء الأدب السندى
بحيدرآباد (باكستان الغربى)

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

كلمة

عن "كتاب التعليم"
ومؤلفه شيخ الاسلام مسعود بن شيبة

الحمد لله الملك العزيز الغفار ، والصلاة والسلام على خاتم النبيين محمد سيد المصطفين الأخيار ، وعلى أهل بيته الأطهار ، وصحابته المقربين الأبرار ، إلى يوم القرار .

(وبعد) فلولا أن السنة بينت لنا ما أجمل فى القرآن ما قدر أحد من العلماء على استخراج أحكام المياه والطهارة ، ولاعرف كون الصبح ركعتين والظهر والعصر والعشاء أربعاً ، ولا كون المغرب ثلاثاً ، ولا كان يعرف أحد ما يقال فى دعاء التوجه والإفتتاح ، ولاعرف صفة التكبير ، ولا أذكار الركوع والسجود والإعتدالين ، ولا ما يقال فى جلوس التشهدين ، ولا كان يعرف كيفية صلاة العيدين والكسوفين ، ولاغيرها من الصلوات كصلاة الجنازة والإستسقاء ، ولا كان يعرف أنصبة الزكاة ، ولا أركان الصيام والحج والبيع والنكاح والجراح

Marfat.com

والأقضية وسائر أبواب الفقه (١). وقد روى الإمام أبو داؤد في « باب ما تجب فيه الزكاة » من "سننه" : « حدثنا محمد بن بشار ، حدثني محمد بن عبد الله الأنصاري : نا صرد بن أبي المنازل : سمعت حبيب المالكي قال : قال رجل لعمران بن حصين رضي الله عنه : يا أبا نجيد إنكم لتحدثونا بأحاديث ما نجد لها أصلاً في القرآن ! فغضب عمران رضي الله عنه وقال للرجل : أوجدتم في كل أربعين درهماً درهم ، ومن كل كذا وكذا شاةً شاة ، ومن كذا وكذا بعيراً كذاوكذا ؟ أوجدتم هذا في القرآن ؟ قال : لا. قال : فعمن أخذتم هذا ؟ أخذتموه عنا ، وأخذناه عن نبي الله صلى الله عليه وسلم . وذكر أشياء نحو هذا . » وروى البيهقي في (باب صلاة المسافر) من " سننه " عن عمر رضي الله عنه أنه سئل عن قصر الصلاة في السفر ، وقيل له : إنا لنجد في الكتاب العزيز صلاة الخوف ولا نجد صلاة السفر . فقال للسائل : « يا ابن أخي إن الله تعالى أرسل إلينا محمداً صلى الله عليه وسلم ولانعلم شيئاً وإنما نفعل ما رأينا رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعله . قصر الصلاة في السفر سنة سنها رسول الله صلى الله عليه وسلم . »

وهذا هو البيان الذي وقع منه صلى الله عليه وسلم امتثالاً لقوله تعالى : (لتبين للناس ما نزل إليهم) فالبيان غير المبين ،

---

(١) وهذا نص كلام سيدي على الخواص رحمه الله كما ينقله الشعراني في "ميزانه الكبرى" (ج - ١ ص ٥٢).

Marfat.com

ولذا وقع بعبارة أخرى غير عبارة الوحي الذى نزل عليه ، فلو أن علماء الأمـــة كانوا يستقلون بالبيان وتفصيل المجمل واستخراج الأحكام من القرآن لكان الحق تعالى اكتفى من رسولـــه صلى الله عليه وسلم بالتبليغ للوحى من غير أن يأمره ببيان ، فلو لا بيان رسول الله صلى الله عليـه وسلم ما أجمل فى القرآن لبقى القرآن على اجماله .

وكما أن الشارع بين لنا بسنته ما أجمل فى القرآن العظيم فكذلك الأئمة المجتهدون بينوا لنا ما أجمل فى أحاديث الشريعـــة . ولولا بيانهم لنا ذلك لبقيت الشريعة على اجمالها . فإن الشارع نصوصـــه كلمات جوامع ، وقضايا كلية ، وقواعد عامة يمتنع أن ينص على كل فرد من جزئيات العالم إلى يوم القيامة فلابد من الإجتهاد فى المعنيات هل تدخل فى كلماته الجامعة أم لا . وهذا الإجتهاد يسمى " تحقيق المناط " وهو مما اتفق عليه الناس كلهم نفاة القياس ومثبتيه . والمجتهدون هم الذين ورثوا الأنبياء حقيقةً فى علوم الوحى فإن النبى صلى الله عليه وسلم أباح لهم الإجتهاد فى الأحكام تبعاً لقوله تعالى : « ولو ردوه إلى الرسول وإلى أولى الأمر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم » ومعلوم أن الإستنباط من مقامات المجتهدين رضى الله عنهم فهو تشريع عن أمر الشارع صلى الله عليه وسلم .

ولما كان الإجتهاد بذل الطاقة من الفقيه فى تحصيل حكم شرعى ظنى من الوجوب أو الحظر أو الندب أو الكراهة أو الإباحة ، وكان المجتهدون يستخرجون هذه الأحكام من الكتاب والسنة ،

Marfat.com

وما نصبه الشارع لمعرفتها من الأدلة وقع الإختلاف فيما بينهم ضرورة أن الأدلة عليها غالبها من النصوص وهى بلغـة العرب ، وفى اقتضاآت ألفاظها لكثير من معانيها اختلاف بينهم معروف ، فمن الأئمة من حمل مثلاً مطلق الأمر على الوجوب الجازم ، ومنهم من حملـه على الندب ، ومنهم من حمل مطلق النهى على التحريم ، ومنهم من حمله على الكراهة ، وقس على ذلك سائر ما اختلفوا فيه من تعيين بعض المعانى دون بعض . وكذلك السنة مختلفـة الطرق فى الثبوت ، وربما وقع التعارض فى أحكامها فتحتاج إلى الترجيح ، وهو مختلف أيضاً ، فالأدلة من غير النصوص مختلف فيها . وأيضاً فالوقائع المتجددة لا توفى بها النصوص ، وما كان منها غير ظاهر فى المنصوص فيحمل على منصوص لمشابهة بينهما ، ومن هنا وقع الخلاف بين السلف والأئمة .

وما ثم قول من أقوال المجتهدين إلا وهو مستند إلى أصل من أصول الشريعة لمن تأمل ، لأن ذلك القول إما أن يكون راجعاً إلى آية أو حديث أو أثر أو قياس صحيح على أصل صحيح ؛ لكن من أقوالهم ما هو مأخوذ من صريح الآيات أو الأخبار أو الآثار ، ومنـه ما هو مأخوذ من المأخوذ أو من المفهوم . فمن أقوالهم ما هو قريب ، ومنها ما هو أقرب ، ومنها ما هو بعيد ، ومنها ما هو أبعد ، ومرجعها كلها إلى الشريعة . قال الحافظ ابن عبد البر :

« ما أعلم أحداً من أهل العلم إلا وله تأويل فى آيـة أو مذهب فى سنة رد من أجل ذلك المذهب سنة أخرى

Marfat.com

بتأويل سائغ أو ادعاء نسخ . . . . . وليس لأحد من علماء الأمة يثبت حديثاً عن النبي صلى الله عليه وسلم ثم يرده دون ادعاء نسخ عليه بأثر مثله أو باجماع أو بعمل يجب على أصله الإنقياد إليه أو طعن فى سنده ، ولو فعل ذلك أحد سقطت عدالته فضلاً عن أن يتخذ إماماً وازمه إثم الفسق اهـ . » (١)

وقد وقع الإختلاف بين الصحابة فى الفروع وهم خير الأمة وما بلغنا أن أحداً منهم خاصم من قال بخلافه ولاعاداه ولا نسبه إلى الإثم والعدوان . وقد أجمع الناس على قولهم : « إن مجتهداً لا ينكر على مجتهد وأن كل واحد يلزمه العمل بما ظهر له أنه الصواب » وقد قال الفقهاء فيمن صلى رباعية إلى أربع جهات كلّ ركعة إلى جهة بالإجتهاد : لا قضاء عليه مع القطع بأن ثلاث ركعات منها إلى غير القبلة ولكن لما كانت كل ركعة مستندة إلى الإجتهاد قالوا بالصحة ولم تكن جهة أولى بالقبلة من جهة .

وكان أكثر ما يقع الترجيح فى المذاهب بالنظر إلى الأفضل من حيث قوة الأدلــة والقرب من الإحتياط والورع قال الإمام أبو بكر أحمد بن على الرازى الجصاص - وهو من أجلة الحنفية - فى " باب صلاة الخوف " من كتابه " أحكام القرآن " :

" واختلاف هذه الآثار تدل على أن النبى صلى الله عليه وسلم قد صلى هذه الصلوات على اختلافها على حسب ورود

(١) جامع بيان العلم ج - ٢ ص ١٤٨ .

Marfat.com

الروايات بها ، وعلى ما رآه النبي صلى الله عليه وسلم احتياطاً فى الوقت من كيد العدو ، وما هو أقرب إلى الحذر والتحرز على ما أمر الله تعالى به من أخذ الحذر فى قوله : (وليأخذوا حذرهم وأسلحتهم ، ود الـذين كفروا لو تغفلون عن أسلحتكم وأمتعتكم فيميلون عليكم ميلة واحدة) ولذلك كان الإجتهاد سائغاً فى جميع أقوال الفقهاء على اختلافها ، لما روى عن النبي صلى الله عليه وسلم فيها ، إلا أن الأولى عندنا ما وافق ظاهر الكتاب والأصول.

وجائز أن يكون الثابت الحكم منها واحداً والباقى منسوخ. وجائز أن يكون الجميع ثابتاً غير منسوخ توسعة وترفيهاً لئلا يحرج من ذهب إلى بعضها ، ويكون الكلام فى الأفضل منها كاختلاف الروايات فى الترجيع فى الأذان وفى تثنية الإقامة وتكبيرات العيدين والتشريق ونحو ذلك مما الكلام فيه بين الفقهاء فى الأفضل ، فمن ذهب إلى وجه منها فغير معنف عليه فى اختياره ، وكان الأولى عندنا ما وافق ظاهر الآية والأصول " اهـ (ج - ٢ ص ٣١٩).

وقال الإمام ابن عبد البر المالكى فى كتابه " الإستذكار لمذاهب علماء الأمصار فيما تضمنه الموطأ من معانى الرأى والآثار " (ورأيت قطعة من هذا الكتاب خطية عند الشيخ داؤد الغزنوى من أصحاب ظواهر الحديث بلاهور) ما نصه :

« أقول وبالله التوفيق : إن الإختلاف فى التشهد ، و

Marfat.com

فى الأذان والإقامة وعدد التكبير على الجنائز ، وما يقرأ وما يدعى به فيها ، وعدد التكبير فى العيدين ، ورفع الأيدى فى ركوع الصلوات ، وفى التكبير على الجنائز ، وفى السلام من الصلاة واحدة أو اثنتين ، وفى وضع اليمنى على اليسرى فى الصلوات ، وإرسال اليدين ، وفى القنوت وتركه ، وما كان مثل هذا كلـه اختلاف مباح ، كالوضوء واحدة أو اثنتين أو ثلاثاً إلا أن فقهاء الحجاز والعراق الذين تدور عليهم وعلى أتباعهم الفتوى يتشددون فى الزيادة على أربع تكبيرات على الجنائز ويأبون من ذلك ! ولا وجه له لأن السلف كبروا ثمانياً وسبعاً وستاً وخمساً وأربعاً وثلاثاً ، وقال ابن مسعود : « كبر ما كبر إمامك » وبه قال أحمد بن حنبل وهم أيضاً يقولون : إن الثلاث فى الوضوء أفضـل من الواحدة السابغة . وكل ما وصفت لك قد نقلته الكافة من الخلف عن السلف ، ونقله التابعون بإحسان من السابقين نقلاً لا يدخله غلط ولا نسيان لأنها أشياء ظاهرة معمول بها فى بلدان الإسلام زمناً بعد زمن ، يعرف ذلك علماؤهم وعوامهم من عهد نبيهم صلى الله عليه وسلم وهلم جراً . فدل على أن ذلك مباح كله وسعة ورحمة وتخيير ، والحمد لله » اهـ .

وقال شاه ولى الله بن عبد الرحيم المحـدث الدهلوى فى " حجة الله البالغة " :

« إن أكثر صور الإختلاف بين الفقهاء لا سيما فى المسائل

Marfat.com

التى ظهر فيها أقوال الصحابة فى الجانبين كتكبيرات التشريق وتكبيرات العيدين ، ونكاح المحرم ، وتشهد ابن عباس وابن مسعود ، والإخفاء بالبسملة وبآمين ، والإشفاع والإيتار فى الإقامة ونحو ذلك إنما هو فى ترجيح أحد القولين . وكان السلف لا يختلفون فى أصل المشروعية ، وإنما كان خلافهم فى أولى الأمرين ، ونظيره اختلاف القراء فى وجوه القراءة وقد عللوا كثيراً من هذا الباب بأن الصحابة مختلفون ، وأنهم جميعاً على الهدى ، ولذلك لم يزل العلماء يجوزون فتاوى المفتين فى المسائل الإجتهادية ، ويسلمون قضاء القضاة ، ويعملون فى بعض الأحيان بخلاف مذهبهم ، ولا ترى أئمة المذاهب فى هذه المواضع إلا وهم يضجعون القول ويبينون الخلاف ، يقول أحدهم : هذا أحوط ، وهذا هو مختار ، وهذا أحب إلى ، ويقول : ما بلغنا إلا ذلك ، وهذا كثير فى "المبسوط" و" آثار محمد " رحمه الله . وكلام الشافعى رحمه الله . ثم خلف من بعدهم خلف اختصروا كلام القول فقووا الخلاف وثبتوا على مختار أئمتهم ، والذى يروى من السلف من تاكيد الأخذ بمذهب أصحابهم ، وأن لا يخرج منها بحال ، فإن ذلك إما لأمر جبلى ، فإن كل انسان يحب ما هو مختار أصحابه وقومه حتى فى الزى والمطاعم أو لصولة ناشئة من ملاحظة الدليل أو لنحو ذلك من الأسباب ، فظن البعض تعصباً دينياً حاشاهم من ذلك . وقد كان فى الصحابة والتابعين ومن بعدهم من يقرأ

Marfat.com

البسملة ، ومنهم من لا يقرؤها ، ومنهم من يجهر بها ، ومنهم من لا يجهر بها ، وكان منهم من يقنت فى الفجر ، ومنهم من لا يقنت فى الفجر ، ومنهم من يتوضأ من الحجامة والرعاف والقىء ، ومنهم من لا يتوضأ من ذلك ، ومنهم من يتوضأ من مس الذكر ومس النساء بشهوة ، ومنهم من لا يتوضأ من ذلك ، ومنهم من يتوضأ مما مسته النار ؛ ومنهم من لا يتوضأ من ذلك ، ومنهم من يتوضأ من أكل لحم الإبل ، ومنهم من لا يتوضأ من ذلك .

ومع هذا فكان بعضهم يصلى خلف بعض مثل ما كان أبو حنيفة أو أصحابه والشافعى وغيرهم رضى الله عنهم يصلون خلف أئمة المدينة من المالكية وغيرهم وإن كانوا لا يقرؤن البسملة لا سراً ولا جهراً ، وصلى الرشيد إماماً وقد احتجم ، فصلى الإمام أبو يوسف خلفه ولم يعد ، وكان أفتاه الإمام مالك بأنه لا وضوء عليه ، وكان الإمام أحمد بن حنبل يرى الوضوء من الرعاف والحجامة فقيل له : فإن كان الإمام قد خرج منه الدم ولم يتوضأ هل تصلى خلفه ؟ فقال : كيف لا أصلى خلف الإمام مالك وسعيد بن المسيب . وروى أن أبا يوسف ومحمداً كانا يكبران فى العيدين تكبير ابن عباس لأن هارون الرشيد كان يحب تكبير جده . وصلى الشافعى رحمه الله الصبح قريباً من مقبرة أبى حنيفة رحمه الله فلم يقنت تأدباً معه . وقال أيضاً : ”ربما انحدرنا إلي مذهب أهل العراق“

Marfat.com

وقال مالك رحمه الله للمنصور وهارون الرشيد ما ذكرنا عنه سابقاً (١) . وفى " البزازية " عن الإمام الثانى - وهو أبو يوسف رحمه الله - أنه صلى يوم الجمعة مغتسلاً من الحمام وصلى بالناس وتفرقوا ، ثم أخبر بوجود فأرة ميتة فى بئر الحمام فقال : إذاً نأخذ بقول إخواننا من أهل المدينة "إذا بلغ الماء قلتين لم يحمل خبثاً" انتهى . وسئل الإمام الخجندى رحمه الله عن رجل شافعى المذهب ترك صلاة سنة أو سنتين ،

---

(١) يعنى ما ذكره سابقاً فى " باب أسباب اختلاف مذاهب الفقهاء " ما نصه :

" ولما حج المنصور قال لمالك : « قد عزمت أن آمر بكتبك هذه التى صنفتها فتنسخ ثم أبعث فى كل مصر من أمصار المسلمين منها نسخة ، وآمرهم بأن يعملوا بما فيها ولا يتعدوه إلى غيره » فقال : « يا أمير المؤمنين لا تفعل هذا فإن الناس قد سبقت إليهم أقاويل ، وسمعوا أحاديث ، ورووا روايات ، وأخذ كل قوم بما سبق إليهم وأتوا به من اختلاف ، فدع الناس وما اختار أهل كل بلد منهم لأنفسهم » ويحكى نسبة هذه القصة إلى هارون الرشيد ، وأنه شاور مالكاً فى أن يعلق " الموطأ " فى الكعبة ، ويحمل الناس على ما فيه فقال : « لا تفعل فإن أصحاب رسول الله ﷺ اختلفوا فى الفروع وتفرقوا فى البلدان ، وكل سنة مضت» قال : « وفقك الله يا أبا عبد الله » حكاه السيوطي" (ج - ١ ص ١٤٥) .

Marfat.com

م انتقل إلى مذهب أبي حنيفة رحمه الله ، كيف يجب عليه القضاء ، أيقضيها على مذهب الشافعى أو على مذهب أبي حنيفة ؟ فقال : "على أى المذهبين قضى بعد أن يعتقد جوازها جاز" انتهى . وفى "جامع الفتاوى" أنه إن قال جنفى : إن تزوجت فلانة فهى طالق ثلاثاً ، ثم استفتى شافعيا فأجاب أنها لا تطلق ويمينه باطل فلابأس باقتداء بالشافعى فى هذه المسألة ، لأن كثيراً من الصحابة فى جانبه . قال محمد رحمه الله فى "أماليه" : لو أن فقيهاً قال لامرأته : أنت طالق البتة ، وهو ممن يراها ثلاثاً ، ثم قضى عليه قاض بأنها رجعية ، وسعه المقام معها . وكذا كل فصل مما يختلف فيه الفقهاء من تحريم أو تحليل أو اعتاق أوأخذ مال أو غيره ، ينبغى للفقيه المقضى عليه الأخذ بقضاء القاضى ، ويدع رأيه ويلزم نفسه ما ألزم القاضى ويأخذ ما أعطاه ، قال محمد رحمه الله : وكذلك رجل لا علم له ، ابتلى ببلية فسأل عنها الفقهاء ، فأفتوه فيها بحلال أو بحرام ، وقضى عليه قاضى المسلمين بخلاف ذلك ، وهى مما يختلف فيه الفقها ، فينبغى له أن يأخذ بقضاء القاضى و يدع ما أفتاه الفقهاء ، انتهى . (ج - ١ ص ١٥٨ حتى ١٦٠)

وقال الإمام الربانى محمد بن الحسن الشيبانى فى « باب القراءة خلف الإمام » من " المؤطا " : « أخبرنا أسامة بن زيد المدنى : حدثنا سالم بن عبد الله بن عمر قال : كان ابن عمر لا يقرأ خلف الإمام . قال : فسألت القاسم بن محمد عن ذلك ، فقال : إن تركت فقد

Marfat.com

تركه ناس يقتدى بهم ، وإن قرأت فقد قرأه ناس يقتدى بهم .
وكان القاسم ممن لا يقرأ » ا هـ . وأخرجه الحافظ البيهقى فى "كتاب
القراءة خلف الإمام" (١) من طريق جعفر بن عون أنبأ أسامة
ابن زيد قال : سألت القاسم بن محمد عن القراءة خلف الإمام
قال : إن قرأت فقد قرأ قوم كان فيهم أسوة والأخذ بأمرهم ،
وإن تركت فقد ترك قوم كان فيهم أسوة . قال : وكان ابن عمر
لا يقرأ . وأخرج الخطيب البغدادى فى "تاريخه" (٢) بسنده إلى ابن
لهيعة مفتى مصر فى عصره قال : « حج الأعمش من " الكوفة "
ومالك بن أنس من " المدينة " وعثمان البتى من " البصرة " فجلسوا
فى المسجد الحرام يفتون يخالف بعضهم بعضاً . فقال رجل للأعمش :
أتخالف أهل المدينة ؟ فقال : قديماً اختلفنا وإياهم فرضينا بعلمائنا
ورضوا بعلمائهم » ا هـ . واخرج الحافظ ابن عبد البر فى " الإنتقاء
فى فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء" (٣) بسنده إلى مالك الإمام قال :
« قال لى المهدى : يا أبا عبد الله ضع لى كتاباً أحمل الأمة
عليه ! فقلت له : يا أميرالمومنين أما هذا السقع - وأشار إلي المغرب -
فقد كفيتكه . وأما الشام ففيهم الرجل الذى علمته - يعنى الأوزاعى -
وأما أهل العراق فهم أهل العراق » ا هـ .

وقال العلامة تاج الدين السبكى فى "جمع الجوامع" :

---

(١) ص ١٤٧ طبع دهلى بالهند .

(٢) تاريخ بغداد ج - ٨ ص ١٦٦ . (٣) ص ٤٠ .

Marfat.com

"إن الشافعي ومالكاً وأبا حنيفة والسفيانين وأحمد والأوزاعي وإسحاق وداود وسائر أئمة المسلمين على هدى من ربهم"(١)

وقال الحافظ ابن تيمية في "منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة والقدرية":

"وهؤلاء أهل العلم الذين يبحثون الليل والنهار عن العلم، وليس لهم غرض مع أحد، بل يرجحون قول هذا الصحابي تارة، وقول هذا الصحابي تارة، بحسب ما يرونه من أدلة الشرع كسعيد بن المسيب وفقهاء "المدينة" مثل عروة بن الزبير، والقاسم بن محمد، وعلى بن الحسين، وأبي بكر ابن عبد الرحمن، وعبيد الله بن عبد الله بن عتبة، وسليمان بن يسار، وخارجة بن زيد، وسالم بن عبد الله بن عمر وغير هؤلاء، ومن بعدهم كابن شهاب الزهري، ويحيى بن سعيد، وأبي الزناد، وربيعة، ومالك بن أنس، وابن أبي ذئب، وعبد العزيز الماجشون وغيرهم. ومثل طاوس اليماني، ومجاهد، وعطاء، وسعيد بن جبير، وعبيد بن عمير، وعكرمة مولى ابن عباس، ومن بعدهم مثل عمرو بن دينار وابن جريج، وابن عيينة وغيرهم من أهل "مكة" ومثل الحسن البصري، ومحمد بن سيرين، وجابر بن زيد أبي الشعثاء

---

(١) راجع الجزء الثاني من "حاشية البناني على شرح الجلال المحلي على جمع الجوامع" ص ٣٤٧ طبع بولاق بمصر عام ١٢٩٧ هـ.

Marfat.com

ومطرف بن عبد الله بن الشخير . ثم أيوب السختيانى ، و
عبد الله بن عون ، وسليمان التيمى ، وقتادة ، وسعيد [بن
أبى عروبة ، وحماد بن سلمة ، وحماد بن زيد وأمثالهم . ومثل
علقمة ، والأسود ، وشريح القاضى وأمثالهم . ثم ابراهيم
النخعى ، وعامر الشعبى ، والحكم بن عتيبة ، ومنصور بن
المعتمر - إلى - سفيان الثورى ، وأبى حنيفة ، وابن أبى ليلى ،
وشريك - إلى - وكيع بن الجراح ، وأبى يوسف ومحمد بن
الحسن وأمثالهم . ثم الشافعى ، وأحمد بن حنبل ، واسحاق بن
راهويه ، وأبو عبيد القاسم بن سلام ، والحميدى عبد الله
ابن الزبير ، وأبو ثور ، ومحمد بن نصر المروزى ، ومحمد
ابن جرير الطبرى ، وأبو بكر بن المنذر . " (ج - ٣ ص
١٤٢)

وقال أيضاً فى موضع آخر منه :

"فقد جاء بعد أولئك فى قرون الأمة من يعرف كل أحد
زكاءهم وذكاءهم مثل سعيد بن المسيب ، والحسن البصرى ،
وعطاء بن أبى رباح وابراهيم النخعى ، وعلقمة ، والأسود ،
وعبيدة السلمانى ، وطاؤس ، ومجاهد ، وسعيد بن جبير ، و
أبى الشعثاء جابر بن زيد ، وخارجة بن زيد ، وعلى بن
الحسين ، وعبيد الله بن عبد الله بن عتبة ، وعروة بن الزبير ،
والقاسم بن محمد بن أبى بكر وأبى بكر بن عبد الرحمن بن الحارث
بن هشام ، والمطرف بن الشخير ، ومحمد بن واسع ، وحبيب

Marfat.com

العجمى ، ومالك بن دينار ، ومكحول ، والحكم بن عتيبة ، ويزيد بن أبى حبيب ، ومن لايحصى عددهم إلا الله . ثم بعدهم أيوب السختيانى ، وعبد الله بن عون ، ويونس بن عبيد ، وجعفر بن محمد ، والزهرى ، وعمرو بن دينار ، ويحيى بن سعيد الأنصارى ، وربيعة بن أبى عبد الرحمن ، و أبو الزناد ، ويحيى بن أبى كثير ، وقتاده ، ومنصور بن المعتمر ، والأعمش ، وحماد بن أبى سليمان ، وهشام الدستوائى وسعيد بن أبى عروبة . ومن بعد هؤلاء مثل مالك بن أنس ، وحماد بن زيد ، وحماد بن سلمة ، والليث بن سعد ، و الأوزاعى ، وأبى حنيفة وابن أبى ليلى ، وشريك ، وابن الماجشون . ومن بعدهم مثل يحيى بن سعيد القطان ، وعبد الرحمن ابن مهدى ، ووكيع بن الجراح ، وعبد الرحمن بن القاسم ، وأشهب بن عبد العزيز ، وأبى يوسف ، ومحمد بن الحسن ، والشافعى ، وأحمد بن حنبل ، واسحاق بن راهويه ، وأبى عبيد وأبى ثور . . . . . وهم من أعظم الناس نظراً فى العلم وكشفاً لحقائقه" ا هـ (منهاج السنة ج ـ ١ ص ١٦٧ و١٦٨)

فهولاء الأئمة الأعلام والقادة الكرام كلهم على هدى من ربهم ، بذلوا جهدهم فى اصابة كبد الحق رضى الله عنهم وعن اتباعهم .

ومنا جزيل الشكر للأئمة المتبوعين الذين لهم لسان صدق فى الإسلام على ما مهدوا لنا السبل وأوضحوا لنا الطرق حيث بذلوا الجهد رضى الله عنهم فى تمهيد قواعد الإستنباطات ، وتنقيح أصول التخريجات

Marfat.com

وتفصيل وجوه التفريعات، وتوضيح طرق حمل النظير على النظير عند عدم النصوص فى حين نزول النوازل والواقعات . وعلى تدوينهم الفقه وتصنيفهم الكتب ، ولولا ذلك لما تيسر لنا تفصيل الشريعة ، ولبقينا فى حيرة ، وانغلق الباب وانقطع الخطاب .

ولم تكن مناظرة بين السلف إلا لتفهم وجه الصواب وحصول ثلج الصدر فى مسئلة الباب فيصار إليه ، ويعرف أصل القول وعلته فيجرى عليه أمثلته ونظائره ، ولايخفى أن الإختلاف إذا تدافع فهو خطأ وصواب، (١) والواجب حينئذٍ على المجتهد طلب الدليل من

---

(١) وروى ابن أبى العوام عن الطحاوى عن سليمان بن شعيب الكيسانى عن أبيه قال : أملى علينا محمد بن الحسن وقال : « إذا اختلف الناس فى مسئلة ، فحرم فقيه وأحل آخر ، وكلاهما يسعه أن يجتهد رأيه ، فالصواب عند الله عزوجل واحد ، حلال أوحرام ولايكون عنده حلال وحرام وهو شئ واحد ، ولكن الصواب عنده عزوجل واحد . وقد كلف من وسعه إجتهاد الرأى أن يجتهد رأيه حتى يصيب الحق الذى عنده فى رأيه ، فإن أصاب الحق الذى هو عند الله عز وجل فى رأيه وإجتهاده وسعه ذلك ، وكان قد أصاب ما كلف به واداه ، وإن كان قد أصاب ما كلف به من اجتهاده فى رأيه ولم يصب الحق عند الله عز وجل بعينه فقد أدى ماكلف به وكان مأجوراً . فأما أن يقول قائل قد أحل فقيه وحرم فقيه فى فرج واحد وكلاهما صواب عند الله عز وجل فهذا ما لا ينبغى أن يتكلم به ، ولكن الصواب عند الله عز وجل واحد ، وقد أدى القوم ما كلفوا به حين اجتهدوا وقالوا باجتهادهم ، ووسعهم الذى فعلوا

Marfat.com

الكتاب والسنة والإجماع والقياس على الأصول منها لكى يتبين له الخطأ من الصواب . ويصير فى المسئلة إلى ما وافق الكتاب أو السنة أو الإجماع أو كان أصح فى القياس . فلذلك ترى المجتهدين خطأ بعضهم بعضاً ونظر بعضهم فى أقاويل بعض وتعقبها . قال الحافظ ابن تيمية فى "منهاج السنة" :

" وأول من أظهر الخلاف لمحمد بن الحسن ورد عليه الشافعى ، فإن محمد بن الحسن أظهر الرد على مالك وأهل المدينة - وهو أول من عرف عنه رد على مخالفه - فنظر الشافعى فى كلامه ، وانتصر لما تبين له أنه الحق من قول أهل المدينة ، وكان انتصاره فى الغالب لمذهب أهل الحجاز وأهل الحديث . ثم إن عيسى بن أبان صنف كتاباً تعرض فيه بالرد على الشافعى فصنف ابن سريج كتاباً فى الرد على عيسى بن أبان " (ج - ٤ ص ١٤٣) .

وما قال ابن تيمية من أن محمد بن الحسن : « هو أول من عرف عنه رد على مخالفه » فيه نظر من حيث أن الإمام أبا يوسف رحمه الله قد أظهر الرد قبله على الإمام مالك بن أنس رحمه الله فقد

وإن كان أحدهما قد أخطأ الذى كان ينبغى أن يقول به إلا أنه قد اجتهد فقد أدى ما كلف به وإن كان أخطأ لأن الصواب عند الله عز وجل فى الأشياء كلها واحد ، وهذا كله قول أبى حنيفة وأبى يوسف و قولنا » اهـ (بلوغ الأمانى ص ٤٦ و ٤٧) .

Marfat.com

ذكر ابن النديم فى "كتاب الفهرست" له من تصانيفه «كتاب الرد على مالك بن أنس» وأول من عرف عنه رد على مخالفه فى الفروع هو عالم الشام الإمام الأوزاعى رحمه الله على ما بلغنا والله اعلم . فإنه قد أظهر الرد على "كتاب السير" للإمام أبى حنيفة فرد عليه الإمام أبويوسف . (١) وكتاب أبى يوسف قد طبع بمصر بتحقيق العلامة الشهير أبى الوفاء الأفغانى وتعليقاته القيمة ، عنيت بنشره "لجنة إحياء المعارف النعمانية" بحيدرآباد الدكن بالهند

والشافعى رحمه الله كما أظهر الخلاف لمحمد بن الحسن ورد عليه كذلك أظهر الخلاف لمالك ورد عليه (٢) وقد صرح الإمام الكوثرى فى "بلوغ الأمانى فى سيرة الإمام محمد بن الحسن الشيبانى" :

---

(١) أخرج الحاكم من طريق عمرو بن خالد قال : جاء نى الشافعى فأخذ منى كتاب موسى بن أعين وهو "كتاب اختلاف الأوزاعى وأبى حنيفة" قال البيهقى : «هو كتاب فى السير أصله لأبى حنيفة فرد عليه فيه الأوزاعى فرد أبو يوسف على الأوزاعى رده على أبى حنيفة . فأخذه الشافعى ورد على أبى يوسف رده على الأوزاعى . وهو الكتاب المعروف بسير الأوزاعى» قال الحافظ ابن حجر العسقلانى : «وهو من جملة كتب الأم» (راجع توالى التانيس بمعالى ابن إدريس ص ٧٨ طبع الميرية ببولاق مصر)

(٢) قال الإمام فخر الدين الرازى فى "كتاب مناقب الشافعى" له : [illegible]

Marfat.com

« أن رد الشافعي على مالك وأهل المدينة أقسى من رد محمد بن الحسن عليهم » اهـ (ص ٢٣)

وقال فيه أيضاً :

« إن محمد بن الحسن سمع " الموطا " من مالك لكنه كان يرى أن فى آراءه ما يرد عليه حتى صنف كتاب " الحجج " المعروف " بالإحتجاج على أهل المدينة " . . . . وهو كتاب قلما تجـد له نظيراً فى كتب الردود ، وتلقى فيما رد بـه الشافعي على مالك أثر ذلك الكتاب ملموساً فى جميع خطوات الرد الوارد ، ولا تجد

" قال البيهقي : قرأت فى كتاب أبي يحيي زكريا بن يحيي الساجي : أن الشافعي رضى الله عنه إنما وضع الكتاب على مالك لأنه بلغه أن بالأندلس قلنسوة لمالك يستشفى بها . وكان يقال لهم : « قال رسول الله ﷺ » فيقولون : « قال مالك » فقال الشافعي : « إن مالكاً آدمي قد يخبط ويغلط » فصار ذلك داعياً للشافعي إلى وضع الكتاب على مالك . وكان يقول : « كرهت أن أفعل ذلك ولكني استخرت الله تعالى فيه سنة » وقال الربيع : سمعت الشافعي رضى الله عنه يقول : « قدمت مصر ولا أعرف أن مالكاً يخالف من أحاديثه إلا ستة عشر حديثاً فنظرت فإذا هو يقول بالأصل ويـدع الفرع ، ويقول بالفرع ويدع الأصل » (ص ١٤ طبع مصر)

Marfat.com

مثل تلك الاجادة فيما رد به الشافعى على محمد فى بعض مسائله » اهـ (ص ١٣)

وكتاب محمد هذا قد رواه الإمام الشافعى فى " الأم " وعلق عليه فى كل مسألة إما انتصاراً لرأى أبى حنيفة وإما موافقة لرأى مالك . قال الشيخ أبو زهرة فى كتابه " أبوحنيفة " :

« ولهذا الكتاب قيمة من ناحيتين

(احداهما) أنه ثابت السند صادق الرواية ، وحسبك أن تعلم أن الشافعى رواه ودونه فى " الأم "

(ثانيهما) أن الكتاب فيه استدلال بالقياس والسنة والآثار فهو من الفقه المقارن ، وإذا أضيف إليه تعليقات الشافعى وموازنته بين الآراء المختلفة كان فقهاً مقارناً ممحصاً موزوناً " اهـ (ص ٢١٦)

ولمحمد بن عبد الله بن عبد الحكم رد على الشافعى فيما وقع له من خلاف للحديث المسند ينتصر بذلك لمالك رحمه الله فى عيب الشافعى له فيما ترك من المسند للعمل عنده ، كما فى كتاب " الانتقاء " للحافظ ابن عبد البر . وممن رد على الشافعى من أكابر المالكية أبوالفرج المالكى واسماعيل بن اسحاق القاضى . قال الفخر الرازى فى " مناقب الشافعى" : « إنهما صنفا فى الرد على الشافعى كتابين » ولابراهيم بن حماد بن اسحاق ابن أخى اسمعيل القاضى المذكور ايضاً « كتاب الرد على الشافعى" ذكره ابن النديم فى كتاب "الفهرست" .

Marfat.com

وممن رد على مالك فى هذا العصر ابراهيم بن اسماعيل بن علية قال ابن حجر : « وله كتاب فى الرد على مالك نقضه عليه أبوجعفر الأبهرى صاحب أبى بكر الأبهرى » وذكر ابن النديم فى "الفهرست" « أن كتاب الرد على ابن علية سبعون منثلة ولم يتمه » .

وممن رد على الشافعى من قد ماء ساداتنا الحنفية غير عيسى بن أبان المذكور بكار بن قتيبة أبو بكرة البكراوى البصرى قاضى مصر صنف كتاباً جليلاً رد فيه على الشافعى ونقض فيه رده على أبى حنيفة . وعلى بن موسى أبوالحسن القمى قال ابن النديم : « تكلم على كتب الشافعى ونقضها » وعلى بن محمد بن الحسن أبوالقاسم النخعى الكوفى المعروف با بن كأس قال الحافظ قاسم فى "تاج التراجم" : « وله كتاب نقض فيه على الشافعى » والحسن بن اسحاق بن نبيل أبو سعيد النيسابورى ثم المعرى قاضى " معرة النعمان " قال ابن العديم : « له كتاب الرد على الشافعى فيما خالف فيه القرآن » والمفضل بن مسعود بن محمد بن يحيى بن أبى الفرح التنوخى القاضى قال الحافظ القرشى : « له كتاب التنبيه ردفيه على الشافعى ذكر فيه ما خالف النصوص من القرآن والحديث » .

هذا وكان دأب أصحابنا هؤلاء فى التثبت وصحة النقل وعزو القول إلى قائله ما ذكره الحافظ ابن حجر العسقلانى فى "رفع الإصر عن قضاة مصر" مانصه :

"قال ابن زولاق : كان لبكار اتساع فى العلم والمناظرة ، ولما رأى "مختصر المزنى" وما فيه من الرد على أبى حنيفة

Marfat.com

شرع هو فى الرد على الشافعى ، فقال لشاهدين من شهوده : اذهبا إلى المزنى فقولا له : سمعت الشافعى يقول ما فى هذا الكتاب . فمضيا وسمعا "المختصر" كله من المزنى ، وسألاه : أسمعت الشافعى يقول هذا ؟ قال : نعم . فعادا إلى بكار فأخبراه بذلك ، فقال : الآن استقام لنا أن نقول : « قال الشافعى » ثم صنف الرد المذكور" (ص ١٥١)

قلت : وذكر ابن النديم فى "كتاب الفهرست" أن للمزنى من الكتب : « كتاب المختصر الصغير" الذى بيد الناس ، وعليه يعول أصحاب الشافعى وله يقرأون ، وإياه يشرحون ، وله روايات مختلفة وأكثرها ما رواه النيسابورى الأصم ، وابن الأكفانى عبد الله بن صالح ، وأخو حرورى الجوهرى واسمه أحمد بن موسى "كتاب المختصر الكبير" وهو متروك » اه والظن أن رد بكار هذا كان على "كتاب المختصر الكبير" الذى هو متروك منذ دهر ، لا على "كتاب المختصر الصغير" الذى هو متداول بين الناس إلى الآن .

وبالجملة قد كان الخلاف بين هؤلاء الأئمة خلافاً فى الرأى والبرهان؛ غاية الأمر أن يعتقد أن مذهبه صواب يحتمل الخطأ ، ومذهب غيره خطأ يحتمل الصواب كما هو شأن المسائل الاجتهادية ،كمثل قوم اشتبهت عليهم القبلة فاجتهدوا فى اصابة الجهة فوقع الاختلاف فى التحرى وصلى كل منهم إلى جهة أدى اليها اجتهاده . ففى هذه الصورة يعتقد كل واحد منهم أنه أصاب جهة القبلة وأخطا غيره مع الاحتمال أن يقع عكس

59559

Marfat.com

ذلك . وقل أن ترى بين أئمة المذاهب المتبوعين رضى الله عنهم عداء حادا إلا قرع الحجة بالحجة والبرهان بالبرهان من غير تضليل ولا تفسيق ولا تأثيم ولا عدوان . والأسباب الموجبة للخلاف فى هذه الملة ثمانية .

(الأول) اشتراك الألفاظ والمعانى

(الثانى) الحقيقة والمجاز

(الثالث) الإفراد والتركيب

(الرابع) الخصوص والعموم

(الخامس) الرواية والنقل

(السادس) الإجتهاد فيما لا نص فيه

(السابع) الناسخ والمنسوخ

(الثامن) الإباحة والتوسيع

وتفصيل ذلك فى كتاب ألفه العلامة أبو محمد عبد الله بن محمد ابن السيد البطليوسى وسماه "الإنصاف فى التنبيــه على الاسباب التى أوجبت الاختلاف بين المسلمين فى آرائهم". عنى بطبعه الشيخ احمد بن عمر المحمصانى البيروتى الازهرى بمصر سنة ١٣١٩ هـ ، وهو كتاب حسن فى بابه فراجعه إن شئت .

ثم انتهى هذا الطور وأخذت العصبية تتزايد يوماً فيوماً بسبب المناظرات والمجادلات التى وقعت بين الفقهاء لرغبة الولاة فى ذلك، وتفصيله على ما ذكره الغزالى فى "الاحياء":

Marfat.com

"أن الخلافة بعد رسول الله ﷺ تولاها الخلفاء الراشدون المهديون ، وكانوا أئمة علماء بالله تعالى ، فقهاء فى أحكامه ، وكانوا مستقلين بالفتاوى فى الأقضية ، وكانوا لا يستعينون بالفقهاء إلا نادراً فى وقائع لا يستغنى فيها عن المشاورة فتفرغ العلماء لعلم الآخرة وتجردوا لها . وكانوا يتدافعون الفتاوى وما يتعلق بأحكام الخلق من الدنيا ، وأقبلوا على الله تعالى بكنـــه اجتهادهم كما نقل من سيرهم . فلما أفضت الخلافة بعدهم إلى أقوام تولوها بغير استحقاق ولا استقلال بعلم الفتاوى والأحكام اضطروا إلى الاستعانة بالفقهاء وإلى استصحابهم فى جميع أحوالهم لاستفتائهم فى مجارى أحكامهم . وكان قد بقى من علماء التابعين من هو مستمر على الطراز الأول ، وملازم صفو الدين ، ومواظب على سمت علماء السلف ، فكانوا إذا طلبوا هربوا وأعرضوا ، فاضطر الخلفاء إلى الإلحاح فى طلبهم لتولية القضاء والحكومات ، فرأى أهل تلك الأعصار عز العلماء وإقبال الأئمـــة والولاة عليهم مع إعراضهم عنهم ، فأشربوا لطلب العلم توصلاً إلى نيل العز ودرك الجاه من قبل الولاة ، فأكبوا على علم الفتاوى وعرضوا أنفسهم على الولاة وتعرفوا إليهم وطلبوا الولايات والصلات منهم ، فمنهم من حرم ومنهم من أنجح ، والمنجح لم يخل من ذل الطلب ومهانة الإبتذال،

Marfat.com

فاصبح الفقهاء بعد أن كانوا مطلوبين طالبين ، وبعد أن كانوا أعزة بالاعراض عن السلاطين أذلــة بالاقبال عليهم إلا من وفقه الله تعالى فى كل عصر من علماء دين الله . وقد كان أكثر الاقبال فى تلك الأعصار على علم الفتاوى والأقضيـة لشدة الحاجـة إليها فى الولايات والحكومات .

ثم ظهر بعدهم من الصدور والأمراء من يسمع مقالات الناس فى قواعد العقائد ، ومالت نفسه إلى سماع الحجج فيها ، فعلمت رغبته إلى المناظرة والمجادلـة فى الكلام فأكب الناس على علم الكلام ، وأكثروا فيه التصانيف ، ورتبوا فيه طرق المجادلات ، واستخرجوا فنون المناقضات فى المقالات ، وزعموا أن غرضهم الذب عن دين الله والنضال عن السنة وقمع المبتدعة ، كما زعم من قبلهم أن غرضهم بالاشتغال بالفتاوى الدين وتقلد أحكام المسلمين إشفاقاً على خلق الله ونصيحة لهم .

ثم ظهر بعد ذلك من الصدور من لم يستصوب الخوض فى الكلام ، وفتح باب المناظرة فيه لما كان قد تولد من فتح بابه من التعصبات الفاحشة والخصومات الفاشية المفضية إلى اهراق الدماء وتخريب البلاد ، ومالت نفسه إلى المناظرة فى الفقه وبيان الأولى من مذهب الشافعى وأبى حنيفة رضى الله عنهما على الخصوص ، فترك الناس

Marfat.com

الكلام وفنون العلم ، وانثالوا على المسائل الخلافية بين الشافعى وأبى حنيفة على الخصوص ، وتساهلوا فى الخلاف مع مالك وسفيان وأحمد رحمهم الله تعالى وغيرهم ؛ (١) وزعموا أن غرضهم استنباط دقائق الشرع ، وتقرير علل المذهب ، وتمهيد أصول الفتاوى ، وأكثروا فيها التصانيف والاستنباطات ، ورتبوا فيها أنواع المجادلات والتصنيفات وهم مستمرون عليه إلى الآن" اهـ .

ثم تعاظم الأمر وتفاقم الشر حين وقعت فتنة المزاحمة على القضاء التى أثارها الشيخ أبو حامد الأسفراينى الشافعى فى أواخر القرن الرابع كما شرحه المقريزى فى كتابه "المواعظ والاعتبار بذكر الخطط والآثار" حيث قال :

"إن أبا حامد الأسفراينى لما تمكن من الدولة فى أيام الخليفة القادر بالله أبى العباس أحمد قرر معه استخلاف

---

(١) قال شارح "الإحياء" الإمام مرتضى الزبيدى فى "اتحاف السادة المتقين بشرح أسرار إحياء علوم الدين" ما نصه :

"(وتساهلوا فى الخلاف مع مالك) رحمه الله لأن أكثر مقلدى مذهبه مغاربة وهم بادية فلذلك لم يصنفوا فيه كتباً إلا ما كان من المتأخرين منهم (وسفيان) ابن سعيد الثورى (واحمد) ابن حنبل لقلة مقلدى مذهبهما بالنسبة إلى الأولين" (ج - ١ ص ٢٨١)

Marfat.com

أبى العباس احمد بن محمد البارزى (١) الشافعى عن
أبى محمد بن الأكفانى الحنفى قاضى بغداد ، (٢) فأجيب
إليه بغير رضا الأكفانى وكتب أبو حامد إلى السلطان
محمود بن سبكتكين وأهل خراسان : أن الخليفة نقل
القضاء عن الحنفية إلى الشافعية ، فاشتهر ذلك بخراسان

---

(١) كذا وقع فى النسخة المطبوعة من " الخطط " والصواب «الباوردى» قال عزالدين ابن الأثير فى "اللباب فى تهذيب الأنساب" : "الباوردى" بفتح الباء الموحدة وسكون الراء وفى آخرها الدال ، هذه النسبة إلى بلدة بنواحى خراسان يقال لها "أبيورد"» اهـ . وترجم لـه السمعانى فى "الأبيوردى" من كتاب الأنساب فقال : " الأبيوردى" بفتح الألف وكسر الباء الموحدة وسكون الياء المنقوطة من تحتها باثنتين وفتح الواو وسكون الراء وفى آخرها الدال المهملة ، هذه النسبة إلى "أبيورد" وهى بلدة من بلاد خراسان ، وقد ينسب إليها "الباوردى" والمشهور بهذه النسبة وهى الصحيحة أبو العباس أحمد بن محمد بن عبد الرحمن بن سعيد الأبيوردى أحد الفقهاء الشافعيين من أصحاب أبى حامد الأسفرايني سكن "بغداد" وولى بها القضاء على الجانب الشرقى بأسره و"مدينة المنصور" فى أيام ابن الأكفانى ثم عزل ورد ابن الأكفانى إلى عملـه وذكره الخطيب فى " تاريخ بغداد" وقال حدثنى محمد بن على الصورى أنه سأل الأبيوردى عن مولده فقال : فى سنة سبع وخمسين وثلاثمائة . ومات فى يوم السبت من جمادى الآخرة سنة خمس وعشرين وأربعمائة اهـ .

(٢) ذكره الحافظ الذهبى فى " العبر فى خبر من غبر " فى

Marfat.com

وصار أهل بغداد حزبين ! وقدم بعد ذلك أبو العلاء صاعد بن محمد قاضى نيسابور ورئيس الحنفيه بخراسان فأتاه الحنفية فثارت بينهم وبين أصحاب أبى حامد فتنة ارتفع أمرها إلى السلطان ، فجمع الخليفة القادر الأشراف والقضاة وأخرج إليهم رسالة تتضمن أن الأسفرايني أدخل على أمير المؤمنين مداخل أوهم فيها النصح والشفقة والأمانة ، وكانت على أصول الدخل والخيانة ! فلما تبين له أمره ، ووضح عنده خبث اعتقاده فيما سأل فيه من تقليد البارزى الحكم بالحضرة من الفساد والفتنة ، والعدول بأمير المومنين عما كان عليه أسلافه من إيثار الحنفية وتقليدهم واستعمالهم . صرف البارزى وأعاد الأمر إلى حقه ،

وفيات سنة خمس وأربعمأة فقال :

« وفيها توفى أبو محمد بن الأكفانى ، قاضى القضاة ، عبدالله بن محمد الأسدى البغدادى . حدث عن المحاملى وابن عقدة وخلق . قال أبواسحاق ابراهيم بن أحمد الطبرى : من قال إن أحداً أنفق على أهل العلم مائة ألف دينار فقد كذب غير أبى محمد بن الأكفانى . قلت : ولى القضاء بالعراق سنة ست وتسعين ، وعاش تسعا وثمانين سنة » اهـ .

قلت : وترجمة ابن الأكفانى مستوفاة فى " تاريخ بغداد " للخطيب "والمنتظم" لابن الجوزى و "كتاب الأنساب" للسمعانى و "البداية والنهاية" لابن كثير " والنجوم الزاهرة " لابن تغرى بردى .

Marfat.com

وأجراه على قديم رسمه ، وحمل الحنفيين على ما كانوا عليه من العناية والكرامة والحرمة والاعزاز ، وتقدم إليهم بأن لا يلقوا أبا حامد ، ولا يقضوا له حقاً ، ولا يردوا عليه سلاماً ، وخلع على أبي محمد الأكفاني. وانقطع أبو حامد عن دار الخلافـه ، وظهر التسخط عليه والانحراف عنه وذلك في سنة ثلاث وتسعين وثلاث مائة" واتصل ببلاد الشام ومصر » ا هـ . (١)

---

(١) المواعظ والاعتبار بذكر الخطط والآثار ج - ٢ ص ٣٣٣ و٣٣٤ طبع بولاق القاهرة عام ١٣٧٠ . وقد حاول صاحب كتاب "تنبيه الباحث السرى إلى ما فى رسائل وتعاليق الكوثرى" — وهذا الكتاب حقيق بأن يسمى « تشغيب الباهت المفترى » — تكذيب ما أورده المقريزى فى هذا الباب ظناً منه « أن المقريزى حنفى متعصب متحامل على علماء المسلمين متجهم على ما لا يحسنه » وهذا رجم بالظن الكاذب بل الأمر خلاف ما زعمه فإن المقريزى حينما جاز العشرين تحول شافعياً وكان كثير التعصب على السادة الحنفية قال السخاوى فى "الضوء اللامع" : « وتفقه حنفياً على مذهب جده لأمه وحفظ مختصراً فيه ثم لما ترعرع وذلك بعد موت والده فى سنة ست وثمانين وهو حينئذ قد حاز العشرين تحول شافعياً واستقر عليه أمره لكنه كان مائلا إلى الظاهر » ا هـ . (ج ٢ - ص ٢٢) وقال عبد الحئى بن العماد الحنبلى فى ترجمته من " شذرات الذهب " : « إنه كان كثير التعصب على السادة الحنفية وغيرهم لميله إلى مذهب الظاهر » (ج ٧ ص ٢٥٥) .

Marfat.com

ولم يمتثل أبو حامد أمر أميرالمؤمنين بل أصر وأستكبر وهدد الخليفة بالعزل قال التاج السبكى فى طبقاته":

" وكان الشيخ أبو حامد رفيع الجاه فى الدنيا ، ووقع من الخليفة أمير المؤمنين ما أوجب أن كتب إليه الشيخ أبو حامد : « إعلم أنك لست بقادر على عزلى عن ولاية التى ولانيها الله تعالى ، وأنا أقدر أن أكتب رقعة إلى خراسان بكلمتين أو ثلاث اعزلك عن خلافتك ا ه . (ج - ٣ ص ٢٦)

والتاج السبكى خاف فضيحة أبى حامد فطوى الكشح عن ذكر هذه القصة ، وإنما ذكر منها ما يدل على جلالته ، وهذا من عيوب كتابه يسرد ما يوافق هواه ويحذف ما يخالفه سامحه الله وعافاه .

وعلى مثل هذه أصول الدخل والخيانة التى صدرت من أبى حامد فى استخلاف الأبيوردى وكتبه إلى السلطان محمود بن سبكتكين وأهل خراسان : « أن الخليفة نقل القضاء عن الحنفية إلى الشافعية » جرى عصريه القفال المروزى حيث سجل فى " فتاواه " من صلاة زعم أن أبا حنيفة لا يجوز دونها وحكى أنه لما صلاها بحضرة السلطان محمود الغزنوى انتقل السلطان من مذهب أبى حنيفة إلى مذهب الشافعى والحكاية بطولها مذكورة فى الكتاب (١) وهى صلاة

---

(١) نقلها مسعود عن الجوينى راجع ص ٢٧٢ و ٢٧٣

Marfat.com

القفال لا صلاة أبى حنيفة والحكاية كلها مختلقة . ونجد التوسع فى التدليل على اختلاق الأسطورة فى «نظم الجمان فى طبقات فقهاء مذهب النعمان» لابن دقماق المؤرخ . وفى "عقد الجمان فى تاريخ الزمان" للبدر العينى وغيرها . وقد أجاد شمس الأئمة محمد بن عبد الستار الكردرى جد الاجادة فى الرد عليها تفصيلاً فى كتابه "الرد على الطاعن المعثار والانتصار لسيد فقهاء الأمصار" كما فى "احقاق الحق" للإمام الكوثرى وكذا المصنف رحمه الله (١) والحنفية يتحاشون عن صدور تلك الفعلة من مثل هذا الشيخ (٢) لكن التاج السبكى يصرح فى "طبقاته" أنه : « قد ساق القفال الحكاية فى " فتاويه " ثم حكاها من بعده إمام الحرمين وغيرهما » اهـ وقصة انتقال السلطان محمود

---

(١) راجع ص ٢٧٣ حتى ٢٨٤

(٢) قال العلامة المؤرخ جمال الدين أبو المحاسن يوسف ابن تغرى بردى الآتابكى فى" النجوم الزاهرة فى ملوك مصر والقاهرة" ما نصه :

« وأما ما حكاه ابن خلكان من قصة القفال فى صلاة الحنفية بين يدى ابن سبكتكين المذكور ليس لها صحة ؛ يعرف ذلك من له أدنى ذوق من وجوه عديدة ؛ فإن محمود المذكور كان قد قرأ فى ابتداء أمره ، وبرع فى الفقه والخلاف ، وصار معدوداً من العلماء ، و صنف كتاباً فى فقه الحنفية قبل سلطنته بمدة سنين ، وذلك قبل أن يشتهر القفال . فمن يكون بهذه المثابة

Marfat.com

عن المذهب الحنفى إلى المذهب الشافعى باطلة كقصة نقل القضاء عن الحنفية إلى الشافعية . والعجب من التاج السبكى يقول عن محمود فى "طبقاته" أنه : « كان إماماً عا لا شجاعاً مفرطاً فقيهاً فهماً سمحاً جواداً سعيداً مؤيداً » ثم مع اعترافه له بالفقه والفهم يظن تلك الحكايـــة المزورة صحيحة فهل كان السلطان محمود مع فقهه وفهمه أمياً لا يكاد يعرف أن يقرأ من الكتاب مسألتين ؟ حتى احتاج إلى كاتب نصرانى يقرأ له ، ولم يكن عنده من المسلمين من أهل مرو من يقرأ له من كتب الفريقين ! والتعصب يعمل العجائب .

وها هو حال الشيخين الجليلين فى الدعوة إلى المذهب والتغلب ضد الحنفية . قال التاج السبكى فى "طبقاته" :

لا يحتاج إلى من يعرفه الصلاة على المذاهب الأربعة بل ولا غيرها ؛ وأصاغر الفقهاء من طلبة العلم يعرفون الخلاف فى مثل هذه المسئلة .

وأيضاً حاشا القفال من أن يقع فى مثل هذه القبائح من كشف العورة ، والضراط فى الملأ ، وتحكيم رجل نصرانى فى قراءة كتب المذهبين ، والإفتراء على مذهب الإمام أبى حنيفة ، وما ثم أمر يحتاج إلى ذلك ، ولا ألجأت الضرورة إلى أن يفعل بعض ما قيل عنه . وإنما محمود بن سبكتكين رجل من المسلمين لا يزيد فى الحنفية ولا ينقص من الشافعيـة ، ولعل بعض الفقراء يكون أفضل منه عند الله تعالى ـــ وهأنا لم أكن مثل القفال

Marfat.com

« وقد صار معتمد المذهب على طريقة العراق و حامل لوائها أبو حامد الاسفرايني ، وطريقة خراسان القائم بأعبائها القفال المروزى . هما رحمهما الله شيخا الطريقتين ، إليهما المرجع وعليهما المعول » (ج - ٣ ص ١٩٨ و ١٩٩) .

فى كثرة علومه بل ولا من أصاغر تلامذته ، لو قيل لى : افعل بين يدى السلطان بعض ما قيل عن القفال لا أرضى بذلك ، ولا ألتفت إلى السلطان ولا إلى غيره ، ولا أهزأ بصلاة مسلم كائن من كان .

فهذا كله موضوع على القفال من أهل التحامل والتعصب . فنعوذ بالله من الاستخفاف بالعلماء والوقوع فى حقهم . ونسأل الله السلامة فى الدين » اه (ج - ٤ ص ٢٧٣ و ٢٧٤ طبع دار الكتب المصرية بالقاهرة) .

وكما يتباهى الشافعية بذكر هذه الأسطورة وتسجيلها فى كتبهم كذلك يفتخر المشبهة الكرامية بقتل إمام الأشعرية محمد بن الحسن ابن فورك المتكلم الشهير ويعزون قتله إلى السلطان محمود المذكور واغتر بذلك كثير من العلماء فظنوا صحة صدوره عن محمود حتى ذكره الذهبى فى تاريخه ودعا ابن حزم للسلطان محمود أن وفق لقتل ابن فورك ، والحال أن هذا كله كذب على محمود كقصة القفال هذه وساحة محمود بريئة من هذا وذاك . وقد تصدى لرد هذه

Marfat.com

وسعى هذين الشيخين فى ابتغاء الفتنة أثارت كوامن النفوس الأكذوبة التاج السبكى فى "طبقاته" وشنع على ناقليها تشنيعاً بليغاً حيث قال :

"كان الأستاذ أبوبكر ابن فورك كما عرفناك شديداً فى الله قائماً فى نصرة الدين . ومن ذلك أنه فوق نحو المشبهة الكرامية سهاماً لا قبل لهم بها . فتحزبوا عليه ونموا غير مرة وهو ينتصر عليهم ، وآخر الأمر أنهم أنهوا إلى السلطان محمود بن سبكتكين أن هذا الذى يؤلب علينا عندك أعظم منا بدعة وكفراً . و ذلك أنه "يعتقد أن نبينا محمداً المصطفى ﷺ ليس نبياً اليوم ، وأن رسالته قد انقطعت بموته" فسله عن ذلك ، فعظم على السلطان هذا الأمر ، وقال : إن صح هذا منه لأقتلنه ، وأمر بطلبه . والذى لاح لنا من كلام المحررين لما ينقلون ، الواعين لما يحفظون ، الذين يتقون الله فيما يحكون : أنه لما حضر بين يديه وسأله عن ذلك كذب الناقل . وقال ما هو معتقد الأشاعرة على الاطلاق « أن نبينا ﷺ حى فى قبره رسول الله أبد الآباد على الحقيقة لا المجاز ، وأنه كان نبياً وآدم بين الماء والطين ولم تبرح نبوته باقية ولا تزال » وعند ذلك وضح للسلطان الأمر وأمر باعزازه واكرامه و رجوعه إلى وطنه . فلما أيست الكرامية وعلمت أن ما

Marfat.com

فانبرى رجال من الشافعية جل علمهم الرواية بدون اهتمام بالتفقه

وشت به لم يتم وأن حيلها ومكايدها قد وهت عدلت إلى السعى فى موته والراحة من تعبه فسلطوا عليه من سمه فقضى حميداً شهيداً . هذا خلاصة المحنة .

والمسئلة المشار إليها وهى انقطاع الرسالة بعد الموت مكذوبة قديماً على الإمام أبى الحسن الأشعرى نفسه ـــ وقد مضى الكلام عليها فى ترجمته ـــ إذا عرفت هذا فاعلم أن أبا محمد بن حزم الظاهرى ذكر فى " النصائح " أن ابن سبكتكين قتل ابن فورك بقوله لهذه المسئلة ثم زعم ابن حزم أنها قول جميع الأشعرية . قلت : وابن حزم لا يدرى مذهب الأشعرية ولا يفرق بينهم وبين الجهمية لجهله بما يعتقدون . وقد حكى ابن الصلاح ما ذكره ابن حزم ثم قال : « ليس الأمر كما زعم بل هو تشنيع على الأشعرية أثارته الكرامية فيما حكاه القشيرى » قلت : وقد أسلفنا كلام القشيرى فى ذلك فى ترجمة الأشعرى .

وذكر شيخنا الذهبى كلام ابن حزم وحكى أن السلطان أمر بقتل ابن فورك فشفع إليه ، وقيل : هو رجل له سن فأمر بقتله بالسم فسقى . ثم قال : وقد دعى ابن حزم للسلطان محمود أن وفق لقتل ابن فورك ، وقال : « وفى الجملة ابن فورك خير من ابن حزم وأجل وأحسن نحلة » وقال قبل ذلك ـــ أعنى شيخنا الذهبى ـــ : كان

Marfat.com

والدراية ، فدونوا أكاذيب مكشوفة ضد أبي حنيفة وأصحابه ، و

ابن فورك رجلاً صالحاً ، ثم قال : كان مع دينه صاحب فلتة وبدعة انتهى .

قلت : أما إن السلطان أمر بقتله فشفع إليه إلى آخر الحكاية فأكذوبة سمجة ظاهرة الكذب من جهات متعددة .

(منها) أن ابن فورك لا يعتقد ما نقل عنه بل يكفر قائله فكيف يعترف على نفسه بما هو كفر ، و إذا لم يعترف فكيف يأمر السلطان بقتله . وهذا أبو القاسم القشيري أخص الناس بابن فورك فهل نقل هذه الواقعة بل ذكر أن من عزى إلى الأشعرية هذه المسئلة فقد افترى عليهم ، وأنه لا يقول بها أحد منهم .

(ومنها) أنه بتقدير اعترافه وأمره بقتله كيف ترك ذلك لسنه ، وهل قال مسلم : أن السن مانع من القتل بالكفر على وجه الشهرة أو مطلقاً . ثم ليت الحاكي ضم إلى السن العلم وإن كان أيضاً لا يمنع القتل ولكنه لبغضه فيه لم يجعل له خصلة تمت بها غير أنه شيخ مسن . فيا سبحان الله أما كان رجلاً عالماً ؟ أما كان اسمه ملأ بلاد خراسان والعراق ؟ أما كان تلامذته قد طبقت طباق الأرض ؟ فهذا من ابن حزم مجرد تحامل وحكاية لأكذوبة سمجة كان مقداره أجل من

Marfat.com

يعز على المرء أن يجد أبا نعيم والبيهقى فى هذا الصف يدونان الرحلة المنسوبة إلى الشافعي المكذوبة الموضوعة بسند فيه أحمد بن موسى النجار الذى يقول فيه الذهبي فى "ميزان الاعتدال" :

" حيوان وحشى قال: قال محمد بن سهل الأموى:

أن يحكيها .

وأما قول شيخنا الذهبي : « أنه مع دينه صاحب فلتة وبدعة » فكلام متهافت فإنه يشهد بالصلاح والدين لمن يقضى عليه بالبدعة ، ثم ليت شعرى ما الذى يعنى بالفلتة إن كانت قيامه فى الحق كما نعتقد نحن فيه فتلك من الدين ، وإن كانت فى الباطل فهى تنافى الدين . وأما حكمه بأن ابن فورك خير من ابن حزم فهـذا التفضيل أمره إلى الله تعالى . ونقول لشيخنا إن كنت تعتقد فيه ما حكيت من انقطاع الرسالة فلا خير فيه ألبتة ، وإلا فلم لا نبهت على أن ذلك مكذوب عليه لئلا يغتر به . اه (طبقات الشافعية الكبرى ج — ٣ ص ٥٣ حتى ٥٥ طبع الحسينية المصرية) .

فانظر إلى ابن السبكى يمر على قضية ابن فورك فلا يبقى ولا يذر، ويسرد قصة القفال فى "طبقاته" فيباهى بها ويفتخر، مع كونهما سيان فى الوضع والاختلاق بل قصة القفال أظهر فى الكذب من قصة ابن فورك ولكن التعصب هكذا يوقع فى المهازل .

Marfat.com

حدثنا عبد الله بن محمـــد البلوى فذكر محنة مكذوبة للشافعى فضيحة لمن تدبرها "

وعبد الله بن محمد البلوى قال الدارقطنى : « يضع الحديث »
وقال ابن حجر العسقلانى فى " لسان الميزان " :

" وهو صاحب رحلة الشافعى طولها ونمقها ، و غالب ما أورده فيها مختلق "

وقد ساق البيهقى فى كتاب " مناقب الشافعى " وأبونعيم فى " الحلية " حكايات فى مناظرة الشافعى مع محمد بن الحسن لا أصل لها . و لأبى بكر الخطيب أوفر نصيب فى النيل من أبى حنيفة وأصحابه حيث حشد فى " تاريخه " من مثالب هؤلاء ما برأ الله ساحتهم منها . مع أنه يعلم ما فى أسانيدها من وجوه العلل وصنوف الخلل ما حمله على تدوينها إلا التعصب : قال ابن الجوزى فى " المنتظم فى تاريخ الملوك والأمم " فى ترجمة ابن المذهب :

" وقد كان فى الخطيب شيئان : أحدهما الجرى على عادة عوام المحدثين من قوله من قلة الفقه ، والثانى التعصب فى المذهب . ونحن نسأل الله السلامة " (ج — ٨ ص ١٥٥ و١٥٦)

وقال الإمام المحدث الشيخ عبد الحق الدهلوى فى ترجمة أبى حنيفة من كتابه " تحصيل الكمال فى أسماء الرجال " عند ذكره " جامع المسانيد " الذى جمعه المحدث أبوالمؤيد الخوارزمى ما نصه :

Marfat.com

" ورتبه على أبواب الفقه ، وذب عنه ما تكلم فيه
بعض الناس خصوصاً الخطيب البغدادى المتعصب المكابر
مع هذا الإمام العظيم الشأن ، ولقد ناقض هذا الرجل
المكابر نفسه فى ما ذكر من المطاعن والعيوب ، و
تهافت كلامه فى ذلك وتساقط من القلوب » اهـ .

وقد ذكرنا ما قاله العلماء فى سوء صنيعه فى هذا الباب فيما كتبنا
من التعليقات على كتاب " ذب ذبابات الدراسات عن المذاهب
الأربعة المتناسبات " (١) للعلامة عبد اللطيف بن العلامة المخدوم
محمد هاشم السندى رحمهما الله . وأول من تصدى للرد على الخطيب
فى سوقه الأخبار الكاذبة عصريه القاضى العلامة أبو اليمن مسعود
ابن محمد بن أحمد بن عبيد البخارى نزيل بغداد المتوفى سنة ٤٩١
فى " مختصره لتاريخ بغداد " وتلاه العلامة أبو على يحيى بن عيسى
ابن جزلة الطبيب المتوفى سنة ٤٩٣ فى " المختار من مختصر تاريخ
الخطيب لأبى اليمن المذكور " . وقد رأيت من هذا الكتاب نسخة
خطية فى المكتبة الآصفية بحيدرآباد الدكن بالهند . قال ابن جزلة
فى " المختار " :

« قال القاضى أبو اليمن : ثم إن الخطيب — تجاوز الله
عنا وعنه — اتبع ما ذكره من هذه الأبواب فى وصف
أبى حنيفة بما كان الأولى والأليق أن لا يذكره ويطيل

(١) راجع الكتاب المذكور ج — ٢ ص ٢٩٨ حتى ٣٠٠ .

Marfat.com

فيه ويبوب فيه أبواباً ، ويظهر منه فيه العصبية والميل وقد اعتذر قبل أن شرع فى ذلك بما ليس بعذر » (١)

وقال القاضى أبواليمن أيضاً ما نصه :

« وأعجب ما مر بى فى هذا الباب ما ختمه به بإسناده عن سعيد بن سالم قال : « قلت لقاضى القضاة أبى

---

(١) قال سيد الحفاظ المتأخرين محمد مرتضى الزبيدى فى"اتحاف السادة المتقين" :

« قال القاضى الحافظ أبوبكر فى " تاريخه " فى ترجمة الإمام أبى حنيفة رحمه الله ما نصه : « قد سقنا عن أيوب السختيانى ، وسفيان الثورى ، وابن عيينة ، و أبى بكر ابن عياش وغيرهم من الأئمة أخباراً كثيرة تتضمن تقريظ أبى حنيفة والمدح له . والمحفوظ عند نقلة الحديث من الأئمة المتقدمين وهؤلاء المذكورين منهم فى أبى حنيفة خلاف ذلك ، وكلامهم فيه كثير لأمور حفظت عليه يتعلق بعضها بأصول الديانات ، وبعضها بالفروع ، نحن ذاكروها بمشيئة الله تعالى ، ومعتذرون الى من وقف عليها وكره سماعها بأن أبا حنيفة عندنا مع جلالة قدره أسوة غيره من العلماء » اهـ ولا يخفى أن قصده خلاف ما ذكر من المعذرة ، وإنما قصده الشناعة جراءة منه » اهـ (ج ـ ١ ص ١٨٣) .

Marfat.com

يوسف : سمعت أهل خراسان يقولون : إن أبا حنيفة جهمى مرجئ ، فقال لى : صدقوا . ويرى السيف أيضاً . قلت له : فأين أنت منه ؟ فقال : إنما كنا نأتيه يدرسنا الفقه ولم نكن نقلده ديننا »

أما استحيى هذا الشيخ الحافظ من أن يورد مثل هذا الخبر عن أبى يوسف تلميذ الرجل ، وصاحبه المنتمى إليه المنتفع به ، أعاذنا الله من فرط الغفلة والجهالة .

ثم قال — أى الخطيب — : « ذكر ما حكى عنه من مستبشعات الألفاظ والأقوال » وهذا منه غاية العداوة والإفراط فى العصبية القبيحة كأنه يصف أبواباً من العلم أو الحكمة حتى يترجم الباب هذه الترجمة القبيحة الدالة على قلة تحفظ مترجمها وتهوره وخفته .

ولعمرو الله إننى قد شاهدته بحلب مرتين ، و سمعت منه ، وأخذت إجازته ، وكان حديداً خفيفاً طياشاً كاد أن يثب عليه العامة بحلب ويقتلوه لقلة تحفظه فيما حدث مما لا يحتمله ذلك الوقت والبلد ، فإنه كان فى الزمان الذى دخل فيه البساسيرى "بغداد" وقتل ابن المسلمة ، وفعل تلك الأفعال ، وخرج الخطيب هارباً فمضى منها هارباً مما خيف عليه إلى الشام وأقام به ، و جرى له بدمشق ما نتورع عن إيراده ، تجاوز الله عنا وعنه »

Marfat.com

وقال ابن جزلة .

« لعمرو الله إن الإضراب عن ذكر ما قاله الخطيب وصنفه فى هذا الباب أولى وأجمل وأحق » اه .

ثم جاء عالم الملوك الملك المعظم عيسى بن أبى بكر الأيوبى فرد عليه فى كتابه " السهم المصيب فى كبد الخطيب " رداً مشبعاً ، وقد طبع بمصر وبالهند ، وسبط ابن الجوزى رد على الخطيب أيضاً فى عصر الملك المعظم فى كتاب سماه " الإنتصار لإمام أئمة الأمصار " وهو فى مجلدين ، وكذلك رد على الخطيب أبو المؤيد الخوارزمى فى مقدمة " جامع المسانيد " رداً جيداً ، ثم الحافظ أبو المحاسن محمد بن يوسف الشامى رد على الخطيب فى كتابه " عقود الجمان فى مناقب الإمام أبى حنيفة النعمان " رداً إجمالياً ، وتبعه فى ذلك علامة المتأخرين ابن حجر الهيتمى المكى فى كتابه " الخيرات الحسان فى مناقب الإمام أبى حنيفة النعمان " ولما طبع تاريخ الخطيب بمصر انتدب للرد عليه الإمام العلامة الناقد محمد زاهد الكوثرى فصنف " تانيب الخطيب على ما ساقه فى ترجمة أبى حنيفة من الأكاذيب " وحاسبه على افتراءاته على الإمام الأعظم فقيه الملة أبى حنيفة وعلى نهشه لأعراض أبى يوسف ومحمد وغيرهما بأدلة ظاهرة باهرة فشفى وكفى ولله الحمد .

وتعصب الوزيرين نظام الملك المتقدم وزير السلطان ملكشاه السلجوقى ، — واسمه الحسن بن على بن إسحاق بن العباس الوزير أبو على الطوسى وتوفى سنة ٤٨٥ — والوزير نظام الملك المتأخر وزير السلطان خوارزم شاه — واسمه مسعود بن على الوزير وتوفى سنة ٥٩٦ — للشافعية

Marfat.com

معروف حيث يتبجح بذكره التاج السبكى قائلاً :

« وقد اشترك نظام الملك هذا ونظام الملك المتقدم ذكره — الذى هو سيد الوزراء — اشتراكاً فى اللقب ، والوزارة ، والتعصب للشافعية ، وبناء المدارس » (١)

فلما جاءت نوبة الوزير نظام الملك الطوسى — ولم تكن وزارته وزارة بل فوق الملك كما صرح به التاج السبكى (٢) — انشر مذهب الإمام الشافعى بالعجم وازداد تعصبه على الحنفية فجرت فى عهده

(١) راجع "طبقات الشافعية" ترجمة مسعود بن على الوزير .

(٢) قال التاج السبكى فى "الطبقات الشافعية الكبرى" :

« مكث فى الوزارة ثلاثين سنة ، ولم تكن وزارته وزارة بل فوق السلطنة ، فإن السلطان جلال الدولة ملكشاه بن ألب أرسلان اتسعت ممالكه ، فكان تحت ملكه بلاد ما وراء النهر وبلاد الهياطلة وباب الأبواب ، وخراسان ، والعراق ، والشام ، والروم ، والجزيرة ، مملكته من كاشغر — وهى أقصى مدائن الترك — إلى بيت المقدس طولاً ، ومن قرب قسطنطينية إلى بحر الهند عرضاً . ولم يكن مع ذلك لملكشاه مع نظام الملك غير الإسم والأبهة ، والتنوع فى اللذات ، وكان مشغولاً بالصيد واللذة . ونظام الملك هو الآمر المتصرف لا يجرى جليل ولا حقير إلا بأمره ، مستبداً بذلك » (ج — ٣ ص ١٣٩) .

Marfat.com

على الحنفية بسبب ذلك خطوب ومحن (٣) . ونظام الملك هذا هو أول من جعل المذهب الشافعى مذهباً رسمياً تعترف به الخلافة العباسية فى العراق وشرق الدولة ، وأنشأ المدارس لخدمته ، وكان السائد قبل ذلك من مذاهب السنة المذهب الحنفى ، ولما بنى المدرسة النظامية ببغداد كان فى كتاب شرطها كما قال ابن الجوزى فى "المنتظم" : « أنها وقف على أصحاب الشافعى أصلاً وفرعاً ، وكذلك الأملاك الموقوفة شرط فيها أن يكون على أصحاب الشافعى أصلاً وفرعاً ، وكذلك شرط فى المدرس الذى يكون بها ، والواعظ الذى يعظ بها ، و متولى الكتب » .

ولا تنس ما ذكره ابن خلكان فى ترجمة "نظام الملك" فى أمر هذه المدرسة النظامية ولفظه :

« وكان الشيخ أبو إسحاق — الشيرازى — إذا حضر وقت الصلاة خرج منها وصلى فى بعض المساجد ، وكان يقول : « بلغنى أن أكثر آلاتها غصب » اهـ .

وقال ابن تغرى بردى فى "النجوم الزاهرة" :

---

(٣) قال العلامة المؤرخ جمال الدين أبو المحاسن يوسف بن تغرى بردى الأتابكى فى " النجوم الزاهرة فى ملوك مصر والقاهرة " فى ترجمة عميد الملك الكندرى :

« وولى الوزارة بعده نظام الملك الذى نشر مذهب الإمام الشافعى بالعجم » (ج — ٥ ص — ٧٦) .

Marfat.com

« وكان نظام الملك عالى الهمة ، وافر العقل ، عارفاً بتدبير الأمور ، محباً للعلماء والصلحاء ، على ظلم وجور كان عنده ، على عادة الوزراء » اهـ (١) .

وعلى عادته فى الظلم والجور مشى نظام الملك فى نشر المذهب الشافعى فكانت فتنته على الحنفية أشد من فتنة أبى حامد الإسفرائنى والقفال

---

(١) وجاء فى " النجوم الزاهرة " فى حوادث سنه ٤٦٨ ما نصه :

« وفيها توفيت كوهر خاتون عمة السلطان ملكشاه السلجوقى أخت السلطان ألب أرسلان ، كانت دينة عفيفة ، صادرها نظام الملك لما مات أخوها ألب أرسلان وأخذ منها أموالاً عظيمة ، فخرجت إلى الرى لتمضى إلى المباركية تستنجدهم على قتال الوزير نظام الملك ، فأشار نظام الملك على ملكشاه بقتلها فقتلها . فلما وصل خبر قتلها إلى بغداد ذم الناس نظام الملك وقالوا : « ما كفاه بناء هذه المدرسة النظامية وغصبه لأراضى الناس وأخذ أنقاضهم حتى دخل فى الدماء من قتله هذه المرأة ! »

وأيضاً أنه أشار على ملكشاه بقتل عمه قاوردباك ، ثم أشار على ملكشاه بكحل أولاد عمه ، وهجا نظام الملك جماعة من أهل العراق ، فلما بلغ نظام الملك قال : ما أقام هذه الشناعة على إلا فخر الدولة ابن جهير » اهـ (ج ٥ ص — ١٠٠)

Marfat.com

الصغير المروزى ، كما أبان عن حاله الإمام مسعود بن شيبة السندى حيث يقول :

« وظهر مذهب الشافعى حين قهر نظام الملك ، وكانت فتنته على أصحاب أبى حنيفة ومالك أشد من الديلم وقد قتلوا منهم خلقاً كثيراً ، ووضعت فى أيامه كتب فى مثالب أبى حنيفة ومعائبه ، وقد لقى جزاء ذلك حياً و ميتاً حتى تناثرت أعضاءه بالجذام ، وعذب بالضرب والحبس ، وأحرقت رمته فى سنة اثنتين وثلاثين وستمائة بعد مائة وثمان وأربعين سنة أحرقها الكفار التتر لما استولوا على "إصبهان" بسبب يطول ذكره » اه (ص — ٣٥٠) .

ويعز على المرء أن يرى ابن الجوينى وتلميذه الغزالى يقومان ضد الحنفية يسترسلان فى المجادلة ولكن لاعجب فإنهما كانا إذ ذاك يدرسان فى " النظامية " يريدان التقرب من نظام الملك (١) حرصاً على الدنيا لا نزاعاً فى الخطأ والصواب ، ولا دفاعاً عن الحق إزاء الباطل ، وقد أساءا إلى أنفسهما حيث سلكا فى المناظرة والبحث مع الحنفية على طريقة الختل والمغالطة والدفع والمغالبة جل سعيهما تشويه صور المسائل وتقريرها على أقبح وجه وأبشع صورة كما لايخفى على من طالع "مغيث الخلق" لابن الجوينى و " المنخول" للغزالى وعلى

(١) إن ابن الجوينى بنيت له « المدرسة النظامية » بنيسابور وأقعد للتدريس فيها وبقى على ذلك قريباً من ثلاثين سنة ، والغزالى وقع له القبول من نظام الملك فرسم له التدريس بمدرسة بغداد .

Marfat.com

هذا جرى بعدها الفخر الرازى — عصرى نظام الملك المتأخر — فى ماله كتبه فى "مناقب الشافعى" وهذا هو الطريق الذى مهد لهم للبحث والمناظرة شيخ طريقة العراق أبو حامد الإسفرائنى حافظ المذهب و إمامه ، فقد نقل التاج السبكى فى "طبقاته" عن أبى حيان التوحيدى قال :

« سمعت الشيخ أبا حامد يقول لطاهر العبادانى : "لا تعلق كثيراً لما تسمع منى فى مجالس الجدل ، فإن الكلام يجرى فيها على ختل الخصم ومغالطته ، ودفعه ومغالبته . فلسنا نتكلم لوجه الله خالصاً ولو أردنا ذلك لكان خطونا إلى الصمت أسرع من تطاولنا فى الكلام ، وإن كنا فى كثير من هذا نبوء بغضب الله تعالى ، فإنا مع ذلك نطمع فى سعة رحمة الله » اه (ج — ٣ ص — ٢٥) .

وأين هذا من صنيع إمامهم الشافعى رضى الله عنه حيث يقول :

« ماناظرت أحداً قط إلا على النصيحة ، وما ناظرت أحداً قط إلا أحببت أن يوفق ويسدد ويعان ، ويكون عليه رعاية من الله وحفظ ، وماناظرت أحداً إلا ولم أبالى بين الله الحق على لسانى أو لسانه » (١) .

ويعرف مبلغ اخلاص ابن الجوينى فى هذا الباب مما قاله للغزالى حين شاركه فى هذا العمل فقد ذكر المؤرخون أنه لما صنف كتابه "المنخول" عرضه على شيخه ابن الجوينى فلما نظر فيه ابن الجوينى

---

(١) راجع "حلية الأولياء" لأبى نعيم الأصبهانى (ج — ٩ ص ١١٨)

Marfat.com

قال له : « دفنتني وأنا حي هلا صبرت حتى أموت ؟ لأن كتابك غطى كتابي » (١) وما ذاك إلا لأجل أن ابن الجويني يريد أن يصفو الجو له في تدريس النظامية وما إلى ذلك فقد كان مقرباً لدى نظام الملك وخاف إن وقع " المنخول " بيد نظام الملك يصغر ابن الجويني في عينيه ، والعجب من تنافسهما في إثارة تلك الفتنة وتسارعهما إليها ، والله يحق الحق وهو يهدى السبيل .

وكما أن الخطيب وأمثاله معروفون في قلة الفقه وإكثار الرواية بدون الدرايـة كذلك ابن الجويني وتلميذه الغزالي مضربا مثل عند أهل العلم في الجهل بالحديث والتاريخ مهما ضاق صدر ابن السبكي من ذلك . قال ابن حجر العسقلاني " التلخيص الحبير في تخريج أحاديث الرافعي الكبير " :

« ونقل الرافعي عن إمام الحرمين في " النهاية " أنه قال : (في قلبي من الطمأنينة في الاعتدال شيء ؛ فإنه ﷺ ذكرها في حديث المسيء صلاته في الركوع والسجود ولم يذكرها في الاعتدال والرفع بين السجدتين ؛ فقال : اركع حتى تطمئن راكعاً ، ثم ارفع رأسك حتى تعتدل قائماً ، ثم اسجد حتى تطمئن ساجداً ، ثم ارفع رأسك حتى تعتدل جالساً) ولم يتعقبه الرافعي . وهو من المواضع العجيبة التي تقضى على هذا الإمام بأنه كان قليل

---

(١) راجع ترجمة الغزالي في " المنتظم " لابن الجوزي و " مرآة الجنان " للعفيف اليافعي .

Marfat.com

المراجعة لكتب الحديث المشهورة فضلاً عن غيرها ؛ فإن ذكر الطمأنينة في الجلوس بين السجدتين ثابت فى "الصحيحين" . . . . وأما الطمأنينة فى الاعتدال فثابت فى "صحيح ابن حبان" و"مسند أحمد" . . وروا أبو على بن السكن فى "صحيحه" وأبوبكر بن أبى شيبة فى "مصنفه" . . . . . وأعجب من ذلك أن ذكر الطمأنينة فى الاعتدال مخرج فى "الأربعين" التى خرجوها لإمام الحرمين وحدث بها اﻫ »

وقال العسقلانى أيضاً فى ضمن تخريج حديث عائشة : « كان رسول الله ﷺ يقرأ فى الركعة الأولى من الوتر بسبح اسم ربك الأعلى » الحديث ما نصه :

« "تنبيه" قال إمام الحرمين : رأيت فى كتاب معتمد أن عائشة روت ذلك ، وتبعه الغزالى فقال : (قيل إن عائشة روت ذلك) وهذا دليل على عدم اعتنائهما معاً بالحديث كيف يقال ذلك فى حديث فى "سنن أبى داود" التى هى أم الأحكام » اﻫ .

وقال أيضاً فى ضمن تخريج حديث : « من أتى من هذه القاذورات شيئاً فليستتر بستر الله » الحديث :

« "تنبيه" لما ذكر إمام الحرمين هذا الحديث فى "النهاية" قال : (إنه صحيح متفق على صحته) وتعقبه...

Marfat.com

ابن الصلاح فقال : هذا مما يتعجب منه العارف بالحديث.
وله أشباه بذلك كثيرة أوقعه فيها اطراحه صناعة الحديث
التي يفتقر إليها كل فقيه وعالم »

وقال الحافظ ابن كثير في "البداية والنهاية" في التاريخ :
« وقد كان الغزالي يقول : أنا مزجى البضاعة في
الحديث » (ج - ١٢ ص — ١٧٤)

فهذا حالها في الحديث . وأما جهلها بالتاريخ فقال ابن حجر العسقلاني في ترجمة " محمد بن محيريز " من " لسان الميزان " ما نصه :

« محمد بن محيريز . لا وجود له وقع ذكره في
كلام إمام الحرمين فذكر في كتاب الشهادات من "النهاية"
(أن البخاري صنف الصحيح في الروضة النبوية ،
روى فيه عن محمد بن محيريز ، فغلبته عيناه ، فرأى
النبي ﷺ في المنام ، فقال : أتروى عن ابن محيريز وقد
طعن في أصحابي ، وكان خارجياً ؟ فقال : يا رسول
الله إنه ثقة . قال : صدقت إنه ثقة فاروِ عنه) . .
. . . . . والمنام الذي حكاه الإمام بالصفة المذكورة
يدل على عدم عنايته بالأخبار ! وكيف يجتمع قوله :
(كان يطعن في أصحابي) مع قوله : ثقة فاروِ عنه »

وقال القاضي ابن خلكان في " وفيات الأعيان " في ترجمة حسين ابن منصور الحلاج الزاهد المشهور ما نصه :

Marfat.com

٥ وجدت فى كتاب " الشامل " فى أصول الدين ، تصنيف الشيخ العلامة إمام الحرمين أبى المعالى عبد الملك ابن الشيخ أبي محمد الجوينى — رحمهما الله تعالى — فصلاً ينبغى ذكره ههنا ، والتنبيه على الوهم الذى وقع ، فإنه قال : (وقد ذكر طائفة من الأثبات الثقات : أن هؤلاء الثلاثة تواصوا على قلب الدولة ، والتعرض لافساد المملكة ، واستعطاف القلوب واستمالتها ، وارتاد كل واحد منهم قطراً . أما الجنابى فأكناف الأحساء ، وابن المقفع توغل فى أكناف بلاد الترك ، وارتاد الحلاج قطر بغداد ، فحكم عليه صاحباه بالهلكة والقصور عن درك الأمنية ، لبعد أهل العراق عن الانخداع) هذا آخر كلام إمام الحرمين .

قلت : وهذا كلام لا يستقيم عند أرباب التواريخ ؛ لعدم اجتماع الثلاثة المذكورين فى وقت واحد ، أما الحلاج والجنابى فيمكن اجتماعهما ، لأنهما كانا فى عصر واحد ، ولكنى لا أعلم هل اجتمعا أم لا .

والمراد بالجنابى هو أبو طاهر سليمان بن أبى سعيد الحسن بن بهرام القرمطى رئيس القرامطة ، وحديثهم وحروبهم وخروجهم على الخلفاء والملوك مشهور ، . . . . وأما ابن المقفع فهو عبد الله بن المقفع الكاتب المشهور بالبلاغة ، صاحب الرسائل البديعة . . . . ذكر صاحبنا

Marfat.com

شمس الدين أبو المظفر يوسف الواعظ سبط الشيخ جمال الدين أبي الفرج ابن الجوزي الواعظ المشهور في تاريخه الكبير الذي سماه "مرآة الزمان" أخبار ابن المقفع وما جرى له، وقتله في سنة خمس وأربعين ومائة، ومن عادته أن يذكر كل واقعة في السنة التي كانت فيها، فيدل على أن قتله كان في السنة المذكورة، وفي كلام عمر بن شبة في كتاب "أخبار البصرة" ما يدل على أن ذلك كان في سنة اثنتين أو ثلاث وأربعين ومائة . . . . .

وكيفما كان فإن تاريخ قتله لم يكن بعد سنة خمس وأربعين ومائة، وإنما كان فيها أو فيما قبلها، وإذا كان كذلك، فكيف يتصور أن يجتمع بالحلاج والجنابي كما ذكره إمام الحرمين — رحمه الله — ومن ههنا حصل الغلط. وأيضاً فإن ابن المقفع لم يفارق العراق فكيف يقول: «إنه توغل في بلاد الترك» وإنما كان مقيماً بالبصرة ويتردد في بلاد العراق، ولم تكن بغداد موجودة في زمنه، فإن المنصور أنشأها في مدة خلافته فاختطها في سنة أربعين ومائة، واستتم بناءها ونزلها ودخلها في سنة ست وأربعين، وفي سنة تسع وأربعين تمم جميع بنائها» اهـ.

ومن جهل مشهورات التاريخ كيف يعتمد على نقله في هذا الباب! ولكن ابن خلكان ينتقد عليه ما ذكره في كتابه "الشامل"

Marfat.com

من قصة الحلاج ، ويعتمد عليه فيما سرد فى كتابه "مغيث الخلق" من أقصوصة القفال . فسبحان واهب العقول .

والغزالى قال فيه ابن الجوزى فى "المنتظم" :

« وذكر فى كتاب "الاحياء" من الأحاديث الموضوعة وما لا يصح غير قليل ، وسبب ذلك قلة معرفته بالنقل فليته عرض تلك الأحاديث على من يعرف ، وإنما نقل نقل حاطب ليل ، وكان قد صنف للمستظهر كتاباً فى الرد على الباطنية ، وذكر فى آخر مواعظ الخلفاء فقال : روى أن سليمان بن عبد الملك بعث إلى أبى حازم : ابعث إلى من افطارك ، فبعث إليه نخالة مقلوة ، فبقى سليمان ثلاثة أيام لا يأكل ثم أفطر عليها وجامع زوجته فجاءت بعبد العزيز ، فلما بلغ ولد له عمر بن عبد العزيز . وهذا من أقبح الأشياء لأن عمر ابن عم سليمان وهو الذى ولاه فقد جعله ابن ابنه . فما هذا حديث من يعرف من النقل شيئاً اصلاً » اهـ (ج ـ ٩ ص ١٦٩ و١٧٠)

وفيما نقلنا فى علم هذين كفاية . ورجل لا علم له بالحديث ولا خبرة لـه بالتاريخ كيف يجترئ أن يقوم بالرد على فقيه الملة الإمام أبى حنيفة وأصحابه رضى الله تعالى عنهم . وما ابن الجوينى وتلميذه أبو حامد الغزالى بالنسبة إلى الإمام الأعظم أبى حنيفة إلا كطالب علم مع سلطان العلماء أو كـآحاد الرعية مع السلطان الأعظم

Marfat.com

وبذلك صرح الإمام الربانى عبد الوهاب الشعرانى فى حق الفخر الرازى، حيث قال رحمه الله فى "الميزان الكبرى" ما نصه :

« ومما وقع لى أن شخصاً دخل على ممن ينسب إلى العلم وأنا أكتب فى مناقب الإمام أبى حنيفة رضى الله عنه فنظر فيها ، وأخرج لى من كمه كراريس ، وقال لى : أنظر فى هذه فنظرت فيها، فرأيت فيها الرد على الإمام أبى حنيفة رضى الله عنه ؛ فقلت له : ومثلك يفهم كلام الإمام حتى يرد عليه ؟ فقال : إنما أخذت ذلك من مؤلف للفخر الرازى فقلت له : إن الفخر الرازى بالنسبة إلى الإمام أبى حنيفة كطالب العلم ، أو كآحاد الرعية مع السلطان الأعظم ، أو كآحاد النجوم مع الشمس . (ج - ١ ص ٦٤) .

وبالجملة كل من قام من هؤلاء ضد الحنفية وخاض غمرة تلك الفتنة لا يخلو من حالين إما هو لم يتقن الفقه ولم يعرف الكلام و الجدل ، وإما هو لم يتقن الصناعة الحديثية ولم يعرف التواريخ و الرجال . وها هو حال فحول الأشاعرة الشافعية محدثيهم ومتكلميهم كما صرح به الإمام ولى الله الدهلوى فى كتابه " قرة العينين بتفضيل الشيخين" الذى صنفه بالفارسية حيث يقول :

« إن الأشاعرة على قسمين :

المتكلمون الذين قد نالوا السهم الأوفى فى المناظرة

Marfat.com

والمخاصمة ولكن ليس لهم تبحر وتوسع في الحديث كأبي بكر الباقلاني ، والإمام الرازي ، والقاضي البيضاوي ، والقاضي العضد ، والملا سعد .

والمحدثون الذين قد حازوا القدح الأوفى في الحديث وصحة الروايات ولكن لم ينظروا في المناظرة والمخاصمة والمراجعة كالآجري والبيهقي » (١)

ومع جلب خيلهم ورجلهم على الحنفية قد ضاعت مساعيهم و خابت أمانيهم فإن الأصحاب قد ردوا على كل منهم بحيث لا يبقى لهم قائمة بعد تلك الردود ، وإن قاست الأمة عواقب ذلك التخاذل والتصاول مدى القرون . فمنهم من كال لهم بكيلهم ورد كيدهم في نحورهم ، ومنهم من سامح وتلطف وأعاد الحق إلى نصابه . وقد مر ذكر من رد على الخطيب البغدادي ، فأما ابن الجويني والغزالي فأول من قام بالرد عليهما جميعاً فيما — نعلم والله أعلم — الإمام شيخ

---

(١) ونصه بالفارسية :

« أشاعره دو قسم اند ، متكلمان كه در مناظره و مخاصمه سهم أعلى نصيب ايشان است أما درحديث تبحري وتوسعي ندارند مثل أبو بكر باقلاني ، وإمام رازي ، وقاضي بيضاوي ، وقاضي عضد ، وملا سعد .

ومحدثين كه در حديث وتوسع روايات قدح أوفى يافته اند . أما درمناظره ومخاصمه ومراجعه غور نموده اند مثل آجري وبيهقي " (ص ٢٥٣ طبع المجتبائية بدهلي)

Marfat.com

الإسلام عماد الدين مسعود بن شيبة السندى رحمه الله ، وسبقه إلى ذلك بالرد على الغزالى شمس الأئمة محمد بن عبد الستار الكردرى رحمه الله تعالى تلميذ صاحب "الهداية" وهو محدث فقيه إمام وترجمته مستوفاة فى كتب طبقات الأصحاب "كجواهر المضية" للقرشى و"تاج التراجم" لقاسم بن قطلوبغا و"الفوائد البهية" للفاضل اللكنوى وغيرها . وقال المؤرخ ابن تغرى بردى فى وفيات سنة اثنتين وأربعين وستمائة من كتابه "النجوم الزاهرة" :

« وفيها توفى شمس الأئمة محمد بن عبد الستار بن محمد الإمام العلامة فريد دهره ووحيد عصره المعروف بشمس الأئمة الكردرى البراتقينى الحنفى و"براتقين" قصبة من قصبات "كردر" من أعمال "جرجانية" . قال الذهبى : كان أستاذ الأئمة على الإطلاق والموفود إليه من الآفاق ؛ برع فى علوم ، وأقرأ فى فنون ؛ وانتهت إليه رياسة الحنفية فى زمانه انتهى . قلت : وشمس الأئمة أحد العلماء الأعلام وأحد من سار ذكره شرقاً وغرباً ، وانتشرت تصانيفه فى الدنيا — رحمه الله تعالى — . (ج - ٦ ص - ٣٥١)

وقد كثر تشنيع العلماء على كتاب "المنخول" للغزالى . قال الإمام العلامة قوام الدين أمير كاتب بن أمير عمر الفارابى الإتقانى (١) فى بحث حروف المعانى من كتابه "التبيين شرح المنتخب فى أصول

(١) الذى يقول فيه ابن تغرى بردى :

Marfat.com

فى بحث حروف المعانى من كتابه " التوبين شرح المنتخب فى أصول المذهب" ما نصه :

« ثم الغزالى شنع فى "المنخول" على أبى حنيفة فى أشياء من غير حجة على دعواه ، ولا دليل على ما خيل ، فلولا إطالة الكتاب أوردناه ورددناه برد لايرد على وجه تتوب روحه عما فعلت يده ولسانه . والله إن كنا لنعتقده غاية الإعتقاد لأجل ما جمع فى "إحيائه" من كلمات المشائخ بالنظر إلى الظاهر . ثم لما رأينا من طعنه على الكبار بلا إقامة برهان حصل بنا ما حصل اه »

وقال الشيخ العلامة الحافظ محمد بن يوسف الشامى فى "عقود الجمان فى مناقب أبى حنيفة النعمان" :

« ولا تغتر بما وقع فى " المنخول " المنسوب للإمام الغزالى من تعيير الإمام أبى حنيفة ؛ فإن ذلك من قائله مزلة عن الصواب عظيمة ، وهفوة حائدة عن الطريقة المستقيمة ، تقشعر منه الجلود وتمج منها الأسماع ، وتأباها النفوس ، وتنفر منها الطباع ،

« وكان — رحمه الله — إماماً عالماً مفنناً بارعاً فى الفقه واللغة العربية والحديث وأسماء الرجال وغير ذلك من العلوم ، وله تصانيف كثيرة » اه

وهو الذى ولى تدريس دار الحديث بالظاهرية بدمشق بعد وفاة الحافظ الذهبى كما صرح به ابن حجر والسيوطى .

Marfat.com

وإنما قلت : « المنسوب للإمام الغزالى » لأن هذا الكتاب لم يرو بالسند المتصل إليه ، ولا قرأه رجل على رجل وهكذا إليه ؛ فيحتمل أن تلك الألفاظ الشنيعة اختلقت عليه ، وعلى تقدير صدورها عنه فسمعت جماعة من مشائخ الشاميين ينقلون عن عين أعيان المحققين فى عصره الشيخ الإمام علاء الدين البخارى أحد أصحاب الشيخ سعد الدين التفتازانى ـ رحمهم الله تعالى ـ : أنه كان يعظم الغزالى غاية التعظيم ولا يجسر أحد بحضرته أن يقول "قال الغزالى" بل "قال الإمام الغزالى" ونحو ذلك مما يدل على تعظيمه . فقيل له : ألم تر ما صدر عنه فى حق الإمام أبى حنيفة . قال : « صدر منه ذلك فى الشباب حين سلطان الهوى والعصبية عليه قبل أن يتسلك ويتأدب ، ويتخلق بأخلاق السادة الصوفية ، و يترك الرعونات وحظوظ النفس . فلما تخلق بأخلاق القوم ، وانسلخ من الأخلاق الردية ، وتحلى بالصفات العلية ، وسلك المناهج السوية رجع عن هذه الألفاظ الردية ، وطمس ما فى نسخته ، وعرف الحق لأهله . وتعذر عليه طمس ما فى بقية النسخ لانتشارها . ولما صنف كتاب "الإحياء" بعد ذلك عظم الإمام أبا حنيفة غاية التعظيم ، وذكر فى مواضع منه جملاً من فضائله . ولو عرض عليه كلام " المنخول " بعد رجوعه عن

Marfat.com

الأخلاق المذمومــة لتبرأ منه ، واستغفر الله تعالى . و التائب من الذنب كمن لا ذنب له . . . . . . وسمعت الأستاذ العارف ذا الأحوال السنية والأفعال المرضية و الطريقـة السنيـة الشيخ شاهين بن عبد الله يذكر نحو ما ذكره الشيخ علاء الدين البخاري ويقرره » اهـ

وقال العلامة المحدث على القاري فى "تشييع الفقهاء الحنفية لتشنيع السفهاء الشافعية" :

« ثم رأيت الإمام الكردرى صنف تصنيفاً فى الرد على الغزالى فيما نقل عنه أنه ذكر فى كتابه "المنخول" طعناً فى أبى حنيفة وأصحابـه الفحول . ولعله كان فى أيام جهالته وزمان حيرته ومبدأ ضلالته ، قبل أن يدخل فى طريق الأولياء وتصنيفه " الاحياء " على ما تدل عليه ترجمته الإمام الأعظم مع سائر العلماء »

قلت : ولا شك أن كتاب " المنخول من تعليق الأصول " صنفه الإمام الغزالى فى زمن شبابه (١) فإنه لما رفع أمره إلى السلطان سنجر وقد وشى بـه أهل مذهبـه واتهموه بأشياء ومنها وضعه هذا

(١) وما ظنه السيد مرتضى الزبيدى شارح "الإحياء" بأن تصنيفه وقع متأخراً عن " الإحياء " و "كيمياء السعادة" و "جواهر القرآن " فليس بصحيح . وما ينقله السيد مرتضى عن "المستصفى" للغزالى ، لا يوجد فى "المستصفى" فلعله وقع له وهم فى ذلك .

Marfat.com

الكتاب وذلك فى شهور سنة تسع وتسعين وأربعمائة اعتذر الغزالى إلى السلطان سنجر عن وضعه " المنخول " قائلاً بأن :

« التعليق الذى علقته فى أيام الصبا وسميته "المنخول من تعليق الأصول" وزادت فيه طائفة حسداً من عند أنفسهم أشياء توجب الطعن فى حق الإمام أبى حنيفة ، وذلك قبل ثلاثين سنة وتوسلوا به فى الإغراء على » (١)

وكتب إليه متبرئاً عمارموه :

« وأما ما يعزون إلى من الطعن فى حق الإمام أبى حنيفة رضى الله عنه ، فلا أتحمل ذلك ، وبالله الطالب الغالب المدرك المهلك الضار النافع الذى لا إله إلا هو اعتقادى فى الإمام أبى حنيفة أنه من أغوص الناس فى

---

(١) ونصه بالفارسية :

« تعليقى كه درايام كودكى كرده بودم ، ونام آن "المنخول من تعليق الأصول" نهاده ، وگروهى هم بحكم حسد سى سال پيش ازين در آن چند كلمه كه موجب طعن باشد درامام أبو حنيفه زيادت كردند ، وآن را وسيله ساختند »

راجع "فضائل الأنام من رسائل حجة الإسلام" بتقدمة وتعليقات المؤيد الثابتى طبع ايران عام ١٣٣٣ . ص ١٧ وهذا الكتاب جمع فيه مكاتيب الغزالى بالفارسية .

Marfat.com

حقائق الفقه من أمة محمد ﷺ ، وكذب على كل من يحكى عن اعتقادى فيه سوى ذلك أو ينقله عن خطى ولفظى .
والذى اعتقد فيه قد شرحته فى "الإحياء" فى أول سير العلماء وغرضى الإنباء عن حقيقة الأمر » (١)

فتبين من هذا أن الغزالى قد ندم على ما قدم وإنما كان تاليفه "المنخول" فى إبان شبابه فى حياة استاذه ابن الجوينى ثم إنه قد دس فيه بعض الحسدة مالايرضاه الغزالى نفسه من الطعن فى حق الإمام أبى حنيفة رضى الله عنه وقد قال الله تعالى : « فمن تاب من بعد ظلمه وأصلح فإن الله يتوب عليه . إن الله تعالى غفور رحيم »
والكتاب الذى رد به الإمام الكردرى على " المنخول " للغزالى

---

(١) ونصه بالفارسية :

« أما آنچه حكايت مى كنند كه من در إمام أبوحنيفة رضى الله عنه طعن كرده ام اين احتمال نتوانم كرد ، بالله الطالب الغالب المدرك المهلك الضار النافع الذى لا اله إلا هو كه اعتقاد من آنست : كه إمام أبو حنيفة رحمة الله عليه غواص ترين امت مصطفى ﷺ است در حقائق معانى فقه . هر آنكه جزاين از عقيده من يا ازخط ولفظ من حكايت كند دروغ مى گويد وعقيده من آنست كه در كتاب " احياء " در أول سيرت علماء شرح داده ام مقصود آنست كه اين حال معلوم شود » (فضائل الانام ص — ١٥)

Marfat.com

سماه "الرد على الطاعن المعثار والانتصار لسيد فقهاء الأمصار" قال الإمام الكوثرى فى تقدمة كتاب "الغرة المنيفة فى تحقيق بعض مسائل الإمام أبى حنيفة" لأبى حفص عمر الغزنوى :

« وقد رد على الغزالى شمس الأئمة الكردرى محمد ابن عبد الستار فى كتاب [الرد على الطاعن المعثار و الانتصار لإمام أئمة الأمصار] وقسا عليه وإن أجاد فى البحث معه فى المسائل وتثبيت الدلائل . وكان الترفق به أحكم لكن يقال : إن الجزاء من جنس العمل » اهـ (ص — ٦)

وقال الإمام الكوثرى أيضاً فى " إحقاق الحق بإبطال الباطل فى مغيث الخلق " :

إن شمس الأئمة الكردرى لم يدع قولاً لقائل فى تلك المسائل فى كتابه المسمى [الرد على الطاعن المعثار و الانتصار لسيد فقهاء الأمصار] حيث رد على نخالة " المنخول " لأبى حامد أجلى رد ، وفى ضمنه مسائل " مغيث الخلق " » اهـ .

وقال الفاضل اللكنوى أبو الحسنات عبد الحى فى ترجمة شمس الأئمة الكردرى من كتابه "الفوائد البهية فى تراجم الحنفية" ما نصه :

« رأيت له رسالة فى الرد على " منخول " الإمام الغزالى المشتمل على "التشنيع القبيح على الإمام أبى حنيفة

Marfat.com

(أولها) الحمد لله رب العالمين الخ رتبها على ستة فصول وتعقب فيها على الغزالي قولاً قولاً ، وذكر فيها مناقب أبي حنيفة . وهي رسالة نفيسة حسنة جداً مشتملة على أبحاث شريفة إلا أنه بسط الكلام في بعض مواضعها بالشناعة على الإمام الشافعي وأتباعه ؛ لكنه بالنسبة إلى تشنيع الغزالي على أبي حنيفة قليل جداً » .

وممن انتدب للرد على ابن الجويني الإمام عفيف الدين عبد العليم بن أبي القاسم بن إقبال القرتبي الحنفي ولد سنة اثنتين وعشرين وثمانمائة ، وتوفي بزبيد يوم الجمعة خامس ذي الحجة سنة سبع وتسعمائة ، ترجمه محي الدين عبد القادر العيدروسي في " النور السافر عن أخبار القرن العاشر " ووصفه " بالفقيه النبيه الصالح " وقال المؤرخ عبد الحي بن العماد الحنبلي في " شذرات الذهب في أخبار من ذهب " : « كان إماماً فقيهاً نبيهاً » و" القرتبي " بالضم نسبة إلى " قرتب " قال السيد مرتضى الزبيدي في " تاج العروس من جواهر القاموس " : « قرتب بلدة بزبيد ، وهي على مقربة منها وقد دخلتها . ومنها المحدث المشهور عبد العليم بن عيسى بن اقبال القرتبي من المتأخرين اهـ » وكتابه في الرد على ابن الجويني قد رأيت منه نسخة في الخزانة الآصفية بحيدر آباد الدكن ويوجد النقل من هذا الكتاب في " آكام النفائس في أداء الأذكار بلسان الفارس " للعلامة أبي الحسنات محمد عبد الحي اللكنوي (ص - ٦)

والشيخ العالم المحدث عبد النبي بن أحمد بن عبد القدوس الكنكوهي

Marfat.com

الحنفى، أحد العلماء المشهورين فى أرض الهند وترجمته مستوفاة فى "طرب الأماثل بتراجم الأفاضل" لأبى الحسنات محمد عبد الحئ الأنصارى اللكنوى و"نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر" للعلامة الشريف عبد الحئ بن فخر الدين الحسنى وكان رحمه الله من أجل علماء عصره وناصر السنة فى زمانه، توفى سنة إحدى وتسعين وتسع مائة، قال فى "طرب الأماثل":

« عبد النبى [مؤلف رسالة فى رد طعن الإمام القفال المروزى الشافعى على الإمام أبى حنيفة] النعمانى من أولاد الإمام أبى حنيفة النعمان بن ثابت الحنفى نسباً ومذهباً. أولها: [الحمد لله الذى اصطفى حبيبه وخليله سيدنا وقرة عيننا محمد صلى الله عليه وعلى آله وسلم صلاة وسلاماً عليه دائمين بدوامه، باقيين ببقائه لشرع شرائع الاحكام وايضاح سبل الرشاد والسداد، وبعثه بالملة الحنيفية السمحة . . . الخ . . . أما بعد فيقول العبد الضعيف الراجى عفو ربه الغفور الرحيم الملتجى إليه بلطفه الجلى والخفى، كثير التقصير عبد النبى بن أحمد بن عبد القدوس النعمانى لما وقع لى الاطلاع على القصة المسطورة فى كتاب "مرآة الجنان" فى فضائل الإمام الشافعى نقلاً عن الإمام أبى المعالى المعروف بإمام الحرمين المفصحة المصرحة بكمال الجور عن الانصاف واظهار غاية التعسف والاعتساف المملوءة بالتعرض على الإمام

Marfat.com

المطلق أبى حنيفة ، فأزعجنى وحملنى حمية الدين فشرعت مستعيناً بالله فى كشف الغطاء ، وكانت فى سفر الحرمين الشريفين وما كان معى إلا كتب معدودة إلا أن الله تعالى بمحض عونه ومنه أتم الأمر وأظهر . وهاأنا أذكر تلك القصة أولاً ثم نتكلم على كلمة كلمة منها الخ »

ورأيت من هذا الكتاب نسخة فى الخزانة الآصفية بحيدرآباد الدكن بالهند .

والإمام المحدث على بن سلطان محمد القارى الهروى نور الدين الفقيه الحنفى نزيل مكة المتوفى بها سنة أربع عشرة وألف . وهو أحد جماهير الأعلام ومشاهير أولى الحفظ والأفهام ، الجامع للعلوم النقلية والعقلية والمتضلع من السنة النبوية صاحب التصانيف التى سارت بها الركبان ، وشهرته كافية عن الاطراء فى وصفه ، وكتابه " تشييع الفقهاء الحنفية لتشنيع السفهاء الشافعية " توجد منه نسخ فى خزانات الكتب بالهند وباكستان . وقال فيه بعد الحمد والصلاة ما نصه :

« يقول أفقر عباد الله الغنى البارى على بن سلطان محمد الهروى القارى : رأيت رسالة مصنوعة فى ذم مذهب السادة الحنفية الذين هم قادة الأئمة الحنيفية ، وأكثر أهل الملة الإسلامية . وموضوعة فيها أشياء من أعجب العجاب التى تشير إلى أن قائلها جاهل أوكذاب .

Marfat.com

وهى منسوبة إلى أبى المعالى عبد الملك بن عبد الله بن يوسف الجوينى المشهور "بإمام الحرمين" من أكابر علماء مذهب الشافعى » الخ .

وقال فى آخره :

« ثم رأيت بعض أصحابنا أنه أفاد فى هذه الحكاية ما أجاد حيث قال : وما أقبح صلاة هذا المصلى و أشنعها ، وما أسوء ضرطته وأفظعها ، لقد لبس ثوب الخلاعة ، وارتدى برداء الشناعة ، وأصم بضرطته الأسماع ، وأتى بما تنفر عنه الطباع وفعل فعل السفلة الخفاف ، واستخف بالدين غاية الاستخفاف ، فضل به عن سواء الصراط ، والتحق بالأراذل والأسقاط ، بصلاته هذه وختمها بالضراط ، ولقد ساعدته إسته كل المساعدة ، وباعدته عن الحياء والدين كل المباعدة ، أما من الدين فظاهر لأرباب اليقين ؛ لأنه تعمد الحدث فى حال مناجاته لرب العالمين . وأما الحياء فذلك شئ لا ينكره أحـــد من العقلاء . فواعجباه كيف أقدم هذا الذى ينسب إلى العلم على هذا الفعل القبيح بحضرة جماعة منهم السلطان ، فصير نفسه ضحكة لأهل الزمان بأمر الشيطان . ثم مع هذا ظن أن ضرطته هذه له نافعة ، وإنما هى له من رتبة العقلاء واضعة . إذلو فعل مثل ذلك أحد من العوام ،

Marfat.com

لقيل إنه ملحد مستخف بالاسلام ؛ بل من ترك الصلاة
رأساً أهون فى مقام القبائح من هذه السيئة المشتملة
على الفضائح ، إذهى الشناعة العظمى ، والداهية الدهيا ،
وإنما حمل على ذلك اتباع الهوى ، لأجل أعراض الدنيا .
فليته حين مات مات أهله هذا معه ولم يذكر ، ولم يكتب
فى الدفاتر ولم يسطر ، لكنه أثبت فى التواريخ
واشتهر ، وتشدق به من لاخلاق له وافتخر . فلوعرفوا
ما فيه من أن الشناعة راجعة إليهم لما ذكروا مثل
هذا فيما لديهم ؛ ولكن كما قال سبحانه : (أفمن زين
له سوء عمله فرآه حسناً ، فإن الله يضل من يشاء و
يهدى من يشاء) . فنعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن
سيئات أعمالنا ، ونستغفره من زلل فى أقلامنا ، وخطل
فى أقوالنا » اھ .

والشيخ الفاضل علم الله بن عبد الرزاق بن خاصة بن خضر
الصالحي الأميتهوى أحد العلماء المبرزين فى الفقه والحديث والعربية .
ولد فى السابع والعشرين من جمادى الأولى سنة أربع وخمسين و
تسعمائة ببلدة " أميتهى " وتوفى حادى عشر ذى الحجة سنة أربع
وعشرين وألف ، وكان ديناً متقناً متبحراً عابداً متهجداً صاحب
سنة واتباع وزهد وتورع واستقامة ، سافر إلى الحجاز ولبث
بها ثماني عشرة سنة وأخذ الحديث عن الشيخ ابن حجر المكى وغيره
من مشائخ عصره ثم رجع إلى الهند وصرف عمره فى الدرس والإفادة

Marfat.com

رحمه الله تعالى وترجمته مستوفاة فى "نزهة الخواطر" . وسماه « السيف المسلول فى ضرب القفال والمقفول » قال فيه بعد الحمد والصلاة :

« يقول أضعف عباد الله القوى علم الله بن عبد الرزاق الحنفى — أصلح الله حاله وحقق آماله — : كنت أسمع من أفواه الرجال ، قصة المروزى القفال ، مع السلطان محمود الغزنوى المغتال ، فى تحويله بالشعبذة والإحتيال وتنقيله عما كان عليه من سنى الأحوال ، من مذهب الإمام أبى حنيفة الأعظم ، إلى مذهب الإمام محمد بن إدريس المحترم . ولما كانت القصة مشتملة على قبائح شنيعة ، وشنائع فظيعة لاتليق به بل يستحيل أن تصدر عمن له حظ قليل من الأخلاق الرضية والآداب المرضية ؛ بل من له أدنى رائحة من طيب الإسلام ، فضلاً عمن يعده جمع من العلماء الأعلام كنت كذبتها وما صدقتها وخطأتها وما صوبتها . وقلت حاشاه حاشاه ، أين هذا ؟ وأين علمه وتقواه ؟ مطهر جنابه من هذه الأنجاس ، منزه لساله عن لوث هذه الأدناس ، شأنه أجل من أن يكون معروفاً بهذى الفضائح ، ومشهوراً بتلك القبائح ، من البطالات المزخرفة والخرافات المستطرفة ، والأضحوكات المضحكة ، ومهملات المتمسخرة ، وتكلات المجانين و حكايات المغمورين ، وخطابات المسحورين ، وهذيانات المحمومين ، هزل لافصل ، جهل لا فضل . وكنت على

ذلك برهة من الزمان ومدة من الأكوان حتى وقفت على "تاريخ اليافعى" من أعيان مقلدى الشافعى ، فرأيته قد ذكر القصة على ما شاعت فى الخافقين نقلاً عن الكتاب المسمى "مغيث الخلق" لإمام الحرمين فظهر أن القصة واقعة ، وأن الحكاية على ما هى شائعة ، ليس فى صدقها ريب ، ولا فيها من الإفتراء شوب فلما عرفت أن هذا اليقين لا يستراب ، زدت تحيراً وقلت : إن هذا لشئ عجاب . وأعجب من هذا أن هؤلاء الذين عدوا أجلاء الشافعية عظماء ذكروا القصة تبجحاً وافتخاراً ، وأوردوا الحكاية تبهجاً وابتشاراً كما يدل على ذلك عباراتهم ، ويجلو ما هنالك إشاراتهم » اهـ

والإمام العلامة نوح بن مصطفى القونوى الرومى الحنفى نزيل مصر صاحب " الدر المنظم فى مناقب الإمام الأعظم" — وسماه "الكلمات الشريفة فى تنزيه الإمام أبى حنيفة عن الترهات السخيفة" ترجمه محمد المحبى فى "خلاصة الأثر فى أعيان القرن الحادى عشر" فقال : « الإمام العلامة سابق حلبة العلوم سار ذكره واشتهر علمه ، وهو فى علوم عديدة من الفائقين سيما التفسير والفقه والأصول والكلام وكان حسن الأخلاق وافر الحشمة جم الفضائل ، قرأ علوم الحديث رواية ودراية على محدث مصر محمد حجازى الواعظ ، وتلقن الذكر و لبس الخرقة وأخذ علوم المعارف ، وألف مؤلفات كثيرة ، ولم يبرح بمصر مقيماً بخدمة الدين مصون العرض والنفس متمتعاً بما من

Marfat.com

الله عليه من فضله حتى توفى بمصر فى سنة سبعين بعد الألف رحمه الله تعالى » انتهى مختصراً .

ثم لما طبع كتاب ابن الجوينى بمصر قام بالرد عليه الإمام العلامة الناقد الشيخ محمد زاهد الكوثرى رحمه الله فصنف (احقاق الحق بابطال الباطل فى مغيث الخلق) فأفاد وأجاد ، وفاق من قبله فى حسن المؤاخذة والانتقاد . قال فيه بعد الحمد والصلاة :

« وبعد فهذه رسالة سميتها "إحقاق الحق بإبطال الباطل فى مغيث الخلق" أرد بها على كتيب يعزى إلى أبى المعالى عبد الملك بن عبد الله بن يوسف الجوينى ، ويسمى "مغيث الخلق فى ترجيح القول الحق"

كان مشارفتن فى منتصف القرن الخامس فى خراسان وما والاها إلى أن اضطر مؤلفه إلى مغادرة تلك الجهات لينجو بنفسه من عاقبة ما زرعه من الفتن فى بلاد آمنة مطمئنة حتى أقام مدة طويلة فى الحرمين الشريفين يؤم مدة فى الحرم المكى ، ومدة فى الحرم المدنى ، فلقب بإمام الحرمين(١) ثم عاد إلى بلده بعد أن عادت المياه إلى مجاريها فأصبح أهدأ بكثير مما تقدم ، وربما ندم على ما قدم ، كما يستفاد مما ألفه من الكتب فيما بعد ، لكن لم

---

(١) كذا قال ابن الوردى فى "تتمة المختصر فى أخبار البشر" فى ترجمته ونصه : « وأم فى الحرمين الشريفين وبذلك لقب » .

Marfat.com

بخل لمبدء الخاص أبو حامد الغزالى من التأثر من منهج شيخه فى مبدأ أمره ، فأساء إلى نفسه فى مقتبل عمره ، بحيث دون فى هذا الصدد ما هو سبة دهره . وكان ذلك فى عهد شبابه ، ولقى جزاء عمله هذا حيث اتهمه أهل مذهبه بالزندقة ، فكاد أن يقتل لولا سعى بعض الحنفية عند الأمير سنجر السلجوقى — والى خراسان فى عهد والده ملك شاه — (١) فى تخليصه كما ذكره شمس الأئمة الكردرى (٢) . ثم تاب وأناب وحسن رأيه فى أبى حنيفة عند تأليفه " الإحياء " . عفا الله عما سلف .

---

(١) هكذا قال الكوثرى والصحيح : « والى خراسان فى عهد أخيه بركياروق ثم فى عهد أخيه محمد شاه »

(٢) وما هذى به ذاك المغربى الباهت المفترى صاحب « تنبيه الباحث السرى » الذى لا علم لـه بالشرق وأهله بأن هذه القصة مفتعل من الكردرى فهو رجم بالظن الكاذب ، وهذا الكلام سبة على قائله وقد برأ الله الكردرى عن معرته فإن مكتوب الغزالى و اعتذاره فى هذا الباب قد طبع وشاع وكان ذلك فى شهور سنة تسع وتسعين وأربعمائة وقد نقلنا منه نص ما قاله الغزالى فى تأليفه "المنخول" واعتذاره فى هذا الباب . والعمل على امامة الكردرى وجلالته . ولا عبرة بهذيان الهاذين وأكاذيب المفترين .

Marfat.com

وكان الفخر الرازى ثالثة الأثافى فيما ألف باسم "مناقب الإمام الشافعى" رضى الله عنه حيث ضمنه من الأباطيل ما يزيد فى الطين بلة ، بل سعى فى نقل بلد بأسره من مذهب إلى مذهب بتأليفه « الطريقة البهائية » باللغة الفارسية . . . . فإمام الحرمين والغزالى و الرازى لايتعمدون الكذب فيما يكتبون — فيما أرى — لكن من جهل أدلة الأحكام فى المسائل الخلافية ، و بعد عن معرفة الحديث والتاريخ ، وماإلى ذلك من العلوم التى لا بد من معرفتها لمن يريد السباق فى هذا الميدان إذا خاض فى مثل هذا المطلب تعويلاً على يده فى النظر فقد هاج وماج ظناً بالأخبار الكاذبة أنها صادقة ، وفضح نفسه بسوقه الأكاذيب والتقاطه الساقطات فيهوى فى هوة الجهل والخذلان ، فيصدق عليه المثل « على نفسها جنت براقش » .

ولست أسلك فيما أكتب من الرد على ابن الجوينى مسلك العلامة نوح القونوى فى كتابه « الكلمات الشريفة فى تنزيه أبى حنيفة عن الترهات السخيفة » من التلطف البالغ فى الرد على الكتاب المذكور ، وانكار نسبة الكتاب إلى إمام الحرمين بعد أن شغل مكانه من التاريخ على تعاقب القرون ، ولا انتحى منتحى العلامة على القارى فى كتابه « تشييع الفقهاء لتشنيع السفهاء »

Marfat.com

من القسوة المتناهية مع تصحيح نسبة الكتاب إليه ، بل أسلك فيما أكتب إن شاء الله تعالى منهجاً وسطاً بين التلطف والقسوة على قدر ما يستوجبه الكلام الذى أرد عليه من جهة بعده عن الحق وقربه منه ، كائلاً له بكيله فى غير ضعف ولا عنف . ولولا أن الكتاب طبعت منه آلاف ووزعت فى المدن والأرياف مع إعادة طبع كتاب الرازى لجاز إهماله حتى مع استمرار اطلاع الجمهور على صلاة تعزى إلى القفال المروزى فى ترجمة يمين الدولة محمود بن سبكتكين فى "وفيات الأعيان" المتداولة بأيدى الجمهور ، لكن السكوت على تعاقب مسعى الفاتنين يكون جريمة لا تغتفر ، فأكتب بتوفيق الله سبحانه ما يعيد الحق إلى نصابه ، وأكتفى فيما أكتب بالكلام فى الجليات التى هى أقرب إلى فضح دخيلة المؤلف ، والكشف عن مبلغ جهله فيما يعانيه . وأما المسائل الخلافية الفرعية التى يتكلم هو عنها ، فإنما يتكلم عنها بمعيار عقله وميزان رأيه بدون أن يتعرض لأدلتها الشرعية من الكتاب والسنة ومدارك الفقهاء ، فإذا سلكت طريق الرد عليه فى ذلك كله طال الكلام بدون حاجة . . . . . فاكتفى بما يكفى فى هتك الستر عن سعى المؤلف . ومؤلف الكتاب على جلالة قدره بين الشافعية وكثرة مؤلفاته فى الفقه وأصوله

Marfat.com

لا خبرة له بالحديث مطلقاً حتى تراه يقول فى «البرهان» (أن حديث معاذ فى اجتهاد الرأى مخرج فى الصحاح) وهذا خلاف الواقع ، لأنه لم يخرج فى أحد من الصحاح ، وإن كان الحديث صحيحاً عند الفقهاء على الطريقة التى شرحتها فيما علقت على «النبذ» لابن حزم . ثم هو لم يذكر فى «نهاية المطلب فى دراية المذهب» التى هى أضخم مؤلفاته حديثاً واحداً يعزوه إلى البخارى إلا حديث الجهر بالبسملة ، وليس هو فى البخارى ، كما أشار إلى هذا وذاك ابن تيمية والذهبى تشهيراً له بجهله فى الحديث ، بل قال أبو شامة المقدسى الشافعى فى "المؤمل" عند ذكره استدلال أهل مذهبه بالأحاديث الضعيفة ، وتصرفهم فى الأحاديث نقصاً وزيادة : «وما أكثره فى كتب أبى المعالى وصاحبه أبى حامد» وهما كما ترى مضربا مثل عند أبى شامة فى الجهل بالحديث . ويذكرنا هذا ما قالـه ابن الجوينى حينما غلب عليه فخر الإسلام البزدوى فى مناظرة : «إن المعانى قد تيسرت لأصحاب أبى حنيفـة لكن لا ممارسة لهم بالحديث» (١) يعنى كأن له شأناً فى الحديث وإن

---

(١) كما ينقله الإمام عبد العزيز البخارى صاحب "الكشف" و"التحقيق" فى أول شرحه على "أصول البزدوى" . — النعمانى —

Marfat.com

أصبح مغلوباً فى النظر وهذا ما يتسلى به المفلسون ،
فإذا كان حال ابن الجوينى والغزالى هكذا ، فما ذا
يكون حال الفخر الرازى فى ذلك ؟ فلا يكون هؤلاء
من رجال هذا الميدان كما سيظهر ذلك بأجلى من هذا
فى مناقشاتنا معه » . اهـ

وقد طبع هذا الكتاب بمصر فى رجب سنة ستين وثلاثمائة بعد الألف .

التعريف بالإمام السندى

والإمام مسعود بن شيبة السندى معروف فى بيئات العلم بالإمامة والسعة فى العلم والثقة فى النقل وعليه اعتماد الأصحاب ، وقد ذكره فى طبقات الحنفية الإمام الحافظ الذى انتهت إليه رياسة مذهب أبى حنيفة فى عصره الشيخ قاسم الحنفى والإمام الحافظ محى الدين عبد القادر القرشى والمحدث على القارى ، قال القرشى فى "الجواهر المضية" :

"مسعود بن شيبة بن الحسين السندى عماد الدين
الملقب بشيخ الإسلام له (كتاب التعليم) وله (طبقات
أصحابنا) رحمة الله عليهم أجمعين" .

وكذا فى "تاج التراجم" فى طبقات الحنفية للحافظ قاسم بن قطلوبغا . وقد ائتمنه الحافظ القرشى فنقل فى كتابه "الجواهر المضية" عن "كتاب التعليم" أشياء . ووصفه المحدث على القارى فى "الأثمار

Marfat.com

الجنية فى طبقات الحنفية " "بالشيخ الفاضل الكبير" كما فى " نزهة الخواطر" للشريف عبد الحئ الحسنى رحمه الله ، وكان الإمام مسعود من أعيان أهل القرن السابع ، وقد اجتهدت بأن أجد له ترجمة أكثر من ذلك فلم أعثر على شئ مما بأيدينا ، وليس ذلك بالأمر الغريب فإن حوادث التتار التى تتابعت فى عهد الإمام السندى وما وليها من الظلمات أضاعت منا الوقوف على كثير من المؤلفات والآثار النافعة وفحول الرجال . فحسبنا الله ونعم الوكيل (١) .
وهذا صاحب "مشكاة المصابيح" الذى طار ذكره فى الشرق والغرب ، وكتابه متداول بين الناس منذ صنف إلى الآن ومع هذا فلا نعلم من ترجمته شيئاً سوى الإسم واللقب والكنية والنسب مع أنه متأخر عن الإمام السندى بكثير فتذكر فإنه مهم . بل يوجد فى عصر ابن الجوينى كثير من الأئمة الشافعية الذين حالهم كحال الإمام السندى يوردهم ابن السبكى فى "طبقاته" ولا يذكر من تراجمهم ما يشفى العليل ، كأبى على الزجاجى الحسن بن محمد بن العباس ، قال ابن السبكى : « أحد أئمة الأصحاب لم أجد له ترجمة تشفى العليل اه » والحسين بن محمد أبى عبد الله القطان صاحب " المطارحات" الذى ينقل عنه الرافعى فى كتاب الغصب . وعبد الله بن طاهر

(١) وبه صرح ابن السبكى فى ترجمة الحافظ فضل الله التوربشتى الحنفى حيث قال فى " طبقاته " : « ووقعة التتار أوجبت عدم المعرفة بحاله » اه وبسبب عدم المعرفة بحاله يعده ابن السبكى فى الشافعية مع أنه حنفى .

Marfat.com

التيمى الإمام الجليل ، وعلى بن أحمد بن محمد الزبيلى صاحب كتاب " أدب القضاء " الذى يقول فيه ابن السبكى : « وقد الوهم على أمر هذا الشيخ » وعلى بن أحمد السهيلى أبى الحسن الإسفرائى أحد الأئمة فما ظنك بمن بعدهم .

وقد أغرب ابن حجر العسقلانى فى كتابه " لسان الميزان " حيث رمى الإمام السندى بالجهالة فقال :

« مسعود بن شيبة بن الحسين السندى (١) عماد الدين الحنفى ، مجهول لا يعرف عمن أخذ العلم ولا من أخذ عنه . له مختصر سماه (التعليم) كذب فيه على مالك وعلى الشافعى كذباً قبيحاً . وقال : (لا يعرف للشافعى مسئلة اجتهد فيها ، ولا حادثة استنبط فيها حكمها غير مسائل معدودة تفرد بها) كذا قال » اهـ .

وقد عكر عليه الإمام الكوثرى قائلاً أن :

« ابن شيبة هذا جهله ابن حجر فيما جهل مع أنـه معروف عند الحافظ عبد القادر القرشى ، وابن دقاق المؤرخ ، والتقى المقريزى ، والبدر العينى ، والشمس بن طولون وغيرهم . فنعد صنيع ابن حجر هذا من تجاهلاته المعروفة ــ لحاجة فى النفس ــ وقانا الله اتباع الهوى » . (٢)

---

(١) ووقع فى المطبوعه هكذا : « مسعود بن سنة بن الحسن السندى " فليصحح .

(٢) " تانيب الخطيب " (ص ــ ٣) .

Marfat.com

ولا عبرة بوقيعة ابن حجر فيه فإنه كثير الوقيعة فى السادة الحنفية ، ورحم الله السخاوى إنه لينكر منه ذلك، وتجد تفصيل ذلك فى كتابنا "ما تمس إليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجه" بل وصفه تلميذه العلامة المحدث الحافظ برهان الدين أبو الحسن ابراهيم ابن عمر البقاعى الشافعى "بشيخ نحس" وقال :

« إن فيه من سئ الخصال أنه لا يعامل أحداً بما يستحقه من الإكرام فى نفس الأمر بل بما يظهر له على شمائله من محبة الرفعة وأنه يغلط ويلح فى غلطه اهـ »

كما ينقله السخاوى فى "الضوء اللامع" وقال قاضى القضاة أبو الفضل محب الدين محمد بن الشحنة الحنفى — الذى كان ابن حجر يجله ولم يكن بينهما أدنى حزازة — فى "مقدمة شرحه على الهداية" فى حق ابن حجر :

« وكان كثير التنكيت فى تاريخه على مشائخه وأحبابه وأصحابه لاسيما الحنفية فإنه يظهر من زلاتهم ونقائصهم التى لا يعرى عنها غالب الناس ما يقدر عليه ويغفل ذكر محاسنهم وفضائلهم إلا ما ألجأته الضرورة إليه . فهو سالك فى حقهم ما سلكه الذهبى فى حقهم وحق الشافعية حتى قال السبكى : "إنه لا ينبغى أن يؤخذ من كلامه ترجمة شافعى ولا حنفى" وكذا لا ينبغى أن يؤخذ من كلام ابن حجر ترجمة حنفى متقدم ولا متأخر اهـ »

Marfat.com

كذا نقل الإمام الكوثرى فى ما علقه على " لحظ الألحاظ بذيل طبقات الحفاظ" تأليف ابن فهد من ترجمة ابن حجر ثم قال :

« ومن راجع تراجم الرجال فى كتبه ثم فحص عنهم فى تواريخ غيره ممن لم يتغلب عليه تعصب وهوى يجد صواب ما يقوله ابن الشحنة ماثلاً أمام عينيه »

(ص — ٣٢٨)

وبالجملة هذه المناداة التى صدرت من العسقلانى فى حق الإمام السندى لا فائدة لها ألبتة ، فإن الناس يعلمون أنه يتجاوز عن ذنوب أصحابه وآثام أهل مذهبه ، ويقذع فى حق الحنفية بما هم برآء منه .

وأما رميه الإمام السندى بالكذب القبيح فهو أقبح إذ لم يأت بدليل على دعواه سوى قوله : « وقال : لا يعرف للشافعى مسألة اجتهد فيها ، ولا حادثة استنبط فيها حكمها غير مسائل معدودة تفرد بها » ولا شك أن هذا مقابلة الفاسد بالفاسد ، فهلا تكلم فى هذا بحصته و فى هذا بحصته . فإن كان ابن حجر يرمى الإمام السندى بالكذب بسبب هفوة بدت منه فى حق سيدنا الإمام الشافعى فليرم بالكذب جميع من تكلم من الأئمة الشافعية فى حق الإمام أبى حنيفة بسوء . وليحاسب لفسه بما ذكر من الأكاذيب فى حق ساداتنا الأئمة الحنفية فى كتابه " لسان الميزان" وغيره .

فتلك شكاة ظاهر عنك عارها
وهــذا سبيل لبس فيه بأوحد

Marfat.com

ولا أقول فى الإمام السندى إلا أنه إمام فقيه عالم أديب مؤرخ كبير له خبرة بالحديث ومعرفة بالرجال ولا يخفى جلالته على من طالع كتابه هذا . ولا أعلم له ذنباً سوى أنه لم يصبر على ظلم الخصم فجرى فى بعض المواضع مجرى ابن الجوينى والغزالى فى ادعاء ما ليس له ، والتشنيع بما لا يؤبه به ، ولو صان نفسه عن ذلك لكان أحسن .

ذكر النسخ الخطية لهذا الكتاب

قال الإمام الكوثرى فى تقدمة " الغرة المنيفة فى ترجيح مذهب أبى حنيفة " :

" رد على ابن الجوينى والغزالى — فى جملة من رد عليهما — عماد الإسلام مسعود بن شيبة السندى فى « مقدمة كتاب التعليم » له وهى من محفوظات مكتبة الجزائر بالمغرب ، ومكتبة شيخ الإسلام بالمدينة المنورة ، ومكتبة لالى بالآستانة ، ومكتبة الأستاذ أحمد خيرى بروضة خيرى باشا بدسونس بمصر .

وبالأسف إنا لم نقف على نسخة من هذه المخطوطات التى ذكرها الإمام الكوثرى ، وحين اعتزمنا تحقيق هذا الكتاب حصلنا على نسختين مخطوطتين .

(إحداهما) محفوظة بخزانة " المجلس العلمى " بكراتشى ، وقد وقع فى آخرها ما نصه :

Marfat.com

« انتهى نقله من نسخة الشيخ محمد زاهد الكوثرى — أطال الله بقاءه — التى أخذ صورتها بالفوتو غراف بواسطة بعض أصدقائه من مكتبة " برلن " ولعله نسخة وحيدة فى العالم . وأرى أن الإمام الشيخ مسعود بن الحسين السندى ألف هذه المقدمة لكتابه "التعليم" فى أصول الدين وفروع الشريعة على وفق مذهب الإمام أبى حنيفة النعمان رحمه الله . وبالأسف لم نجد إلا هذه المقدمة ، وهى ناقصة من مبدئها صفحات ، وتأخر نقلها بسبب هناك .

والمجلس العلمى استنسخها بالقاهرة سنة ١٣٥٧هـ

محمد يوسف البنورى عفا الله عنه

سنة ١٣٦٠هـ »

والنقص الذى ذكره العلامة الشهير المحدث البنورى فى هذه النسخة إنما ينتهى إلى صفحة (١٣٢) بعد سطرين من المطبوعة كما صرحنا به فى الهامش . وهذه النسخة بخط أحد النساخ بمصر ممن شدوا قليلاً من العلم .

(والثانية) محفوظة بخزانة " لجنة إحياء المعارف النعمانية " بحيدرآباد الدكن بالهند وهى بخط مولانا العلامة أبى الوفاء الأفغانى رئيس اللجنة . وجاء فى خاتمتها ما نصه :

« قال العبد الضعيف أبو الوفاء الأفغانى : وقع الفراغ من نسخ هذه المقدمة المباركة يوم الأربعاء الثانى عشر

Marfat.com

من شهر ربيع الأول المبارك سنة سبعين وثلاث مائة بعد الألف من هجرة خير الأنام ﷺ من النسخة المصورة بالتصوير الشمسى من نسخة مكتبة السلطان سليم خان بالآستانة . والمصورة كانت للعلامة المحقق مولانا الشيخ محمد زاهد الكوثرى وكيل مشيخة الإسلام بالآستانة سابقاً نزيل القاهرة فى الحال . وكنت طلبتها من سيادته للنسخ فأرسلها سيادته من مصر . وكان النسخ فى دار الجنة إحياء المعارف النعمانية بحيدرآباد دكن (الهند) فى جلال كوچه . والحمد لله رب العالمين .

وكان الشروع فيه يوم الأحد ٢٦ من شهر الله المحرم من هذه السنة .

وقع الفراغ بحمد الله ومنه من مقابلة الكتاب بالأصل يوم الإثنين ٢٣ من ربيع الثانى سنة ١٣٧١ هـ . وكان الإبتداء فيها يوم الأحد الثامن من الشهر المذكور . وصلى الله على سيد المرسلين وعلى آله وصحبه وسلم » .

وبالجملة النسختان كلتاهما مخطوطتان عن نسخة مصورة للإمام الكوثرى . ونسخة الإمام الكوثرى مصورة عن نسخة محفوظة بمكتبة لا للى بالآستانة . بإسم « كتاب التعليم فى الرد على الغزالى والجوينى » تحت رقم ٨٣٩ من علم الكلام فى ٢١ ورقة ، وتاريخ نسخها عام ٨٤٧ هـ كما كتب إلى بذلك كله العلامة المفضال أبو الوفاء الأفغانى

Marfat.com

أطال الله بقاءه في مكتوبه الذى أرسله إلى يوم الثلاثاء السادس من جمادى الأولى سنة ١٣٨١ ﻫ من حيدرآباد الدكن .

ولم آل جهداً فى تصحيح الكتاب وتحقيقه وقد ظهر من مقارنة النسختين المخطوطتين أنه قد وقع فى النسخة المصورة المنقول عنها سقط فى بعض المواضع ، وربما تعذر فهم الكلام أو قراءته على الناسخ كما قد أشرت إلى هذا وذاك فى الهامش ، فالرجاء من القارى الكريم أن يعذرنى فى تحقيق هذه المواضع وهى قليلة جداً .

ومنا عظيم الشكر باسم العلم لسيادة الأستاذ البحاثة أديب السند ومؤرخها الشريف حسام الدين الراشدى الموقر فإنه الباعث لنشر هذا الكتاب ، وهو الذى حث " لجنة إحياء الأدب السندى " أن تقوم بطبعه فأجابت اللجنة هذا الطلب العلمى . وعهد إلى بتحقيق الكتاب وكتابة التقدمة والتعليقات ، فتم الأمر والحمد لله وحده . ولسيادة العلامة الكبير الواهب عمره للعلم ونشره الفقيه المحدث المحقق مولانا الشيخ أبى الوفا الأفغانى . — حفظه الله تعالى ونصر به العلم وأهله — ولسيادة الشيخ العالم مولانا طس الهزاروى مدير "المجلس العلمى" فإنهما — جزاهما الله تعالى عن العلم وأهله خيراً — قد تفضلا على بإعارة نسختى الكتاب وجعلاهما تحت تصرفنا . وبذلك تيسر لنا معارضة النسختين إحداهما على الأخرى و تهيؤ الكتاب للطباعة والنشر .

وكذا أشكر تلميذ الأمس وصديق اليوم الشاب العالم الفاضل

Marfat.com

عبد القيوم بن المولوى عبد المنان البهارى الهندى ثم اللائل بورى الباكستانى فإنه قد رافقنى فى معارضة نسخـــة المجلس العلمى على نسخة لجنة إحياء المعارف النعمانية . وأشكر أعز أصحابى تلميذى وختنى الأستاذ العالم الفاضل محمد أحمد – المدرس بالمدرسة العربية الإسلامية بنيوٹاون كراتشى – فإنه كان زميلى فى التصحيح المطبعى وجمع الفهارس . بارك الله فيه وفى ذريته ، ووفقه ، لكل خير ونفع به العلم والدين . آمين .

وفى الختام أسأل الله العظيم أن يوفقنى لخدمة السنة المطهرة وعلومها . وأن يغفرلى ولوالدى ولعمى ولخالتى ولسائر أقربائى ولجميع مشائخى وللمؤمنين وللمؤمنات ، إنه هو الغفور الرحيم .

محمد عبد الرشيد النعمانى

٢٠ ربيع الأول

سنة ١٣٨٥هـ

Marfat.com

مقدمہ

دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب

از

محقق العصر

مولانا محمد عبد الرشید نعمانیؒ

دراسات اللبيب

في الأسوة الحسنة بالحبيب
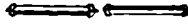
للعلامة البارع المتكلم الأصولي النظار محمد الملقب بالمعين، ابن
محمد الملقب بالأمين السندي المتوفى ١١٦١هـ

بتقدمة وتحقيق

محمد عبدالرشيد النعماني

قامت بنشرها وطبعها

لجنة إحياء الأدب السندي بكراتشي

THE SINDHI ADABI BOARD

Karachi

بسم الله الرحمن الرحيم

كلمة عن "الدراسات"، ومؤلفها الشيخ محمد معين

الحمد لله على آلائه ، والصلوة والسلام على سيدنا محمد خاتم أنبيائه ، وعلى آله وصحبه وسائر حملة دينه وفقهائه .

أما بعد فقد نبغ فى السند علماء بارعون لهم خدمات مشكورة فى العلوم الدينية ، سيما فى الفقه والحديث، كابى جعفر الديبلى صاحب مكاتيب النبى صلى الله عليه وسلم ، والإمام مسعود بن شيبة السندى صاحب كتاب التعليم ، والعلامة جعفر البوبكانى صاحب المصنفات الشهيرة ، والشيخ أبى الطيب السندى شارح جامع الترمذى ، والمحدث الشهير أبى الحسن الكبير شارح الأصول الست ومسند الإمام احمد ، والشيخ محمد حياة السندى صاحب الإيقان ، ومحمد أكرم النصربورى شارح شرح النخبة ، و العلامة الكبير محمد هاشم التتوى صاحب التصانيف الكثيرة الشهيرة و المحدث محمد عابد السندى

صاحب طوالع الأنوار والمواهب اللطيفة وغيرهم . وبالجملة فلهم مساعى خالدة فى نشر العلم والدين القويم لاتنسى على مر الدهور .

هذا وقد قامت ,, لجنــة إحياء الأدب السندى ،، (١) بنشر ما يوجد الآن من تراث سلفها الكريم لـكى يعم نفعه ؛ فهذا كتاب ,, دراسات اللبيب فى الأسوة الحسنة بالحبيب ،، للشيخ العلامة محمد معين السندى قد طبع قديماً ,, بلاهور ،، فى سنة (١٢٨٤) لكن نسخه قد نفدت فصار كأندر ما يكون ؛ فأمرت اللجنة بإعادة طبعه ، ولما كانت النسخة المطبوعة قد وقعت فيها أغلاط كثيرة ، أشارت إلى اللجنة أن أقوم بتصحيحها والتعليق عليها . فبذلت ما فى وسعى إسعافاً لمأمولهم فجاء بحمد الله كما ترون بحيث يروق الناظر وينشط الخاطر . بيد أنه لم يتيسر لى الوقوف على ما وقع من السقط فيها لأنى لم أظفر بنسخة خطية من هذا الكتاب ، ولكنى لم آل جهداً فى تصحيح ما وقع فى المطــبوعــة من التصحيفـات والتحريفات ، وهذا أحسن ما قدرت عليه والعصمة لله تعالى وحده .

وأمــا التعليقات التى كتبت عليهــا فأكثرها اعتراضات عليــه ، ومباحثات معه ، فيما يتعلق بالحديث وعلومه ، وأما النقد التفصيلى فقــد أغنانا عنــه العلامتان الحجتان الفقيهان المحدثان الشيخ عبد اللطيف وابنــه الشيخ ابراهيم التتويان بما انتقدا عليه فى ,, ذب الذبابات ،، و ,, القسطاس المستقــيم ،، رحمــهما الله وطاب ثراهما ، وسميت هذه التعليقات ,, بالتعقيبات على صاحب الدراسات ،، وأما مؤلف الكتاب .

(1) THE SINDHI ADABI BOARD KARACHI.

فهو العلامـــة البارع النظار محمد المـــدعو بالمـــعين بن العالم الفقيـــه الشيخ محمد المدعو بالأمين بن الشيخ الصالـــح طالب الله التتوى السندى، كان أصله من "والى"، موضـــع من مضافات "روياه"، "وبت باران"، من أرض السند فانتقل أبوه منها الى "تتـــه"، (١) وهو من أهل "لاكهه دل (٢)"، قبيلـــة من قبائل السنـــد.

ولد معين بتتـــه، وكان بيته بيت فضل وصلاح. قال العلامة عبد اللطيف فى "ذب الذبابات" (٣)

---

(١) "تته" بلدة مشهورة، كانت عاصمة لبلاد السند فى الزمن الماضى بناها الامير جام نظام الدين المعروف بجام ننده فى اواخر شهور سنة تسع مائة، وقد خرج منها علماء كثيرون، وبسط القول فى وصفها مؤرخ السند على شير قانع فى "تحفة الكرام" (ج - ٣ ص ١٨٥ طبع مطبعة ناصرى بدهلى سنة ١٣٠٤) وهذا الكتاب ستنشره اللجنة بتصحيح البحاثة الكبير مؤرخ السند السيد حسام الدين الراشدى وتعليقاته.

(٢) ومما يذكر ههنا ان الشيخ معين كان لا يوقر محمد عطاء الشاعر ولايبالى به وكان كثير المجون فاتاه يوماً و فى كمه خردل و نثرها على رأس معين فسأله معين ما هذا قال "خردل" (وخر معناه بالفارسية الحمار ودل قبيلة معين) فضحك الحاضرون، اورد هذه الحكاية صاحب "روز روشن" فى ترجمة معين من كتابه المذكور

(٣) ونسخته الخطية محفوظة عند ابناء الشيخ دين محمد المرحوم مدير مجلة "التوحيد" والارقام المذكورة هى ارقام اوراق هذه النسخة

" لقد كان آباؤه رحمهم الله تعالى خلفاً عن سلف صالحين ولم يكن فيهم عالم من علماء الشريعة إلا أباه الحقيقي وكانوا ممن يلتزم مذهب الإمام أبي حنيفة رحمه الله تعالى إلى أن ماتوا "
(ورقة ٣٥١)

وأما أبوه فكان من أفاضل عصره المشهورين. ترجمه مؤرخ السند على شير قانع في "تحفة الكرام (١) فقال "كان في الفضل أشهر زمانه"، وصرح الشيخ العلامة ابراهيم في "القسطاس المستقيم" (٢) أن أباه "محمد أمين الدل كان عالماً متبحراً حنفياً"، ووصفه العلامة عبد اللطيف في "ذب الذبابات"، بالعالم الصالح الورع (ورقة ٦٧) وفي موضع آخر منه بالعالم الكامل، (ورقة ٢٧١) تزوج الشيخ محمد أمين ابنة "فاضل خان فحصل له بسببه الجاه الكثير، وعاش حظياً مكيناً".

و"فاضل خان" جده أبو أمه، اسمه ملاعثمان من قبيلة "سميجه"، نشأبكهلي، موضع في السند، وقدم "تته"، وقرأ هناك العلوم المتداولة، فلما تخرج ومهر رحل إلى "شاه جهان آباد" (دهلي عاصمة الهند) فصار من جملة الصدور المعدودين والأماثل المشهورين، يضاهي الوزراء ويجري في مضمارهم، ولقب "بفاضل خان"، وولي كتابة الإنشاء بعد وفاة "قابل خان"،

---

(١) تحفة الكرام ج - ٣ ص ٢٢٩

(٢) ونسخته الخطية محفوظة في خزانة مدرسة مظهر العلوم بكراتشي، والارقام المذكورة ارقام اوراق هذه النسخة.

مير منشي، وصار صدر الصدور، ولم يزل علـى مكانتـه ورفعة منزلته مستقيم الحال رخي البال إلى أن توفي، وكان يجل الشيخ طالب الله جد معين غايـة التبجيل لصلاحه وورعه ويحسن اليه ويكرمه، ولم يبق في أعقابه سوى أسباطه . (١)

دراساته واساتذتـه

درس رحمه الله العلوم "بتـه"، وهو إذ ذاك معهد العلوم الدينية في السند وشيوخه من جملـة العلماء الذين تشد إليهم الرحال، ويأخذ عنهم أعلام الرجال، فمنهم الفقيـه البارع، أبوه الشيخ العالم محمد أمين . قال العلامة عبد اللطيف السندي في "ذب الذبابات"،

"وفيهـم أبوه الذي هذبه ورباه وعلمـه علومـا كثيـرة

(صفحة ٢٧٢ -)

ومن أشهر أساتذته الشيخ العلامة البارع عنايت الله (٢) ولازمه وتخرج عليـه حتى برع وهو من أكبر شيوخه في العلوم المتداولة.

---

(١) وترجمته مذكورة في "تحفة الكرام" (ج - ٣ ص ٢٣٩)

(٢) وكان أوحد عصره في العلوم أخذ عن العلامة احمد الكتابي وتلمذ عليه العلماء الكبار منهم العلم النحرير العلامة ضياءالدين شيخ الشيخ محمد هاشم، ترجمه علي شير قانع في "تحفة الكرام" (ج - ٣ ص ٢٢٧) وقال العلامة ابراهيم في "القسطاس المستقيم"

"كان معلمه الشيخ المخدوم عنايت الله من اجلة العلماء الحنفية وكان معلم معلمه المخدوم احمد من آحاد العلماء الحنفية الاعلام اهـ"

(صفحة ٢٨)

وقرأ كتاب ,, الفصوص ،، لابن عربى على الشيخ ,, على رضا درويش (١) حين وروده بتته ،

وأخذ علم الحديث عن عصريه مفيد السند ومحدثها ، العالم الربانى الحافظ الفقيــه المتقن العلامــة ذى الفنون الشيخ محمد هاشم بن عبد الغفور بن عبدالرحمن بن عبد اللطيف بن عبدالرحمن بن خيرالدين السندى البتورائى البهرامبورى التتوى المتوفى سنه ١١٧٤ أربع وسبعين ومائة وألف. قال العلامة ابراهيم التتوى فى ,, القرطاس المستقيم ،،

,, وأخذ علوم الحديث عن المحدث الشهير والعالم الكبير المجد الورع البارع الماحى فى حضرة الشارع ، والباقى به مع كمال

---

(١) ترجمه على شير قانع فى كتابه ,, مقالات الشعراء ،، فقال

,, على رضا درويش ينتهى نسبه الى حضرة الشيخ عبدالقادر الجيلى رحمه الله ، ورد بتته مرات عديده ، وكان من العلم بمكان حيث درس عليه ,, الفصوص ،، الشيخ محمد معين ، وكان من اهل المشاهدة ذا احوال عجيبه ، مضى اكثر عمره فى السياحه ، وكلما مر ببلدة مر وهو راكب فرسه والرايه امامه ووقر بعير كتبا معه ، ثم اقام ببهكر فى آخر عمره ، فاجرى له الامير نور محمد ما يكفى امؤنه خدامه ، وله شعر حسن (بالفارسيه) انشدنى السيد غلام على له -

خيال قامت خوبان عصاى پيرى ما است

وله

بخو يشتن نگريد اى گروه حق طلبان

كه غير نيست چو خود واقف در جانان

الصحو فى حالتى الإثبات والمحو ، المولى الحاشم جدى وأب أبى الشيخ محمد هاشم أفاض الله تعالى علينا فيوضات علومه وبركاته آمين. (صفحة ١٤٧) وقال فى موضع آخر منه ـ

" ومن عاصروه كان من قد أخذ المخدوم المعترض وبعض علماء الحرمين الشريفين عنه علوم الحديث ، وقد كان حائزاً للصحاح الست والمسندات وكتب الأطراف والطبقات وعلوم معرفة الرجال ، وله تصانيف عظيمة مشهورة فى تلك العلوم منها أطراف البخارى له ، وكان من أكابر الحنفية فى عصره أيضاً ، وهو جدى وأبو أبى العارف المحدث العالم الحاشم المخدوم محمد الهاشم رحمه الرب الدائم " (صفحة ٢٨)

وذكر المصنف فى " الدراسات " فى زمرة مشائخه العلمين المنيفين ، والحبرين النحريرين ، محدثى عصرهما الامام ولى الله-الدهلوى (١) وشيخ الاسلام عبدالقادر الصديقى فقال فى الدراسة السابعة

---

(١) هو المفسر المحدث الفقيه المتكلم الاصولى العارف الامام العلامة مسند الهند قطب الدين احمد بن عبدالرحيم بن وجيه الدين الشهيد بن معظم بن منصور بن احمد العمرى الحنفى الدهلوى ، ولد رابع شوال سنة ١١١٤ اربع عشر ومائة والف ، وحفظ القرآن وهو ابن سبع سنين ، درس على ابيه جميع العلوم المتداولة وفرغ منها حين كان عمره خمس عشر سنة ، وتوفى والده بعد سنتين من فراغه فجلس محله فى التدريس والافادة ، ورحل الى الحرمين الشريفين سنة ثلاث واربعين ، وسمع الحديث على جمع من المشائخ منهم الشيخ ابو طاهر الكردى ثم عاد الى

(ص ٢٧٣)

,, ولقد سمعنا شيخنا عـــالم الهند وعارف وقتـه الشيخ الأجل ولى الله بن عبد الرحيم الدهلوى رحمه الله تعالى الخ ،،
وذكره فى الدراسة الثامنة أيضا بقوله ـ

,, وقد وافقنا على هذا الرأى قدوة علماء دهره ، يعسوب زماننا الشيخ الأجل الصوفى الأكمل إمام بلاد الهند الشيخ ولى الله بن عبدالرحيم مشافهاً فى جملة صالحة من آرائنا مخاطباً لى فى تفردى ببعض مـــا خالفت فيـــه الجـــماهير ،

ومن الرديف فقد ركبت غضنفراً ،،

(ص ٢٩٢)

وقال فى الدراسة الخامسة (ص ١٨٧)

الوطن سنة خمس واربعين ، وصنف التصانيف الكثيرة اشهرها ,, حجة الله البالغة ،، لم ينسج على منواله ، ,, وازالة الخفاء عن خلافة الخلفا ،، وهو عديم النظير فى بابه ، وكان من اجلة النبلاء وكبار العلماء اماماً ربانيا موفقاً من الله سبحانه ، قال شيخه ابو طاهر الكردى ،، انه كان يسند عنى اللفظ وانا اصحح منه المعنى ،، وقال الشيخ الاجل العارف المظهر جان جانان العلوى الدهلوى ,, ان الشاه ولى الله قد بين طريقة جديدة ، وله طراز خاص فى تحقيق اسرار المعارف وغوامض العلوم وانه ربانى من العلماء ولعله لم يوجد مثله فى الصوفية المحققين الذين جمعوا بين عامى الظاهر والباطن الا رجال معدودون . توفى سنة ست وسبعين بعد مائة والف .

,, وصل بحمد الله سبحانه إلينا إجازة من شيخنا الأجل مفتى حرم الله الأمين الشيخ عبدالقادر (١) رحمه الله تعالى ،،

لكن العلامة عبداللطيف صرح فى ,, ذب الذبابات ،، ان الشيخ

---

(١) هو الشيخ عبدالقادر بن ابى بكر الصديقى الحنفى المكى شيخ الاسلام ببلد الله الحرام الشيخ الفاضل الفقيه الأوحد المفنن البارع النحرير الهمام ابو الفرج محى الدين ، اخذ العلم من مكة المشرفة ولازم الطلب على ابى الاسرار حسن بن على العجيمى المكى وتفقه به وسمع عليه الموطأ والصحيحين وقرا عليه فن البيان وعرض عليه كثيرا من الكتب كالمطول والاطول وغيرها من الشروح والحواشى وحضر دروسه فى تفسير القاضى والبغوى واجاز له لفظاً وكتابة وله من التآليف كتاب سماه ,, تبيان الحكم بالنصوص الدالة على الشرف من الام اه كذا فى ,, سلك الدرر فى اعيان القرن الحادى عشر ،، للشيخ ابى الفضل محمد بن خليل المرادى (ج - ٣ ص ٤٩ طبع الميرية بمصر سنة ١٣٠١ ه) وقد جمع فى ذكر مروياته تلميذه المحدث محمد هاشم التتوى ثبته المعروف ,, باتحاف الاكابر بمرويات الشيخ عبدالقادر ،، وهو من احفاد ملك المحدثين محمد طاهر الفتنى الكجراتى صاحب مجمع البحار كما صرح به السيد غلام على البلجرامى فى ماثر الكرام ،، (ص ١٩٥ - و ١٩٦ طبع مطبعة مفيد عام بآكره بالهند ١٣٢٨) حيث قال ، ومن احفاده الشيخ عبدالقادر بن الشيخ ابى بكر وقد امتاز فى عصره فى العلم والفضل والفصاحة والبلاغة وسيما فى الفقه ، تولى منصب افتاء الحرم المحترم سنين وله من التاليف الفتاوى فى اربع مجلدات ونسخة منشات ، توفى سنة ١١٣٨ ثمان وثلاثين

معين لم يخرج من بلاد السند حيث قا ل ـ

,, الحمد لله الذى جعل المعترض الساكن فى ,, تتـه ،،
بلدة معينة من بلاد السند . من أول عمره الى أن مات ولم يخرج
فى أسفاره جميعها من بلاد السند الخ،، (ورقـة ١٩٠)

فعلى هذا يمكن أن يكون الشاه ولى الله الدهلوى مر

وماثه والف ، وانشأ شيخه الشيخ عبدالله طرفه الانصارى المكى الشافعى قصيدة يمدح بها تلميذه فاوصل فيها نسب جده الشيخ محمد طاهر الى ابى بكر الصديق رضى الله عنه حيث قال ـ

قد كان جد ابيك بل ضريحه   من اوحد العلماء والفضلاء
اعنى محمد طاهر من منجى   الصديق حققه بغير مراء

والجمهور على ان الشيخ محمد طاهر من البواهير وبه صرح الشيخ عبدالحق الدهلوى فى ,, اخبار الاخيار،، والصديقى قيل انه كان من جهة الام ، وقيل من حيث الاعتقاد فان الشيعة يسمون انفسهم بالحيدرية فلذا كان يدعو نفسه بالصديقى ، انتهى كلامه معربا من الفارسية ، قال صديق حسن خان القنوجى فى ,, اتحاف النبلاء المتقين باحياء مأثر الفقهاء المحدثين،، (ص ٣٩٨ و ٣٩٩ طبع مطبعة نظامى بكانپور بالهند سنة ١٢٨٨) والارجح القول الثانى فان النسب لايثبت من جهة الام ولكن من جهة الاب وسيما الاعتداد به من مثل الشيخ محمد طاهر العالم المحقق بعيد جداً ، ولكن قول طرفه فى البيت المذكور ,, حققه بغير مراء ، ،، صريح فى صحة كونه صديقيا سواء كان من جهة الأم و الاب انتهى معربا من الفارسية ، قلت ويدل على كونه صديقياً من جهة

بهـــذه البلاد فلقيه معين وأخذ عنه ، وأما حصول الإجازة من الشيخ عبدالقادر الصديقى فهو بالكتابة لاغير.

شيوخه فى الطريقة

قال فى " القسطاس المستقيم " (ورقـــة ٢٨)

" وكان مرشده فى طريق الحـــق تعـــالى قطب الولايـــة المحمدية ، الورع التقي البارع ، العارف العالم مولانا وسيدنا الشيخ أبو القاسم النقشبندى (١) قدس الله تعالى سره العزيز "

الام تصنيفه رسالته المذكورة المسماة بتبيان الحكم بالنصوص الدالة على الشرف من الام " .

(١) كان هذا الشيخ رضى الله عنه من كمل العارفين من اجلاء مشائخ السند فى عصره صاحب الكرامات الظاهرة والافعال الفاخرة والاحوال الخارقة والمقامات السنية والمعارف العلية تلمذ له جماعة من اهل الطريق وانتمى اليه خلق من الصلحاء والاولياء واعترفوا بفضله واقروا بمكانته وكان من اعيان علماء السند واكابر الشيوخ علماً وعملاً وحالاً وقالا وزهداً وورعاً توفى سابع شعبان سنة ١١٣٨ ثمان وثلاثين ومائة والف ودفن بمقبرة مكلى " بتته " واراد الشيخ معين ان يفرد ترجمته رضى الله عنه بالتاليف فلم يرضه ونهاه عنه فامسك معين عن ذلك ، قال العلامة ابراهيم فى " القسطاس المستقيم "

" وكان حنفياً شهيراً وهو جدى ايضاً وابواب امى من اكابر علماء بلدة تته وعرفائهم " اه (ورقه ٢٨)

قلت وترجمته مبسوطة فى كتب القوم " كتحفة الكرام " لعلى شير

وذكر علي شير قانع في "طومار السلاسل"، ونسخته الخطية محفوظة في خزانة كتب لجنة إحياء الأدب السندي ـ

"ان المخدوم محمد معين التتوي أخذ الطريقة عن المخدوم أبي القاسم النقشبندي عن الشيخ سيف الدين السرهندي عن أبيه الشيخ محمد معصوم عن أبيه الشيخ أحمد السرهندي مجدد الألف الثاني رضي الله عنهم"

وقال العلامة ابراهيم في "القسطاس المستقيم" (ورقة ١٤٦ و ١٤٧)

"كان يعيش مدة طويلة في حضرة القطب العارف، ذي عوالي المعارف، الانسان الكامل، والكتاب الجامع الحافل، سلطان ملك الولاية، فارس مضمار الهداية، القائم بأمر الله الدائم، جدي أب أب أمي الشيخ أبي القاسم النقشبندي قدسنا الله سبحانه بسره ونفعنا ببره آمين، لطلب الطريق وكان في أوائله متأدباً ومتأثراً، فلما انتشر غلو الشاه عنايت الله لانكاه الصوفي (١) جزاه الله سبحانه بما هو يستحقه،

قانع، و "تكملة مقالات الشعراء" للشيخ خليل، ونسخته الخطية محفوظة في خزانة كتب السيد حسام الدين الراشدي الموقر، وستنشره اللجنة بتصحيح الاستاذ المذكور وتعليقاته، و"تحفة الطاهرين" لاعظم التتوي وقد نشرته اللجنة بتصحيح آغا بدر الدين الدراني وغيرها من المصنفات.

(١) هو الشيخ عنايت الله بن فضل الله بن ملا يوسف بن ملا شهاب الدين بن ملا احب بن الشيخ الاجل المخدوم صدر الدين المعروف بصدو لانكاه الصوفي القادري، ولانكاه قبيلة مشهورة، وآباؤه

توجه إليه بإيثار الاثنينيـــة فتبرأ منه الشيخ قدس سره ثم تاب
فقبل الشيخ توبته فتوفى الشيخ بعد رياح قلائل ثم تقلد بقلادة

المذكورين كلهم من مشائخ الطريقه المعروفين ببلاد السند ، درس
الشيخ عنايت الله العلوم المتداوله على الشاه غلام محمد واخذ الشاه
غلام محمد الطريقه عن تلميذه وحصل له منه الاجازة ، واخذ الشيخ
عنايت الله الطريقه عن الشيخ عزيز الله القادرى عن ابيه الشيخ جان محمد
السنورى عن الشيخ ميرانجى البرهانپورى عن الشاه عبدالشكور عن
الشاه برهان الدين عن الشيخ نجم الدين عن على الخطيب الا حمد
آبادى عن برهان الدين البخارى عن السيد محمود عن ابيه السيد جلال
عن الشيخ ركن الدين ابى الفتح عن ابيه صدرالدين عن ابيه شيخ
الاسلام بهاءالدين زكريا الملتانى عن شيخ الشيوخ شهاب الدين
السهروردى رضى الله عنهم اجمعين كما فى ,, طومار السلاسل ،، لعلى شير
قانع ، والشيخ عنايت الله طاف البلاد فى بداية امره حتى وصل الى
الدكن فاخذ هناك عن السيد عبدالملك وعمل عنده المجاهدات الشاقة
حتى حصل له ما حصل ، وقد بالغ فى الثناء عليه على شير قانع فى
,, تحفه الكرام ،، ,, ومقالات الشعراء ،، ونسخطته الخطيه بيد المصنف
محفوظه فى خزانه كتب اللجنه ، وستنشره اللجنه بتصحيح الاستاذ
البحاثه المحقق السيد حسام الدين الراشدى وهو تحت الطبع الان ،
وانما قال العلامه ابراهيم التتوى فى حقه .اقال لانه انكر عليه اباحته
لسجود التحيه وغيرها فان الناس كانوا يسجدون بين يديه ، وقد احضر
الشاه غلام محمد المذكور بين يدى علماء ,, تته ،، وعزر لسجوده بين

السيد عبداللطيف التارك اه (١)

وقال العلامة عبداللطيف فى " ذب الذبابات "

" ومنهم الأولياء السرهندية الذين أخذ منهم هذا المعترض ومشائخــه الكرام الذين ربوه الطريقة القادرية والنقشبندية "

اه (ورقــة ١٩٦)

وقال العلامة ابراهيم فى " القسطاس المستقيم "

" وكان يدعى كمال الفناء لنفسه فى حضراتهم القدسية "

(ورقــة ٢٨)

وقال فيه أيضاً

"كان المعترض مدة عمره يدعى نفسه من مريديهم ومن كلاب بابهم " (ورقــة ٤١)

يدى الشاه عنايت والله اعلم ، واستشهد صاحب الترجمة سنه ١١٣٠ ثلاثين ومائة والف قتله والى تته النواب اعظم خان بن صالح خان بعد ان حاصره فى قلعة " جهوك " المعروفة ، بميران پور من توابع بتوره اربعة اشهر ثم انزله من الحصن فقتله والوقعة مشهورة ،

(١) هو السيد عبداللطيف بن سيد حبيب شاه الشهير بالتارك كان ابوه رجلاً صالحاً من رجال الله ، وكان السيد عبداللطيف من اكابر العارفين صاحب الرتبة العلية وكان رحمه الله امياً ومع ذلك له قدم فى ارسخ علوم القوم ، وخوارقه كثيرة وقد افردت فى ترجمته تآليف . توفى سنه ١١٦٥ خمس وستين ومائة والف ودفن " بهث " قرية مشهورة من توابع " هاله كندى " وقبره مشهور يزار ويتبرك به ،

وقال أيضاً فيـــه ـ

،، والحال أنه كان مدة عمره يدعو نفسه من كلاب باب هذا العارف الكامل ومتابعيه ،، (ورقـــة ٣٠)

وقال أيضاً فيـــه ـ

،، والمعترض يدعى فناء نفسه فى حضرتـــه القدسية أعنى به الإمام الربانى والهيكل النورانى المجدد للألف الثانى قدس الله تعالى أسرار طالبيه الى يوم الدين ،، (ورقـــة ٣٤)

قلت وكان يعتقد فوق ذلك فى حق الشيخ الأكبر ابن عربى رحمه الله كمـــا يظهر من ،، الدراسات ،، فـــلم يذكر فيه شيئا من المشائخ السرهنديـــة مع كثرة نقله من أقوال الشيخ ابن عربى بل خص الدراسة الخامسة وهى من أكبر دراساتـــه لمحض الاحتجاج بكلامه وساق فيها من الفتوحات المكيـــة للشيخ الأكبر ما يدل على مطلوب البـــاب ثم شرحـــه بـــالتفصيل والاطـــناب حيث قال

،، الدراسة الخامسة ،، وهى متمحضة من كلام الشيخ الاكبر الأجل الوارث الأكمـــل قطب أقطـــاب الأمة محى الدين محمد بن العربى الطائى الحاتمى المغربى الأندلسى قدسنا الله تعالى بجداول علومه القدسية الفائضة من بحره المحيط الذى لاساحل له ،، آه

وصرح العلامة عبداللطيف فى ،، ذب الذبابات ،،

،، أن نسخـــة الفتوحات التى كانت فى خزانـــة المعترض نسخـــة واحدة غير مصححـــة مملؤة بالغلط الكثير ،، (ورقـــة ١٩٤)

وممن كان يجلهم الشيخ معين ويستفيد منهم الشيخ جلال محمد (١) من أهل ككرالـه ، كان عالمـاً نحريراً ، نادرة العصر لم يكن لـه نظيراً فى جمعـه للعلوم ، ومع وفور علمـه وكونـه بارعاً فى الطب والنجوم كان يعيش كسائر الناس وكان يحب الانزواء ولايأتى الأمراء ، وكان الشيخ محمد معين يعظمـه فى العلم غايـة التعظيم ويرجحه على على أكثر علماء عصره ،

ومنهم العلامة مير سعد الله الفوربى (٢) قال على شير قانـع فى "تحفة الكرام" (ج - ٢ ص ٣٤)

---

(١) ترجمة على شير قانع فى "تحفة الكرام" (ج - ٣ ص ١١٤

(٢) قلت هو العلامة السيد سعد الله بن السيد غلام محمد السلونى ولد سنة تسع وتسعين والف بقصبة سلون من مديرية آله‌آباد بالهند ، ونشا هناك وكان ابن اخت الشيخ بير محمد السلونى من كبار الاولياء ، وفق لطلب العلم فى صغره وفرغ من دراسة العلوم فى زمن قليل وجلس للتدريس والافادة فى ريعان شبابه ، وصنف التصانيف البديعة فى علم الحقائق والحكمة والمعقولات واخذ الطريقة عن ابيه عن الجهجانى عن الصوفى فيروز عن السيد وجيه الدين العلوى الكجراتى ، ورحل الى الحرمين الشريفين فاقام بمكه مدة ورزق القبول من الناس كافة واعتقده الاكابر والاصاغر حتى اخذ عنه اعلم علماء عصره شيخ العالم الذي قد انتهت اليه سلسلة اسانيد اكثر علماء العرب والعجم الشيخ عبدالله البصرى المكى المتوفى سنه ١١٣٤ اربع ثلثين ومائة والف الطريقة القادرية كما صرح به ابنه الشيخ سالم بن عبد الله البصرى فى ثبته الذ جمع

"كان المخدوم محمد معين التتوى يعتقد كمالاتـه العلمية غاية الاعتقاد وكان يرجح رأيــه على أكثر الآراء ، وكان عند الضرورة يستمد منــه فى حل الدقائق فى ضمن مراسلاتــه ؛"
انتهى معرباً من الفارسية .

فيه اجازات والده ومروياته حيث قال ،

,, مشائخه فى الطريق واساتذته فى الارشاد والتحقيق جملة اجلاء منهم العلامة المحقق السيد سعدالله الهندى عن السيد عبدالشكور عن الشاه مسعود الاسفرائنى عن الشيخ على الحسينى عن الشيخ جعفر احمد الحسينى عن الشيخ ابراهيم الحسينى عن الشيخ عبدالله الحسينى عن الشيخ عبدالرزاق عن سيدنا عبدالقادر الجيلانى قدس الله اسرارهم ،،

ولما عاد السيد سعد الله من الحرمين الشريفين اقام ببلدة " سورت ،، بالهند فصار مرجعاً للعالم ، وتوفى رحمه الله ١١٣٨ ثمان وثلاثين والف ودفن ,, سورت ،، ترجمه السيد غلام على البلجرامى فى ,, مآثر الكرام ،، قلت وعنه اخذ الطريقة امام الديار السندية فى وقته العلامة محمد هاشم التتوى قال الشيخ ابراهيم خليل فى " تكملة مقالات الشعراء ،،

,, لما الح المخدوم محمد هاشم على الشيخ النقشبندى (ابى القاسم) فى امر التلقين قال الشيخ ان صور المتلقين قد عرضت على ولستم فيها فقال المخدوم دلونى على موضع فيه شيخى فقال هو السيد سعد الله السورتى علامة العصر وصاحب الارشاد وصاحب الطريقة القادرية فذهب المخدوم اليه واستفاد منه انتهى معرباً من الفارسية

وقال أيضاً فى ترجمته من ,, تحفة الكرام ،،

'' وكـــانت تجرى بينـــه ، وبين مير سعد الله السورتى الفوربى مراسلات الاخلاص والمحاكمات العلمية انتهى معرباً .

ومنهم الشيخ فقير الله العلوى الجلال آبادى ثم الشكار بورى كان من كبراء العارفين ومشائخ الطريقة المعروفين؛ أخذ الطريقة عن الشيخ محمد مسعود البشاورى وكان مرجعاً للأنام من كبار الأمارين بالمعروف والناهين عن المنكر ، وكانت الحكام والأمراء يعظمونه ويبجلونه وكان يرشدهم إلى إقامة العدل ودفع الجور ، توفى رحمه الله '' بشكار بور ،، ثالث صفر سنـــة خمس وتسعين ومائة وألف ، وقبره مشهور يزار ويتبرك به ، وقد طبع مكانيبه فى مجلد ضخم بلاهور وفيـــه خمسة مكاتيب الى الشيخ معين ، يظهر من مطالعتهـــا أن الشيخ معين كان يسئلـــه عن بعض الأمور الآتيـــة ويلتمس منـــه الدعاء فى إنجاح الحوائج ، والشيخ العلوى يجيبه ويرشده الى مواظبة صيغة الصلوة المنجية ويوصيه بالصبر على الضراء ، والنظر الى الظاهر دون المظهر .

ثناء العلـــماء عليـــه ،

وصفـــه الشيخ فقير الله العلوى فى المكتوبين من مكاتيبه ، الثالث والعشرين والخامس والعشرين ,, بالعالم الربانى ،، وقال على شير قانـــع فى ,, تحفـــة الكرام ،،

'' ان الله قد جعله جامعاً لجميـــع فنون الكمال فى عصره ، كان نحـــرير العصر ، علامة الدهر فى المنقول والمعقول '' انتهى معـــربـــاً .

وقال ايضاً فى ,, مقالات الشعراء ،، لـــه

,, وكان جامعــاً لعلوم المعقول والمنقول ، حاوياً لمـــعالم الفروع والأصول ، كاشفاً للحقائق العلمية والعملية ، شارحاً للدقائق الصورية والمعنوية علامة العصر، نحرير الوقت مظهر أنوار الحقائق الربانية ، ومهبط آثار المعـــارف السبحانية ،، انتهـــى معرباً من الفارسية .

ووصفه الشيخ ابراهيم الخليل فى ,, تكملة مقالات الشعراء ،، -

,, بعمدة العلماء الربانيين ، وقدوة المـــفسرين والمحدثين، المخدوم محمد معين قدس سره ،

ووصفه أعظم التتوى فى ,, تحفة الطاهرين ،، بجامع العلوم .

ووصفه صديق حسن خان القنوجى فى ,, دليل الطالب على أرجح المطـــالب ،، -

,, بالشيخ العلامة الأديب ,, محمد معين ،، (١)

وفى ,, اتحاف النبلاء المتقين بإحياء مآثر الفقهاء المحدثين ،، -

,, بالشيخ الفاضل المحقق (٢) ،،

ونقل صاحب ,, مدار الحق فى رد معيار الحق ،، عن السيد نذير حسين الدهلوى مصنف ,, معيار الحق ،، أنـــه كان يبالـــغ فى الثناء على كتابـــه ,, الدراسات ،، ويرجحـــه على تأليفـــه ,, معيار الحـــق ،، المـــذكور ، وقال ، كان هـــذا الرجل محققاً كبيراً ، ولـــه

---

(١) ص ١٦٧ طبع مطبعة شاهجانى بهوبال بالهند سنة ١٢٩٥

(٢) ص ٧٨

اطلاع واسع على الكتب اه كما سيأتى نصـــه ، وقد أقر بتبحره وفضله منتقده العلامة ابراهيم التتوى حيث سمى كتابـــه ، الذى صنفـــه فى الرد عليـــه ، " بالقسطاس المستقيم فى الجـــواب عما وقـــع للفاضل المتبحر المـخدوم محمـــد معـــين التسليم من السقطات الواهية والقول السقيم ،، واعترف فى " سحق الاغبياء ،، بكونه ماهراً فى كل فن كمـا سيأتى والفضل ما شهدت بـــه الأعداء .

إنتقـــاد الأكابر عليـــه

قال الشيخ الإمام محمـــد هاشم التتوى ، فى " السنة النبوية فى القطع بالأفضليـــة ،،

,, والمعلوم من حاله أنه لازال مشتغلاً فى جميع عمره بإهمال الحق وإظهار الباطل ومستمراً إلى آخر حياته على إحياء البدعـــة وإماتـــة السنة ، وتحليل المحرمات كالبدعة الفاشية أيام عاشوراء ، وكضرب الطبول والنقارات (١) والدوائر والطنبورات فـــانـــه كان يحضرها بنفسه عنـــده ، ويأمرهـــا الناس بضربهـــا فى المساجد الشريفـــة التى هى بيوت أذن الله أن ترفع ويذكر فيهـــا اسمـــه تعالى إلى غير ذلك من الأباطيل التى لاتعد ولاتحصى اه (٢)

وقال العلامة عبداللطيف بن الشيخ محمـــد هاشم المـــذكور فى مقدمة

---

(١) النقارات كلمة عاميه جمع نقاره وهى الطبل ، وكذلك الدوائر جمع دائرة وهى الدف ،

(٢) نقله العلامة ابراهيم حفيد الشيخ الامام " فى القسطاس المستقيم ،، (صفحه ٢٠)

" ذب لذباباب "،

" من المعلوم أن صاحب " الدراسات كان رأيه واعتقاده يميل إلى الشيعة فى أكثر ما يقول أو يفعل فى أحكام الشريعة ، والبينــة الواضحــة والقرينة الفاضحة الدالة عليه رسالة له سمــاها " مواهب سيد البشر "، حيث كفر وفسق فيهــا مروان ، واقد وجد فى " صحيح البخارى "، بعض أحاديثه من غير المتابعات والمعلقات؛ وذكر فيها أن الخلفاء الإثنى عشر الذين جاء الحديث بوجودهم فى أمته صلى الله عليه وسلم هم الإثنا عشر من أهل بيت الرضوان ، وأن سيدتنا فاطمة والأئمة الإثنى عشر معصومون كعصمة الأنبيــاء على نبينــا وعليهم الصلاة والسلام والثناء ؛ وأنهم أوصياء الرسول المــأمون صلى الله عليه وعليهم وسلم ، وأنهم مخصوصون بالصلاة والسلام عليهم اصالةً واستقلالاً دون غيرهم من الصحابة والتابعين ولو من الخلفاء الثلاثــة وأبناءه صلى الله عليه وسلم أو بناتــه غير فاطمة فلا يجوز الصلوة عليهم والسلام إلا تبعاً ، وأشياء كثيرة غيرها مخالفــة للدين القويم البنيان ، زعماً منه أن هذا نصرة منــه لأهل بيت الرضوان "،

ورسالة سمــاها " الحجــة الجليــة فى رد مــن قطــع بالأفضلية "، فقد ذكر فيها أن الراجح والإنصاف والحق الذى هو معتقده الحكم بأفضليــة على على الثلاثــة رضى الله تعالى عنهم ، وأنه لم يحصل من أحاديث أفضليــة أبى بكر والإثنين بعده الجزم بظنيــة فضلهم على على فضلاً عن الجزم بقطعيته ،

وأن كون هذه الأحاديث نصاً منطوقاً فى هذه الأفضلية باطل ، وأن حديث " أما ترضى أن تكون منى بمنزلة هارون من موسى" " قطعى فى إفادة فضل على على أبى بكر وإثنين بعده ، وأن الحكم بتبديع من لم يفضل الشيخين على على أو فضله عليهما جسارة من القول ؛ وأن الحكم بأفضليته عليهما قول أكثر الأولياء من أهل العزلة ، وهو الكذب الصريح عليهم ، وأن هؤلاء الحاكمين بمثل هذه الأحكام هان عليهم جانب أهل بيت النبوة رضى الله تعالى عنهم حتى لينوا أمرهم فى أكثر الأمور ولم يراعوه حق الرعاية فلم يبالوه فى باب الأفضلية أيضاً فى انجرار حكم الابتداع إلى زيد بن على زين العابدين لقوله بتفضيل جده على بن أبى طالب على أبى بكر وعمر وغيرهما على ما هو معلوم من مذهبه ومذهب أتباعه ؛ ثم قال فيها . ولو وجد هذا الانجرار إلى علمائهم كابن الهمام من الحنفية والمزنى من الشافعية فضلاً عن أبى يوسف ومحمد لكفوا عن إطلاق ذلك الحكم ولعالجوا الأمر أشد المعالجة لحصول التقصى عن هذه الشناعة ، فإما أن يتيقن بعصبية هؤلاء بالأئمة الطاهرين من أهل بيت النبوة عناداً أو لكونهم أدون وأحقر عندهم من علماء مذاهبهم فضلاً عن أئمتهم ، ثم قال ، فإلى الله سبحانه وإلى رسوله صلى الله عليه وسلم المشتكى ، لم يبق على وجه الأرض من مذهب الأئمة الإثنى عشر الطاهرين أوصياء الرسول صلى الله عليه وسلم و أوليائه إسم ولا رسم بحيث

لانرى فى كتبكم منهم فتوى ولا رواية ولا أثراً ، أما فى كتب الفقه فأصلاً ، وأما فى كُتب الحديث فكذلك إلاشيئاً يسيراً لايشفى غليل العاطش إلى منهلهم ، والأثر الباقى منهم على الأرض اليوم هو زيد بن على رضى الله تعالى عنهما فى حفظ مذهبه وبقاء أتباعه اليوم ، وكون أكثرهم أبناء فى الأمة ممن صح نسبهم الشريف ، وكثير من هذه الأمور المخترعة سيظهر عليك من "الدراسات" أيضاً ومن المعلوم انه لم تحفظ مذهبه ولم يثبت عليه تفضيل على على الثلاثة "

ورسالة سماها "قرة العين" فإنه ذكر فيها إباحة التعزية على سيدنا الحسين رضى الله تعالى عنه بلبس السواد والنياحة والحداد ، وأن دليل القائلين بعدم جواز التعزية بعد الثلاث باطل ، وأن من استبعده فهو طائش لايمعن النظر فى الدقائق ، وأن ذكر الله تعالى بالمسبحة المأخوذة من تراب كربلاء ، والسجدة لله تعالى عليه محمود ، وأنه والله لو كان صلى الله عليه وسلم حياً فى قضية كربلاء لاستن هذا الحداد كثيراً مما يغفل عنه فقهاء أهل السنة وقراءهم . وأن كون الحزن والندبة والبكاء على الحسين فى أيام عاشوراء من شعار الروافض ممنوع ، وأن التقية محمودة وهى التى قال فيها جعفر الصادق رضى الله تعالى عنه "التقية دينى ودين آبائى"

ورسالة له فى تحقيق معنى حديث "لانورث ما تركنا صدقة ، حيث حكم فيها بأن فاطمة رضى الله تعالى عنها

سيدة العالمين إنسا وملكاً وذكر فيها معنى آخر لذلك الحديث الذى هو عين التوجيه الذى ذكره الرافضة فيه ليرد الطعن على أبى بكر فى منعه رضى الله تعالى عنه ميراثه صلى الله عليه وسلم عن فاطمة على وجه الإرث،

" ورسالة له حكم فيها بإسلام أبى طالب وهو حكم على خلاف إجماع أهل السنة : ومكابرة خصت بها الشيعة الشنيعة ،،

وهذه " الدراسات ،، حيث ذكر فيها أن معاوية ممن رأى رأيا على خلاف الأحاديث فتمالئت الصحابة على الإنكار عليه ، وأنه كان باغياً جائراً لم يتحمل عنه السنة والدين قبل تسليم الحسن رضى الله عنه الخلافة إليه ، قلت ومن هذا الحكم ينجر حكم البغى والجور وعدم صحة تحمل السنة والدين إلى من كان معه قبل ذلك التسليم ، وهو نصف الصحابة الكرام أو أزيد بشئ قليل أو أنقص كذلك ، وذكر فيها أن التزام مذهب واحد من المذاهب الأربعة وغيرها متابعة لذلك المذهب دون الرسول ، وأنه إخلال بترك الواجب، وأنه ارتكاب حرام ، وأنه إشراك فى توحيد وجهة الرسول ، وأن إجماع الأئمة الإثنى عشر إجماع معتبر ، وأن مذهب واحد منهم مذهب باقيهم ، وأن أمثلة الاجماع التى وجدت فى الشريعة ليست من باب الإجماع المعتبر ، وأن الحديث الصحيح يجب تركه ، بمجرد عملهم وعمل واحد منهم فقط ، ويحرم تركه بعمل غيرهم ولو من الصحابة أو الخلفاء الثلاثة ، وأنهم

معصومون كالأنبيـــاء بمعنى استحالة صدور الذنب والخطأ عنهم ، وأنهـــم معصومون من الخطأ الإجتهادى أيضاً بالمعنى المذكور.

ورسالة له فى حقيقـــة القول بالتناسخ ومذهب الدهريـــة ورسائل أخرى له يظهر منها ظهوراً بيناً وفاقـــه فى أكثر أقواله وأفعاله بالشيعة ولذا كان يخفيها بعد أن صنفها وهذبها ولا يظهرها على رؤوس الأشهاد . بل إنما يظهرها عند الآحاد ، الذين قلدوه فـــيما كان معتقده ودأبـــه . وشأنه وديدنه ، وخلعوا عن أعناقهم ربقـــة تقليـــد المجتهـــدين زعمـــاً منهم عـــلى مـــا أسسه فى ,, الدراسات ،، أن الواجب عليهم وهم عوام أو طلاب العلم تقليده وأن تقليده واجب عليهم وأن تقليد المجتهـــدين حرام عليهم ، فالتزموا ما ذهب إليه إلتزاماً أكيـــداً وسموا من خالفهم جباراً عنيداً ، وبعض أشعاره الفارسية حيث قال .

واى قوم سايه گير شجره ملعون حق
آن زقوم دوزخى بـــارش يزيد بدمـــآل .

وقال أيضاً ،

برملك برجن وانس اين نوحه آمد فرض عين
هى غريب كربـــلا جان جهان شاه حسين

وقال أيضـــاً

أى بد آن قومى كه بهر آل سفيان باختند
نقد ايمـــانى كـــه باشد سكه دار نام آل

وقـــال أيضاً

صد هزاران لعنت حق باد بر ابن زياد
صد هزار اندر هزاران برسر شمر لعين
آن دونگ صد هزار ابليس در ظلم وشقا
آن دوبازوئ يزيد رجس رأس الخاسرين

وقال أيضاً ـ

أى واعظ خوش كلام ، شيرين پيغام
منبر بــه سواد قيره گون كن بتـمام
باروئ سيه ، خاك بسر فاش بگو
در تعزيت حسين صبراست حــرام

وقال أيضاً فى آخر منقبتـه فى مدح سيدنا على المرتضى رضى الله تعــالى عنــه

برائ نقش خوش دين جعفرى" تسليم "
زجوهر يمــن دل نگين مــا شــده بـود

ومن المعلوم أن صاحب " الدراسات " كان يذكر اسمه فى جميع أشعاره الفارسية بلفظ " التسليم " وجعله تخلصاً لنفسه فيها وغيرها من أشعاره الفارسية والعربية .

وبعض أشعار ولى عهده السيد نجم الدين عزلت ، والمتمسك بحبل عقائده اللذى ألف رسالةً مفردة فى عقائده فأظهرها على بعض تلامذته سراً فلما سمعوا عنــه شيئا منها ، تولوا عن متابعته ومتابعــة أستاذه ومعتقده ، فأخفى أمرها ولم يجــد سبيلاً إلى إظهارها ، وفيها ما فيها من رذائل العقائد الفاسدة المنطبقة على

قواعد الزائغة الرافضة ، وهو ما قال ـ

از أهل شام هيچ مپرس وزظلم آن
صد لعن بر يزيد زحق واتظلماه

وقال أيضاً ـ

ختام مرثيه ,, عزلت ،، بلعن مروان كن
بلعن ابن زياد لعين شيطان كن
بلعن شجرهٔ ملعونه باش رطب لسان
كه خاندان زأفا عيل آن سگان ويران

وقال أيضاً ـ

,, عزلت ،، ختام مرثيه لعن يزيد كن
حب خود از مكامن غيبى پديد كن

وقال أيضاً ـ

اى موالى ماتم آمد جامهٔ جان چاك كن
لعن آل حرب را ورد زبان پاك كن

وبعض أقواله وأفعاله المعلومة لنا ، من استحباب الجمع فى الوضوء بين غسل الأرجل ومسحها من غير لبس الخفين، ومن العمل بترك مسح الخفين فى طول عمره ، ومن قوله عن صميم قلبه أن الحق فى أمر فدك وغيره كان مع فاطمة ، وأن أبا بكر وغيره ممن قال بخلاف ما قالت به كانوا مخطئين ، ومن اجتماع نساء كثيرة بأمره ورضاه فى بيته فى العشرة الأولى من شهر الله المحرم كل سنة ، ونياحتهن ، ولبسهن السواد ، وتسويدهن الوجوه وخمش الخدود ،

وشق الجيوب ، والدعاء بـالويل ... جهـاراً ونثر التراب وضرب الأيدى على الثدى والصدور والوجوه ، ونتف الشعور والحداد ، والحث عليهـا والرضاء بفعلها جميعـاً ، أو بعضها من الرجال التابعين لـه ، ومنـع الرجال والنساء عـن أكل الطيبات من اللحوم والألبان والأسمان واستعمال الأدهان . ومنعهم عن النوم على السرر وتركه تدريس العلوم وتعطيله المدارس ؛ وحثه غيره على ذلك وذهابه عند الرافضة فيها ، والحث لهم على ما يفعلونه فيها من المنكرات فى باب التحزن ، والإفتاء لهـم بأن صدور هـذه الأفعال والحركات والسكنات من هؤلاء لم ينشأ الا من كمال حبهم بآله صلى الله وسلم عليه وعليهم ، وتعظيمه للتابوت الذى حضر مجلسه ، والخشوع والخضوع له بنفسه وأتباعه أزيد من مقدار الركـوع ، وتجويز صنع التابوت فيها ، وعده صنعه وذاك الخضوع والخشوع له من جملة العبادات ، ومدحه بنفسه وأتباعه هؤلاء الفاعلين والفاعلات لهذه البدعات بمحبتهم لأهل البيت الرضى وصدق حسن نيتهـم اليهـم ، ومن غصبه حقوق أهل البيت من أقاربه طول عمره وغصبه ألوفا من أموالهم كل سنة اعتصاماً بحبل الحكام الظالمين وإعطاء الرشوة لهم ، ومن الإكراه عليهم أن يكتبوا له إبراء عاما فيما مضى من الغصوب وفيما سيأتى منهـا بتوسط تلك الظلمة ، ومن منعـه فى أيام غلبة الغاليـة الرافضة على هذه البلاد ومجيئهم فى هذه البلدة " تتـه " عن أن يذكر أسماء الصحابة الكرام فى خطبة الجمعة والعيدين تمسكاً بأن هذا الذكر

فيها لم يعهد فى عهد الصحابة والتابعين وإنما هو محادث فينبغي
تركه وزعماً أن هذا السعي منـــه يكون موجباً لرضاة أولئك
الغالية عنه ، ثم لم ينل كلا مراديه ولم يقع شيء منهما بفضل الله
الكريم إلا ما اتفق فى يوم جمعة واحد من ترك الخطباء ذكر
أساميهم رضى الله تعالى عنهم من كثرة خوف أولئك الغالية ،
ومن كونه يركن إلى الحكام الظالمين فيخضع عندهم ازيد من
مقدار الركوع ويجلس إليهم وإن كانوا رفضة سبابين للسلف
الصالحين أو دهرية أو غيرهم حسبوه معهم وتيقنوا أنه منافق
الدين ، لا الى هؤلاء ولا إلى هؤلاء فجعلوه حكمـاً بينهـــم فيما
اختلفوا فيه من أباطيلهم الباطلـة فعملوا بمـا حكم به ، ومن
سعيـــه فى قتل بعض العلماء وإيذائه إيذاء شديداً . وهو الذى
أخذ علم الحديث عنه وكان قدوة أهل السنة والجماعة فى عهده
حين سعى لإجراء بعض الأحكام الشرعيـــة القطعية . فكتب
لإجلها مكتوباً إلى حضرة السلطان . ومن أنه كان لا يؤاخذ من
سب معاوية رضى الله تعالى عنه وأمه وأباه أبا سفيان رضى
الله تعالى عنهما ، ويؤاخذ من كان يريد مؤاخذة سابهم ،
ومن أنه كان يقول بافتراض اللعن على يزيد وابن زياد وشمر
وجواز لعن من لا يلعنهم أو حكم بكراهـــة اللعن عليهم أو بعدم
جوازه أو بانه خلاف الأولى أو بأن السكوت فيه أسلم وان كان
ذلك القائل بهـــذه الأقوال محبـاً صادقاً لأهل البيت العظيم
ومملؤاً قلبـــه من العداوة والبغض الشديد إلى أعدائهـــم الظالمين

وهو شأن المؤمنين فثبتنا اللهم عليه . ومن سعيه الشديد فى دفع إجراء الأمور القطعية المذكورة لأجل رضاء الحاكم الوالى من غير إكراه منه فى ذلك عليه ، ومن أنه لايقبل دعوة الوليمة ولو كانت من أى الداعى إلا إذا ألزم على نفسه شرط إحضار المطربة الفاسقة فى مجلسه وإحضار المعازف والملاهى فتتغنى بها عنـــده فى ذلك المجلس عـــلى رؤوس الأشهاد بالأغانى ، ومن أخذه القروض طول عمره بطريق الربوا ، ومن عملـــه الدائم على بيع السلم من غير وجود الشرائط المعتبرة فى صحتها . ومن حكمه بجواز أخذ اللحى قبل وصولها الى قدر القبضة ، ومن حكمـــه بجواز الخضاب بالسواد البحت لغير الغازى أيضاً ، ومن غيرها من المبتدعات والمنكرات التى لاتعد ولاتحصى ؛ ولكن لـــما كان أكثر أهالى هذه البلاد يطعنون طعناً كثيراً عليـــه ويشيعونـــه وير فضونه ويدهرونه ويطعنون على من كان يتمسك بطريقـــه ويتدين بسبيله ؛ تحيل للتقية التى كانت عنده محمودة ؛ ومضى له فى ذلك مدة موفورة ؛ فـلم ير الى ذلك سبيلاً إلا بالانخراط فى سلك العلـــماء العاملين بالحديث النبوى الغير المـــلتزمين مذهباً واحداً أى مـــذهب كان من المذاهب الأربعه وغيرها فأحدث ما أحدث ؛ وأبدع ما للابتداع أورث ؛ وصنف " الدراسات " ؛ تقوية لدعواه ورداً لانسلاك أكثر العلماء المتقدمين والمتأخرين من الأولياء العظام والمحدثين الفخـــام والفقهـــاء الكرام وأهل البيت المنعام فى ربقة التقليد لمذهب معين من الأربعة وحماه ؛

فجعله تقليداً لعالم دون ما قال الله تعالى وقال رسول الله صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم على وفق هواه ؛ وسيظهر من تعليقاتنا أن دعوى هذه إدعاء غير قائم على مبناه، وقول لايلتفت إليه بعد ما ظهر الحق كالشمس فى ضحاه ؛؛ اھ

وقال العلامـــة إبراهيم بن عبداللطيف بن الشيخ محمـــد هاشم التتوى ؛ فى كتابه ''سحق الأغبياء الطاعنين فى كمل الأولياء وأتقياء العلماء،، ونسخته الخطية محفوظة بمدرسة ''مظهر العلوم،، بكراتشى-

''وأعجب من ذلك وأغرب أن المخدوم محمد معين بن المخدوم محمد أمين الذى أبوه كان عالمـــاً حنفياً تقياً ؛ وهو بعد ما تعـــلم العلوم العربية وصار ماهراً فى كل فن ترك مذهب أبى حنيفة وطعن فيه وأظهر كثرة الإصابة مع الإمام الشافعى ؛ فتقلد الإمام الشافعى ثم جمع رسائل صرح فيهـــا أن دلائل أهل السنة والجماعة ظنية تتعارض وتتساقط فيما بينهـــا فلم يبق لهم دليل إلى الحق ؛ وجزم أن معاوية رضى الله عنه كان إماماً جائراً لايتحمل عن مثله الدين ولا السنة ؛ وقال إن الذى اتبـــع مذهباً معيناً فهو الذى حجر على سعة رحمة الله تعالى ؛ ثم قال ؛ ان المتبع مذهباً ثنوى مشرك لأن من تبع أبا حنيفه أو الشافعى فقد أخرج عنقه من كوة سيدنا محمد رسول الله صلى الله عليه وآله وصحبـــه وسلم وأدخل فى كوة إمامه أبى حنيفة أو الشافعى يتبرأ منـــه أئمته يوم القيامة (اذ تبرأ الذين اتبعوا من الذين اتبعوا ورأوا العذاب وتقطعت بهـــم

الأسباب) وأثبت رفع اليدين فى كل خفض ورفع ولو فى خفض السجدتين ورفعهما عند الشافعى غلطاً ؛ وحرم الصبر على شهادة الإمام حسين بن على رضى الله تعالى عنهما ؛ وأوجب تعزية كل عاشوراء مع الرسوم والبدعات ، وقال بقطعية الأقوال الإجتهادية للأئمة الإثنى عشر من أهل بيت النبوة ؛ وقطعية كل كشف من كشوف كل ولى من أولياء الله كيفما كان كقطعية النص القرآنى والحديث المتواتر، وبقطعية الحكم بإيمان فرعون القبطى إلى غير ذلك من المفاسد الكثيرة الوفيرة مع أن كل ذلك باطل باطل باطل" اهـ (ورقة ٢٩)

وقال فى "القسطاس المستقيم" ، منتقدا على بعض أقواله -

"فهذا ليس فيه دليل للمعترض فى إباحته لمبتدعى بلدة "تتـه ، صانها الله سبحانه من شرور أنفسنا وسيئات أعمالنا آمين ؛ التوابيت بصورتى قبرى الحسنين الكريمين رضى الله تعالى عنهما والسجود لهما والنوحة وضرب الخدود وشق الجيوب والدعاء بالويل والثبور ، وذكر المطاعن فى الصحابة ضمن مذكوارت المشاجرات والتشنيعات على أئمة المذاهب والحكم على أتباعهم بالثنوية لأنه يعد المقلدين ثنوية" اهـ (ورقة ١٥٤)

"حسن عشرته مع الحكام" :

كان الشيخ معين يجالس الأمراء والحكام ويزورونه أيضاً ويبجلونه ، وقد صرح بركونه إلى الأمراء الظلمة العلامة

عبداللطيف فی ,, ذب الذبابات ،، وقال علی شیر قانع فی ,, تحفة الکرام ،، إن الحکام کانوا یأتون لزیارته ویبجلونه غایة التبجیل ، وهو أیضاً کان یلاقیهم بوجه طلیق ویرحب بهم اه وقال فی ,, مقالات الشعراء ،، وأکثر الحکام یتشرفون بحضورهم عنده بارادة تامة ، وکان أیضاً یخالط أرباب الدول ویعاشرهم معاشرةً حسنهً اه وصنف باستدعاء النواب ,, مهابت خان ،، والی ,, تتـه ،، المتوفی سنة خمس وثلاثین ومائة والف، کتاباً فی حل اصطلاحات الصوفیة ، ولما ولی ,, تتـه ،، النواب سیف الله خان (١) وکان من الشیعة الغلاة الداعین إلی مذهبه بأقصی جهده (٢) جری له معه ما ذکره الشیخ عبداللطیف فی مقدمه ذبه ، وکان بینه وبین سیف الله المذکور علاقة وثیقة ورابطة صادقة ، ولعل هذا هو السبب لمیله إلی بعض مسائل

---

(١) ولی فی ذی الحجه سنه سبع وثلاثین ومائه والف ، واستمر علی ولایته نحوست سنین الی ان مات سنه ثلاث واربعین ومائه والف وابنه صادق علی خان بن سیف الله خان ایضا قد ولی ,, تته ،، نیابة عن امیر خان سنه تسع واربعین والف ، وعزل فی سنه خمسین وکان علی قدم ابیه وقد جری فی عهدها ماجری کما نقلناه سابقاً عن مقدمه ,, ذب الذبابات ،،

(٢) قال علی شیر قانع فی ترجمته من ,,تحفه الکرام ،، (ص ١٠١) ومذهب تشیع را خیلی رواج داده یعنی وبه انتشر الرفض انتشاراً عظیما ،

الشيعة وعقائدهم ، وحكى الشيخ أعظم التتوى ؤ، ترجمته من كتاب ,, تحفة الطاهرين ،، أنه كان بعض ندماء النواب المذكور منحرفاً عن الشيخ محمد معين فترصد لأذاه وأراد أن يقع النفار بينه وبين النواب، ولما لم يتيسر له ذلك استدعى من النواب سيف الله خان لنفسه تولية الحسبة ,, بچاچگان ،، موضع بالسند وكانت فيها ضيعات للشيخ معين وأراد بذلك أنه إذا وصل هناك يخرب ضيعته بحيث لايبقى فيها وجه للغلة ، فاضطرب لذلك الشيخ معين اضطراباً شديداً واتى حضرة الشيخ أبى القاسم النقشبندى وكان يتوضأ فشكى إليه ذلك والتمس منه الدعاء فقاق الشيخ من اضطرابه حتى سقط الإبريق من يده وتكسر ثم التفت إلى معين وقال لاتحزن سينقلب حاله كذلك فيقال إنه لما ذهب لتولية الحسبة إلى البلدة المذكورة جمح فرسه كما وصل الى فرضة البلدة حتى ألقاه على الأرض ثم اخذ يعدو ورجله فى ركابه فتكسرت عظامه وسقط ميتاً ،

,, اشتغاله بالعلم ،،

وكان له مدرسة يدرس فيها ويقوم بأمرها أحسن قيام ويكفى مؤنة المتعلمين بها والنازلين اليها ، وخرج منها كثير ممن تولى الدرس وتأهل للفتيا كما صرح به القانع فى ,, مقالات الشعراء ،، وكان مكباً على مطالعة علوم الأوائل من المنطق والفلسفة والنجوم والموسيقى وغيرها ، قال العلامة عبد اللطيف فى ,, ذب الذبابات،،

" إن هـذا المعترض انكب عـلى كتب المنطق والحكمـــة المملوءة بالأباطيـــل طول عمره ". (ورقـــة ٨٥)

وقال الشيخ ابراهيم فى " القسطاس المستقيم "

" إنه كان يرى فى مدة عمرة كتب علوم الفلسفة والنجوم والموسيقى وصنف فيهـــا ، وفى الريميـــاء والكيمياء والهيمياء وغيرها " (ورقة ٦٠ و ٦١)

ومضى عـــلى ذلك حتى بلغ سن الكهولة وحينئـــذ وفق لطلب الحديث ، فقد ذكر فى مقدمة دراساته ، أنه لما بلـــغ بـــه سفر العمر إلى مرحلة العشر السادس عكف عـــلى كتب الحديث وختم بمدة قليلة الأصول السبعة ، ولعل هذا هو الباعث لفوتـه سماع الكبار وأخذه علم الحديث عن عصريه الشيخ محمد هاشم التتوى، وحينئذ قد نزع من عنقه قلادة التقليد وصنف " الدراسات"، وذلك بعد ما درس الفقه الحنفى واذعن لدقة نظر الإمام أبى حنيفة رضى الله عنه فقد صرح فى " الدراسة الثانية عشر"

" إن دقة نظر أبى حنيفة فى أغوار هذا الفن مما لايساهمه ، فيها أحد من الأئمة السابقين واللاحقين، وذلك أمر مفروغ عنه فى شأنه . . . . . ولقد ذقت هذا بحمد الله تعالى فى صنعته النظرية حين قرؤا على كتاب " الهداية " فى فقهـــه فقل دليل ينسب إليـــه

ولم يكن الظفر عندى فى عونه على دليل غيره ، وسرد الأمثلة فى ذلك يعسر طريق الختم علينا ،. (١)

ولكن صرح فى ،، ذب الذبابات،، أنه

،، لم يكمل فيه آلة الاجتهاد ولو فى مسئلة أصلاً (ورقة ٧٠)

وصرح فيه أيضاً

،، والتبحر فى الحديث فى هذا الزمان لايكون إلا بعد استجماع كتب الحديث والعكوف عليها واستقراء الأحاديث النبوية ، ولم يتيسر هذا المعنى لهذا المعترض لأنه لم يوجد عنده من تلك الكتب الا قدر يسير ،، (ورقة ٧٢)

،، انحرافه عن ابن تيمية ،،

وكان معين يعادى الشيخ ابن تيمية أشد العداوة حتى كان يسبه ويكفره ويسميه ،، بشقى الدين ،، قال فى ،، ذب الذبابات،،

،، والعجب كل العجب من استدلال المعترض بقول ابن القيم وهو من تلامذة ابن تيمية الذى كفره المعترض وفسقه ، وممن أثنى عليه واعتقده اعتقاداً تاماً ، وأثنى على كتابه الموسوم ،، ردالروافض ،، لابن تيمية ثناءً جميلاً الذى أحرق أكباد المعترض إحراقاً بليغاً فحكم بوجوب إحراق كتابه المذكور وشنع على

(١) ص ٤٤٥ و ٤٤٦

من أنكر وجوبه ، أو أثنى على ابن تيمية فحكم عليه
بما حكم وهم براء عن حكمه ،، (ورقة ١٨٠)

وفيه أيضاً

,, والمعترض ممن يذم ابن تبمية وأتباعه ، ذماً كثيراً
بل أوجب تحريق كتاب ابن تيمية في ,, رد الروافض ،،
وأغلظ في شانه تغليظا شديداً ، وحرم النظر إلى أقماله
وأقوال أتباعه والالتفات إليها ،، (ورقة ٢٩٩)

وقال في ,, القسطاس المستقيم ،، .

,, والمعترض كان ينكر على الإمام الحافظ ابن يتمية فكان
يسبه ويلعنه ، ويكفره ؛ ويبدل لقبه المعروف تقى الدين بقوله
,, شقى الدين ؛؛ وحرر في شانه ما حرر ؛ فعلق نى مبحث
آية التطهير من كتاب ,, منهاج أهل النبوة في رد الروافض
والقدريه ؛؛ الذى صنفه الإمام الحافظ شيخ الاسلام تقى الدين
بن تيمية ما لفظه ؛ ,, فعلم أنه أى ابن تيمية خارجى عدو
لأهل البيت بل هو ملعون شقي انتهى كلام المعترض
(ورقة ٢١١)

ولقد كتب معين إلى شيخه الشاه ولى الله الدهلوى يستفسره
في حق ابن تيمية فأجابه بما نصه ؛

,, الحمد لله مفيض النعم ؛ وملهم الحكم ؛ وصلى الله على
سيدنا محمد سيد العرب والعجم ؛ وعلى آله وصحبه عوالى الهم
أما بعد ؛ فيقول الفقير ولى الله بن عبد الرحيم عاملهما الله

تعالى بفضله الجسيم ؛ وردت رقيمة كريمة من مخدوم مكرم لازال معيناً للحق والدين فى الفحص عن حال الشيخ تقى الدين أحمد بن تيمية ، عامله الله تعالى بفضله ، وأى شئ ينبغى أن يعتقد فيه ، فوجب الائتمار بأمره ، والذى أعتقده أنا واحب أن يعتقده جميع المسلمين فى علماء الاسلام حماة الكتاب والسنة والفقه الذابين عن عقيدة أهل السنة والحديث أنهم عدول بتعديل النبى صلى الله عليه وسلم حيث قال (يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله) وإن كان بعضهم تكلم بما لا يرتضيه هذا المعتقد إذا كان قوله ذلك فى أصول الدين أو فى المباحث الفقهية أو فى الحقائق الوجدانية وعلى هذا الأصل اعتقدنا فى الشيخ الأجل محى الدين محمد بن على بن العربى ، وفى الشيخ المجدد أحمد بن عبد الأحد السهرندى انهما من صفوة عباد الله ولم نلتفت إلى ما قيل فيهما ، فكذلك ابن تميية فإنا قد تحققنا من حاله أنه عالم بكتاب الله ومعانيه اللغوية والشرعية ، وحافظ لسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم ، وآثار السلف ، عارف بمعانيها اللغوية والشرعية ، استاذ فى النحو واللغة ، محرر لمذهب الحنابلة فروعه وأصوله ، فائق فى الذكاء ، ذولسان وبلاغة فى الذب عن عقيدة أهل السنة ، لم يؤثر عنه فسق ولابدعة ، اللهم إلا هذه الامور التى ضيق عليه لأجلها وليس شئ منها الا ومعه ، دليله من الكتاب والسنة وآثار السلف ، فمثل هذا الشيخ عزيز الوجود فى العالم ومن يطيق أن يلحق شأوه ، فى تحريره

وتقريره والذين ضيقوا عليه ما بلغوا معشار ما آتاه الله تعالى وإن كان تضييقهم ذلك ناشئاً من اجتهاد ، ومشاجرة العلماء فى مثل ذلك ما هى إلا كمشاجرة الصحابــة فيما بينهم ، والواجب فى ذلك كف اللسان إلا بخير ،،

وقد ذكر أنه قال ,, أن الله تعالى فوق العرش ،، والتحقيق أن فى هذه المسئلة ثلاث مقامات أحدها البحث عما يصح إثباته للحق توقيفاً وعما لا يصح توقيفاً ، والحق فى هذا المقام أن الله تعالى أثبت لنفسه جهة الفوق وأن الأحاديث متظاهرة فى ذلك ، وقد نقل الترمذى ذلك عن الإمام مالك ونظائره ، وثانيها أن العقل هل يجوز كون مثل هذا الكلام حقيقة أو يوجب حمله على المجاز ، والحق فى هذا المقام أن العقل يوجب أنه ليس على ظاهره فى نفس الأمر ، وثالثهــا أنه هل يجب تأويله أو يجوز وقفه على ظاهره من غير تعين المراد ، والحق فيه أنه لم يثبت فى حديث صحيح أو ضعيف أنه يجب تأويله ولا أنه لا يجوز استعمال مثل تلك العبارات من الأمة ، أخبرنى أبو طاهر عن أبيه أنه قال قال الحافظ ابن حجر العسقلانى ، لم ينقل عن النبى صلى الله عليه وسلم ولا عن أحد من الصحابه من طريق صحيح التصريح بوجوب تأويل شئ من ذلك يعنى المتشابهــات ولا المنــع من ذكره ، ومن المحال أن يأمره الله نبيه بتبليــغ ما أنزل عليه من ربه وينزل عليه (اليوم أكملت لكم دينكم) ثم يترك هذا الباب فلا يميز ما يجوز نسبته إليه تعالى مما لا يجوز مع حثه على

تبليغ الشاهد الغائب ، حتى نقلوا أقواله وأفعاله وأحواله وما فعل بحضرته فدل على أنهم اتفقوا على الايمان به على الوجه الذى أراد الله تعالى منها واوجب تنزيهه المخلوقات بقوله (ليس كمثله شئ) فمن و أوجب خلاف ذلك بعدهم فقد خالف سبيلهم انتهى ، وهذا الذى حققناه هو مذهب الشيخ أبى الحسن الأشعرى عند التحقيق ، أقرأنى أبو طاهر المدنى رضى الله عنه بخط أبيه أن الشيخ أبا الحسن قال فى كتابه ، إنى على مذهب أحمد فى مسئلة الصفات وأن الله فوق العرش ، وكلام ابن تيمية محمول على المقام الأول والثالث ، وإذا رجعنا إلى الوجدان فلاشك أن لله تعالى خصوصية مع العرش ليست لغيره من مخلوقاته ، ولا نجد عبارةً فى ذلك أفصح وأقرب من الاستواء إلى العرش كما أنا لانجد عبارةً فى انكشاف المسموعات والمبصرات أفصح من السمع والبصر والله أعلم بحقائق الامور ،

وقد ذكر عنه " أنه منع السفر لزيارة النبى صلى الله تعالى عليه وسلم " ، ولا يرد على كلامه فى ذلك دليل صريح صحيح فإنه لم يمنع الزيارة مطلقاً بل منع السفر لزيارة القبر بحديث (لاتشد الرحال) ولحديث (لاتتخذوا قبرى عيداً) فإذا كان لقوله مساغ إجتهادى لاينبغى أن يشدد عليه ذلك التشدد ،

وقد ذكر عنه أنه أنكر وجود القطب والغوث والخضر والذى يدعيه الشيعة أنه المهدى وحق لـه ذلك فان السنى دام على شرطه من اعتقاد ما ثبت بالكتاب والاجماع والسكوت عما لايثبت بها يجوز له أن لايعتقد ذلك ، ومن أثبت من الصوفية فإنه

لم يثبت من كتاب وسنة ، اللهم إلا الكشف ، وليس من أدلة الشرع ، والذى أفهم من كلامه أنه يريد أن هذا قول متبدع باطل إعتقاده من حيث الشرع لقوله صلى الله عليه وسلم (من أحدث فى أمرنا هذا ما ليس منه فهورد) ولو كان قطع بالانكار لم يستحق التكفير والتفسيق أيضاً . وههنا دقيقة وهى أنه كم من مسئلة لم يدل عليها الشرع لا نفياً ولا إثباتاً ودل عليها العقل ، كقولنا يحصل من ضرب العشرة فى العشرة المائة ، والكشف والوجدان ، كقولنا المحبة الذاتية ثابتة للكمل من عباد الله وهى ميل الوجود الخالص الى أصله المطلق من القيود كمثل ميل كل عنصر الى مقره ، وهذه المسائل حقة فى الحقيقة ولو اعتقد انسان أنها من الشرع كان اعتقاده ذلك خطأ ، ولو أحلها محل الثابت بالشرع فأنكر على من لم يقل بها أو حاول إثباتها على منكريها كاثبات الشرعيات كان خطاء .

وقد ذكر عنه أنه أنكر اعتقاد الشيعة فى الإمام المحجوب على زعمهم ، وحق له أن ينكر ذلك بل الأشاعرة كلهم على هذا الانكار لا أعلم أن أحداً قال به .

وقد ذكر عنه أنه أساء الأدب مع سيدنا على رضى الله تعالى عنه وحاشاه عن ذلك وقد طالعت كلامه فوجدت بعضه مسوقاً فى منا قضة كلام الشيعة فى طعنهم على الخلفاء الثلاثة بأمور تخيلوها نقصاً كما هو مذكور فى آخر " التجريد " ، فقام هذا الشيخ يعدد عليهم أموراً اعترفوا بها فى سيدنا على وهى

مثلها كأنه يقول ليست هذه الامور نقصاً كما تخيلتم فإن مثلها مأثور عن سيدنا على وهو رضى الله تعالى عنه مرضى عندنا وعندكم فما هو جوابكم فى سيدنا على هو جوابنا فى الخلفاء الثلاثة ، وهذا من كمال علمه وقوته ، ومن الاعتراف بفضل سيدنا على ، وعلى هذا الأصل يخرج قوله ، " معلوم أن الرأى إن لم يكن مذموماً الخ أن الحسين رضى الله عنه لم يعظم إنكار الأمة لقتله كما عظم إنكارهم لقتل عثمان ، وقوله " فإن فضل أبى بكر الخ معناه الرد على الشيعة فى طعنهم على الصديق فى منع فدك وأنه إيذاء لفاطمة رضى الله تعالى عنها ، وقد قال النبى صلى الله عليه وسلم " يوذينى ما آذاها " ، أن مثل هذه الأمور مستثنى من مطلق الإيذاء لأنه مما يشرع للشرع ، وكذلك قوله " وأما فعل يؤذينى الخ حاشاه أن يشنع على على وفاطمة رضى الله تعالى عنهما بل هو على سبيل المناقضة كأنه قال ، تشنيعكم على أبى بكر هو مثل ما فرض من تشنيع على على فاطمة فما هو جوابكم هو جوابنا بعينه ، وبعضه فى مناقضة الشيعة فى إثباتهم فضيلة سيدنا على على الخلفاء الثلاثة وهو مذكور فى آخر " التجريد " أيضاً فقام هذا الشيخ يثبت للخلفاء الثلاثة مثل ما أثبتوا لسيدنا على أو أفضل منه ، وليس فى التفضيل إساءة أدب فإن التفضيل مذهب أهل السنة أجمع ، وحاشاه أن يسيئ الأدب مع على رضى الله عنه ، وأما تفسير آيه الطهارة بالإرادة التشريعية فصحيح ، ومثله قوله تعالى (يريد الله بكم اليسر ولا يريد

بكم العسر) و (يريد الله أن يتوب عليكم) إلى غير ذلك من الآيات،

وبعد فإنى اذكر الله عزوجل كل مسلم فى هذه المسئلة وأمثالها ، الله الله أن يسب أحداً من المسلمين عالماً مجتهداً فى أمثال هذه ، فهذا ما تيسر فى الحال من الجواب وما حملنى عليه إلا النصح ، والله أعلم بحقيقته اه ،، (١)

،، ولوعه بالغناء ،،

وكان مولعاً بسماع الغناء أشد الولوع بل يعده ، من الطاعات حيث قال فى ،، الدراسات،،

،، إن السنة كل فعل وعمل أتى به النبى صلى الله تعالى عليه وسلم من أمور الدنيا والآخرة وليست الدنيا إذا طرزت بطراز السنة دنيا ، فهو صلى الله تعالى عليه وسلم داع إليه ووجب على الخلق إجابة دعائه ، هذا على وجه دعى إليه لحتم تبعيته بالوحى المنزل وبقوله ، فهو مما يشمله الآية الكريمة (يآيها الذين آمنوا استجيبوا لله وللرسول إذا دعاكم) فمن ثبت عنده أن النبى صلى الله عليه وسلم سمع الغناء بدف مثلاً ثم امتنع عنه لا لما يجد فى نفسه من العوارض المحرمة بل لقول رجل قال بحرمته مطلقاً فذاك توقف فى إجابة مادعى إليه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من إباحة هذا الصنيع وترك

---

(١) طبع هذا المكتوب مع مكتوباته الفارسيه بدهلى بمطبعه محبوب المطابع مع ترجمته بالارديه (ص ٦٢ حتى ٦٨) ولكنه كان مملؤاً من التصحيفات والمترجم ، قد حذف ترجمه اكثر العبارات فاتعبنا تصحيحه ،

أوجوب فور الحمل ، وهو ههنا اما نفس السماع أو توطين نفسه على اباحة ذلك ،، (ص ٢٥٩)

وقال على شير فى ,, تحفة الكرام ،،

,,وكان محباً للسماع عالماً بالموسيقى كمـــا ورد فى الخبرنسبة أهل التحقيق أن ,, السماع معراج الاولياء ،، (١) وقد انتقل فى عين سماع الغناء من دار الفناء إلى دار البقاء ،، (انتهى معرباً من الفارسية)

وقال أيضاً فى مقالات الشعراء

,, إنه كان يصاحب حضرة سلالة السادات العظام ، عمدة المشائخ الكرام صاحب الآيات الظاهرة والكرامات الباهرة السيد عبد اللطيف قدس سره ، الشهير بالتارك من أهل ,, بهث ،، موضع قريب قصبة ,, هاله كندى ،، بكمال الارادة وصدق النية ، وهو أيضاً كان كثيراً ما يأتى لزيارته فى البلدة فتقـــع مجالس الغناء والقال والحال ، وقد كان حضرة اللطيف موجوداً أيضاً فى وقت ارتحاله حين فاضت روحه إلى المولى الحقيقى . (انتهى معرباً من الفارسيه)

وقال العلامة عبد اللطيف فى ,, ذب الذبابات :،

(١) هذا الخبر الذى ذكره على شير لا يثبت عن رسول الله عليه وسلم ولا عن احد من الصحابه والتابعين ، قبح الله واضعه ما اجراه على الكذب ، وعلى شير مع ميله الى التشيع لم يكن له بصيرة بالعلوم الشرعيه ،

" وكان المعترض ممن يقول بجواز جميع المعازف والملاهي والجرس حتى المزامير والطنابير والنقارات ، بل كان يقول باستنامها مطلقاً حتى إنه كان لايقبل دعوة الوليمة ولا غيرها من أحد من الشرفاء وغيرهم حتى يأتي بها وبالمطربه والمغنيين الذين لايصلون ولا يصومون ويرتكبون ما حرم الله تعالى ورسوله ، صلى الله عليه وسلم ويشربون الخمور والمسكرات ، ويفعلون ما يفعلون من النواهي ولايكادون يفعلون مايؤمرون في مجلس تلك الدعوة . ومع هذا لايكتفي على هذا القدر ، واستأجر كثيراً من أولئك المطربين الملتزمين تلك المعازف والملاهي برمتها التزاماً شديداً وجعل لهم أجوراً كثيرة من دنياه ، إما مياومةً أو مشاهرةً أو مسانهةً لأجل التغني بتلك المعازف والملاهي عنده أي وقت شاء وأي حين أراد ، وكان يعطي لهم الملابس النفيسة ويهب لهم مواهب وهدايا ونفائس وعطايا ، ويسمع منهم الغناء المقرون بها في الخلاء والملاء ، ويتطرب بذلك ، ويعده عبادةً مقربةً إلى الله تعالى ووسيلةً إلى الفوز بالدرجات العلى ، وعدةً جميلةً لحصول المعرفة بالله تعالى ومدداً وعوناً في الوصول إليها ، ويحض غيره على ذلك حض عباد الله تعالى على الصلوات والصيام والصدقات ، ويأمر بجميع ذلك وينهى عن ترك التغني والمعازف والملاهي ، وهو وإن كان في أول أمره نقشبندياً معتزلاً عن جميع هذه الأمور لكن لما مات شيخه ومرشده قدس الله تعالى سره في الطريقة المباركة النقشبندية أحدث

هذه الأمور ونشأبها إلى أن فاجأه الملك المأمور، وكان فى صحة وتعيش وسرور فقبض روحه ذاهباً إلى جلال الله الشكور (ورقة ٣٠٣ ، ٣٠٤)

وقال الشيخ ابراهيم فى "القسطاس المستقيم"

"واستأجر عنده القوالين المشهورين فى ذلك الزمان بالابتداع بالتغنى وضرب الآلات المسمى أحدهما بآنچل والآخر بچنچل وباغية مغنية المسماة بدورى بالنكاح الشرعى فكانا يتقولان ويتغنيان مع ضرب الآلات عنده فى مجلس الرجال وكانت تتغنى مع اللهو عنده إذا كان مع النساء وانتقصت حمية السادة النقشبندية الأحمدية المعصومية قدست أسرارهم العلية منه حيئذ ، وباشر ممنوعات الشرع وشيوخ طريقه". (ورقه ١٤٧)

وحكى صاحب "تحفة الكرام" فى ترجمة الشاه عبد اللطيف الصوفى التتوى من أصحاب الشاه اسماعيل الصوفى.

"أن الشيخ محمد معين ذهب إليه لزيارته يوماً فجرى فى أثناء الكلام ذكر شئ من الموسيقى فقال الصوفى المذكور مخاطباً له إنى أيضاً قد أسلك فى هذا الطريق تارة ثم شرع فى نغمة قد أثرت فى قلوب الحاضرين وحصلت بسببها الحالة العجيبة" (انتهى معرباً)

وفاته

وتوفى رحمه الله فجأة فى عين سماع الغناء سنة إحدى وستين ومائة والف، قال فى "تحفة الكرام"

"وكفاك من جملة مقاماتـــه العلية أن حضرة صاحب العصر السيد عبد اللطيف التارك قال لمريديه قوموا لـكى نذهب إلى صاحبنا لآخر رؤيته فجاء إلى "تتـــه"، ورتب مجلس الغناء، فقام الشيخ معين من المجلس وقد أخذ الغناء بمجامـــع قلبه وكما وصل الى داخل المنزل توفى من ساعته"، (انتهى معرباً)

ودفن بمقبرة "مكلى" (١) عند قدم شيخه الشيخ أبى القاسم النقشبندى، صرح به الشيخ خايـــل فى "تكملة مقالات الشعراء"، ولمـــا فرغوا من دفنه قال السيد عبد اللطيف التارك كان مجيئنا إلى "تتـــه"، لرؤيته وقد انتهى بعد يومنا هذا، كمـــا فى "تحفـــة الكرام"،

وأنشد الشعراء فى تاريخ وفاتـــه أشعاراً رائقة بالفارسية، قال محمد محسن التتوى۔

عارف دين معين حق مخدوم
آنكه در عشق جمله تن دل شد
نور دهنش بمشكـــلات علوم
در شب جهل بدر كامل شد

---

(١) "مكلى" جبل معروف بتته، وفيه مقبرة عظيمة دفن فيها خلق من الاولياء والصلحاء واعيان العلماء، وقد صنف على شير قانع فى وصفه والثناء عليه جزءً المعروف "بمكلى نامه"، وقد طبع بتحشية البحاثة الكبير مؤرخ السند السيد حسام الدين الراشدى وتعليقاته القيمة فى "مهران" مجلة اللجنة، وجمع الشيخ اعظم التتوى فى ذكر اعيان الصلحاء المدفونين بجبل مكلى كتابه المعروف "بتحفة الطاهرين"،

باکمالات ظاهری از فقر
باطنش مظهر فضائل شد
بنگاهی که کرد شاهد غیب
عین او گشت وسوی منزل شد
لاجرم سال فوت او گفتند
قطرهٔ در بحر واصل شد

١١٦١

وقال ایضاً

معین أهل حق مخدوم دوران
دلیل قاطع هر علم چون سیف
که چون خورشید طبعش گرم گشتی
شتای سامعان دم می زد از صیف
أزین محنت سرا مردانه در دم
بمهمان خانهٔ حق رفت چون ضیف
بدل گفتم اگر عرفان شناسی
بگو زین درد تاریخی بهر کیف
دو صد آه دل پیهم زد وگفت
معین دین أحمد رفت صد حیف

١١٦١

وقال استاذی نعمت الله

ایکه در حضرت عزت شده نامت مقبول
روح فرخندهٔ تو یافت بفردوس نزول
بی تو ماتم زد گانند خلائق یکسر
بی تو در رونق علم است علامات خمول
سال تاریخ وفاتت ز خرد پرسیدم
دست بر دست زنان گفت ،، شفیع تو رسول ،،

١١٦٢

ولکن فی هذا التاریخ زیادة سنة ولعلها معفوة عند أهل الفن ۰
وله أیضاً ـ

ای دریغ از قضیهٔ وحشت اثر
رحلت آن جان نثار أهل بیت
آن معین الحق مخدوم الأنام
باد روحش در جوار أهل بیت
سال فوتش راچنین گفته خرد
وه چه بوداو دوستدار أهل بیت

١١٦١

وقال محمد پناه رجا

مخدوم بس که بود بدنیا معین دین
در ماتمش دل همه مؤمن حزین اوست
واحسرتا چه ماتم یک حشر آفت است
هریك جدا جدا دلش اند وهگین اوست

می سوخت ازتپ غم و می کرد فکر سال
یعنی دل رجاکه محبت گزین اوست
آمد بسال رحلت او این ندا زغیب
ناجی شد او که آل محمد معین اوست

١١٦١

تلامیذه

وهم كثيرون ومنهم من تصدر للدرس ووسد إليه الفتوى ، قال في ,, مقالات الشعراء ،، ,, وقد تخرج عليه كثيرون من أصحاب الدرس والفتوى ، منهم مير نجم الدين ,, عزلت ،، الرضوى ، والمولوى محمد صادق ،، (انتهى معرباً)

وهذان من جلة أصحابه ، ترجمهما على شير قانع في ,, التحفة ،، و ,, المقالات ،، ، فاما نجم الدين فقال في ,, مقالات الشعراء ،،

,, هو مير نجم الدين بن مير رفيع الدين الرضوى البهكرى من أولاد مير محمد يوسف عليه الرحمة كان جامعاً للكمالات ، حاوياً للفضائل ، من أجل تلامذة الشيخ محمد معين ، وكان ابن أخته ، تولى الدرس والإفتاء في حياة شيخه وبلغ تلامذته مرتبة الكمال ، فنهم الشيخ أحمد وهو اليوم من أهل المروءة في نواحى ,, تته ،، ، والشيخ محمد باقر الواعظ ، ولصاحب الترجمة تصانيف غريبة في العربية ، منها جزءه الذى صنفه في

يوم واحد على ، منهاج الجزء المعروف " بيك روزى" ، فى المنطق ، وهو أكبر وأحسن منه جمع فيه شتى العلوم ، " وطوطى نامه" ، الفارسيه ، وعبارته أحلى من عبارة النخشبى ، وله ديوان شعر أيضاً بالعربية ، ولولا عجلت منيته ، لكان وحيد عصره ، فالله يبارك فى أولاده ، توفى سنة ستين ومائة وألف، ومن شعره ـ

معشوق را ز جوهر ناز آفريده اند

عشاق را ز خاك نياز آفريده اند (اهـ)

زاد فى " التحفة"

" وقال الشعر الحسن ، وكان تخلصه (١) " عزلت" ، اهـ

قلت وكان على قدم شيخه فى المعتقد والفروع وقد مر نبذ من أشعاره نقلاً عن مقدمة " الذب" ،

وأما المولوى محمد صادق فقال فى " المقالات" ،

" هو المولوى محمد صادق بن المخدوم عنايت الله الواعظ من أرشد تلامذة المخدوم محمد معين كان آية فى علوم المعقول بالبلدة ، عديم النظير فى أقرانه ولم يحظ من الشهرة ، وقد قرأ عليه أكثر المعقولات شيخى الشيخ نعمت الله وكان يعيش فى غاية السذاجة ، وكان الشيخ شكر الله والى البلدة وشيخ الاسلام ميرك محمد أحسن يراعيان جانب حرمته

---

(١) التخلص يقال للاسم الخاص الذى يستعمله شعراء العجم فى النظم

غاية المراعاة و يتفقدان أحواله غاية التفقد ، ومن شعره فى مرثية الامام حسين رضى الله تعالى عنه ـ

از ماتم حسین شده در ناله جبرئیل
کر دند قد سیان فلك جامه رابه نیل
گرچه بری ست ذات حق از درد وگریه
ذات نبی بگریه بود نائب جلیل اھ

زاد فى " التحفة " ، وكان من مريدى السيد عبد اللطيف التارك وعاش مدة عمره مشتغلاً فى تعمير الباطن طارحاً للتكلف بالكلية لم يعرض نفسه المشيخة اھ قلت ويظهر من شعره انه كان أيضاً على طريقة شيخه فى المعتقد ، وقال العلامة ابراهيم فى " القسطاس المستقيم "

" قد رقمت فى رد بعض تلاميذ المعترض الذى كان داعياً نفسه بالحنفية وكان يجهر بالتسمية ويأمر الناس به ، وكان يحكم بأن الجهر مذهب على ، ومعاويه لغاية بغضه علياً أسر بالتسمية وليس للاسرار أصل سوى هذا " (ورقة ٨٨ و ٨٩)

وغالب ظنى أنه قد أراد العلامة ههنا بقوله ، " بعض تلاميذ المعترض " أحد هذين المذكورين والله أعلم ،

وممن أخذ عنه فى بدء طلبه العلامة المحدث محمد حياة السندى نزيل المدينة المنورة ، ترجمه المؤرخ محمد خليل المرادى فى " سلك الدرر فى أعيان القرن الثانى عشر " ، فقال هو

" محمد حياة بن ابراهيم السندى الأصل والمولد المدنى الحنفى العلامة المحدث الفهامة حامل لواء السنة بمدينة سيد

الإنس والجنة : ولد بالسند ببعض قراها ورغب فى تحصيل العلم وهو بها ثم انتقل الى ” تتـه ،، قاعدة بلاد السند ، وقرأ على محمد معين بن محمد أمين ، ثم هاجر إلى الحرمين الشريفين وتوطن المدينة المنورة ولازم الشيخ أبا الحسن بن عبد الهادى السندى وجلس مجلسه بعد وفاته أربعاً وعشرين سنة ، وأجاز له الشيخ عبد الله بن سالم البصرى والشيخ محمد أبو الطاهر بن إبراهيم الكورانى وأبو الأسرار حسن بن على العجيمى وغيرهم وكان ورعاً متجرداً منعزلاً عن الخلق إلا فى وقت قراءة الدروس مثابراً على أداء الجماعات فى الصف الأول من المسجد النبوى وله تصانيف كثيرة ، منها شرح الترغيب والترهيب ” للمنذرى فى مجلدين و ” شرح على الاربعين النووية ،، مختصر جداً ” ومختصر الزواجر ،، ” وشرح الحكم العطائية ،، ” والحكم الحدادية ،، وله رسائل أخر لطيفة وتحقيقات عجيبة منيفة ، وكانت وفاته ليلة آخر أربعاء من صفر سادس عشرية سنة ثلاث وستين ومائه وألف ودفن بالبقيع رحمه الله تعالى ،، (١)

قلت وكان يباين شيخه محمد معين فى المعتقدات والأعمال وقد ألف فى الرد عليه : وسيأتى ذكر رده ،

ومن الآخذين عنه المرزا محمد جعفر الشيرازى ورد بتته بارادة سياحة الهند ، فاقام برهة عند الشيخ محمد معين يستفيد عنه وصار من حسن سعى الشيخ من ندماء محمد خدا داد خان ابن والى

---

(١) ج - ٤ ص ٣٤ طبع الخيرية ببولاق مصر سنة ١٣٠١

السند وتقلبت به الأحوال إلى أن قتل في سنة سبع وستين ومائة والف وكان بارعاً في الجفر والتكسير والعزيمة ، وجمع الجفر الجامع للنواب خدا يار خان المعروف بميان نور محمد والى السند ، وترجمته مبسوطة في التحفة ، (١)

ومنهم شرف الدين على أحد ندماء النواب مهابت خان والى تته ، كان فاضلاً مفنناً ، ولى الحسبة وله شعر بالفارسية وتخلصه "عارف" ، قال على شير في مقالات الشعراء ،

"كان يستفيد من حضرة المخدوم محمد معين استفادة علمية ، وكتب مقدمة على الجزء الذى صنفه شيخه المذكور في "شرح رموز الصوفية" ،

ومن المستفيدين عنه مير مرتضى السيوستانى تخلصه "قانع" من الفاطميين النجباء كان عالماً ، ذامشاركة جيدة في العلوم ، ولى القضاء بسيوستان ، و ورد بتته فطالع عند حضرة المخدوم محمد معين أجزاء في العلوم كذا قال على شير في "المقالات" ، وذكر أنه رآه في بلدة "مراد آباد" ، بالسند وقد انتهى اليه الفضل اه وكان بارعاً في الشعر الفارسي وأشعاره مذكورة في "يد بيضاء" ، لآزاد البلجرامى وهو تلميذ آزاد المذكور في الشعر .

تصانيفه

قد صرح في "تحفة الكرام" أن له تصانيف كثيرة اه وقال في "مقالات الشعراء" وله تصانيف غريبة في جميع العلوم اه ولكنه

---

(١) تحفة الكرام ج - ٢ ص ٧٨ و ٧٩

لم يسرد أسماء تصانيفه ونحن نذكرهنا ما وصل إلى علمنا منها ـ

فمنها ”الرسالة الأويسية“ بالفارسية ألفها لشيخه السيد عبد اللطيف التارك، وكان سبب تأليفه أن السيد المذكور أرسل اليه يستفتيه عن معنى الاويسى وهل جاء ذكره، فى كلام القوم أم لا، واستفادة الاويسى من الروحانية هل ينافى الاستفادة من المرشد الظاهرى، وهل يجوزالعقل والشرع الاستفادة من الميت فى عالم البرزخ، وهل ينافى الفقر وسلوك طريق القوم أقوال علماء الظاهر، فأجابه الشيخ بتأليف هذه الرساله.

ومنها جزءفى ”شرح رموز عقائد الصوفيه“ ألفه باستدعاء النواب مهابت خان والى ”تته“، قال على شير قانع فى ترجمة تلميذه شرف الدين عارف من ”مقالات الشعراء“، أنه كتب عليه مقدمةً وأنشد هذه الأبيات المشتملة على بيان تاريخ هذا الكتاب.

کیمیائے دلان معین الحق ٭ که کند زر بیك نگه زر صاص
قدوهٔ عالمان پاك سرشت ٭ زبدهٔ عارفان خاص الخاص
کرده بروفق خواهش نواب ٭ آسمان قدر آفتاب دلاص
مرجع أهل دولت از مکنت ٭ منظر أهل فقر از اخلاص
خان صفوت نشان مهابت خان ٭ که بحکمش فلك بود رقاص
شرح رمز عقائد صوفی ٭ شیخ فیروز آبروئ خواص
سالِ وی بر زبان عارف راند ٭ ملهم غیب آیهٔ اخلاص

١١٣٣

ومنها رسالتان فى إثبات رفع اليدين فى الصلاة عند كل خفض

ورفع كما هو مذهب الرافضة وقد تصدى لإثباته فى ''الدراسات'' أيضاً ، احدها بالعربية والثانية بالفارسية ، ذكرهما العلامة عبد اللطيف فى '' ذب الذبابات ،،

(ورقة ٢٠٤) وقال -

'' من المعلوم أن فيها أسانيد موضوعة يحرم عليه إدراجها فى رسالتيه المذكورتين فما اجرأه على هذا ، وقد أفردت بالجمع فى رسالة مفردة رداً على المعترض ،،

ومنها جزء فى الجواب عما تمسك به الإمام ابن الهمام فى تقديم الأعلم على الأقرأ بقوله صلى الله عليه وسلم ،، ,, مروا أبابكر فليصل بالناس ،، وقد ذكره المصنف فى الدراسة الاولى ،، فقال -

,, وأما ما تمسك به الأمام ابن الهمام من قوله صلى الله عليه وسلم مروا أبابكر فليصل بالناس فقد أجبنا عنه فى وريقات، ولم نذكر ذلك لخوف الإطالة بسبعة أجوبة موجهة إن شاء الله تعالى على المنصف،، اه (ص ٣٠)

ومنها ,, إيقاظ الوسنان ،، فى البحث عن كفاءة قريش بعضهم لبعض ، وقد ذكر المصنف هذا الكتاب فى الدراسة الثانية ،، فى بحث دوران الحكم بدوران العلة فقال

,, وقد جريت قبل هذا بسنين كثيرة على قولهم فى حديث كفاءة قريش فى كتابى ,, ايقاظ الوسنان ،، وكنت أقول بدوران الحكم على العلة مطلقاً فى ذلك الزمان فى كثير من المواضع ، واليوم استغفر الله سبحانه من إطلاق القول

فی ذلک واللہ تعالی یغفر زلاتی الیوم وقبل الیوم وبعده ، بجاه من غفرله ما تقدم من ذنبه وما تأخر ،، اه (ص ٧٨)

وقال فی ,, ذب الذبابات ،،

,, وإیقاظ الوسنان ،، رسالة له ذکر فیها أن الخلفاء الثلاثة رضی اللہ تعالی عنهم والعباس وأولاده ، ونحوهم لیسوا بأکفاء لآل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ولعلی وأولاده رضی اللہ تعالی عنهم ، ورد فیها ما مهده الحنفیة الکرام من قولهم قریش بعضهم أکفاء بعض ، فیلزم منه أن یکون نکاح سیدنا عمر مع ابنة سیدنا علی ونکاح سیدنا علی ونکاح سیدنا عثمان مع ابنتیه صلی اللہ علیه وسلم ونکاح أبی العاص مع زینب الکبری أنکحة بغیر کفوء ، فیجب أن یکون مجرد رأیه فی تلک الرسالة مدفوعاً ومردوداً بما قاله أبو حنیفة وألوف مؤلفة من من مقلدیه من المحدثین والعرفاء باللہ والفقهاء والأصولیین والمتکلمین (ورقة ١٠٦)

وکذا قال الشیخ ابراهیم فی ,, القسطاس المستقیم ،، (ورقة ٥٦)

ومنها ,, غایة الفسخ لمسئلة النسخ ،، وذکره المصنف فی مواضع عدیدة من ,, الدراسات ،، فقال فی الدراسة الحادیة عشرة

,, إنهم ربما یترکون العمل بما فی الصحیحین من الأحادیث ، ویقدمون معارضه علیه لکون المعارض ناسخاً لما فیهما إما نسخاً بالرأی من غیر إجماع من الأمة الذی یسمونه

نسخاً اجتهاديا لم يقل بـه المحققون ، وتكلمت على بطلانه فى فى أجزاء مفردة سميناها ,, غاية الفسخ لمسئلة النسخ،، اه (ص ٣٥٣

وقال أيضاً فى هذه الدراسة

,, النسخ الاجتهادى المعروف فى الفقهاء المتأخرين فهذا الفقير لا يرى ذلك فى اتباع المحققين فإنه لا محوج اليـه عقلاً عند قصور العلم عن وجه الجمع بين الحديثين، وفوق كل ذى علم عليم ، فقد نادى جهاراً بعض الجهابذة وقال ,, ايأت من قفل عليه الجمع بين الحديثين فإنى اتصدى له وليس فى الأحاديث ما أعلم فيه ذلك ، وتأخر أحدهما عن الآخر على ما قاله الحازمى لايوجب القول بـه فالوجه فيما لم يعلم جمعه ، إما الوقفة إلى أن يأتيه العلم وإما بالنسخ عن النبى صلى الله عليه وسلم أو وجه الجمع ، وإما العمل بهما على العزيمة والرخصة ، وقد فصلنا القول فى هذه المسئلة فى أجزاء مفردة على ما أشرنا إليه فيما سبق ،، اه (ص ٣٩١)

وقال فى الدراسه الثالثة فى بحث إستشكال الحديث بالرأى

,, وباقى الكلام فى هذا المقام يطلب من رسالتنا المفردة فى ابطال هذا النسخ،، اه (ص ١١٤)

وقال فى بدء ,, الدراسة الثامنة ،،

,, إن قال قائل علم أنك تقول إن التعارض بين الحديثين على فهم الرجال ، وإن علم تأخير أحدهما لايبيح

الحكم بالنسخ كما بسطته فى رسالة مفردة فى ذلك ،، اه
(ص ٢٠٩)

وإليه يشير العلامة عبد اللطيف فى ,, ذب الذبابات ،، حيث يقول

والمعترض قد ألف رسالة قد حكم فيها بأنه يجب الجمع بين الحديثين وإن كان أحدهما صحيحاً متفقاً على صحته والآخر ضعيفا متفقاً على ضعفه ،، اه (ورقة ٢٢١)

ومنهـا جزء فى الكلام على حديث المصراة حاول فيه إثبات كون هذا الحديث موافقاً للقياس ذكره المصنف " فى الدراسة الخامسة ،، فقـــال -

" وقــد جروا على ذلك فى الحديث المصراة من مسند أبى هريرة رضى الله تعالى عنه وقد أجبنا عنه فى وريقات بمـا يتبين به وفاق القياس بالحديث من غير خافية ،، (ص ٢٠٩)

وقال فى ,, الدراسة الحادية عشرة ،،

" ولم ينقل من أحــد من السلف اشتراط الفقة من الراوى فثبت أنه قول مستحدث ولنا وريقات مفردة فى رد هذا القول ، وأن ترك حديث المصراة بمثل هذا لاينسب إلى أبى حنيفة رحمه الله تعالى والرجوع إليهـا يكفى مؤنة هـذا المقـام ،، (ص ٣٩٢) .

ومنها جزء فى تحقيق أهل البيت المذكورة فى آية التطهير أن المراد منهم الخمسة الطاهرة رضى الله عنهم دون أمهات المؤمنين رضى الله عنهن ، وهـذا الجـزء يشتمل عـلى وريقات ذكره المـصنف فى

" الدراسة الخامسة " فقال

" وهل يدخل فى أهل بيته نساؤه ، أو يتمحض ذلك بالصدق على ولده صلى الله عليه وسلم . ففتشنا عن ذلك فوجدنا فى صحيح مسلم برواية يزيد بن حبان عن زيد بن أرقم فقلنا من أهل بيته نساؤه ؟ قال لاوأيم الله ، إن المرأة تكون مع الرجل العصر من الدهر ثم يطلقها فترجع إلى أبيها وقومها ، أهل بيته أصله وعصبته الذين حرموا الصدقة بعده ، وهذه الرواية عن زيد بن أرقم تفسر الرواية الأخرى عنه فى صحيح مسلم أيضاً ، فقيل لزيد من أهل بيته أليس نساؤه من أهل بيته ؟ قال بلى إن نساءه من أهل بيته ؛ ولكن أهل بيته من حرم عليهم الصدقة بعده ، الحديث ، وتبين أن معنى قوله " بلى إن نساءه من أهل بيته " إن نساءه من أهل بيت سكناه الذين امتازوا بكرامات وخصوصيات كثيرة لا من أهل بيت نسبه ، وإنما أولئك من حرمت عليهم الصدقة ، صرح بذلك الأبى فى شرح مسلم جمعاً من الروايات بل تصحيحا للاستدراك فى الرواية الواحدة بقوله " ولكن أهل بيته " الخ وهذا التحقيق فى تفسير أهل البيت بالحديث الصحيح يعين المراد منهم فى آية التطهير مع نصوص كثيرة من الأحاديث الصحاح المنادية على أن المراد منهم الخمسة الطاهرة رضوان الله تعالى عليهم أجمعين ؛ ولنا وريقات فى تحقيق ذلك مجلد فى دفترنا يجب على طالب الحق الرجوع إليه " اه (ص ٢٣٦ و ٢٣٧)

ومنها " غاية الايضاح فى المحاكمة بين النووى وابن الصلاح " ، وهذه رسالة دمجها المصنف فى " الدراسة العاشرة " من هذا الكتاب حيث يقول

" إن أحاديث " الجامع الصحيح " للإمام أبى عبد الله محمد بن إسماعيل البخارى وكتاب الصحيح للإمام أبى الحسين مسلم بن الحجاج القشيرى رحمهما الله تعالى ونفعنا ببركاتهما . هى رأس مال من سلك الطريق إلى الله تعالى بالأسوة الحسنة بخير الخلق قاطبة ، وقرة عين العامل بالحديث والتمسك الأعظم له فيما بينه وبين ربه ، والنعمة الكبرى عليه من آلاء الله سبحانه ، والمعجزة الباقية من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من حيث حفاظ أسانيدها على مر الدهور إلى زماننا هذا فهى تلو القرآن فى إعجازه الباقى إلى انقراض الدنيا . وليس لعامل الحديث شأن مهم من الدوران حولها فى كل ما يقع له من أمور الدنيا والآخرة فكان من الواجب فى هذا الكتاب الكلام الوافى على كيفية إفادتها العلم ، ولقد سبقت منا بفتح الله سبحانه رسالة فى تحقيق ذلك سميناها " بغاية الإيضاح فى المحاكمة بين النووى وابن الصلاح " ، فأضمنها كتابى هذا لكونها كفاية فى بابه إن شاء الله تعالى " اهـ (ص ٣٠٨ و ٣٠٩)

وحاول المصنف فيها إثبات قطعية ما أخرجه الشيخان فى صحيحيهما تبعاً لابن الصلاح خلافاً للنووى مع كون النووى فوق ابن الصلاح بدرجات ، فقد صرح شيخ الذهبى الإمام الزاهد العلامة مجد الدين

ابن الظهير المعروف بابن الاربلى أنــه " ماوصل الشيــخ تقى الــدين ابن الصلاح إلى ما وصل إليه الشيخ محى الدين من العــلم فى الفقه والحديث واللغة وعذوبة اللفظ والعبارة " (١)

ومنهــا " إبراز الضمير للمنصف الخبير " صنفه لإثبات أن آثار الصحابة لا تقاوم الأحاديث المرفوعة ذكره المصنف فى " الدراسة الحاديــة عشرة " فى ضمن إنتقاد الوجوه التى ترك لأجلهــا العمل بأحاديث الصحيحين " فقال ـ

" الوجه الثانى وهو أدنى من الأول التمسك بآثار الصحابة رضى الله تعالى عنهم ، وأنهــم أعلم بحاله صلى الله تعالى عليه وســلم ، وأعرف بمــا قرر عليه الأمر آخراً فيتركون أحاديث الصحيحين مع الإقرار بأصحيتهــا بتلك الآثار فــلم يلزم من هذا أيضاً خرقهم فى المجمع عليه من التلقى بالقبول ، وأمــا الكلام على وهن هذا التمسك فليس هذا موضعه ، ومن أراد الإطــلاع عليــه فليراجع أجزاءً سمينــاها " بإبراز الضمير للمنصف الخــبير " فــإن فيه مغنى لمن تفطن ثم أنصف " اه (ص ٢٥٥ و ٢٥٦)

وقال فيها أيضاً ـ

" ولقد تكلمنا فى أجزاء مفردة على أن الآثار لاتقاوم

---

(١) الجواهر المضية فى طبقات الحنفية للحافظ عبد القادر القرشى (ج ـ ٢ ص ٣٠٤ طبع مطبعة دائرة المعارف بحيدر آباد الدكن سنة ١٣٣٢ هـ)

المرفوع عند الكل حتى الحنفية أيضاً بأبسط من هذا اه ،،
(ص ٣٩٧)

ومنها ،، أنوار الوجد من منح المجد ،، يبحث فيه عن الأسرار الباطنة على ذوق الصوفية الصافية ذكره المصنف فى ،، الدراسة التاسعة ،، حيث قال -

،، وحمل كلام الله تعالى وكلام رسوله صلى الله تعالى عليه وسلم على محامل الأسرار الباطنة منهم ليس رفضاً للمعنى الظاهر وتأويل الكلمات القدسيه منها إلى غيرها بل إنهم يؤمنون بظواهرها من غير تأويل ويفاض عليهم بواطنها من غير اخراج عما هو حقه من لسانه ، ومن أراد العثور على تحقيقه فى تفصيله فليراجع الى كتابنا ، انوار الوجد من منح الوجد ،، فإن فيه مغنىً إن شاء الله تعالى عن غيره ،، اه (ص ٣٠٢ و ٣٠٣)

وقال فى ،، الدراسة الثانية عشرة ،، عند الكلام على التجلى الالهى ،،

،، وبيان هذه الأسرار محلها كتابنا ،، أنوار الوجد ،، وهذا القدر يكفى منه ههنا ،، (ص ٤٤٢)

ومنها رسالة مفردة فى انتقاد الموضعين من ،، فتح القدير ،، ذكرها فى ،، الدراسة الثانية عشرة ،، فقال

،، وعلى هذا الذى أعتقد فى أهل بيت النبوة انتقد على إمام الحنفية كمال الدين بن الهمام موضعين من كتابه ،، فتح القدير ،، فقد أحرق قلبى بما أفرط فيهم مع وفور علمه وحسن سيرته وشمائله ، فسترنا الله وإياه بجميل عفوه ورحمته بعزهم وجاههم على جدهم وعليهم أفضل الصلوات والتسليمات، أحدهما فى

مباحث الطلاق حيث ذكر قوله صلى الله تعالى عليه وسلم
(لعن الله كل ذواق مطلاق) وحرم بذلك فعله . ثم قال ,, وأما ما فعله
الحسن فرأى منه . . . . وثانيهما فى باب الغنائم حيث
تكلم على قول أبى جعفر محمد بن على الباقر رضى الله تعالى
عنهما فيما أخبر به عن جده على بن أبى طالب رضى الله تعالى
عنه أنه كان يرى سهم ذوى القربى لكن لم يعطهم مخافة أن
يدعى عليه بخلاف سيرة أبى بكر وعمر رضى الله تعالى عنهما
بكلام محصوله كون خبره ذلك خلاف الواقع . . . .
ولقد سبقت منا رسالة مفردة فى إنتقاد الموضعين تكلمنا فيها
على الثانى واستوفينا الكلام فى الجواب عن الإمام الحق رضى
الله تعالى عنه فلنكتف به ،، اه (ص ٤٣٧ و ٤٣٨)

ومنها جزء فى تحقيق معنى حديث (لا نورث ما تركنا صدقة)
نصر فيه تأويل الروافض لهذا الحديث، وحاول تخطئة خير البشر بعد
الأنبياء بالتحقيق سيدنا أبى بكر الصديق رضى الله عنه فأبدى وجوها
باطلة لإثبات توريث الأنبياء زعماً منه أن هذا دفاع عن سيدتنا فاطمة
رضى الله تعالى عنها ذكره المصنف فى ,, الدراسة الخامسة ،، فقال

,, وشهادة حديث عدم الإرث لإصابة أبى بكر الحق
باجتهاده قطعاً ممنوع ، كيف ويلزم على ذلك خطأ الزهراء قطعاً
ومن هان عليه ذلك فما أهونه فى عين أهل الحق من العلماء
المحققين، وشهادة الصحابة بصحة الحديث غير شهادتهم بخطأها
فى تلك المسئلة إذ الحديث ليس نصاً فى مطلوب أبي بكر

إذ لها عن الحديث أجوبة أفردنا فيها وريقات، ومن اعتقده ؛
نصاً وعلم علم البتول به على ما يقطع بذلك ذكره فى المشاجرة
واعتقد مع ذلك إصرارها على رأيها حتى وصلت إلى أبيها صلوات
الله وسلامه عليه وعليها كما يشهد به ظاهر حديث فى البخارى
فقد عالج أمراً عظيماً ونسب إليها الرأى فى مقابلة النص ، وهو
صنيع محرم ولم تكن فى ذلك وحدها بل وافقها على ذلك كبار
الصحابة ، على والحسن والحسين رضى الله تعالى عنهم ،، (ص ٢٤٤)
وكان سبب تأليفه لهذا الجزء على ما قال العلامة ابراهيم فى ،، القسطاس
المستقيم ،، أنه :

،، قال الزرقانى شارح الموطأ ما لفظه ؛ حديث عائشة أم المؤمنين
رضى الله تعالى عنها (لانورث ما تركنا فهو صدقة) بالرفع
قطعاً خبر لقوله فهو ؛ والجملة خبر ما تركنا ، وهذا يؤيد الرواية التى فى
حديث أبى بكر الصديق رضى الله تعالى عنه (ما تركنا صدقة) باسقاط
فهو ، برفع صدقة كما توارد عليه أهل الحديث فى القديم والحديث ؛
خبر المبتدأ الذى هو ؛ ما تركنا وفى الكلام جملتان الأولى فعلية والثانية
إسمية ؛ وادعى بعض الرافضه أن الصواب قراءة لايورث بتحتية أوله
ونصب صدقة على الحال وهو خلاف الرواية ؛ وقد احتج بعض المحدثين
على بعض الإمامية بأن أبا بكر رضى الله تعالى عنه احتج به على
فاطمة رضى الله تعالى عنها ؛ وهما من أفصح الفصحاء وأعلم
بمدلولات الألفاظ فلو كان الأمر كما يقول الروافض لم يكن فيما
احتج به أبو بكر حجة ، ولا كان جوابه مطابقاً لسؤالها ، وهذا

واضح لمن انصف انتهى عبارة الزرقانى، فلما وصل إلى المتبحر عبارة الزرقانى كتب عليه ,, رسالة ،، نصر فيه تأويل الروافض، وشنع على أهل السنة والجماعة، وأعاد الطعن على الصديق الأكبر رضى الله تعالى عنه ولانطيل الكلام ولنكتف على حبة من صبرة قال ـ

,, أقول لادعاء القراءة الأخيرة وجه أى وجه لكل مؤمن بالعترة الطاهرة لاسيما سيدة نساء العالمين كلهن عليها أفضل تسليمات الأرواح القدسية وتحياتها وعلى بعلها وأبنائها فإنه قد ثبت أنها عليها السلام ادعت الإرث بالكتاب المجيد واحتج الصديق الأكبر رضى الله تعالى عنه بهذا الحديث، ومعلوم أن فاطمة على أبيها وعليها أشرف الصلوة والسلام وعلى بعلها وابنيها، تنكبت من تلك الحجة وبقيت ساخطة على حقها من حيث اجتهادها ورأيها الشريف حتى ماتت على ما فى صحيح البخارى، فوجب عنها عليها السلام الجواب عن الحديث وإلا يلزم أن لايكون وجدها ومجدها فى محله، سبحانك هذا بهتان عظيم إلى آخرها ،، اه (ورقة ٦)

ونقل ايضاً فى ,, القسطاس المستقيم ،، عن تلك الرسالة أنه قال فيها ـ

,, وإلى الله سبحانه الشكوى وإلى رسوله وبضعته القدسية وأبنائها أئمة الهدى على ذوبان كبدى، مجتهد من الفقهاء إذا رأى مقلدوه محجوجاً بآية أو حديث يسعون غاية سعيهم فى الجواب عنه حتى لايخرج قوله عن الشريعة ويكون له وجه منها،

فربما يكتبون فى ذلك مما لايخفى بعده ، وربما يرتكب بعض المتجاسرين منهم ما لا يرضى الله به ورسوله من الحكم بنسخ حديث الخصم من عند أنفسهم بما يشبه الشبهة الواهيه عند الأذكياء ، كل ذلك نصرة لإمامهم ، وأن لا يخرج قوله من وجوه الشريعة المطهرة ، ولايلزم من إبداء الوجوه للإمام الازدراء والتخجيل لخصمهم فإن له وجهاً وهذا وجهاً . هذا فى المجتهدين بل فى طبقات مشائخ الفقهاء فما دونهم ، وأما فى فاطمة رضى الله تعالى عنها فهل ثبت عندكم ، أن من قواعد التسنن أن تترك محجوجة مفحمة لا دليل لها ولا جواب عن دليل يرد عليها ، ساخطة على غير الحق ، أو يجب عليكم أن تبدوا لقولها محملاً وجواباً كما تفعلون لفقهائكم أولا يجب ، وإنما يجب ذلك على الرافضة لأنهم المتعينون لحماية العترة الطاهرة ، وإصلاح أقوالهم ودلائلهم ولو فيما تخرج به عند الشريعة المطهرة ،، اه (ورقة ٨ و ٩)

وقد رد العلامة ابراهيم على هذه الرسالة فى ,, القسطاس المستقيم ،،

ومنها ,, مواهب سيد البشر فى حديث الأئمة الإثنى عشر ،، ذكره المصنف فى ,, الدراسة الخامسة ،، عند الكلام على آية التطهير فقال ـ

,, ولما وجدنا هذا فى صحيح مسلم علمنا أنهم (يعنى أهل البيت) أبناءه صلى الله تعالى عليه وسلم فإذا انضم إلى ذلك ما ورد من أخبار فى الأئمة الإثنى عشر مما بسطنا أكثرها فى

المقامات الأربعة من كتابنا المسمى " بمـواهب سيد البشر فى حديث الأئمة الإثنى عشر "، بالترتيب بسطناها ، وما اجتمع عليـه السلف والخلف من غزارة علوم هـذا العدد المبارك ، وخرقهم العوائد ، وما اختصوا به من المزايا الباهرة من بين سائر الرجال الأبطال من هـذه الفئة الفائقة على معاصريها فى كل عصر ، يتيقن بأنهـم الأولى بصدق أحاديث التمسك عليهم من غيرهم (ص ٢٣٧)

وقال فى " القسطاس المستقيم ".

" وألف المخدوم محمـد معين، التسليم ، رسالة أخرى سمـاها " مواهب سيـد البشر "، وحاصل تلك الرسالة تكفير مروان بن الحكم مع أنه من جملة رواة صحيح البخارى، وأن سيدتنا فاطمة والأئمة الإثنى عشر رضى الله تعالى عنهم معصومون كعصمة الأنبياء عليهم السلام ، وأنهم أوصياء الرسول صلى الله عليه وعلى آله وصحبه وسلم ، وأنهم هم المخصوصون بارسال الصلوة والسلام عليهـم بعد الأنبياء عليهـم السلام دون غيرهم "؛ (ورقة ٩)

ورد على هذه الرسالة أيضاً فى " القسطاس المستقيم "، وقد مر بعض ما فى هذه الرسالة نقلاً عن مقدمة " الذب "؛ ومنها " قرة العين فى البكاء على الإمام حسين "، قال فيه ـ

" إن كون الحزن والبكاء والندبة على الحسين فى أيام عاشوراء على جده سيد المرسلين وعليه الصلوات والتسليمات من شعار الروافض

ممنوع ، فقد أخبرنا الثقات المعتمدون أن علماء ما وراء النهر يعتادون ذلك إلى اليوم ،، (،، القسطاس المستقيم ،، ورقة ٢)
ثم قال -

،، وقد يروى في ،، أسد الغابة ،، أن بني هاشم سلام الله وعليهم أجمعين ، لبسوا السواد على الحسن صلوات الله عليه وتسليماته على جده وعليه وأخيه ، سنةً تامةً ، وأقامت عليه نساء هن للنوح شهراً انتهى . وعلم الحسين عليه السلام ، وكفى به قدوةً وإماماً وهادياً ، بذلك اللبس والنوح كالمتفق بالقطع ولو منعهم لانزجروا من غير مهل ، فلما لم يمنعهم دل على التعزية بعد الثلاث بل على إباحة الحداد والنياحة ، ولا يستبعده إلا كل طائش لا يمعن النظر في الدقائق ،، اه (القسطاس المستقيم ،، ورقة ٢)
بل قال فيه -

،، لا والله لو كان صلى الله عليه وسلم حياً لا ستن في هذا الحداد كثيراً مما يغفل عنه فقهاؤكم وقراؤكم ،، اه (،، القسطاس المستقيم ،، ورقة ١)
وصرح فيه أيضاً -

،، أن ذكر الله سبحانه بالمسبحة المأخوذة من تراب كربلاء والسجدة لله عليه محمودان ،، اه (،، القسطاس المستقيم ،، ورقة ١)
وصرح فيه أيضاً -

،، وهذه هي التقية المحمودة التي قال فيها الصادق بن الصادق المصدوق صلى الله عليه وآله وسلم ، التقية ديني ودين

آبائی ،، اهـ (,, القسطاس المستقيم ،، ورقة ١)

وإلى هذه الرسالة يشير صاحب ,, ذب الذبابات ،، حيث يقول ـ

,, وقد صدر عن المعترض فى ,, رسالة ،، له ألفها فى بعض بدعات عاشوراء من جواز النياحة والتعزية بعد الثلاث ولبس السواد وغيرها الـذى أحاديث الصحيحين وغيرهما من كتب الحديث اتفقت على منعه ، جعل الأثر المنقول عن نساء بنى هاشم فى وفاة سيدنا الحسن المجتبى بن على رضى الله تعالى عنهما وهو أثر موضوع مفترى على ما صرح به ابن سعد فى طبقاته ، معارضاً بأحاديث الصحيحين بل أحاديث الصحاح الستة بل بأحاديث جميع الكتب الحديثية التى وجدت على ظهر الأرض مع أنه لم يبين أن الأثر موضوع ،، اهـ (ورقة ٣٤٥)

وقال أيضاً فى بحث ما يتعلق ,, بالدراسة الرابعة ،،

,, وقد اعترف بمحموديتها (يعنى التقية) المعترض فى ,, رسالة ،، له ألفها فى تجويز بدعات عاشوراء متمسكاً فى ذلك بما نسبه إلى القرم الهمام سيدنا جعفر الصادق رضى الله تعالى عنه أنه قال ,, التقيه دينى ودين آبائى ،، ولم يثبت ذلك الأثر عنه رضى الله تعالى عنه أصلاً لابسند صحيح ولا بسند ضعيف بـل هو موضوع مفترى عليه من مفتريات الشيعة حتى أنى سمعت من بعض من كان من الأتقياء عند المعترض أنه أكد علينا حين علمنا فروع التقية فقال : إنكم إذا ذكرتم مغاوية فى مجالسكم ، وفيها واحد من الأغيار وجب عليكم أن تقولوا

بالرضوان عليه على وجه الجهار، ويحرم عليكم التكلم بما سواه، وليكن ذلك منكم بطيب الكلام الدال على طيب النفس ظاهراً وباطناً بحسب الظاهر وعلى التعظيم الأتم الوافر. اهـ ("ذب الذبابات"، ورقة ١٥٩)

وقد رد على هذه الرسالة الشيخ الإمام محمد هاشم السندى فى جزء مفرد سماه "كشف الغطاء عما يحل ويحرم من النوح والبكاء"، ونسخته الخطية موجودة عند الشيخ العالم هاشم جان المجددى "بتندو سائين داد"، من توابع تندو محمد خان بالسند) وكذلك رد عليه حفيده فى "القسطاس المستقيم"، وقد أفرد المحدث محمد حياة السندى أيضاً كتاباً فى رد بدعه التعزية، ذكره القنوجى فى "اتحاف النبلاء"، فى ترجمة الشيخ محمد حياة.

ومنها "الحجة الجلية فى نقض الحكم بالأفضلية"، هكذا سماه فى "القسطاس المستقيم"، وذكره فى "ذب الذبابات"، باسم "الحجة الجلية فى رد من قطع بالأفضلية". (١) قال فى "القسطاس المستقيم":

"وأيضا صنف المتبحر المخدوم رسالة سماها "الحجة الجلية فى نقض الحكم بالأفضلية"، وحاصل رسالته هذه أن الأفضل بعد الأنبياء على ثم عثمان ثم عمر ثم أبوبكر، وأن دلائل أهل السنة أحاد المتن ظنية الدلالة متعارضة فى أنفسها مع أن التعارض يوجب التساقط. فلا دليل لأهل السنة وأن أفضلية على على أبى بكر أوضح حجة وأقوى بينة من عكسه، وأن الحكم بتبديع

---

(١) ورقة ٣٥٥.

من لم يفضل الشيخين على علي أو فضل علياً عليهما جسارة من القول ، وأن دليل أفضلية الخلفاء الثلاثة غير ثابت أصلاً ، وأن أهل السنة هان عليهم جانب أهل بيت النبوة رضي الله تعالى عنهم حتى لينوا أمرهم في أكثر الأمور، ولم يراعوه حق الرعاية ، فإلى الله سبحانه وإلى رسوله عليه وعلى آله أفضل الصلوات والتحيات المشتكى، لم يبق على وجه الأرض من مذهب الأئمة الإثنى عشر الطاهرين أوصياء الرسول وأوليائه صلوات الله وتسليماته عليه وعليهم أجمعين، إسم ولا رسم بحيث لا نرى في كتبكم منهم فتوى ولا رواية ولا أثراً اه (ورقة ١١ و ١٢)

وعلق في ,, ذب الذبابات،، على قوله في ,, الدراسة الأولى ،، (وعن أبي بكر الصديق سيد الصحابة) ما نصه ـ

,, ولا تغتر بقوله بعد أسم الصديق رضي الله عنه ,, سيد الصحابة ،، ولا تغلط به ما ذكرت في المقدمة فإنه صرح في رسالته الموسومة ,, بالحجة الجلية ،، أن علياً من الآل ، وأفضلية أبي بكر إنما هو على الصحابة ، واستدل عليه فيها بقوله تعالى (والذين آمنوا واتبعتهم ذريتهم بإيمان) الآية ،، اه (ورقة ٩١)

وقد جمع في رد هذه الرسالة الشيخ الإمام محمد هاشم التتوى كتاباً سماه ,, بالسنة النبوية في القطع بالأفضلية ،، وكذلك رد عليه العلامة المحدث محمد حياة السندي نزيل المدينة المنورة في تأليف مفرد ، ورد عليه أيضاً في ,, القسطاس المستقيم،، وقال في خاتمة ,, ذب الذبابات،،

" وهـذا ما قال أهل الحرمين الشريفين من العلماء بعد ما رأوا رسالة المعترض المسماة " بالحجة الجلية فى رد من قطع بالأفضلية ""

وقـد طالعنا الرسالة الواردة من نواحى الهند المتضمنـة للبحث مع الأئمة فى الجزم بتفضيل أبى بكر على على رضى الله تعالى عنهما ، وتأملنا فى مبانيها الواقفة على غير أصل ، وتتبعنا النظر فى معانيها التى لم تشتمل على قول فصل فألفينا فيها من الخلل والفساد ، وسوء الرأى والاعتقاد ، ما شهد بابتداع مؤلفها وخروجه عن السنة النبوية واتباعها . وبين أنه مستقر فى ظرف الرفض والاعتزال والتشيع ، وقاطن فى مساكن البدعة ورباعها ، وجاء فيها بحجج لا محجة لها فى قواعد الشرع . وأتى بكلمات لم يستند فيها لأصل ولا فرع . ولولا أن الاشتغال بتتبع ذلك من الفضول وتضييع الوقت . والاعتذـاء به اعتناء بالابتداع الموجب للمقت . لصرفنا إليه عنان العناية ، وأوضحنا ما ارتكبه من الضلالة والغواية ، مع أن مثـل هذا عند أئمة السنة مما علم من الدين بالضرورة لاسيما وقد قام إلى الأمر الأخ الصالح المبارك الناصح أبو عبد الله محمـد حياة السندى ثم المدنى ، ورد تلك الرسالة فى رسالة له عليحدة . فقد طالعناها بأجمعها . ورأينا فيها من الفوائد العجيبة والأبحاث المفيدة الغريبة ما رد كيد ذلك المبتدع فى نحره . وأغرق ضلالته فى بحره انتهى .

ومنها جزء فى إثبات إسلام أبى طالب قال فى " القسطاس المستقيم "

" وأيضاً صنف المخدوم رسالة " حكم فيها بإسلام أبى طالب على خلاف ما عليه جماهير السنة ". (ورقة ٢١)

ومنها جزء فى أثبات التناسخ قال فى " القسطاس المستقيم ".

" وأيضاً صنف رسالة فى تأييد القول بالتناسخ وحقيقته تبعاً للشيخ محى الدين بن عربى، فتلك الرسالة لم يتيسر لى مطالعتها حتى أرد على كل قول من أقواله (ورقة ٢٢)

ومنها " دراسات اللبيب فى الأسوة الحسنة بالحبيب". ولعل هذا الكتاب من آخر تصانيفه وهو من أبدع تآليفه ولقد تلقاه العلماء بالرد والقبول قديماً وحديثاً ، فهذا العلامة محمد عبد الحى اللكنوى الأنصارى الحنفى صاحب التصانيف الشهيرة يتمسك به فى مقدمة كتابة " التعليق الممجد على موطأ الإمام محمد "، فى دفع طعن من طعن على الإمام الأعظم أبى حنيفة بكثرة الرأى قائلاً بأن۔

" اعتقادنا واعتقاد كل منصف فى حقه أنه لو أدرك زمانا كثرت فيه رواية الأحاديث، وكشف المحدثون عن جمالها القناع بالكشف الحثيث، لقل القياس فى مذهبه كما حققه عبد الوهاب الشعرانى فى ميزانه ، وملا معين فى كتابه دراسات اللبيب فى الأسوة الحسنة بالحبيب " ، اه

وينقل عنه فى رسالته المساة " بالإجوبة الفاضلة للإسئلة العشرة الكاملة " ضمن جواب السؤال الرابع ما نصه۔

وفى " الدراسة الحادية عشرة " ، من " دراسات اللبيب " ،
ليس الجرح من كل جارح مما يعتنى به كجرح ابن الجوزى ورميه

الحسان بل بعض الصحاح بالوضع ، وهــذا الدارقطنى القــادح فى الأحرف المبحوث عنها قد طعن فى امام الأئمة أبى حنيفة وضعف ما دار عليــه من الأحاديث بسببه ، وكذلك الخطيب البغدادى وقد أفرط فى ذلك ، ولم يعبأ بهما وبمن حذى حذوهما مــع الاتفاق على توثيقه وجلالة قدره وعظم منقبته التى بهانال العلم فى الثريا انتهى (١)

وكذا ارتضى تحقيقه فى مسئلة النسخ ونقل تلخيصه فى جواب السؤال الخامس ، واستحسن إيراداتــه على الإمـام ابن الهمام ضمن جواب السؤال السابع فى مسئلة الترجيح بما رواه الشيخين حيث قال ـ

" ولم يخالف فيه إلا ابن الهمام وابن أمير حاج العلام ومن تبعهما فى هذا المرام ، وقد تعقب عليه صاحب " دراسات اللبيب " بتعقبات جيدة وإيرادات قوية فليرجع اليه " (٢)

وانتقد عليه فى كتابه " السعى المشكور فى رد المذهب المأثور "

(٣) قوله فى حق الظاهرية " أن الإجماع لايخرق بخلافهم " وكذلك الشيخ عبد الله التونكى ينقل كثيراً من " الدراسات " فى حواشيــه على شرح النخبة وقــد رد عليه تارة " وكذلك سرد النواب صديق حسن القنوجى فى كتابه " اتحاف النبلاء " فى ترجمة داؤد الظاهرى

---

(١) ص ٥٢ ، وهذه الرسالة قد طبعت فى مجموع الرسائل السبع بمطبعة شوكت اسلام بلكنو سنه ١٣١٠

(٢) ص ٥٦

(٣) ص٣٨٩ طبع المطبعة المذكورة فى السنة المذكورة

ما بسط في ,, الدراسات ،، من بيان الفرق بين الظاهرية وأصحاب الظواهر ، وكثيراً ما ينقل عنه في كتابه ,, منهج الوصول إلى علم الأصول ،، وغير ذلك من تآليفه ، وهو ممن يحسن الثناء على كتابه ,, الدراسات ،، فقال في ,, اتحاف النبلاء المتقين باحياء مآثر الفقهاء المحدثين ،، في حرف الدال من المقصد الأول في أسامى الكتب والمصنفين ، ما نصه -

,, دراسات اللبيب في الأسوة الحسنة بالحبيب ،، للشيخ الفاضل المحقق محمد معين بن محمد أمين السندى ، مجلد وسط طبع ببلدة ,, لاهور ،، سنة ١٢٨٤ أوله ، ,, لك الحمد اللهم على أن سقت إلينا من طمطام يم الكتاب رزقاً طرياً ،، واستعمل في هذا الكتاب لفظة الدراسة مقام الفصل والباب ، وجعلها إثنتا عشرة دراسة ، ألفه لإثبات العمل على الحديث الصحيح وترك رواية المذهب إذا خالفته ؛ وهو كتاب جيد في بابه مع متانة العبارة ورشاقة اللفظ (١) وتحقيق المطالب العلية وسرد الأدلة الصحيحة على مدعاه ، غير أنه قد توغل في إبداء ذوق التصوف في هذا الكتاب من دون حاجة إليه ، ومع ذلك فهذا الكتاب كاف واف لافحام الخصم وإلزام المقلدين ،

---

(٣) ووجدت بخط الاستاذ العلامة عبد الحق النافع على هامش نسختي من ,, الدراسات ،، ان عبارته من الحشو والتعقيد مملؤة اه

وللقاضى طلا محمد البشاورى (١) قصيدة فى وصف هذا الكتاب والتحريص فى العمل بالحديث وقـد طبعت فى آخره ، ينبغى مطالعتها ،، (انتهى معرباً من الفارسية)

وقال عبيد الله السندى ،

,, ان الشيخ معين صنف ,, دراسات اللبيب ،، لترجيح طريقة الشاه ولى الله الدهلوى عـلى طريقة الشيخ عبـد الحق الـدهلوى ، وينبغى مطالعة ,, الدراسة الثانية عشرة ،، من هذا الكتاب خاصه ، فإنـه قد كتب فيهـا الرد عـلى ما أورده البخارى فى تاريخه الصغير (كذا فيه والصواب الكبير) من جرح الإمـام أبى حنيفة ، والكتاب قـد طبع بلاهور ، وقام بطبعه أهل الحديث ،، (انتهى معرباً من الاردوية (٢)

وكان طبع هذا الكتاب بلاهور عـلى نفقة محمـد ابراهيم التاجر من شعب البنجابيين الـدهلويين بأمر شيخـه الذى إنتهت إليـه رياسة المنتمين إلى مـذهب أصحـاب الحديث فى عصره الشيخ نذير حسين الدهلوى ، ومما قيل فيه ـ

,, دراسات اللبيب رياض علم * خلت عن كل منقصة ووصم
بنزهتهـا مـروحـة القلـوب * حماها الله عن خطر الخطوب

---

(١) والقنوجى والبشاورى كلاهما ينتميان الى مذهب اصحاب الحديث وينكران تقليد الائمة فى الفروع

(٢) هامش كتاب ,, شاه ولى الله اور ان كى سياسى تحريك ،، لعبيد الله السندى ص ٤٩ طبع لاهور سنه ١٩٤٢ ع

فلله الجزاء لمن تصدى * على تصنيف ذا السفر العجيب
هدى وشفاء لصب مستهام * ومن نار المحبة فى لهيب
تشبث بالحديث فذاك حتم * إذا ما صح من قول الحبيب
ألا ياراغباً فى الدين حقاً * تأمل فى " دراسات اللبيب "

وقال طلا محمد البشاورى يمدح هذا الكتاب ـ

الحمد لله ربى خالق البشر صنعاً من الحمأ المسنون ذى كدر
وفيه أودع من آثار حكمته ما لايحيط به ذو العقل والفكر
حمداً كثيراً خطيراً دائماً أبداً حمداً جزيلاً جميلاً غير منحصر
ثم الصلوة على خير البرية من آياته ظهرت فى الشمس والقمر
وآله الطيبين الطاهرين هم الكرام عزاً وقدراً أى مقتدر
أزكى صلوة تفوق المسك فى أرج وتنشط الروح من أضواعها العطر
كما يحب ويرضى ربنا أبداً ما صاح طير على غصن من الشجر
ثم الرضى عن جميع الصحب قاطبة لاسيما عن أبى بكر وعن عمر
عن ابن عفان ذى النورين بعدهما وعن على محيط العلم والخبر
وبعد بشرى لأصحاب السداد بأن تمت دراسات أهل العلم والنظر
فهذه نسخة مرغوبة طبعت بل روضة قد حوت من زاهر الزهر
راقت وفاقت بحسن الخط واختتمت وبخترت فى العرى فى أجمل الصور
حكت معانيه حورات مجالسها على سرائر من استبرق خضر
خريدة لاترى فى الدهر ثانيها ولم تجد مثلها فى سالف العصر
كأنها الفور فى الخضراء حاملة نوافجاً عبقاً من فورها العطر

مجموعـة لقناع الحق كاشفـة ... صحت وعمت مع الاقبال والظفر
عذراء شنباء عند النطق تنظرها ... تفـتر عن برد رطب وعن درر
يا لائمى عذلاً لوكنت ناظرها ... لصرت من عذلى للعفو معتذرى
كأن وجنتها صبح و طلعتها ... برق تألق فى الظلماء بالسحر
تحكى لوا معها فى النور عن فلق ... وعن شهاب وعن شمس وعن قمر
راح بلاضرر ، صفو بلا كدر ... برق بلا خطر ، نور بلا شرر
تضهى(١) شمائلها شمساً بلا كسف ... تحكى شمائمها عن عنبر الشجر
لو غائص الفكر فيها غاص مجتهداً ... يراه بحراً بلا ضير ولا ضجر
تثبت الحق بالبرهان موضحـة ... على الفؤاد ثبوت النقش فى الحجر
روائح الرند والنـد الزكى لهـا ... تروح الروح من هم ومن فكر
غدا فؤادى بها فى الروح مبتهجاً ... كوردة بسمت من نسمة السحر
كأنها الشمس لاحت من مطالعها ... بدت لنا فى جمال غير مستتر
أو غادة برزت فى زينـة وضيا ... لعاشق دنف فى الوجد والسهر

تنضر الروح من تقرير مطلبها ... كما تنضر وجـه الزرع بالمطر
أطروفـة من معانيها مروحـة ... للروح والعقل والأسماع والنظر
هى الكنوز التى عزت جواهرها ... محفوظة من حلول الحادث الغير
وكم محاسن يهدى الواصفون لها ... مـا بين منتظم منهـا ومنتثر
قالوا ظفرت بما تبغى فقلت لهم ... الشكر لله ربى منجـح الوطر
تصنيف حبر خبير كامل فطن ... من من فضائله داماء ذى ذخر
محمد بن محمد طاب مرقـده ... معين دين الهدى بالمنطق البهر

(١) كذا فى الاصل ،

بحر العلوم إمام العصر شمس هدى　　　عريف أعصاره النحرير فى الخبر

سميدع العصر حبر الدهر بدر دجى　　　فى العلم محتكم فى الزهد مشتهر

هو الخبير الذى فاق الفواضل فى　　　علم وفضل وفى مجد وفى خطر

من ذا يماثله فى الفضل مرتبة　　　مـــن ذا يساهمه فى العلم والفخر

قد أبرز الحق فى هذا فليس هنا　　　حــق بمنكتم صــدق بمستتر

محصوله أن قول المصطفى سند　　　بلا امتراء لأهل البدو والحضر

إذا تعارض قولاً قال قائلــه　　　بلا دليل جليل جاء فى الخبر

فالأخذ حتم بمضمون الحديث ولا　　　يــلام آخذه بــالضير والضرر

ومــن يقدم أقوال الرجال على　　　قول النبى تاه فى بيداء ذى مجر

بلى وعزة ربى لا فلاح سوى　　　تسليم قول النبى بالسمع والبصر

وكل فضل وافضال ومكرمــة　　　لقول سيدنا المبعوث من مضر

نفسى الفدا من مقول فيه حدثنا　　　فذاك فى مسمعى من أطيب الخبر

إن شئت حب رسول الله فادن الى　　　حديثه و دع الجهال فى البطر

لله در لأصحــاب الحديث لقــد　　　شادوا الأصول بلا خوف ولا خطر

وعرفونا صحاحاً من ذوى سقم　　　ونسقــوا فى نظام كل منتشر

وملــكونا ملاك الأمر واحتملوا　　　فى نصرة الدين من بؤس ومن ضرر

أهل التقى والنهى لــولا تأخرهم　　　لجاء أوصافهم فى محكم السور

قوم اذا جودلوا أوزوحموا غلبوا　　　بالنجح وانصرفوا بالفتح والظفر

قدجاهدوا فى قوام الدين واجتهدوا　　　وفرقوا الفرض والمسنون بالخبر

مشيدوا الملــة الغرا بهمتهــم　　　ساعــون لله لا للجـــاه والفخر

عليك أخذاً بأقــوال النبى أبداً　　　فلا تدعها ولا تترك ولا تذر

فإن فيها شفاء للقلوب فلا يغرك اللدغياً من أولى الضرر
سوى حديث النبي والله ليس لنا صدر بمنشرح قلب بمصطبر
ياويح قوم أضاعوا الدين قاطبة ولم يخافوا عذاب الهون فى السقر
ياويلهم نسخوا الأخبار وابتدعوا مسائلا نسجوا بالفكر والنظر
لدعمون أشاعوا بدعة وهوى من عند أنفسهم ياعمية البصر
وينحتون رسوماً عم فتنتها ومالها فى قرون الخير من أثر
ولا يخافون حسباناً إذا بعثوا ويدع داع إلى شئ من النكر
وكم سمعت جسارات لهم سفهاً ومهجتى من ضرام الوجد فى سعر
فما انتهوا من كلام الله قط وان آياته قد حوت من كل مزدجر
نعوذ بالله من سوء الخصال لهم هم الشياطين فى زى من البشر
لا أقدر المنع فى شئ وأنكره وذاك من أضعف الإيمان فى الخبر
إلى المهيمن شكوى الظلم ثم إلى نبينا المصطفى المنعوت فى الزبر
هيهات كيف يرومون الفلاح وهم على شفاجرف هار من السقر
صم وبكم وعمى فى الضلال فهم لا يعقلون تميز النفع من ضرر
قوم قد اتخذوا الأحبار آلهة من دون رب العلى ياسوءة البطر
فقل أعوذ برب الناس من خطر الوسواس خناسهم ياتى إلى البشر
وإنما شكوتى زادت لضيعتهم ديناً فويماً بلا بأس ولا حذر
وعدوهم فى قفار تب سائرها تيهاً بعيداً بلا ماء ولا شجر
دليلنا من كتاب الله عزوجل وقول أحمد هدى غير ذى دعر
للذكر قد يسر القرآن خالقنا فهل لآياته البيضا بمدكر
ياويح عارض بدع ساء منظره إن رمت خيراً فكن جداً على حذر

يا نفس لا تقنطي من كربة وعنا ... فكلما قدر الديان بالقدر
فاليسر مقترن عسراً بلا مهل ... والصفو يأتي على الأكدار بالأثر
لا تأتين أموراً ماروى سلف ... إذ كل بدع ضلال جاء في الخبر
الحمد لله حمداً لا نفاذ له ... سبحان ربي منيع القول والقدر
مدبر الأمر في الأعصار مرحمة ... مكور الدهر بالآصال والبكر
تبارك الله ليس العقل يدركه ... ولا يحاط له بالفكر والنظر
ثم الصلوة على فخر الورى شرفاً ... محمد جاء بالآيات والنذر
آياته أشرف الآيات باهرة ... ودينه أقوم الأديان في العصر
وكم له معجزات جل رتبتها ... تفصيلها جاء في الأخبار والسير
يانفس جودي وعودي بالنقي عجلاً ... إلام تمرغ في جعر و في قذر
ما استافقت نفسي الوسني وما انبتهت ... إلا وعند حلول الشيب والكبر
خشيت أمري لا دائي بمنصرم ... ولا خطائي وإسرافي بمغتفر
لكن عفوك يا رحمن أوسع من ... ذنبي وان كان يردنبي من الخطر
اغفر بجودك عفواً سيئات ,, طلا ،، ... وارحم على فاقتي يارب وانتصر
ما شان عزك ربي أن تجاوز عن ... عبد كثير الخطا للعفو مفتقر
أقول في الختم ما قد قلت متبدءاً ... الحمد لله ربي خالق البشر

وله أيضا

راحت سليمي فقلبي اليوم في قلق ... ومهجتي من لهيب الوجد في حرق
علياء في نسب غيداء في طرب ... كمياء في شنب كحلاء في حدق
اذا بدت في أناس قال قائلهم ... سبحان من خلق الانسان من علق
فبارك الله في حسن إذا طرحت ... على المناكب فوديها ذوى الحلق

كأنها الصبح فى نور و فؤدتها ... سرادق الليل قد سيطت على الفلق
البين أرقنى والوجــد أحرقنى ... والقلب فى دهق والعين فى أرق
كأننى تحت أقــدامى لنى جمر ... لا أستطيع على حال من القلق
أفنى الهوى طاقتى حتى لواعجها ... لم تبق من مهجتى شيئاً سوى رمق
وكم حجرت عيونى عن مغازلــة ... فـكلـما حل بى من آفة الحدق
عوجا زق دمعة فى حسرة وجوى ... يــاعين ذات انهال على نسق
على انطماس رسوم العلم قاطبة ... ثم اختلافات أهل العصر والفرق
أضحت مرا سم علم الدين عافية ... من وابلات وطيشات ذوى الصعق
فبينما كنت أشكو فاقتى أسفــاً ... فيما فؤادى من ريب المنون اتى
إذ طابت الأذن من ذكرى مكرمة ... صحيفة فاقت الأزهار فى عبق
إلف بلا أسف كنز بلا تلف ... شمس بلا كسف بدر بلا بهق
وغيرها من طروس لا يماثلها ... فى ندرة النظم أوفى جودة النسق
إذا أسفرت عن ضياء الصبح طلعتها ... وأظهرت عن سنا برق وعن شفق
أوراقها تخطف الأبصار بارقة ... كأنها صفحات التبر من ورق
شمس السنا والهدى فى لمعة وضيا ... نور التقي والتقى بالمنظر الطلق
تصنيف حبر خبير بــارع فهم ... عريف أقرانه فى الخلق والخلق
معين دين الهدى من من براعته ... فاق الخلائق فى علم و فى ذلق
جزاه ربى خيراً دائماً فلــه ... حسن الثناء إلى يوم التناد بقى
وكم جهول ترى فى الغى جاحده ... و يزدرى فضله جهلاً من الرهق
إذا لقيت لمن عاداه من سفه ... فقل أعوذ برب الناس والفلق
يامعرضاً عن أحاديث النبى سفهاً ... لتركبن طباق السوء عن طبق

لا يستفاد بقول قال معرصها شتان بين طلوع الشمس والغسق
ولا دواء لأهل الجهل عند نهى أعيى المسيح علاج الجاهل الحمق
يارامقا فيـه سل لله مرحمـة لطابع ماهر الاصلاح والأنق
إذا اطلعت على وصم ومنقصـة فكن عفوا بلا لوم ولا حنق
أصلح و لاتلك طعاناً لـكاتبـه إن الكرامة فى صفح بلارهق
وبعد إن شئت قل لله در طلا مؤرخ الطبع والترتيب والنسق
زد واحداً ثم قل تاريخ مختمها طبع الدراسات اجتنى من القلق

وقد انتدب للرد على هذا الكتاب والانتقاد عليـه قديماً بلدياه العلامـة عبداللطيف التتوى فصنف مجلداً ضخما سماه ,, ذب ذبابات الدراسات عن المذاهب الأربعة المتناسبات ،، وابنه العلامـة ابراهيم وسماه ,, القسطاس المستقيم فى الجواب عما وقع للفاضل المخدوم محمد معين ,, التسليم ،، مـن السقطات الواهيـة والقول السقيم ،، والقسطـاس لا يختص برد الدراسات فقط بل رد فيه عليها وعلى بعض الرسائل المذكورة فبدأ أولا برد ,, قرة العين فى البكاء على الإمام حسين ،، ثم برد رسالته التى صنفها لنصرة تأويل الروافض فى معنى حديث (لا نورث ما تركناه صدقـة) ثم برد ,, مواهب سيد البشر ،، ثم برد ,, الحجة الجليـة ،، ثم برد ,, الدراسات ،، والنسخة التى من هذا الكتاب فى مدرسـة ,, مظهر العلوم ،، بكراتشى قد انتهت أثناء أنتقاد الدراسة الخامسة فالله أعلم هل تم الكتاب أم قد إنتهى إلى حيث انتهى .

ثم لمـا طبع هذا الكتاب وشاع ، كتب أهل دهلى

مكتوبا إلى حضرة السيد نذير حسين الدهلوى سموه ,, الاستفسار عن عن صاحب المعيار،، يستفتونــه فى ,, الدراسات،، وغيرها وهاك نصــه -

,, حامداً ومصلياً إلى حضرة المولوى محمد نذير حسين المؤقر -

وبعد فإنا أهل دهلى حنفيون منــذ زمــن قديم ، وقد مضى على هذا المذهب اصاغر علمائنا وأكابرهم حتى أن الشيخ ولى الله والشيخ عبدالعزيز والشيخ محمد اسحق أيضاً كانوا من الحنفيــة يدل عليــه عملهم فى العبادات والمعاملات وقد صرح عالمكم النــواب صديق حسن خان الموقر فى ,, الاتحاف،، والمولوى محمد يسين فى هامش ,, الطريقــة المحمدية فى ترجمة الدرر البهيــة ،، أن الشاه ولى الله والشاه عبدالعزيز كانا من العلماء الحنفيــة ،، وفى هــذا العصر أيضا جميع العلماء فى ,, دهلى ،، حنفيون حتى أنكم أيضاً تعدون نفسكم حنفى المذهب ويشهد عليــه نصكم فى ,, المعيار،، أيضاً وهو هذا ، (إن إمامنا وسيدنا أبو حنيفــة النعمان) الخ ، والحكام أيضاً يحكمون فى القضايا على وفق فقه الحنفية وترجمة ,, الهداية ،، فى الفقــه موجودة فى ديوان الحكومة ، ويسمونها بقانون الشرع المحمدى ، فكتاب ,, الدراسات ،، التى رغبتم قلندر بخش التاجر على طبعها فطبعت بلاهور وكثر الشغب بها فى دهلى ونواحيها ، وظن الحنفية بل سائر أهل السنة على ما قرر فى باب المكائد من ,, التحفة

الإثنا عشرية ،، أن مؤلف الدراسات ،، رافضى تزيأ بزى المحدثين تقية، فقد قال فى باب المكائد من " التحفة الإثنا عشرية ،،
(١) الكيد الثلاثون من الرفضة أن بعضهم يسعى فى هدم المذاهب الأربعة لأهل السنة والجماعة بأنه، يبطل المذهب الواحد سراً والثلاثة علانية فقد رأيت كتاباً أبدى مصنفه أنه شافعى ثم أخذ يثبت مذهب الإمام الشافعى ببراهين ضعيفة وأقيسة واهية وينقض على المذاهب الثلاثة ثم نقض على مذهب الشافعى أيضاً بالأحاديث، وهذا كيد غامض ربما يغتر به عالم سنى إنتهى وقال فيه أيضاً " الكيد الرابع والثلاثون ،، أنهم ينقلون فضائل الخلفاء الأربعة من كتب أهل السنة ويدرجون فيها بعض مثالب الخلفاء الثلاثة لكى يظن العوام من أهل السنة ناقلها سنياً ويترددون فى مذهبهم بسبب نقله المثالب انتهى فنحن على ثقة أن صاحب " الدراسات ،، أيضاً مشى على هذا الممشى فأورد فى كتابه من فضائل أئمة السنة لا سيما إمام الأئمة الإمام الأعظم رحمه الله فقد كتب فى

---

(١) وهذا الكتاب من تصانيف الشيخ الاجل الشاه عبد العزيز بن الشاه ولى الله الدهلوى رحمهما الله تعالى وهو من احسن ما الف فى الرد على الشيعة الاماميه كشف فيه عن حال الشيعة وبيان اصول مذاهبهم وبيان اسلافهم ورواة اخبارهم واحاديثهم ونبذ من عقائدهم وقد التزم فيه ان لا ينقل شيئا من حال الشيعة وعقائدهم الا من كتبهم الشهيرة المعتبرة فلله دره وعلى الله اجره .

ذكر مدائحه ومناقبه ورد طعن الطاعنين عليه نحو تسع عشرة ورقة أوله (الدراسة الثانية عشرة فى إبداء حسن الطوية إلى الإمام الأجل أبى حنيفة ولزوم التأدب به وبمذهبه والذب عنه ورد ما قيل فيه) الخ . وقال (ومالى لا أعرف حقه ، وقد ربيت أنا وآبائى على موائد علمه وأدبه وعبدنا الله سبحانه وأطعنا رسوله ، صلى الله عليه وسلم على هداه وسلكنا هذا الطريق المبارك على ممشاه ومسلكه . . . . ، فله رحمه الله تعالى علينا من الأيادى الباسطة التى لم نقدر على وفاء حقها نسأل الله سبحانه أن يجازيه عليها عنا (١) وقال (والتحقيق من مذهب الإمام الأجل أبى حنيفة أيضاً تقديم الضعيف على القياس (٢) وسرد لذلك أمثلة ثم قال (خلافاً للشافعى فإنه أخذ بالقياس) (٣) وقال (ومن أمثلة ذلك مسح الرقبة فى الوضوء فإنى لم أجد له مستنداً مرفوعاً ولا موقوفاً ومع ذلك لا أتركه) (٤) يعنى لحسن الظن بالإمام الأعظم لعله قد بلغه الحديث فى هذا الباب ، ومع سرد هذه الفضائل ضعف المذاهب الأربعة أولاً وآخراً اتباعاً للسنة وتحقيقاً للعمل بالحديث، وقرر فى وسط الكتاب عصمة

---

(١) ص ٤٠٣ , ٤٠٤

(٢) ص ٣٩٩

(٣) ص ٤٠٠

(٤) ٤٠٧

الأئمة الإثنى عشر وفاطمة الزهراء ، وقال ، باستحالة صدور الخطأ عنهم وأثبت خطأ الصديق الأكبر وسائر الصحابة بازائهم فرد مذهب أهل السنة بالكلية ؛ وحكم على الأحاديث التى جاءت فى فضل الصحابة وسيما فى فضل الشيخين بالضعف والوضع مع كون هذه الأحاديث فى الصحاح وتأولها تأويلاً لا يقبله العقل السليم ، اللهم احفظنا من هذه المكائد ، فننقل بعض ما فى « الدراسات » ونسئل حضرتكم ماذا تعمل الحنفية فيها ، وهل أنتم تعتقدون صحتها أم لا (وهى هذه)

(المسئلة الاولى) إن أبا بكر الصديق والصحابة الذين خالفوا فاطمة وعلياً كلهم كانوا على الخطأ ونصه (فإن قلت إذا كانوا - أى الأئمة الاثنا عشر وفاطمة معصومين فلم اختلف القرن الاول من الصحابة مع على حتى خالفه ابن عباس فى بعض المسائل ، وخالفه أكثر الصحابة لما توقف عن البيعة ، وخالف أبوبكر سيدة نساء العالمين فى دعواها الإرث ، وشهد باصابة أبى بكر عدم إرث الأنبياء الحديث ووافقته الصحابة ، قلنا إن من خالفه فهو مخطئ ، وشهادة عدم الارث ممنوع ، كيف ويلزم على ذلك خطأ الزهراء انتهى . (١) وهذا عين معتقد الروافض حيث يقولون بإمامة الإثنى عشر وعصمة الأربعة عشر خلافاً لفقهاء أهل السنة ومحدثيها .

(المسئلة الثانية) إن الأئمة الإثنى عشر وفاطمة

---

(١) راجع ص ٢٤١ حتى ٢٤٤

الزهراء كلهم معصومون بحيث يستحيل صدور الخطأ عنهم وهاك نصه (فصدور الخطأ عن المهدى مستحيل ، فالفرق بينه وبين الرسول أن الرسول قام على عصمته الدليل العقلى والمهدى قام على عصمتـــه شهادة المعصوم عن الخطأ عقلاً فاشتركا فى استحالة الخطأ وامتناع صدوره عنها ، (١) و هذا عجيب أن عصمة رسول الله صلى الله عليه وسلم عقلى وعصمة المهدى نقلى فلينظر فضيلتـكم هل فى مذهب أهل السنة والجماعة إثبات العصمة لغير نبى ، وقـــد صرح الشيخ عبدالعزيز رحمه الله فى الباب العاشر من "التحفـــة الإثنا عشرية" أنه ليس من مذهب أهل السنة إثبات العصمة لغير نبى انتهى .

(المسئلة الثالثة) إحياء محبى أهل البيت فى زمن المهدى وفوزهم فى حضوره ونصه (ولقد اخبرت من بعض أهل العلم (٢) أنه قال من مات على الحب الصادق لإمام العصر ولم يدرك

---

(١) ص ٢٣٠

(٢) قال العلامة عبداللطيف السندى فى "ذب الذباباب"

واظن ان مراد المعترض ههنا ببعض اهل العلم هو الشيخ الرافضى الذى كان من احباب المعترض فى الايام التى كانت الحكومة فيها فى بليتنا هذه لبعض الرفضة الملعونة السابقة ، وكان يحب المعترض حباً كثيراً ، ويراعيه بالالوف الكثيرة من النقود ، ويجئى فى بيته فى الضيافات ، وكان ذلك الشيخ الرافضى معظماً عنده ، وصديقاً صادقاً لهذا المعترض ، وكان هو الشيخ النجدى فى نفس الامر" (ورقة ٢٥٨)

أوانه اذن الله سبحانه أن يحييه فيفوز فوزاً عظيماً فى حضوره من نوره وهذه هى الرجعة فى عهده عليه السلام ؛ (١) والرجعة عقيدة مشهورة للرافضة رد عليها علماء السنة قال النووى فى شرح مسلم الرجعة باطلة تعتقدها الروافض .

(المسئلة الرابعة) حكم على حديث "أصحابى كالنجوم". بالوضع نظراً إلى إثبات العصمة لأهل البيت ، وقال فى حديث "اقتدوا بالذين من بعدى أبى بكر و عمر" ، أنه يفيد إباحة اقتداء الشيخين دون الوجوب أوالاستحباب ، ونصه "حديث الأول موضوع وإلا لكان قوله إهتديتم فيه خاصة مما يدل على عدم خطئهم ، والثانى فيه جواز الإقتداء بهما وهو لا يقتضى عدم خطأهما بل بلوغهما درجة ممن يتبع" ، انتهى (٢) وحديث "أصحابى كالنجوم"؛ موجود فى "المشكوة" ، وقد صرح القاضى ثناءالله البانى بتى المحدث فى "السيف المسلول" ، (أن متنه مشهور ، وقد رواه البيهقى بأسانيد متنوعة يرتقى بها إلى درجة الحسن اه) والحديث الثانى قد ورد حيث قال صلى الله عليه وسلم (إنى لا أدرى ما بقائى فيكم فاقتدوا بالذين من بعدى وأشار إلى أبى بكر و عمر)

(المسئلة الخامسة) الجمع فى الحضر بين صلوتى الظهر والعصر ، والمغرب والعشاء

فنحن نخشى أن تميل العامة إلى الرفض فضلاً عن ترك

---

(١) ص ٢٥١

(٢) راجع الكتاب ص ٢٤٠

التقليد ، والرجاء من فضيلتكم أن تتفضلوا علنيا بالجواب عــن هذه الأسئلــة (انتهى معرباً من الأردويــة) (١)

ولم يجب صاحب ,, المعيار ؛؛ عن هذه الأسئلــة فيما نعلم ، وقال الشيخ العالم محمد شاه (٢) فى ,, مدار الحق فى الرد على معيار الحق ؛؛

,, ولا يخفى أنى سمعت أيام تصنيفى لـكتابى ,, مدار الحق فى الرد على معيار الحق ؛؛ أن صاحب ,, المعيــار ؛؛ يطبع كتاباً آخر لتأييد معياره ، وكتب إلى المولوى مخدوم الموقر فى

---

(١) ,, الاستفسار عن صاحب المعيار ؛؛ من ص ١ حتى ١٢ طبع مطبعة احمدى بدهلى ،

(٢) هو الشيخ العالم البارع المفنن محمد شاه الصديقى الحنفى من اجل تلامذة السيد محبوب على تلميذ اصحاب الامام المحدث عبدالعزيز بن ولى الله العمرى الدهلوى ، كان سيفاً قاطعاً على اللامذهبية ، وله اليد الطولى فى الخلاف والباع الممتد فى الفقه والحديث والاصول كان عالماً فاضلاً مناظراً اخذ عنه الشيخ فقير محمد الجهلمى صاحب حدائق الحنفية وصنف التصانيف الحسنة منها هذا الكتاب الذى كشف فيه الستار عن عوار صاحب ,, المعيار ؛؛ صنفه نقضا على انكاره تقليد الائمة المتبوعين ,, والبلاغ المبين فى اخفاء التامين ؛؛ ,, واعتراضات اهل السنة على مسائل اهل البدعة ؛؛ وهذه الثلاثة فى الاردوية ، و ,, عمدة الاصول فى حديث الرسول ؛؛ بالعربية وهو كتاب نفيس فى علم مصطلح الحديث ، وتوفى رحمه الله يوم السابع والعشرين من شهر رمضان المبارك سنة خمس وثلاث ومائة بعد الالف ،

هذه الأيام من لاهور مكتوباً ، فيه أن صاحب ,, المعيار ،، أرسل تلميذاً له لطبع كتاب ,, دراسات اللبيب ،، وأظن أن ,, مصنف الدراسات ،، رافضي فعليك بمطالعة هذا الكتاب ،، اه ثم جاء محبي القديم وصديقي الحميم المولوى أمير حسن السهسوانى وأقام بمنزل عبدالعزيز بن الحاج على جان الموقر وذهبت لزيارته فإذا صاحب ,, المعيار ،، قد شرف بقدومه أيضاً ، ونسخ ,, الدراسات ،، موضوعة هناك نحو مائة أو مائتين . وصاحب المعيار يثنى على كتاب ,, الدراسات ،، ثناء بليغاً ، فأشار إلى المولوى أمير حسن وعبدالعزيز أن أؤلف فى الرد على هذا الكتاب أيضاً وقال صاحب ,, المعيار ،، لا تعرضوا هذا الكتاب عليه فينكسر قلب هذا البائس ، ثم دفع إلى عبدالعزيز نسخة من هذا الكتاب باشارة المولوى أمير حسن الموقر وذهبت بعد يوم أو يومين إلى حضرة صاحب ,, المعيار ،، فى مسجده وقت العصر، فاطرى صاحب ,, المعيار ،، فى الثناء على كتاب ,, الدراسات ،، حتى رجحه على ,, معياره ،، فقلت له إن كتابكم ,, المعيار ،، يرجح عليه وبينت له وجه ترجيحه أيضاً فقال حسن ولكن هذا الرجل يعنى صاحب ,, الدراسات ،، محقق كبير وله نظر على الكتب ، وبالجملة لما قمت من عنده ورجعت إلى بيتى ونظرت فى ,, الدراسات ،، نظرة عاجلة ، علمت أن جامعه رافضى فى زى سنى تزيأ باللامذهبيـة لإضلال أهل السنة والجماعة فأشار إلى اكثر معتقدات الروافض وأهل

الهوى وفروعهم ، ولما كان سردها جميعاً والرد عليها متعذراً بوجوه عديدة أذكر نبذاً من معتقدات هذا الدراسي التي هي عقائد الرافضة وأهل الهوى دون عقائد أهل السنة والجماعة روماً للاختصار مقتصراً على قدر الحاجة لا جميع الواهيات التي شعب بها هذا الدراسي في إثبات هذه العقائد الباطلة ،،

ثم ذكر من معتقداته واحداً واحداً وأطال في الرد عليها ، وفي سرد جميع ذلك كله فلنقتصر على ذكر الأمور التي انتقد عليها من غير ذكر الرد . فمن شاء الاطلاع على ذلك فليراجع إلى الكتاب المذكور .

فمن ذلك إنكاره الإجماع بأن لا إجماع بدون إمام من أئمة أهل البيت كما هو مذهب الرافضة حيث قال في "الدراسة السابعة"، في مسئلة الجمع بين الصلاتين في الحضر -

" وممن لم يحمل جواز الجمع في الحضر على أدنى حاجة واتخذه مذهباً رأساً من غير عذر الإمام الحق الصدق الصديق الصادق عليه السلام ؛ ومذهب واحد منهم مذهب باقيهم كما قال أبوه باقر حقائق الوجود كله ، لا يصدر عن أهل بيت على إلا عن رأيه ، ولو فرضنا وجود الإجماع على خلاف هذا الحديث ؛ وقد عرفت بطلانه فلا إجماع بمخالفة أهل البيت ،، (ص ٢٧٥)

ومنها الجمع بين الصلاتين بأنه يجوز الجمع بين صلاتي المغرب والعشاء والظهر والعصر في وقت احد لهما مستمراً على

ذلك بطريق العادة من غير عذر ولا حاجة كما مر آنفاً من مذهب أهل البيت.

ومنها عصمة الأئمة الإثنى عشر وفاطمة بأنهم معصومون عن الخطأ ويستحيل ويمتنع صدور ذلك عنهم حيث قال في "الدراسة الخامسة" في بحث عصمة المهدى.

" فلا وجه لأن يمترئ من له أدنى إنصاف أن الأئمة الإثنى عشر من أهل البيت وفاطمة الزهراء عليهم السلام معصومون كالمهدى عليه السلام" (ص ٢٣٨، ٢٣٩)

وقال -

" ان من أقر بصحة حديث التمسك ألزم بعصمة الأئمة حتى استحالة صدور الخطأ عنهم كالمهدى عليه السلام" (ص ٢٤٠)

ومنها أن المراد بأهل بيت النبي صلى الله عليه وسلم الخمسة الطاهرة الخمسة دون أزواج النبي صلى الله عليه وسلم كما هو معتقد الروافض خلافاً لأهل السنة والجماعة، حيث قال في "الدراسة الخامسة" -

" يعين المراد منهم في آية التطهير مع نصوص كثيرة من الأحاديث الصحاح على أن المراد منهم الخمسة الطاهرة" (ص ٢٣٧)

ومنها اعتقاده الرجعة وقد مر نصه في هذا الباب آنفاً نقلاً عن "الاستفسار عن صاحب المعيار" -

ومنها إنكاره عن حجية القياس حيث قال فى " الدراسة الأولى " -

" وقال جماهير أصحاب الظواهر ومشائخ الحديث وداؤد الظاهرى لم يرد الشرع بالتعبد به بل منع العمل بالقياس فكان باطلاً، وللكل قدوة حسنة فى ذلك بالأئمة الإثنى عشر من أهل البيت حيث كانوا لا يرون القياس. روى عن الإمام جعفر الصادق عليه السلام أنه قال لأبي حنيفة بلغنى أنك تقيس لا تقس فإن أول من قاس إبليس - ومذهب بعضهم مذهب الكل. كما لا يخفى على من أحاط ببعض خصائص أحوالهم ، فإذا كان مذهب أئمة أهل البيت ومشائخ الحديث تحريم القياس فعدم الاعتناء بهذا الجانب اجتراء "

ثم قال فى آخر هذه الدراسة -

" هذه الأبحاث فى نصرة نفاة القياس " (ص ٦٨)

وقال فى " الدراسة الثانية عشرة " -

" فاعلم أن الائمة الطاهرين عليهم السلام يحرمون القياس ولهذا لما دخل أبو حنيفة على جعفر بن محمد عليه السلام قال ، لـه ، بلغنى أنك تقيس لا تقس فإن أول من قاس إبليس " اه (ص ٤٣٧ و ٤٣٩)

فأثبت أن الأئمة الإثنى عشر معصومون عن الخطأ وصدوره عنهم مستحيل وممتنع ، ثم أثبت أن مذهب الأئمة الإثنى عشر حرمة القياس. فحرم القياس قطعاً كما هو معتقد الروافض

خلافاً لأهل السنة والجماعة فإن القياس عندهم حجــة شرعية بالاتفاق ودلائله مذكورة في كتبهم .

ومنها أن الإلهام حجة شرعية حيث قال في " الدراســة الثانيــة عشرة " -

" فاعلم أن الأئمة الطاهرين يحرمون القياس .....
وإنما عملهم على النصوص والكشف والإلهام " اهـ (ص ٤٣٩)

ومنها ان الكشف حجة شرعيــة أقوى من الاجتهاد . حيث قال في " الدراسة الأولى " في بحث القياس .

فمن قلد مجتهداً يقلده لقوة دليله عنده أو لحسن اعتقاده إليه فكذلك من يقلد صاحب الكشف يقلده لظهور صدق كشفه أو لحسن ظنــه ، فإن الكشف أقوى مــن كل أسباب العلوم بعد الوحي " اهـ (ص ٥٢ و ٥٣)

وقال في أواخر " الدراسة الحاديــة عشرة " -

" والكشف ولا يطلق إلا على المطابق للواقع حجــة على الكاشف وغير الكاشف ممن اعتقده والتزم اتباعه ، وتقليده كالإجتهاد على المجتهد وغير المجتهد ممن يعتقده والتزم تقليده بل العلم الحــاصل بالكشف أقوى مــن العلم الحاصل بالاجتهاد وهذا في عموم ما يكشف به العارفون كشف يقظــة لا نوم اهـ (ص ٣٧٢)

ولم يقل إمام من أئمــة أهل السنــة أن الكشف حجة شرعية .

ومنها أن أهل الكشف حاضرون فى كل حين عند النبي صلى الله عليه وسلم فإذا احتاجوا إلى مسئلة سألوه صلى الله عليه وسلم مشافهة حيث قال فى ,, الدراسة الخامسة ،، .

,, لا سوغ القياس فى موضع يكون فيه الرسول موجوداً ، وأهل الكشف النبي صلى الله عليه وسلم عندهم موجود فلا يأخذون الحكم إلا عنه صلى الله عليه وسلم ، ولهذا الفقير الصادق لا ينتمى إلى مذهب إنما هو مع الرسول الذى هو مشهود ، كما إن الرسول مع الوحى الذى أنزل عليه اه (ص ٢٢٦)

وهذا باطل بداهة لأنه لو كان الأمر كذلك ما اختلف الأئمة المجتهدون والخلفاء الراشدون والصحابة الكبار فى مسئلة لأن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم موجود عندهم على زعمه فإذا احتاجوا سئلوه .

ومنها أن العارفين يسئلونه صلى الله عليه وسلم عن صحة الحديث واختلاقه والنبي صلى الله عله وسلم يخبرهم بصحته وإن كان الحديث عند الحفاظ موضوعاً وصرحوا بوضعه وكذلك بوضعه وإن كان الحديث عند الحفاظ صحيحاً وحكموا عليه بالصحة وليس عليهم اتباع إمام من أئمة الدين فى الأحكام حيث قال فى ,, الدراسة الخامسة ،، -

,, بل حرم بعض المحققين على جميع أهل الله القياس لكون رسول الله صلى الله عليه وسلم مشهوداً لهم فإذا شكوا فى

صحة حديث أو حكم رجعوا إليه فى ذلك فأخبرهم بالأمر الحق يقظة ومشافهة ، وصاحب هـذا المشهد لا يحتاج إلى تقليد أحد مـن الأئمـة غير رسول الله صلى الله عليـه وسلم ،،
(ص ٢٢٥)

وقال قبيل ذلك -

" وذلك لمـا قرع سمعك فيما مضى أن العارفين ربمـا يصححون حديثـاً حكم فيه الحفاظ بالوضع ، وربمـا يحكمون بوضع ما حكموا بصحته ،، اهـ (ص ١٨٩)

وهذه العقيدة هى أصل فساد الدين : فـإنه لو كان الأمر على ما قال لادعى من شاء ماشاء ، ولو صح ذلك لمـا اختلفت الصحابة فيما بينهم ولسألت فاطمة عن النبي صلى الله عليـه وسلم فى مسئلـة الميراث ، ولمـا خالفت أبابكر فى هذه المسئلـة وكذلك ما خالف ابن عباس علياً فى بعض المسائل -

ومنها تخطئة الصحابة عليهم الرضوان بأن من خالف منهم علياً وفاطمـة على الخطأ لأن أهل البيت معصومون دون الصحابـة حيث قال فى " الدراسة الخامسة ،، -

" فإن قلت إذا كانوا معصومين فى الحكم بدلالة الحديث المذكور فلم اختلف أهل القرن الأول مـن الصحابـة مع على مع أنه أفضل العصبـة الكريمـة حتى خالفه ابن عباس فى بعض المسائل ، وخالفه لمـا توقف عن البيعـة أكثر الصحابـة وخالفه طلحة والزبير وعائشة ومن كان مع معاوية ،

وخالف أبو بكر سيدة نساء العالمين فى دعويها الإرث ، وشهد بإصابة أبى بكر فى اجتهاده الحديث المنصوص فى عدم إرث الأنبياء عليهم السلام ، ووافقه فى ذلك الصحابة وشهدوا بسماع الحديث عن النبى صلى الله عليه وسلم مع علمهم بهذا الحديث وهذا كله يدل على أن الحديث لا يدل على عصمتهم إذ لو كان لما وقع هذا بأسره .

قلنا إن علم الحديث لكل من خالف علياً وغيره من العصبة المقدسة ممنوع ، وقول النبى صلى الله عليه وسلم فى على خاصة " على مع القرآن والقرآن مع على " ، وقوله صلى الله عليه وسلم فى الحديث الصحيح يوم خم غدير " أدر الحق معه حيث دار " ، وأمثال ذلك هو أصل تمسك الصحابة ولمن بعدهم فى الإجماع على أن من خالفه فهو مخطئ وشهادة حديث عدم الإرث لإصابة أبى بكر ممنوع ، كيف ويلزم على ذلك خطأ الزهراء قطعاً ، وشهادة الصحابة بصحة الحديث غير شهادتهم بخطأها فى تلك المسئلة إذ الحديث ليس نصاً فى مطلوب أبى بكر إذ لها عن هذا الحديث أجوبة أفردناها فى الوريقات ولم تكن فى ذلك وحدها بل وافقها على ذلك كبار الصحابة على والحسن والحسين عليهم السلام فقد استبان أن ثبوت الخلاف لا ينا فى القول بعصمتهم " اه (ص ٢٤١ حتى ٢٤٥)

ثم قال الشيخ محمد شاه .

فتلخص مما ذكر أن مرام ,, صاحب الدراسات ،، انه يجب تقليد الأئمة الإثنى عشر وأتباعهم دون تقليد الأئمة الأربعة لأنهم أصحاب قياس والقياس فى دين الله حرام ، ودون تقليد الصحابة لأنهم ليسوا بمعصومين وأهل البيت يعنى الأئمة الإثنى عشر وفاطمة معصومون ، ولذا أخذ يظهر التفجع على مذاهب الأئمة الأربعة من أهل السنة حيث قال فى ,, الدراسة الثانية عشرة ،، -

,, فالفجيعة كل الفجيعة على الأمة أن خلت كتب المذاهب الأربعة عن مذهب أئمة أهل البيت اه (ص ٤٢٨) (١)

وربما وقع فى النسخة المطبوعة بلاهور لفظة (صلعم) بدل صلى الله عليه وسلم ، وكذا (رض) بدل (رضى الله عنه) فلم تطب نفسى بذلك ، وكتبت الصلوة على النبى صلى الله عليه وسلم والرضوان على الصحابة كاملةً ، وكذلك قد وقع السقط فيها فى بعض المواضع كما يظهر من مطالعة ,, ذب الذبابات ،، وقد نبهنا على بعضها فى الهوامش فالرجاء من كل من له اطلاع على نسخة خطية من هذا الكتاب ، أن يتفضل علينا باخباره لكى يستدرك فى الطبعة الثانية ما وقع فيه من السقط ،

---

(١) مدار الحق رد معيار الحق ص ٤٧٤ حتى ٤٨٠ طبع مطبع الحسنى بدهلى سنه ١٢٨٥

شعــره

قال على شير قانع فى ,, تحفة الكرام ،، ـ

,, وكان يجيد الشعر ، وتخلصه فى الفارسية ,, تسليم ،،
وفى الهندية ,, بيراكى ،،

وقال فى ,, مقالات الشعراء ،، ـ

,, وربمـا توجه إلى النظم وكان تخلصه فى الهنديــة فى
,, دوهره ،، و ,, كبت ،، ,, بيراكى ،، (١)

والشعر وإن كان أدون بالنسبـــة إلى كمالاتــه ، لكن استجماعه لفنون الكمـال وأيضاً اقتضاء المقام يقتضى أن يثبت هنا بعض ما جادت به قريحته الفائقــة ، فهذا الغزل (٢) ممـــا أنشده فى جواب غزل السيد محمـــد المعروف بمير پهتو الرضوى (٣)

على ولى چو امام مبين مـــا شده بود
برون ز تو سن أفلاك زين ما شده بود

---

(١) نوعان من الشعر الهندى

(٢) صنف مشهور من الشعر الفارسى ،

(٣) هو من احفاد السيد محمد يوسف الرضوى ، واليه انتهت مشيخه جده المذكور فى الطريقه والارشاد وكان رئيس السادات ذا بركه صاحب فقر وايقان تعتقده عامه اهل ,, تته ،، كذا فى ,, مقالات الشعراء ،، وذكر له هذين البيتين من غزله الذى انشد الشيخ محمد معين فى جوابه

زخود نمايشها طرفه دين ما شده بود منى وماني نقش نگين ما شده بود
هزار شكركه مارا زما نشان دادند وگرنه پوچ گماني يقين ما شده بود

کـه گمت بـادف ونے درس اینا امروز
کـه شکل سجده بهر سو جبین ما شده بود
بـه بزم میکده راز ازل عیـان دیدم
کـه چشم ساقی ما دوربین ما شده بود
جهان هوش بخـود برده آن پری زادی
سحر که یک دمگی هم نشین مـا شده بود
بزور بـازوی مستی چو هستـیم بشکست
کرشمـه ات کمکی در کمین مـا شده بود
بشهر عشق ز فتـوای بربط و طنبـور
سجود کـری خرابـات دین مـا شده بود
برای انمش فـوش دین جعفری "تسلیم"
زجوهر یمـن دل نگین مـا شدة بـود

وقال علی طراز القاضی عطاءالله البغدادی المتخلص بالتاجر (۱)

---

(۱) کان شاعرا مفلقاً صوفیاً ، ذاحظ من البلاغه ، ترجمه علی شیر قانع فی "مقالات الشعراء"، وذکر من شعره -

زاسباب جهان حاصل همین جنس غمی دارم
خدا افزون کند این جنس را تا من دمی دارم
برخسار زرینم اشک گلگونی همی ریزد
برنگ لاله اصفر چه احمر شبنمی دارم
مشو درهم اگر برهم زده بینی کلام من
که احوال پریشان همچو زلف درهمی دارم

چواهونا فـه یزی ازدم مـردان دمی دارم
درین بید أی وهشت تاکه قلاج زمی دارم
خزان کثرت موهوم نتواند خواش مـن
کـه زخسار گلهم کز بحر وحدت شبنمی دارم
ز پیچ و تاب کفر زلف ترسا بچهٔ شوخی
پریشان قبله‌گا هم کیش درهم برهمی دارم
ز فریاد نهان وفاش دست غمزهٔ پردازی
رباب إضطرابم نغمهٔ زیر و بمی دارم
بیادر یوزه کن ”تسلیم“ زان تاجر که می گوید
زاسبات جهان حاصل همین جنس غمی دارم

والمصراع الاخیر مـن التاجر المـذکور، وهذا التضمین طریف جداً اه

•ذکر له فی روز روش ـ

مبـاد هیچ کسی خستـه دل زمـا ،تسلیم
کـه زیب خر قـهٔ ما شیوهٔ کمـا نداری ست

وذکر له أیضاً ـ

کیست روباه که از شیر ژیانذ صرفه برد
عقـل از جپقلس عشق زبـون می گردد

وذکر عبید الله السندی من شعره ـ

ز فاسورم چه منتهاست لاز بهر علاج من
نه امید دوا از کس نه چشم مر همی دارم

سگت راخون دل دادم که بامن آشنا گردد
ندانستم زبخت بدکه او دیوانه خواهد شد

وذكر فى ,, مقالات الشعراء ،، فى ترجمة الشيخ الإمام محمد هاشم السندى ، أن الشيخ محمد معين كتب فى تعزية الحسين رضى الله عنه

اى واعظ خوش كلام شيرين پيغام
منبربه سواد قبره گون بتمام
باروئ سيه خاك بسر فاش بگو
در تعزيت حسين صبراست حرام

وقال على كرم الله وجهه الصبر جميل إلا عليك يا رسول الله اه فكتب فى جوابه الشيخ محمد هاشم -

أى عاشق صادق محب خوش نام
در تعزيت حسين كن حزن مدام
باسوز دلت اشك همى ريزد چشم
ليكن ندهى راز محبت به عوام

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ,, الصبر نصف الايمان ،، رواه أبونعيم فى ,, الحلية ،، ,, والبيهقي ،، فى ,, شعب الايمان ،، وعن قيس بن عاصم أنه قال لاتنوحوا على فإن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم ينح عليه رواه النسائى فى سننه . اه .

ومما كتب الشيخ محمد معين فى تعزية الحسين رضى الله عنه إلى السيد عبد القدوس الشيرازى (١)

---

(١) هو السيد عبد القدوس بن السيد حامد بن السيد حسن بن السيد حامد

رقعه

" نعزيكم يا أهل بيت النبوة فى هـذه المصيبة الفادحة التى يتقصم دونها ظهور الرجال الابطال الفاتحين على اعتراف القصور فى حقوق العزاء ، وأنتم أيها الصفوة فى غناء عن تعزيتنا البتراء بتعزية الحق سبحانه إياكم وتسليته لكم فى أزل الآزال عند قضاء المقادير والآجال بقولـه (إنمـا يريد الله ليذهب عنكم الرجس) الآية ثم عزاكم بذلك جدكم رسول الله صلى الله تعالى عليـه وسـلم (١) حيث روى أنه بعد نزول هذه الآية لم يزل ستة أشهر كلما خرج إلى المسجد ويمر بباب فاطمة عليها السلام نظر إلى بيتها ويقول إنما (يريد الله) الآية (٢) والسلام

ابن السيد شرف الدين بن السيد حسين بن السيد منصور الشيرازى ترجمه على شير قانع فى " تحفة الكرام ،، فقال كان عالماً كاملاً نحريرالعصر جليل الشان مبرزاً على الاقران توفى سنة ست واربعين ومائة والف ، زاد فى ,, المقالات ،، وتولى الافتاء والحسبة ، ولما ورد ابن ملك ,, ايران ،، بتته فى ايام سيف الله خان لم يرتض لمصاحبته من سائر اهلها سواه ، وقد جرى كثيراً بينه وبين الشيخ محمد معين مراسلات علمية ، اه

(١) كان فى الاصل " صلعم ،، بدل صلى الله عليه وسلم

(٢) قال ابو عيسى فى تفسير سورة " الاحزاب ،، من " جامعه ،، حدثنا عبد بن حميدنا عفان بن مسلم ناحماد بن سلمة نا على بن زيد عن انس بن مالك رضى الله تعالى عنه ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان يمر بباب فاطمة ستة اشهر اذا خرج الى صلوة الفجر يقول الصلوة انايت اهل البيت انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم

رباعی (١)

در تعزیت حسین زد جامه به نیل

در سدرهٔ منتهی بشیون جبریل

تا کرد رسول شیشه پر خون برکف

خون است دل عیسی وموسی وخلیل

رباعی

ای سبط نبی ترا بشر سنجیدند

رخسارهٔ شریعتت نادیدند

خاك قدمت فرشته درچشم کند

ای آه سرت بخاك وخون بریدند

رباعی

در پایٔ حسین خاك راهش دو جهان

از عشق سپند مجمرش عالم جان

امروز بما نمش سیه روز شدم

باد زن الی (٢) یا بخات الاکوان اه (٣)

تطهیراً ، هذا حدیث حسن غریب من هذا الوجه انما نعرفه من حدیث حماد بن سلمة ، وفی انباب عن ابی الحمراء ومعقل بن یسار وام سلمة ، اه

(١) ویقال له فی العربیة دوبیتی

(٢) کذا فیه ـ

(٣) وجواب هذه الرقعة من السید عبد القدوس مذکور فی ترجمته من ,, مقالات الشعراء ،، فمن شاء الاطلاع علیه فلیراجعه ،

كملت التقدمة والحمد لله رب العالمين. وقد ذكرنا من ذم المصنف والثناء عليه ما يقف به الناظر فيه على حاله ، وهذا كتاب " الدراسات" بين أيدى أهل العلم من يمعن النظر فيه يكون على بصيرة فى حقه إن شاء الله تعالى عصمنا الله تعالى وكفانا شر الحاسدين.

هذا وإنى أشكر فضيلة الأستاذ البحاثة الفقية العالم المفتى مولانا أبى محمود ولى حسن خان التونكى فإنه قد رافقنى فى تصحيح هـذا الكتاب ومعارضته على النسخة المطبوعة القديمة ، وتفضل بعمل الفهارس كلهـا ، فجزاه الله تعـالى أحسن الجزاء ، والله تعالى سبحانه يغفرلنا وللمصنف ويبلغنا مـا نؤمله ونرتجيه إنه على كل شئ قدير ، وبالإجابة جدير. وقد وقع الفراغ من جمع هذه التقدمـة قبيل العصر فى يوم الأحد الثلاثين من رجب الحرام سنة ست وسبعين وثلاث مائة بعد الألف.

كتبه الفقير إلى الله ، محمد عبد الرشيد النعـمانى

نزيل السند (كراتشـى)